بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ

کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ

اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

اللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ

کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ

اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مُحَمَّدٌ ۔ اَحْمَدُ ۔ حَامِدٌ ۔ مَحْمُوْدٌ ۔ قَاسِمٌ

عَاقِبٌ ۔ فَاتِحٌ ۔ شَاهِدٌ ۔ حَاشِرٌ ۔ رَشِیْدٌ ۔ مَشْهُوْدٌ ۔ بَشِیْرٌ ۔ نَذِیْرٌ

دَاعٍ ۔ شَافٍ ۔ هَادٍ ۔ مَهْدٍ ۔ مَاحٍ ۔ مُنْجٍ ۔ نَاهٍ ۔ رَسُوْلٌ

نَبِیٌّ ۔ اُمِّیٌّ ۔ تِهَامِیٌّ ۔ هَاشِمِیٌّ ۔ اَبْطَحِیٌّ ۔ عَزِیْزٌ ۔ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ ۔ رَءُوْفٌ

رَحِیْمٌ ۔ طٰهٰ ۔ مُجْتَبٰی ۔ طٰسٓ ۔ مُرْتَضٰی ۔ حٰمٓ ۔ مُصْطَفٰی ۔ یٰسٓ

اَوْلٰی ۔ مُزَمِّلٌ ۔ وَلِیٌّ ۔ مُدَّثِّرٌ ۔ مَتِیْنٌ ۔ مُصَدِّقٌ

طَیِّبٌ ۔ نَاصِرٌ ۔ مَنْصُوْرٌ ۔ مِصْبَاحٌ

اٰمِرٌ ۔ حِجَازِیٌّ ۔ نِزَارِیٌّ ۔ قُرَشِیٌّ

مُضَرِیٌّ ۔ نَبِیُّ التَّوْبَةِ ۔ حَافِظٌ ۔ کَامِلٌ

مُحَمَّدٌ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلّم

صَادِقٌ ۔ اَمِیْنٌ ۔ عَبْدُ اللّٰہِ ۔ کَلِیْمُ اللّٰہِ ۔ حَبِیْبُ اللّٰہِ ۔ نَجِیُّ اللّٰہِ

صَفِیُّ اللّٰہِ ۔ خَاتَمُ الْاَنْبِیَاءِ ۔ حَسِیْبٌ ۔ مُجِیْبٌ ۔ شَکُوْرٌ ۔ مُقْتَصِدٌ ۔ رَسُوْلُ الرَّحْمَةِ ۔ قَوِیٌّ

حَفِیٌّ ۔ مَامُوْنٌ ۔ مَعْلُوْمٌ ۔ حَقٌّ ۔ مُبِیْنٌ ۔ مُطِیْعٌ ۔ رَسُوْلُ الْمَلَاحِمِ ۔ اَوَّلٌ

اٰخِرٌ ۔ ظَاهِرٌ ۔ بَاطِنٌ ۔ نَبِیُّ الرَّحْمَةِ ۔ یَتِیْمٌ ۔ کَرِیْمٌ ۔ حَکِیْمٌ ۔ خَاتَمُ الرُّسُلِ

سَیِّدٌ ۔ سِرَاجٌ ۔ مُنِیْرٌ ۔ مُحَرَّمٌ ۔ مُکَرَّمٌ ۔ مُبَشِّرٌ ۔ مُذَکِّرٌ ۔ مُطَهَّرٌ

قَرِیْبٌ ۔ خَلِیْلٌ ۔ مَدْعُوٌّ ۔ جَوَّادٌ ۔ خَاتِمٌ ۔ عَادِلٌ ۔ شَهِیْرٌ ۔ شَهِیْدٌ

بسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

سیرت سرورکونین

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جلد ششم

غزوات النبی ومکتوبات نبوی علیہ السلام

رانا محمد سرور خاں

رانا محمد سرور خاں پبلی کیشنز
103-A کینال ویو کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی - لاہور (پاکستان)

سیرت سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

اشاعت اول ---- 27 رمضان المبارک 1428ھ
(10 اکتوبر 2007ء)

مؤلف ---- رانا محمد سرور خاں

ناشر ---- رانا محمد سرور خاں پبلی کیشنز

تعداد ---- 1100

مطبع ---- شرکت پرنٹنگ پریس لاہور

ہدیہ (مکمل سیٹ) ---- 8800 روپے

ISBN 9789699116-08-7 Vol. 6

حسن ترتیب فہرست ابواب

(7) عزیزِ مصر مقوقس کے نام فرمان اقدس

براعظم افریقہ کے شمال میں واقع ملک مِصر تاریخ عالم کی ابتداء سے ہی تہذیب وتمدّن اور خاص طور پر سیاسی عظمت کا مالک چلا آرہا ہے۔اہرامِ مصر اور پھر مصر کے حکمران فرعون تاریخ میں اسقدر اہمیت کے حامل ہیں کہ شاید ہی کوئی ایسا ہو جو کسی نہ کسی حوالے سے ان لوگوں کے نام نہ جانتا ہو۔مصر پر حکمرانی کرنے والے حاکموں کو ہمیشہ سے ہی فرعون کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثتِ مبارکہ کے وقت مِصر میں دوقومیں یعنی قبطی اور بازنطینی (رومی) آباد تھے۔

قبطی قوم مِصر کے اصل باشندے تھے جن کا ذِکر ہمیں حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے واقعات سے بھی ملتا ہے۔اور یہ رومی (یعنی بازنطینی) وہ قوم تھی جس نے قوت بازو سے اہل مصر یعنی قبطیوں پر قابو پانے کے بعد مصر کو اپنی نوآبادی بنالیا ہوا تھا۔

مقوقس بازنطینی حکومت کی طرف سے مصر کی حکومت کے لئے بطور نائب السّلطنت مقرر تھا۔یہ شخص نہایت ہی دوراندیش، دوربین، عاقل اور بہت بڑا عالم تھا۔مِصر کی حکومت کا مشہور شہر سکندریہ اس کا دارالحکومت تھا۔مصر ایسی جگہ پر ہے جو عہد قدیم سے ہی مغرب اور مشرق کے درمیان سیاسی، تہذیبی، علمی اور تجارتی روابطہ کا ذریعہ تھا اور ہے۔علم نجوم، علم ہندسہ، علم مذاہب اور دیگر علوم وفنون کی دنیا میں اہلِ مِصر کی خدمات اس قدر زیادہ اور دیرپا ہیں کہ پورا عالَم ان کو فراموش نہیں کرسکتا۔دوسری طرف اخلاق کی دنیا میں اہلِ مصر کا حال بھی روم اور ایران سے کسی طرح کم نہ تھا رُومی مصریوں کو اپنا زرخرید غلام خیال کرتے ہوئے ان کے ساتھ ہر جائز وناجائز اور گری سے گری حرکات کرتے گویا ان کو اپنا مکمل غلام بنارکھا تھا۔

سرکارِ دوعالَم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب حجاز مقدس کے گردونواح اور دورافتادہ علاقوں، حکومتوں اور حاکموں کے نام دعوتِ اِسلام کے سِلسلے میں مکتوبات مُبارکہ ارسال کیے تو مقوقس حاکِم مصر کے نام بھی نامہ مبارک بھیجا حاکم مصر کی سفارت کے لئے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقرر کیا گیا۔قاصد بارگاہِ رسالت دن رات سفر کی تکلیفیں برداشت کرتے ہوئے مقوقس کے دربار سکندریہ پہنچے اور دربار میں پہنچ کر مکتوب اقدس مقوقس کو پیش کردیا۔اس میں تحریر تھا:

بسم اللہ الرَّحمٰن الرَّحیم من مُحمّد عبد اللہ
ورسُولہ الیٰ المقوقس عظیم القبط سلام
علی من اتبع الھدیٰ اما بعد فانی
ادعوک بدعایۃ الاسلام اسلم تسلم یوتک اللہ
اجرک مرتین فان تولیت فعلیک اثم القبط

یا اھل الکتا ب تعا لو االیٰ کلمۃٍ سو اءٍ
بیننا وبینکم ان لا نعبد الا اللہ ولا
نشر ک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضًا
اربا بًا من دو ن اللّٰہ فان تو لو ا
فقو لوا اشھد وابا نا مسلمو ن .

مکتوبِ اقدس کا اُردو ترجمہ

''اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے
مُحمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے بندے اوراس کے رسول کی جانب سے مقوقس حاکم مِصر کے نام''
''اس پر سلامتی ہو جس نے راہِ راست اختیار کی اسکے بعد میں آپ کو اِسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ پس اگر سلامتی منظور ہے تو اسلام قبول کرلیں۔ اگر آپ نے اسلام قبول کرلیا تو اللہ تعالیٰ آپ کو دوہرا اجر عطا فرمائے گا۔ اور اگر آپ نے انکار کیا تو ساری قوم کی گمراہی کی ذمہ داری بھی آپ ہی کے سر ہوگی۔ اے اہل کتاب اختلاف ونزاع کی ساری باتیں نظرانداز کر کے ایک ایسی بات پر متفق ہو جاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں طور پر مُسلّم ہے وہ یہ ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کریں اور کہ کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں اور نہ ہی ہم اللہ کے سوا کسی اور کو اپنا ربّ بنائیں۔ اگر تمہیں اس بات سے انکار ہے تو تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ ہم بہرحال اللہ کو ایک ماننے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔''

(از: زادالمعاد جلد 3 صفحہ 61)

مقوقس حاکم مِصر نے جب پُورے خط مبارکہ کی عبارت پڑھ کر سُن لی تو یوں گویا ہوا:
''بے شک یہ وہی وقت ہے جب کہ وہ نبی ظاہر ہو جس کا ہم نے سُن رکھا ہے۔ میرا ذاتی خیال تھا کہ یہ نبی ملک شام میں پیدا ہوگا۔ ہمیں تورات اور انجیل سے اسکی صفاتِ مقدسہ کا علم ہو چکا ہے جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ مبعوث ہونے والا نبی صدقے کا مال نہیں کھائے گا ہاں البتہ ہدیہ یا تحفہ قبول کرے گا۔ غریب اور مسکین لوگ اسکے ساتھ ہونگے اور یہ کہ ان کے دونوں کندھوں یعنی مونڈھوں مبارکہ کے درمیان مُہرِ نبوت ہوگی۔''
مقوقس نے اپنے خیالات کا بھرے دربار میں اظہار کرنے کے بعد حکم دیا کہ اس مکتوب مبارکہ کو ہاتھی دانت کے بنے ہوئے ڈبے میں حفاظت سے رکھنے کے بعد سرکاری خزانے میں محفوظ کرلیا جائے۔ اسکے بعد مقوقس نے مکتوب مبارکہ کا جواب تحریر کرانے کے بعد حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے کیا ان کو چند روز تک اپنا مہمان رکھا اور بعد میں بڑی عزّت کے ساتھ رخصت کیا۔

مقوقس حاکم مِصر کا جواب

''محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بن عبد اللہ کی طرف سے مقوقس کے نام آپ کا خط مبارک پڑھا اور جو کچھ اس میں تحریر تھا اُسے سمجھا مجھے یہ معلوم ہے کہ ابھی ایک نبی کا مبعوث ہونا باقی ہے مگر میرا خیال تھا کہ وہ نبی ملکِ شام میں پیدا ہوگا۔ میں نے آپ کے قاصد کو نہایت عزّت واحترام کے ساتھ رکھا ہے آپ کے لئے ہدیۂ دولڑکیاں روانہ کر رہا ہوں۔ ہمارے ہاں ان دونوں لڑکیوں کا تعلق نہایت ہی باعزت اور معزز خاندان سے ہے۔ اسکے علاوہ آپ کے لئے کپڑے اور سواری کے واسطے دُلدُل بھیج رہا ہوں۔
اللہ تعالیٰ آپ پر سلامتی نازل فرمائے''۔

سیرت کی تمام کتب کے مطالعہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ مقوقس حاکمِ مصر نے جو دو باندیاں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں روانہ کی تھیں اُن میں سے ایک کا نام ماریہ قبطیہ تھا۔ یہ وہ خوش قسمت خاتون ہیں جن کو بعد میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجیت کا شرف حاصل ہوا اور یوں وہ اُمّ المومنین کے درجہ پر فائز ہوئیں۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند ارجمند سیّدنا حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہی کے بطن مبارک سے پیدا ہوئے۔ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی دوسری بہن جو مقوقس کی طرف سے ہدیۂ دربار رسالت میں آئیں اُن کا نام حضرت سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھا جو بعد میں شاعر رسول حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عقد میں آئیں ماریہ اور سیرین راستے ہی میں حضرت حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعلیم وتلقین سے مشرف باسلام ہو چکی تھیں۔ اسکے علاوہ جو دیگر تحائف خدمتِ اقدس میں پیش کئے گئے ان کی تفصیل کچھ یوں ہے:۔
ایک سفید شتر (اونٹ) جسے دُلدُل کہتے ہیں ایک دراز گوش جسے '' عفیر یا یعفور '' کہا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ ایک نیزہ، لباس اور ہزار مثقال سونا بھی تحائف میں شامل تھا۔ اسکے علاوہ سفیر رسالت مآب حضرت حاطب بن بلتعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی سو مثقال سونا اور پانچ عدد کپڑے بطورِ تحفہ پیش کئے تھے۔

(از: مدارج النبوّت جلد 2 صفحہ 389)

مقوقس حاکمِ مصر نے جو تحائف رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں بھیجے ان میں مِصر کے ایک گاؤں (نبھان) کا خالص اور مشہور شہد بھی شامل تھا۔ یہ شہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس قدر پسند آیا کہ آپ نے اس شہد میں خیر وبرکت کے لئے خصوصی دُعا فرمائی جس کے الفاظ یہ تھے۔
'' تبارک اللہ فی عسل نبھان ''

(از: مواہبِ لدنیہ)

یہاں غور طلب اور باعث عبرت یہ بات ہے جسکو ہمیشہ ذہن میں رہنا چاہیئے کہ مقوقس اسقدر احترام اور

عقیدت کے باوجود اسلام کی دولت وسعادت حاصل کرنے سے محروم رہا۔ جب قاصد نبوی یہ تمام تحائف اور مقوقس کا جواب لے کر خدمتِ اقدسہ میں واپس حاضر ہوئے تو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقوقس کا جواب سن کر ارشاد فرمایا:

''مقوقس کوسلطنت کے اقدار نے اسلام سے محروم رکھا وہ یہ نہ سمجھا کہ سلطنت ناپائیدار چیز ہے''۔

(از: طبقات ابن سعد جلد 3 صفحہ 1،2)

حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یمن کے رہنے والے تھے اور مکہ مکرمہ میں آباد ہو گئے تھے بنولخم بن عدی سے تعلق رکھتے تھے۔ انہیں تمام غزوات میں رسول کریم خاتم النبیّین کی ہم رکابی کا شرف حاصل ہے اور انہیں ہجرت کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔ انہوں نے 65 سال کی عمر میں امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان کے عہد خلافت میں 30 ہجری میں وفات پائی۔ خود حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔

مکتوب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بنام مقوقس کی دریافت

حضور علیہ السلام نے مقوقس کے نام جو نامہ مبارک بھیجا تھا حسن اتفاق سے انیسویں صدی کے وسط میں فرانس کے ایک متشرق موسیو بارتھل می کو مصر میں اخمیم کی ایک عیسائی خانقاہ سے دستیاب ہوا۔

حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس مکتوب اقدس کی دریافت کیسے ہوئی اس کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے ڈاکٹر حمید اللہ نے لکھا ہے کہ فرانسیسی متشرق موسیو رتے نو (Retnauo) نے پیرس کے سہ ماہی رسالے ژورنال آزیاتیک 1954ء (سلسلہ 5 جلد 4) میں ایک خط شائع کرایا جو اس کے نام قاہرہ سے موسیو بے لین (BELIN) نے 10 مارچ 1852ء کو لکھا تھا اس میں تحریر ہے کہ۔

''ایک قلمی دستاویز جو میں نے حال ہی میں دیکھی اور جس کے متعلق مجلس شرقیات فرانس سوس اے نے آزیاتیک کو بھی اس کے اجلاس 11 دسمبر 1851ء میں اطلاع ملی ہے یہ دستاویز جس کی بابت کہنا چاہتا ہوں موسیو اے ٹین بارتل می (Borthlamy) نے دریافت کی ہے۔

موسیو بارتل می قاہرہ میں ایک نوجوان فرانسیسی متشرق ہیں، عربی زبان پر بھی اسے عبور حاصل ہے وہ کچھ عرصے سے مصر کی قدیم زبان کا مطالعہ کر رہے ہیں اور خاص طور سے قبطی زبان کے مخطوطات تلاش کر رہے ہیں جو مصر کے تنہائی پسند راہبوں کے قبضے میں موجود ہیں اور عہد سلف کے متعلق نہایت قیمتی آثار پر مشتمل ہیں۔

ایک دن وہ اخمیم کے قریب ایک راہب خانے میں گئے وہاں سے ایک عربی مخطوطہ دستیاب ہوا، اس کی جلد سے معلوم ہوتا تھا کہ اصل میں کسی ایسی کتاب کے لیے تیار کی گئی تھی جو خاصے بڑے حجم کی ہوگی۔ یہ جلد کناروں پر خراب ہوگئی تھی اس کے اندر کچھ قبطی حروف دکھائی دے رہے تھے، چنانچہ موسیو بارتل می نے ان اوراق کو یکے بعد

دیگرے جدا کیا ان کے اندر دونوں پہلوؤں پر چمٹی ہوئی کھال یا جھلی کا ایک ٹکڑا نظر آیا جسے دو جگہ سے کیڑے نے چاٹ لیا تھا۔ اس کا بغور مطالعہ کرنے سے عربی کے حروف میں سے لفظ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پڑھ لینے میں کامیابی ہوئی، اس پر دلچسپی بڑھ گئی کہ یہ دستاویز خاصی اہمیت کی حامل ہے چنانچہ اس نے پوری احتیاط کے ساتھ کھال کو الگ کرنے کی کوشش کی اور جب اسے بھگو کر نرم دینے لگے تو چند الفاظ مزید مدھم پڑ گئے پھر چند ساتھیوں کی مدد سے اس کھال یا جھلی سے جو عبارت نمایاں طور پر پڑھنے میں آسکی وہ رسول آخرالزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکتوب گرامی کی تحریر ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مصر کے قبطی بادشاہ مقوقس کے نام ارسال فرمایا تھا، اس کی عبارت درج ذیل ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم من محمد عبداللہ
و رسولہ الی المقوقس عظیم القبط سلام علیٰ
من اتبع الھدیٰ اما بعد فانی ادعوک
بدعایۃ الاسلام اسلم تسلم یؤتک اللہ
اجرک مرتین فان تولیت فعلیک اثم القبط
یا اھل الکتٰب تعالوا الیٰ کلمۃ سواء بیننا
و بینکم الانعبد الا اللہ ولانشرک بہ
شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ
فان تولو افقولوا اشھدوابانا مسلمون

اللہ
رسول
محمد

اس فرمان رسالت کو موسیو بارتل می نے ترکی کے سلطان عبدالمجید خاں (1255ھ=1839ء تا 1277ھ=1861ء) کو تین سو پاؤنڈ میں فروخت کر دیا تھا۔

سلطان نے اس در بے بہا کو سونے کے فریم میں لگوا کر قصر شاہی کے خزانے میں دوسرے تبرکات نبوی علیہ السلام کے ساتھ بحفاظت رکھوا دیا۔

استنبول میں یہ قصر شاہی توپ کاپی (Topkapi) کے نام سے موسوم ہے، اس میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متعدد یادگاریں محفوظ ہیں۔ توپ کاپی ترکی زبان کا لفظ ہے۔ اس کے معنی ہیں ''توپ کا دروازہ'' اس محل کو سلطان محمد فاتح نے فتح قسطنطنیہ کے بعد 863ھ (1458ء) میں تعمیر کرایا تھا۔ ایک عرصے تک یہ محل قصر خلافت رہا بعد میں اسے میوزیم (عجائب گھر) کی شکل دے دی گئی۔

اس میوزیم میں متعدد ہال ہیں۔ ایک ہال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دو تلواریں چاندی کے ایک

صندوق میں رکھی ہوئی ہیں۔ یہیں سونے کے دو صندوق ہیں۔ ایک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جبہ مقدسہ ہے اور دوسرے میں آپ کا جھنڈا مبارک ہے۔ ایک دوسرے ہال میں جسے قاعۃ العرش کہتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ مکتوب اقدس بنام مقوقس سونے کے فریم میں رکھا ہوا ہے۔ یہ ہال میوزیم کا سب سے زیادہ مقدس حصہ سمجھا جاتا ہے۔ اسی جگہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا موئے مبارک اور مہر مبارک ہے جو گلابی رنگ کے عقیق کو تراش کر بنائی گئی ہے۔ اس کی شکل بیضوی ہے۔ میوزیم کے اس حصے میں ہر وقت سنگین پہرہ رہتا ہے۔

اس نامۂ اقدس کے عکس سے اس کتاب کو مزیّن کیا جارہا ہے اس میں نامۂ مبارک کے درمیان جو نشان نظر آتا ہے یہ پانی کی اس نمی کا اثر ہے جو موسیو بارتل می کو اسے دوسرے کاغذات سے علیحدہ کرنے کے لیے دینی پڑی تھی۔

آٹھویں صدی ہجری کے جلیل القدر عالم شیخ ابو عبداللہ محمد بن علی بن احمد المقدسی نے مصباح المضی کے نام سے مکتوبات نبوی کو جمع کیا تھا۔ انہوں نے دور اول کے مشہور مورخ واقدی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ مقوقس کے نام جو مکتوب نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روانہ کیا گیا تھا۔ اس کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تحریر فرمایا تھا۔ اس طرح خوش قسمتی سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دست مبارک کی لکھی ہوئی یہ تحریر ہم تک پہنچ گئی ہے۔

مجلۃ العربی الکویت بابت ماہ جنوری 1968ء

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیاسی زندگی از: ڈاکٹر حمید اللہ صفحہ 204، 209

(8) ہوذہ بن علی رُؤسائے یمامہ کے نام مکتوب اقدس

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکی زندگی کے حالات تحریر کرتے وقت سابقہ صفحات میں ذکر گزر چکا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کا خیال تھا اللہ کریم کی طرف سے ہجرت کا حکم جب آئے گا تو یمامہ یا حجر کی طرف ہی ہجرت کا حکم دیا جائیگا، کیونکہ یہ جزیرہ نما عرب کا اہم ترین خطہ ہے جہاں سے قریش مکہ کی ضروریات کے لئے غلہ لایا جاتا تھا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے اس خیال کا ذکر صحیح بخاری شریف کی حدیث میں بھی موجود ہے۔

تاریخی اعتبار سے گو یمامہ عرب کا ہی حصہ تھا مگر زمانہ نبوت کے ابتدائی دور میں یہ خطہ ملک فارس کے زیر نگیں تھا اور شاہِ فارس کی طرف سے ہوذہ بن علی (جو کہ عرب النسل تھا) اس جگہ پر بحیثیت گورنر (ناظم) حاکم تھا۔ اہل فارس کے زیر اقتدار ہونے کی وجہ سے یمامہ پر مکمل ایرانی اثر غالب تھا اور یہاں کے باشندے ہر کام میں ایرانیوں کی تقلید کرتے تھے۔ حسبِ دستور جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام ممالک اور علاقوں کے سلاطین اور حاکموں کو

تبلیغی مکتوبات ارسال فرمائے تو حاکم یمامہ کو بھی نامہ مبارک تحریر کیا اس نامہ اقدس کو روسائے یمامہ یا حاکم یمامہ کے پاس لے جانے کی سعادت کا شرف حضرت سلیط بن قیس انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حصّے میں آیا۔

ہوذہ کے نام فرمانِ رسالت کی سفارت کا شرف حضرت سُلیط بن قیس الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بخشا گیا انہوں نے گورنر یمامہ کے دربار میں پہنچ کر نامہ مبارک پیش کر دیا، لکھا تھا:

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — من مُحَمّد رسُو ل الله
إلى هو ذة بِن على ، سَلا م على من اتبع الهد ى
واعلم أن ديني سيظهر إلى منتهى الخف والحا فر
فا سلم تسلم واجعل لک ما تحت يد يک

(سیرۃ الحلبیہ 2۔326 جمہرۃ رسائل العرب جلد 1 صفحہ 48)

ترجمہ: ''اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت ہی رحم والا ہے اللہ کے رسُول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جانب سے ہوذہ بن علی کے نام۔ جو ہدایت کا اتباع کرے اس پر سلامتی ہے۔ آپ پر یہ بات عیاں ہو کہ میرا یہ دین تمام عرب وعجم کی حدود تک پہنچ کر رہے گا اور غالب آئے گا۔ پس آپ کو اسلام قبول کر لینا چاہیے کہ اس میں سلامتی ہے۔ مجھے آپ کے ملک سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ وہ بدستور آپ ہی کے قبضے میں رہے گا''۔

(از: مواہب الدنیہ جلد 1 صفحہ 314)

ہوذہ بن علی حاکم یمامہ نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکتوب گرامی پڑھ کر حضرت سلیط بن قیس انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا میں خط کی تحریر کے بارے میں سوچ رہا ہوں اور اس پر غور کر رہا ہوں آپ ابھی ٹھہریئے تاکہ میں کوئی فیصلہ کر سکوں۔

گورنر یمامہ کا جواب

ہوذہ بن علی حاکم یمامہ نے چند روز کے بعد حضرت سلیط بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دربار میں بلایا ان کو کچھ تحائف دیئے تاکہ وہ یہ تحائف سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کر دیں اور ساتھ ہی نامہ مبارک کے جواب میں لکھا۔ اس جواب کا اُردو ترجمہ تحریر کیا جاتا ہے:

''جس دین کی طرف آپ دعوت دیتے ہیں وہ یقیناً بہت ہی اچھا دین ہے۔ میں کیونکہ خود اپنی قوم کا بہت مشہور خطیب اور شاعر ہوں اس لئے پُورے عرب میں میری بڑی شہرت اور عزّت کی جاتی ہے۔ اگر آپ مجھے اپنی حکومت مین حصہ دار بنالیں تو میں آپ کی فوراً پیروی کرنے کو تیار ہوں''۔

(از: طبقات ابن سعد جلد 3 صفحہ 18)

عیسائی عالم کا ہوذہ حاکم (گورنر) یمامہ کیساتھ مکالمہ وتنبیہہ

ہوذہ بن علی کے دربار میں عیسائی عالم بھی تھے جب اس نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نامہ مبارک پڑھ کر اس کا جواب حضرت سلیط رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے کر دیا تو دربار میں موجود ان عیسائی عالموں میں سے سب سے بڑے عالم نے ہوذہ بن علی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں سوال کیا۔ ہوذہ بن علی نے جواباً کہا کہ ''میرے پاس محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا خط آیا تھا جس میں مجھے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی گئی تھی مگر میں نے اس دعوتِ اسلام کو قبول نہیں کیا۔ اُس عیسائی عالم نے پوچھا کہ تم نے دعوتِ اسلام کو کس وجہ سے قبول نہیں کیا۔ ہوذہ بن علی نے جواب دیا کیوں کہ مجھے اپنے دین جس پر میں قائم ہوں اسکے بارے میں حسنِ ظن ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ میں اپنی قوم کا سردار ہوں ساری قوم میری بڑی عزّت وتکریم کرتی ہے مجھے یہ اندیشہ تھا کہ اگر میں نے اسلام کی دعوت قبول کر لی تو اپنے ملک اور قوم کا مالک ہی نہیں رہوں گا۔ عیسائی عالم نے یہ جواب سن کر کہا اے حاکم (گورنر) یمامہ تم نے اچھا نہیں کیا تجھے اسلام کی دعوت قبول کر لینا چاہیئے تھی۔ اگر تم محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی دعوتِ حق قبول کر لیتے تو وہ تمہیں ہرگز تمہارے مُلک وقوم سے محروم نہ رکھتے۔ کیونکہ وہ تو عرب کے نبی ہیں جن کے بارے میں حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے انجیل مقدسہ میں بشارت دی ہے کہ وہ اللہ کے رسول ہوں گے اور ان کی نبوّت حق ہے''۔

(از: واقدی بحوالہ اصح الیسر جلد 1 صفحہ 392)

حضرت سلیط رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوذہ بن علی حاکم (گورنر) یمامہ کی طرف سے کُچھ تحائف اور اس کا جواب لے کر خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے جواب میں حکومت میں شرکت کرنے کا مطالبہ پڑھ کر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''میں اس مطالبہ کو مسترد کرتا ہوں''۔ چنانچہ ہوذہ بن علی اسی حالت میں رخصت ہوا۔ البتہ ہوذہ کے مرنے کے بعد یمامہ کی ایک کثیر تعداد نے دعوتِ حق کو قبول کر لیا اور خدمت اقدس میں حاضر ہو کر حلقہ بگوش اِسلام ہوئے۔

(9) حارث غسانی شاہ دمشق کے نام نامہ اقدس

ملکِ شام عرب کے شمال اور بحر روم کے مشرق میں واقع ہے۔ یہ خطہٗ ارض بے شمار انبیاء علیہم السّلام کی سر زمین ہے۔ یہ ایک قدیم اور تاریخی ملک ہے لیکن اب کئی حصّوں میں تقسیم ہو چکا ہے۔ اس ملک کے ساحلی علاقوں کو مشرق ومغرب کے درمیان سرحد کی حیثیت حاصل ہے۔ تاریخ کا ہر طالب علم ملکِ شام کی اہمیت سے بڑی اچھی طرح واقف ہے۔ ملکِ شام کے مشہور تاریخی دارالحکومت دمشق پر ان دنوں حارث بن ابی شمر غسانی حکومت کر رہا تھا دوسری صدی عیسوی کے آخر میں ملک شام پر آلِ غسان سکونت پذیر ہوئے اور رفتہ رفتہ ان لوگوں نے اپنی طاقت

اثر و رسوخ اور حکمت عملی سے یہاں اپنی حکومت قائم کر لی۔ ملکِ شام پر آلِ غسان مکمل پانچ سو سال تک حکومت کرتے رہے۔ بعثتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں یہاں حارث بن شمر غسانی حکومت کر رہا تھا۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت شجاع بن وہب الاسدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا نامہ اقدس دے کر بطور سفیر روانہ کیا۔ جب سفیر رسالت نامہ مبارک لے کر دمشق پہنچے تو معلوم ہوا کہ قیصر روم ہرقل بیت المقدس کی زیارت کے لئے جا رہا ہے اور اس سلسلے میں ضروری انتظام کے لئے حاکم دمشق بہت مصروف ہے۔ چنانچہ سفیر رسالت چند روز دمشق میں ٹھہر گئے تا کہ حارث غسانی حاکم دمشق ضروری انتظامات سے فارغ ہو جائے تو فریضہ سفارت پورا کر سکیں۔ دمشق میں قیام کے دوران حضرت شجاع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ملاقات حارث غسانی کے ایک درباری سے ہوئی اس ملاقات میں ہونیوالی گفتگو کے راوی خود سفیر ہی ہیں فرماتے ہیں۔ اس درباری کا نام مُری تھا۔ جو کہ رومی نسل سے تعلق رکھتا تھا۔ چند روز میں میری اس درباری بے تکلفی ہوگئی۔ ایک روز اس نے مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں دریافت کیا۔ میں نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چیدہ چیدہ حالات زندگی اسکو بتائے جنہیں سُن کر مُری پر رقت طاری ہوگئی اور وہ کہنے لگا۔

''اے شجاع بن وہب الاسدی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) (شجاع رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن وہب ربیعہ بن اسد بن صہیب بن مالک بن کبیر بن غنم بن دودان بن اسد بن خزیمہ اسدی جنگ یمامہ میں شہادت پائی) جو کچھ تم نے بیان کیا ہے انجیل میں بالکل اس آنیوالے نبی کے حالات کے بارے میں لکھا ہوا ہے جس نبی کا ہمیں انتظار تھا اب جبکہ وہ اس دنیا میں تشریف لے آئے ہیں میں ان پر صدق دل سے ایمان لاتا ہوں ان کے تمام احکامات کی سچے دِل سے تصدیق کرتا ہوں۔ آپ براہِ مہربانی میرے اِسلام لانے کا واقعہ کسی سے ہرگز بیان نہ کرنا کیوں کہ مجھے اندیشہ ہے کہ حارث کو اگر میرے اِسلام لانے کا معلوم ہو گیا تو وہ مجھے غصّے میں آ کر قتل کرا دے گا حالانکہ وہ میری بڑی عزّت کرتا ہے اور مجھے اس کے مزاج میں بڑی حد تک دخل ہے مگر پھر بھی احتیاط لازمی ہے''۔

قیصر رُوم ہرقل کی روانگی کے بعد فارغ ہو کر حارث غسانی شاہِ دمشق نے ایک روز بڑی شان و شوکت کے ساتھ دربار منعقد کیا۔ مُری نے موقع غنیمت جان کر حارث غسانی سے میری آمد کا ذکر کیا جس پر اس نے مجھے دربار میں حاضر ہونے کا حکم دیا دربار میں پہنچا تو حارث نے مجھ سے نامہ اقدس لے کر پڑھنے کا حکم دیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم من محمّد رسو ل اللہ
الی الحارث ابن أبی شمر سلا م علیٰ من اتبع الھد ی و امن
باللہ وصدق . و انی ادعو ک ان تو من با للہ وحدہ
لا شر یک لہ یبقیٰ لک ملکک

ترجمہ اُردو نامہ مقدسہ

''اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جانب سے حارث بن ابی شمر کے نام۔

''سلام ہو اس پر جو راہِ راست کی پیروی کرے اس پر ایمان لائے اور سچا جانے۔ میں آپ کو اس بات کی دعوت دیتا ہوں کہ ایک اللہ پر ایمان لائیے جس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ آپ کا ملک آپ کے پاس باقی رہے گا۔''

حارث بن ابی شمر مکتوب مبارکہ کی عبارت سُن کر آپے سے باہر ہوگیا اس نے غیظ وغضب کی حالت میں اپنی فوج کو اہل حق پر حملہ کرنے کے لئے تیاری کا حکم دیا۔ حضرت شجاع رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب واپس تشریف لانے لگے تو مُری ان کو اپنی رہائش گاہ پر لے گیا کچھ تحائف اور راستے میں خرچ کے لئے کچھ رقم دینے کے بعد عرض کیا مدینہ منورہ پہنچ کر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں میرا عاجزانہ سلام عرض کرنا تاکہ میں دین اور دنیا کی بھلائی و بہتری حاصل کرسکوں۔ حضرت شجاع رضی اللہ تعالیٰ عنہ خیریت سے مدینہ منورہ واپس آئے اور بارگاہ رسالت میں حاضر ہوکر مُری کا سلام اور حاکم دمشق نے جو الفاظ کہے و دیگر تمام حالات خدمتِ اقدس میں پیش کئے۔ تاجدارِ عرب و عجم فخر کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حالات سن کر ارشاد فرمایا۔

''مُری نے جو کچھ ہمارے بارے میں کہا بالکل سچ کہا کیونکہ وہ مومن صادق اور حق پرست ہے دوسری طرف حاکم دمشق حارث عنقریب دیکھ لے گا کہ جس حکومت اور طاقت کے نشے میں اس نے خداوند کریم کے پسندیدہ مذہب کو ماننے سے انکار کیا ہے اس مذہب کا ردّ کیا ہے وہ (حکمرانی) ہرگز باقی رہنے والی چیز نہیں ہے''۔

حضرت شجاع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سفیر نبوی کے سامنے حارث نے اپنی جس فوج کو اہلِ حق کے خلاف جنگ کے لئے تیار ہونے کا حکم دیا تھا۔ اس فوج نے فتح مکّہ کے بعد 9ھ بمطابق 630ء کو قیصر رُوم کی قیادت میں اِسلام کے خلاف جنگ کا آغاز کردیا اور بڑے غرور وتکبّر اور طاقت کے ساتھ اہلِ حق کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لئے چل کھڑا ہوا۔ 9ھ تا 14ھ تک پانچ سال تک یہ جنگ وجدال کا سلسلہ جاری رہا مگر اہل حق کی صداقت اور طوفانی یلغاروں سے اس عظیم فوج کا اسی قلیل عرصہ میں گھاس کے کمزور تنکوں کی مانند ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہوگیا۔ اور یوں ملکِ شام سے غسانی خاندان کی حکومت کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہوگیا اور یوں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان دُرفشاں سے نکلے ہوئے الفاظ مبارکہ حق ثابت ہوئے اور کیوں نہ ہوتے یہ الفاظ نبی علیہ السلام کی زبان اقدس سے نکلے تھے۔

(از: طبقات ابن سعد جلد 3 صفحہ 17)

(10) برادرانِ سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام وثیقہ مُبارک

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے پیارے صحابی حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائیوں کو وثیقہ تحریر فرمایا جس کا اُردو ترجمہ تحریر کیا جا رہا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم : یہ وثیقہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے ہے مہدی فروح ابن شخسان برادر سلمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ان کے اہل بیت اور جملہ پس ماندگان سلمان مہدی فروح کے لیے! ان میں سے جو لوگ اِسلام قبول کرلیں اور وہ لوگ بھی جو اپنے قدیم دین پر قائم رہیں دونوں طبقوں کے لئے ہے!

سلام ہو تم پر!

اللہ تعالیٰ نے مجھے اور تمام بنی نوع بشر کو لاَ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحۡدَہٗ لاَ شَرِیۡکَ لَہٗ کہنے کا حکم دیا ہے۔ اللہ ہی مخلوق کا خالق اور تمام اُمور کا سبب ہے اس کے خالق ہونے کے ساتھ تمام مخلوق کی حیات و ممات اس کے ہاتھ میں ہے اور حشر کے بعد سب کو اُسی کے سامنے پیش ہونا ہے۔ بالآخر ہر ایک کے لئے زوال وفنا ہے، کُلُّ نَفۡسٍ ذَائِقَۃُ الۡمَوۡت۔ اللہ کے امر (حکم) کے خلاف کچھ نہیں ہوسکتا نہ اس کی سلطانی کو زوال کا خطرہ ہے اس کے جلال کی کوئی حد ونہایت نہیں نہ کوئی اس کی بادشاہت میں شریک ہے۔

سُبحَا ن مَا لک السّمٰوٰ ات وَالا رض الذی یقلب الا مو ر کما یر ید.

ترجمہ:۔ وہ ہر خامی سے منزہ مالک ہے زمین اور آسمان کا اور خود مختار ہے اپنے کلموں کے نفاذ میں۔

وہ مخلوق کے اقسام میں سدا تنوع اور اضافہ فرماتا رہتا ہے اور منزہ ہے، قیل وقال سے، تعریف اس کے اوصاف کا احاطہ کب کرسکتی ہے ذہن اس کی بات کی تہہ تک پہنچنے کے لئے لاکھ سعی کرے مگر بے سود ہے اس نے اپنی کتاب (قرآن) کو اپنی تعریف سے شروع فرمایا اور ہمارے لئے اس تعریف کو عبادت قرار دیا، بندوں کی طرف سے اپنی حمد وشکر پر خوش ہوتا ہے بنی آدم کی طرف سے اس کی حمد وثنا اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ اس کی حمد کرنے والوں میں سے بھی کوئی اس کا شمار نہیں کرسکتا، میں اس ذات وحدہ لاشریک کا اقرار کرتا ہوں جو ہر غیب وسر پر خوبی کے ساتھ نگران ہے۔

یا ایُھَا لنَّا س اتقو ا واذکر و ا اللہ یو م ضغطه الا رض وَنفع نَا ر الجَھنم! والفزع الا کبر والندمه والخو ف بَین ید ی ربّ العا لمین اذنتکم کما اذن المُر سلو ن التسئلن عن النباء العظیم والتعلمن نبا ء بَعد حیُن

ترجمہ:۔ اے بنی آدم! خدا سے ڈرو اور اس دن کا تصورّ کرو جس روز زمین شق ہو جائے گی جہنم کی آتشین تپش سے کرہ نار ہو جائیگی۔ اس خوف ناک دہشت و پشیمانی اور رب العالمین کے حضور جواب طلبی سے۔ میں تمہیں سابقہ

رسُولوں کی مانند متنبہ کرتا ہوں قیامت کے دِن سے! جس کا یقین تم بھی ذرا دیر کے بعد کر لو گے۔ جو شخص میری رسالت پر ایمان لائے اور مجھ پر اللہ کی طرف سے نازل شدہ وحی کی تصدیق کرے وُہ ہم میں سے ہے دنیا میں اس سے ہمارا کوئی مقابلہ نہ ہوگا اور عقبیٰ میں ملائکہ مقربین اور انبیاء ومرسلین کے پہلو بہ پہلو جنّت میں رہے گا عذاب دوزخ سے اُسے سدا کے لئے امن اور نجات ہے یہ وعدہ اللہ ہی نے مومنین کے لئے فرمایا:

وَ اِنَّ اللهَ یَرْحَمُ مَنْ یَّشاءُ وَھُوَالْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ

اللہ تعالیٰ مختار ہے رحم کرنے میں اور وہ رحم کے لیے حکمت کام میں لاتا ہے۔ عاصی کے لیے اس کی گرفت سخت ہے اور وہ غفور ورحیم ہے۔

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱﴾

ترجمہ: یہ قرآن اگر ہم پہاڑوں پر نازل کرتے تم دیکھتے کہ خشیت الٰہی سے کس طرح ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بکھر جاتے ہیں۔ اللہ کا منکر گمراہ اور اس کی طرف سے نازل کردہ دین اور رسُول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے والا بلند درجات پر فائز ہوگا۔ (سورۃ الحشر آیت 21)

میرے اس فرمان کے مطابق ان لوگوں کے لیے اللہ کی امان ہے ان کی اولاد اور مال پر بھی امان ہے جب تک وہ زمین پر آباد ہیں وہ اپنی مقبوضہ زمین کے ہموار اور پہاڑی علاقے، چشموں، چراگاہوں پر ان کا قبضہ اور استحقاق ہمیشہ کے لیے تسلیم ہے ان مراعات میں وہ افراد بھی شامل ہیں جن کے بالواجہ فرمان ہذا پڑھا جائے۔

مہدی فروح اور ان کے پس ماندگان کا فرض ہے کہ وہ اس فرمان میں لکھے ہوئے احکام کی پابندی کا خیال رکھیں۔ مُسلمان ان پر ظلم نہ کریں نہ انہیں کسی قسم کی تکلیف میں مبتلا کریں اور ان کے لیے یہ مراعات بھی ہیں۔

1۔ وہ غلاموں کی مانند پیشانی کے بال نہ کٹوائیں۔
2۔ اپنا زنار زیب گلو رہنے دیں!
3۔ جزیہ انہیں تا قیامت معاف ہے!
4۔ ان کے آتش کدوں کی بحالی اور ان کی آمدنی اور فروغ میں انہیں آزادی ہے۔
5۔ لباس فاخرہ اور ہر قسم کی سواری کا انہیں اختیار ہے۔
6۔ رہائش کے لیے تعمیر مکانات اور اصطبل کی اجازت ہے۔
7۔ اپنے طریق پر جنازے لے جانے کے مجاز ہیں۔
8۔ اپنے مذہب کے ہر ایک شعار کی پابندی کا اختیار ہے۔

9۔ ہمارے تمام ذمیوں کے مقابلے میں وہ معزّز وموقر ہیں۔

برادران سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے یہ تمام مراعات حضرت سلمان فارسی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی وجہ سے ہیں۔ اسکے علاوہ تمام مومنین پر یہ واجب ہے ان مراعات کے سلسلے میں مجھے وحی الٰہی سے اطلاع ہوئی ہے اور وہ یہ کہ۔

ان الجنة سلمان اشوق منه سلمان الی الجنة

''جنّت سلمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے لئے ان کی زیارت کی مشتاق ہے اس شوق کے مقابلے میں جو سلمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) معتمد اور خیر اندیش ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دیگر جملہ مومنین کے نزدیک یہ ہم میں سے ہی تو ہے''۔

اس فرمان مبارکہ میں سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے پسماندگان واہل بیت کیلئے دی جانے والی جن مراعات کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں کوئی مسلمان بھی دخل اندازی نہ کرے۔ مذکورہ تمام مراعات سلمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے اہل خاندان کے مسلمان یا وہ لوگ جو اپنے قدیم مذہب پر قائم ہیں ہر دو کے لئے یکساں ہیں۔

مسلمانوں میں سے جو میرے ان احکامات پر عمل پیرا ہو سکے لئے اللہ تعالیٰ کی رضامندی یقینی ہے اور جو شخص اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کرے اس پر قیامت تک اللہ کی لعنت ہے۔ جس شخص نے سلمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پسماندگان کی تعظیم وتکریم کی اس نے میری تعظیم وتکریم کی اور وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھلائی کا حقدار ہوا اور جس کسی نے سلمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور اسکے پسماندگان کو ایذا پہنچائی اس نے مجھے تکلیف دی میں قیامت کے روز اس سے انتقام لوں گا یاد رہے ایسا کرنیوالے کا ٹھکانہ جہنّم ہے اور میں ایسا کرنے والے شخص کی شفاعت سے بری ہوں''۔

''تم پر سلامتی ہو تمہارے رب کی طرف سے اور تم پر انعام ہو ربّ کی طرف سے''۔

بر حکم : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کاتب مکتوب مقدسہ : علی بن ابی طالب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

تحریر مکتوب مبارک بہ موجودگی:

حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

حضرت عثمان غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

حضرت طلحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

حضرت زبیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

حضرت سلمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

حضرت ابوذر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

حضرت عمار (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

حضرت حبیب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

حضرت بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

حضرت مقداد بن اسود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

ودیگر صحابہ کرام (رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین)

(11) جیفر اور عبد کے نام نامہ اقدس

بعث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت جیفر اور عبد دو بھائی ریاست عمان (اومان) کے حکمران تھے۔ گزشتہ روایات کے مطابق حکومت عمان کا محل وقوع بیان کرنا نہایت ہی مناسب ہوگا۔ سلطنت عمان بھی بحرین کی طرح موتیوں کی پیداوار کے لئے نہایت مشہور ہے۔ یہاں کے ساحلی مقامات نہایت سرسبز وشاداب ہیں۔ عمان کے پہاڑ قدرتی معدنیات، اسکے دریا نہایت ہی قیمتی اور نایاب موتیوں اور اس جگہ کی سرسبز وشاداب وادیاں فواکہ (خشک میوے)، غلہ اور خوشبودار لکڑیوں کی دولت سے مالا مال ہیں جنکی موجودگی کی وجہ سے یہ چھوٹی سی ریاست مالی اعتبار سے دنیا کی امیر حکومت ہے۔ اس کا رقبہ 309,500 مربع کلومیٹر ہے۔ عمان کی موجودہ آبادی تقریباً چھبیس (26) لاکھ نفوس پر مشتمل ہے۔ مسقط عمان کا موجودہ دارالحکومت ہے۔ یہ شہر خلیج عمان کے مغربی ساحل پر واقع ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جیفر اور عبد دونوں بھائیوں کے نام ذیقعدہ 8ھ (639ء) میں تبلیغی مکتوبات کے سلسلہ میں نامہ مبارک ارسال فرمایا اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سفیر رسالت بن کر قبیلہ ازد کے ان دونوں بھائیوں کے پاس تشریف لے گئے۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن وائل بن ہاشم بن سعید بن سہم بن عمرو بن ہصیص بن کعب بن لوی بن غالب القرشی) قریشی قبیلہ سہم سے تعلق رکھتے تھے۔ 90 سال کی عمر میں 42 ہجری میں وفات پائی۔

اس سفارت کی سعادت حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حصے میں آئی۔ حضرت عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمان پہنچ کر مکتوب اقدس پیش کیا، مضمون یہ تھا:

بِسْمِ اللہِ الرحمٰن الرحیم من مُحمد رسول اللہ

إلی جیفر وعبد ابنی الجلندی السّلام علی من

اتبع الهدى اما بعد فإني ادعو كما بدعاية الإ سلا م
أسلما تسلما ، فإ نی رسو ل الله إلى النا س كا فة ، لأ نذر
من كا ن حياو يحق القو ل على الكا فر ين و إ نكما
إن أقررتما با لإ سلا م وليتكما ، وإن اجيتما أن تقر ا
بالا سلام فان ملككما زائل ، وخيلى تحل با حتكما
وتظهر نبو تی على ملككما

اللہ رسول محمد

نامہ مقدسہ کا اُردو ترجمہ

''اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے''
''مُحمّد رسُول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے جیفر اور عبد کے نام''
''اس پر سلامتی ہو جس نے راہِ راست اختیار کی بعدازاں میں دونوں کو اِسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ اسلام قبول کرلیں اسی میں سلامتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کے لئے مجھے اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے تا کہ میں اللہ کے نافرمان بندوں کو اللہ سے ڈراؤں تا کہ اللہ کا انکار کرنیوالوں پر اللہ کی حجت پوُری ہو جائے میری نبّوت آپ کے ملک میں پہنچنے والی ہے اگر آپ لوگوں نے اس دعوت حق قبول کرنے سے انکار کیا تو یہ ملک وملّت اقتدر ومنصب وغیرہ ختم ہوجانے والی چیزیں ہیں۔''

(الوثائق السیاسیہ صفحہ 69 بحوالہ مواہب الدنیہ جلد 1 صفحہ 294)

جیفر وعبد رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا قبول اسلام

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ عمان کے حکمران جیفر اور عبد نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان پڑھ سُن کر پہلے تو کچھ تامل اور خاموشی کا مظاہر کیا لیکن تھوڑی دیر کے بعد بڑی خوشی اور مسّرت کے ساتھ اِسلام قبول کرلیا ان دونوں نے ان الفاظ عقیدت کے ساتھ دعوتِ حق کو قبول کیا اور دائرہ اسلام میں داخل ہوگئے۔

اُردو ترجمہ الفاظ جیفر وعبد

''اے عمرو بن عاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) آپ نے ہمیں ایسے نبی محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خبر سنائی ہے

جو دوسروں کو کار خیر کی خبر سنانے سے پہلے خود اس پر عمل کرتے ہیں اور کسی چیز کو منع کرنے سے پہلے خود اس سے پرہیز کرتے ہیں اگر وہ غالب ہوتے ہیں تو مغرور نہیں ہوتے اور اگر مغلوب ہوتے ہیں تو اپنے مقصد سے باز نہیں رہتے وہ عہد کو پورا کرتے ہیں۔ وعدوں کے سچے ہیں ہم شہادت دیتے ہیں کہ وہ اللہ کے پیغمبر ہیں''۔

(از: بلاغ مبین صفحہ 184، طبقات ابن سعد جلد 3 صفحہ 18)

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جیفر اور عبد رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین جب اسلام کی سچائی کو مان کر دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے تو جیفر نے مجھے اپنے ملک کا وزیر مال مقرر کر دیا۔ میں اسکے ملک کے امیر لوگوں سے زکوٰۃ وصول کرنے کے بعد وہ ساری وصول شدہ رقم غریبوں اور حقداروں میں تقسیم کر دیتا تھا۔

(از: طبقات ابن سعد جلد 3 صفحہ 18)

(12) منذر بن ساویٰ والی بحرین کے نام مکتوب اقدس

بحرین عرب ہی کا ایک حصہ ہے۔ بحرین کو ہجر بھی کہتے ہیں بحرین موتیوں کی پیداوار کے لیے دُنیا بھر میں مشہور ہے یہاں کے باشندوں کی اکثریت موتیوں کی غواصی کا پیشہ کرتی تھی۔ بحرین اپنی ایک قدیم تاریخ رکھتا ہے اور فینقیوں کی تہذیب کا قدیم زمانے میں گہوارہ رہ چکا ہے۔ اسے اسلام کے قبول کرنے میں سبقت حاصل ہے۔ بحرین آج کل پوری دُنیا میں پٹرول کی دولت کی وجہ سے خاص اہمیت رکھتا ہے۔ آبادی تقریباً سات لاکھ اور دارالحکومت المنامہ ہے۔ جبکہ رقبہ سات سو سات (707) مربع کلومیٹر ہے۔ چھٹی صدی عیسوی میں بحرین ایرانی حکومت کے زیر اقتدار تھا۔ یہاں کے ایرانی حاکم (گورنر) کا نام منذر بن ساویٰ تھا۔ منذر اُن خوش قسمت لوگوں میں ہیں جو پیغام رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متاثر ہو کر حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئے، اور نامۂ مبارک کے جواب میں لکھا کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کا فرمان رسالت پہنچا، میں اس سے قبل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ خط بھی دیکھ چکا ہوں جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعوتِ اسلام کے لیے اہلِ بحرین کے نام ارسال فرمایا تھا، میں برضا ورغبت اسلام قبول کرتا ہوں''۔

''اہلِ بحرین میں سے بعض لوگوں نے اسلام کو پسند کیا اور دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ اور بعض اپنے قدیم مذہب پر قائم ہیں۔ میرے مُلک میں پارسی اور یہودی آباد ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے مطلع فرمائیں کہ اُن کے ساتھ کس قسم کا برتاؤ کیا جائے؟''

از: طبقات ابن سعد جلد 3 صفحہ 19، بلاغ مبین صفحہ 175

علاء ابن حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سفیرِ رسالت جب یہ خط لے کر واپس آئے اور وہاں کے حالات بیان کیے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منذر کو حسب ذیل فرمانِ رسالت تحریر فرمایا، جس میں انہیں بحرین کی امارت

(گورنری) پر بحال رکھا گیا تھا اور غیر مُسلم باشندوں سے حُسن سلوک کی ہدایت کی گئی تھی۔ مکتوبِ اقدس کا مضمون یہ ہے:۔

بسم اللہ الر حمن الر حیم من محمد
رسو ل اللہ الی المنذ ر بن سا وی
سلا م علیک فانی احمد اللہ الیک الذی
لا الہ الا غیر ہ واشہد ان الا الہ الا اللہ و
ان محمداً ا عبد ہ وسُو لہ اما بعد
فانی اذ کرک اللہ عز وجل فانہ من
ینصح لنفسہ وانہ من یطع رُسُلیٰ
ویتبع امر ھم فقد اطا عنی ومن نصح لھم فقد نصح لی ون رُسُلیٰ
قد اثنو ا علیک خیر اً وانی قد شفعتک
فی قو مک فا تر ک للمسلمین ما اسلمو ا
علیہ وعفوت عن اھل الذنو ب فاقبل
منھم وانک مھما تصلح فلن نعذلک عن
عملک ومن اقا م علی یھو دیتہٖ وامجو سیۃ
فعلیہ الجزیہ .

ترجمہ:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم محمد رسُول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جانب سے منذر بن ساویٰ کے نام، السّلام علیک! میں اس اللہ کی حمد کرتا ہوں جو یکتا ہے اور اُس سے سوا کوئی معبود نہیں! میں اللہ کی وحدت کی شہادت دیتا ہوں، اور یہ کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسُول ہوں، بعدازاں میں آپ کو اللہ کی یاد دلاتا ہوں، جو نصیحت قبول کرتا ہے وہ اپنے آپ کو ہی فائدہ پہنچاتا ہے! جو شخص میرے قاصدوں کی پیروی اور اُنکی ہدایت پر عمل کرے گا اُس نے حقیقت میں میری اطاعت کی اور جس نے اُن کی نصیحت کو قبول کیا اُس نے حقیقت میں میری نصیحت کو مانا۔ میرے قاصدوں نے آپ کے طرزِ عمل کی بے حد تعریف کی ہے۔ آپ کو اپنے منصب پر بدستور قائم رکھا جاتا ہے، آپ کو چاہیے کہ اللہ اور اور اُس کے رسُول کے خیر خواہ رہیں اہلِ بحرین کے بارے میں آپ کی سفارش مجھے منظور ہے۔ میں قصو رواروں کے قصو رکو معاف کرتا ہوں، پس آپ بھی اُن سے درگزر کیجیے۔ اہلِ بحرین میں جو لوگ یہودیت یا مجوسیت پر قائم رہنا چاہیں

رہیں، ان سے جزیہ لیا جائے''۔

''صحیح بخاری میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مسجد نبوی کے بعد سب سے پہلے جمعہ جس مسجد میں ادا کیا گیا وہ بحرین کی مسجد ہے، جو جواثا میں واقع تھی''۔

حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام عبد اللہ تھا (بن ضماد بن سلمی بن اکبر) نسلاً حضرمی اور وطناً یمنی تھے انہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے بحرین کا والی مقرر فرمایا۔ حضرت علاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال شریف تک اس عہدے پر فائز رہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی انہیں اس عہدے پر برقرار رکھا۔ آپ 14 ہجری میں فوت ہوئے بعض اہل سیر کا بیان ہے کہ وہ 21 ہجری میں بحرین کے والی ہونے کی حالت میں ہی فوت ہوئے آپ کا تعلق حضرموت سے تھا۔

(13) دُوسرا فرمانِ رسالت بنام والی بحرین

ایک دُوسرے فرمان رسالت میں سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور قدامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بحرین روانہ کرتے ہوئے منذر کو تحریر فرمایا:۔

ترجمہ:

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم السّلام علیکم! میں آپ کے پاس ابُو ہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور قدامہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو بھیج رہا ہوں، آپ اپنے علاقہ سے جو عُشر وزکوٰۃ اور جزیہ وصول کر چکے ہوں وہ ان کے حوالہ کر دیا جائے۔''

زاد المعاد وابن قیم جلد 3 صفحہ 63,61،

طبقات ابن سعد جلد 3 صفحہ 19، 27،

فتوح البلدان جلد اوّل صفحہ 79، 81

صحیح بخاری جلد اوّل، کتاب الجمعہ،

طبقات ابن سعد جلد 3 صفحہ 28۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعلق قبیلہ دوس سے تھا آپ سے 5374 احادیث مروی ہیں آپ نے 58 ہجری رمضان المبارک مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ نماز جنازہ امیر مدینہ منورہ ولید بن عتبہ نے پڑھائی۔ سلسلہ

نسب یہ ہے: ابوہریرہ عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عامر بن عبد ذی الشریٰ بن طریف بن غیاث بن لہنیہ بن سعد بن ثعلبہ بن سلیم بن فہم بن دوس۔ قبیلہ دوس یمن میں آباد تھا۔

(14) دربارِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں قبیلہ عبدالقیس کی حاضری کے موقع پر فرمان اقدس

بحرین سے قبیلہ عبدالقیس کا ایک وفد مدینہ منورہ میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ آپ نے اس وفد کے ہاتھ عبدالقیس کے امیر اکبر بن عبدالقیس کے نام اپنا نامہ مبارک ارسال کیا جس کا اردو ترجمہ یہ ہے۔

مکتوب اقدس کا اردو ترجمہ

''منجانب محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بنام اکبر بن عبدالقیس''

1: اس قبیلہ یعنی عبدالقیس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یعنی ہم سے جو عہد و پیمان کئے ہیں ان کو یہ لوگ پورا کریں گے۔

2: زمانہ جاہلیت میں ان لوگوں نے جن فتنوں اور فسادات میں حصہ لیا ہے اور ان سے جو گناہ سرزد ہوئے اللہ اور اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان سے بری ہیں۔

3: اس قبیلہ کے اردگرد بسنے والوں پر ان کے بارے میں درجِ ذیل اُمور کی پابندی لازم ہے۔

یہ کہ ان کی فراہمی اجناس کے سلسلے میں رکاوٹ نہ ڈالیں۔

بارانی پانی کے معاملہ میں کسی قسم کی رکاوٹ پیدا نہ کی جائے۔

جب پھل پک کر تیار ہو جائے تو اس کی برآمدگی میں آسانی پیدا کی جائے۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف سے اس علاقے کے برّی اور بحری خطوں جن میں شہری اور بدوی ہر قسم کی آبادی شامل ہے تجارتی قافلوں اور درآمدگی کی اشیاء وغیرہ پر علاء حضرمی کو نگران مقرر کیا جاتا ہے اہل بحرین پر لازم ہے ان سے تعاون کریں۔ قبیلہ عبدالقیس کے لئے اہل بحرین پر مندرجہ ذیل ذمہ داریاں عائد کی جاتی ہیں۔

1۔ ہمارے دشمن کی نگرانی کرتے رہیں۔

2۔ ان پر تعدی کرنے والوں کے خلاف اور جنگوں میں قبیلہ مذکور کی نصرت کریں۔ اہل بحرین پر یہ احکام اللہ کے نام پر عہد و پیمان کی صورت میں عائد کئے جاتے ہیں۔

زنہار (خبردار) اگروہ کسی حکم میں تبدیلی یا تفرقہ کا باعث ہوں۔

قبیلہ بنو عبد القیس کی ذمہ داری

1: یہ قبیلہ اسلامی لشکر کی مدد کرے جس کے عوض میں انہیں مالِ غنیمت سے حصّہ ملے گا۔

2: مقدمات میں ایسا عدل کریں جس پر فریقین مقدمہ کو نظر ثانی کی ضرورت نہ رہے۔

3: یہ کہ کردار، گفتار اور رفتار میں اہل قبیلہ شریفانہ انداز اختیار کریں کیوں کہ ان کے اس طرزِ عمل پر خدا اور اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) گواہ ہیں۔

اللہ رسول محمد

طبقات ابن سعد جلد 3 صفحہ 33

(15) اذرح کے باشندگان کے نام فرمان اقدس

اذرح شام وحجاز کی سرحد پر واقع ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فرمان اقدس باشندگان اذرح کو تحریر فرمایا تھا وہ ایک عمدہ کھال کے ٹکڑے پر لکھا ہوا تھا جو کہ اب بھی اس جگہ موجود ہے۔ یہ معاہدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مذکورہ بستی میں بسنے والوں کے درمیان تحریر کیا گیا تھا۔

اذرح وہی بستی ہے جس سے چند میل دور وہ تاریخی مقام موتہ ہے جہاں پر مسلمانوں اور رومیوں کے درمیان 8ھ یعنی 629ء میں پہلی جنگ لڑی گئی تھے۔

جنگ غزوہ موتہ میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جاں نثار ہر دلعزیز اور اسلام کی پہلی ہجرتِ حبشہ میں شریک ساتھی جنہوں نے نجاشی شاہِ حبشہ کے دربار میں مقرر کے فرائض سرانجام دیئے تھے۔ حضرت جعفر طیار بن ابوطالب، حضرت زید بن حارثہ اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین جام شہادت نوش فرما کر جنّت کے اعلیٰ درجات پر فائز ہوئے۔ ان کے مزارات اس جگہ موجود ہیں۔ مزید تفصیل معلوم کرنے کے لئے تاریخِ اِسلام کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔

عیسائیوں کا ایک وفد عقبہ کے پادری کی سربراہی میں جس میں شام، جربا اور اذرح وغیرہ کے عیسائی و یہودی شامل تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سب سے مدینہ منورہ میں مصالحت فرمائی اور الگ الگ فرمان جاری کیئے اذرح کے لوگوں کو جو پیغام لکھ کر عطا فرمایا وہ یوں ہے۔

فرمان مقدسہ کا اُردو ترجمہ

''اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے''

''محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے اہل اذرح کے نام''

''یہ لوگ اللہ اور محمد النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی پناہ میں ہیں۔ ان پر ہر رجب کے مہینہ میں سو دینار واجب الادا ہوں گے۔ مومنین کے ساتھ خیر اور احسان کرنے سے اللہ ان لوگوں کا کفیل ہوگا۔ یہ لوگ اس وقت تک ہر قسم کی امان میں ہیں جب تک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو مُطلع نہ کردیں''۔

(از: طبقات ابن سعد جلد 3 صفحہ 37 وغیرہ)

طبقات ابن سعد (جلد 3 صفحہ 37) جرباوغیرہ کے دوسرے لوگوں کے لیے جو فرمان لکھے گئے ہیں طبقات ابن سعد میں اس کی تفصیل موجود ہے ان میں بھی یہی مضمون درج ہے۔

(16) معاہدہ مقدسہ بنی غادیا و بنی عُریض

بنی غادیا کے یہود سے مندرجہ ذیل معاہدہ عمل میں آیا:

''خدائے رحمٰن ورحیم کے نام سے محمد رسول اللہ کی جانب سے۔ یہود بنی غادیا کے نام:

1. بنی غادیا کے یہود کی ذمہ داری لی جاتی ہے۔
2. ان لوگوں پر جزیہ مقرر کردیا گیا ہے۔
3. یہ لوگ پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ کسی طرح کی سرکشی نہ کریں گے۔
4. ان لوگوں کو ان کے گھروں سے جلاوطن نہیں کیا جائے گا۔
5. اس معاہدے کو کوئی چیز توڑ نہیں سکے گی۔

یہود بنی عُریض کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک معاہدے کے ذریعہ اطمینان دلایا کہ ان کی حفاظت کی جائے گی اور غلہ اور کھجوروں سے ان کی مدد کی جائے گی۔ ان کو درج ذیل معاہدہ لکھ کردیا گیا:

''خدائے رحمٰن ورحیم کے نام سے۔ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جانب سے یہود بنی عُریض کے نام محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف سے یہود بنی عریض کو غلہ کی کٹائی کے وقت دس وسق گیہوں اور اسی قدر جو اور پچاس وسق کھجوریں ہر سال اپنے وقت پر دی جاتی رہیں گی ان لوگوں پر کوئی ظلم نہ ہونے پائے گا''

بقلم خالد بن سعید

طبقات ابن سعد جلد 3 صفحہ 29

(17) تمیم الدّاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام فرمان اقدس

تاریخ اسلام کے مطالعہ سے یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ تمیم بن اوس داری فلسطین کے ایک عیسائی راہب تھے۔ جو اپنے اہلِ قبیلہ اور قوم میں اپنے علم اور بردبار شخصیت کی وجہ سے بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بہت ہی مشہور اور جاں نثار صحابی تھے آپ کی کنیت ابورقیہ اور نسبت داری تھی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ 9ھ بمطابق عیسائی کیلنڈر 630ء میں اپنے قبیلے کے ہمراہ مدینہ منورہ میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور آپ علیہ السلام کے دستِ حق پرست پر بیعت کرنے کے بعد حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے اہل قبیلہ کے ہمراہ خدمتِ اقدس میں اس وقت حاضر ہوئے جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوہ تبوک سے واپس تشریف لائے تھے۔ اور اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو یہ خوشخبری سُنا چکے تھے کہ عنقریب شام و فلسطین وغیرہ اسلام کے جھنڈے تلے اکٹھے ہو جائیں گے اور یوں نور اسلام کی روشنی ان لوگوں کو جلد منور کر دے گی۔

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے تمیم الدّاری کا آبائی مذہب عیسائیت تھا کیونکہ یہ اہلِ بصیرت میں سے تھے اور پھر خداوند کریم کے خاص لطف و کرم سے یہ اُن خوش قسمت لوگوں میں شامل ہیں جو ہجرتِ مدینہ سے پہلے ہی حلقہ بگوش اسلام ہو چکے تھے۔ تمیم الداری کو ابتداء سے ہی اسلام کی حقیقت سچائی اور صداقت کا اس قدر پختہ یقین ہو چکا تھا کہ انہوں نے اس زمانہ میں جب ارض مکہ اہل حق کے لئے تنگ ہو چکی تھی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی تھی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے ارض شام کے علاقے بیت جبرون اور بیت عینون وغیرہ کی ملکیت کا وثیقہ تحریر فرما دیں جو کہ آپ کے زیر سایہ و اقتدار میں آ کر ہی رہیں گے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی اس درخواست کو شرفِ قبولیت بخش دیا تھا۔ اب جبکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوہ تبوک سے کامیاب و کامران واپس مدینہ منورہ تشریف لائے تو تمیم الداری (تمیم بن دوس بن خارجہ بن سور بن خزیم بن ذراع بن عدی بن الدار بن ہانی بن حبیب بن تمارہ بن لخم بن عدی بن عمر بن سباء۔ شام کے رہنے والے تھے۔ 40ھ میں بیت جبرون میں وفات پائی) نے اپنے قبیلہ سمیت حاضر خدمت ہو کر حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سابقہ وثیقہ کی تجدید کے لئے درخواست کی۔ یہ عرض سنتے ہی رحمتِ عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو ایک فرمان تحریر فرما کر حوالے کیا جس کا اردو ترجمہ تحریر کیا جا رہا ہے۔

اُردو ترجمہ

"محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمیم الدّاری اور ان کے ساتھیوں کو بیت جبرون اور بیت

عینون۔المرطوم وبیت ابراہیم عطا کر دیئے ہیں ان میں جو کچھ ہے وہ سب ان کا ہے۔ان کے بعد اس ہر چیز کی ملکیت ان کی اولاد کی ہوگی۔جو شخص تمیم الداری اور اسکے اہل خاندان کو مندرجہ بالا مقامات کی ملکیت سے محروم کرنے کی کوشش کرے اس پر اللہ اور فرشتوں کی لعنت ہو۔"

(از: طبقات ابن سعد جلد 3 صفحہ 75، رسالتِ نبویہ صفحہ 124، 125)

حضرت تمیم الداری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب اپنے اہل قبیلہ کے ہمراہ دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے تو آپ نے مستقل مدینہ منورہ میں سکونت اختیار کر لی۔زمانہ عیسائیت میں ہی اپنے زہد وتقوی پرہیز گاری اور عبادت گزاری میں مستقل مزاج ہونے کی وجہ سے بہت ہی مشہور تھے۔اسلام کی دولت سے مالا مال ہونے کے بعد ان کے اس ذوق وجذبہ میں بہت شدت آ گئی۔نماز پنجگانہ کے علاوہ تہجد کی نماز کا بڑا ہی اہتمام کیا کرتے تھے۔ایک رات تہجد کی نماز ادا کرتے ہوئے ساری رات قرآن کریم کی اس آیت مبارکہ کی تکرار میں گزار دی یہاں تک کہ صبح صادق ہو گئی۔آیۂ مقدسہ یہ تھی۔(سورۃ الجاثیہ آیت 21)

أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ أَنْ نَجْعَلَهُمْ كَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَوَاءً مَحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ﴿٢١﴾

ترجمہ: "کیا جنہوں نے برائیوں کا ارتکاب کیا یہ سمجھتے ہیں کہ ہم انہیں ان جیسا کر دیں گے جو ایمان لائے اچھے کام کئے کہ ان کی زندگی اور موت برابر ہو جائے کیا ہی برا حکم لگاتے ہیں"۔

اسی آیت مبارکہ کی بار بار تکرار فرماتے رہے اور روتے روتے رقّت کی ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ تمام رات گزر گئی۔

حضرت تمیم الداری رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ خوش قسمت صحابی ہیں جن کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ جہاد میں شریک ہونے کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔اُن سے اٹھارہ کے قریب احادیث بھی مروی ہیں۔حدیث کی کتب میں جو "قصۃ الجساسۃ" کا ذکر آتا ہے یعنی دجال سے ملاقات کا واقعہ وہ انہی کے ساتھ پیش آیا تھا۔سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس واقعہ کو حضرت تمیم الداری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی منقبت میں شمار کیا ہے۔آپ سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد مدینہ منورہ سے شام منتقل ہو گئے اور وہیں ان کا وصال ہوا۔آپ کی قبر شریف بیت جبرون میں ہے جو کہ فلسطین کا ایک مشہور شہر ہے۔

(از: طبقات کبریٰ جلد 1 صفحہ 344)

حضرت تمیم الداری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام مبارک کے ساتھ جو داری کا لفظ استعمال ہوتا ہے اسکی نسبت

ان کے دادا کی طرف ہے یعنی دار بن ثانی بن حبیب بن غارہ بن لخم ۔ یہ شخصیت آپ کے دادا کی تھی جن کا تعلق قبیلہ خزاعہ کی مشہور شاخ بنولخم سے تھا۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ لفظ دار کسی محلّہ یا مکان کا نام تھا جسکی وجہ سے حضرت تمیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ''داری'' کہلاتے تھے۔ تاریخ کی مشہور کتب تاریخ ابن عساکر اور سیرت حلبیہ و سیرت زینی دحلان میں مذکورہ واقعہ کے خلاف یہ آتا ہے کہ ''دارمیین'' ایک مقام کا نام ہے جس کا ایک وفد دو دفعہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا یعنی ایک دفعہ ہجرت مدینہ سے پہلے اور دوسری دفعہ ہجرت مدینہ کے بعد۔ ہجرتِ مدینہ سے پہلے جو وفد حاضر خدمت ہوا اس میں ابو ہند داری ۔ تمیم الداری اور نعیم الداری کے علاوہ چار افراد اور بھی شریک تھے۔ ان لوگوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں درخواست کی تھی کہ ملکِ شام کی زمین کا کچھ حصہ ان کو عطا فرما دیا جائے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کی درخواست کو قبول فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ''تم جس زمین کا انتخاب کرو تمہیں عطا کر دی جائے گی'' اس پر ان لوگوں نے ملک شام کی زمین میں سے ''بیت جبرون'' کا انتخاب کیا اور اسکے اردگرد کا علاقہ بھی مانگا۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مانگی ہوئی زمین کا پروانہ ان لوگوں کو عطا کرتے فرمایا کہ ''تم لوگ ہجرت کے بعد میرے پاس اسوقت آجانا جب یہ علاقہ مکمل میرے قبضہ میں ہوگا'' چنانچہ یہ لوگ ہجرت مدینہ منورہ کے بعد حاضر خدمت ہوئے اور درخواست کی کہ ماضی میں جاری کئے جانے والے جاگیر کے پروانہ کی تجدید فرما دیں۔ اس پر رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور پروانہ تحریر فرما کر گزشتہ فرمان کی تجدید کر دی اور یہ دونوں پروانے اس وفد کے حوالے کر دیئے۔

(از: امام ابو یوسف کتاب الخراج، طبقات ابن سعد، صبح الاعشیٰ از علاقہ ملقشندی وغیرہ)

ایک اور مشہور تاریخی روایات میں آتا ہے کہ دارمیین کا ایک وفد 9ھ میں جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک سے واپس مدینہ منورہ تشریف لائے تو مدینہ منوّرہ میں حاضر خدمت ہوا اس وفد میں دس افراد شامل تھے۔

یعنی حضرت تمیم الدّاری ان کے بھائی نعیم الدّاری یا نعیم بن اوس وغیرہ اس ملاقات میں یہ وفد حلقہ بگوش اِسلام ہوا۔ شرکاء وفد اپنے ہمراہ قیمتی پارچہ جات، گھوڑے اور شراب بطور ہدیہ لائے تھے۔ رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شراب کے علاوہ دیگر تحائف قبول فرمالئے۔ حضرت علامہ ابن سعد رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ اس موقع پر اس وفد نے حضور اکرم رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں درخواست پیش کی تھی کہ جب اللہ کریم ملکِ شام پر آپ کا قبضہ مکمل کر دے تو وہاں کے دو گاؤں ''حبریٰ'' اور ''بیت عینون'' ہمیں بطورِ جاگیر عطا فرما دیں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی یہ درخواست قبول فرماتے ہوئے ایک وثیقہ تحریر کروانے کے بعد ان لوگوں کے حوالے کیا۔

بِسۡمِ اللهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ O هـذا كتاب من مُحَمّد رسُو ل الله(صَلّی الله علیه وسلّم) لتميم بنُ اوس الداري ُ: ان له عينو ن قر يتها كلها سهلها و جبلها و حر ثها و كر ومها وانبا طها و بقر ها ، ولعقبه من بعد ه ، لا يحا قه فيها احد ولا يد خل عليه بظلم فمن اراد ظلمهم اوواحدًا منهم فا ن عليه لعنة الله و الملا ئكة والناس اجمعين .

(كتب: علي رضي الله عنه)

ترجمہ فرمان اقدس

''یہ تحریر ہے محمد رسُول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف سے تمیم بن اوس داری کے حق میں کہ 'عینو ن' کا گاؤں سارے کا سارا اس کے میدان، پہاڑ، کھیت، انگور کی بیلیں، کنوؤں کے پانی اور گائے، بَیل ان کے ہیں اوران کے بعدان کی اولاد کے اس کے بارے میں کوئی اور شخص اپنا حق نہ جتائے اورنہ ناجائز طریقہ پران کے خلاف مداخلت کرے۔ پھر جس نے ان کو یا ان (کی اولاد) میں سے کسی کو ستانا چاہا تو اس پر اللہ کی، فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہو''۔

(کاتبِ مکتوب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت تمیم الداری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جومقدس دستاویز لکھوا کر دی تھی۔745ھ یعنی1324ء میں ابن فضل اللہ العمری مصنف ''مسالک الابصار'' نے اس دستاویز مقدسہ کی زیارت کی۔

سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد جب سیّدنا حضرت ابوبکرصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ اوّل منتخب ہوئے تو ان کوسرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس مقدس دستاویز پرعمل کرنے کا اس قدر خیال تھا کہ جونہی ملکِ شام اسلامی سپاہ نے فتح کیا تو انہوں نے شام میں لڑنے والی افواج کے سپہ سالار حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوتحریر فرمایا کہ:۔

''تم تمام مسلمانوں کوسختی سے منع کردو کہ وہ تمیم الدّاری اوران کے اہلِ خاندان سے کسی قسم کا کوئی تعرض نہ کریں اگر کسی وجہ سے وہ لوگ ترکِ وطن کرگئے ہوں اوراب واپس آنا چاہتے ہوں توان کی واپسی کے لئے ہرقسم کی سہولت کا فوراً بندوبست کردیا جائے کیونکہ یہ علاقہ فخرِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمیم الدّاری کیلئے مخصوص فرمادیا تھا لہٰذا اس علاقے کے یہی لوگ مالک ومختار ہیں''۔

(از: طبقات ابن سعد جلد3 صفحہ75، رسالتِ نبویہ صفحہ127 وغیرہ)

ایک ضروری معلوماتی وضاحت

تمیم الدّاری کا یہ علاقہ جس میں حبرون (جبرون) وغیرہ شامل ہیں۔ بیت المقدّس سے اٹھارہ میل کے فاصلہ پر ہے۔ حبرون ایک گاؤں تھا جہاں حضرت ابراہیم، حضرت اسحاق حضرت یعقوب علیہم السّلام کے مزارات پُر انوار ہیں۔ یہ علاقہ حبرون اب الخلیل کے نام سے موسوم ہے۔

مُقدسی جو چوتھی صدی ہجری کا ایک نامور سیّاح ہے اور بیت المقدس کا رہنے والا تھا۔ اپنے سفرنامہ میں لکھتا ہے کہ حبرون نامی گاؤں میں ایک شاندار مسافر خانہ بنا ہوا ہے جہاں باورچی لنگر خانے میں مسافروں کے طعام کے لئے ہروقت مصروف رہتے ہیں۔ زائرین کے لئے خدّام مقرر ہیں جوان کو کھانا پیش کرتے ہیں۔ اس لنگر خانے کے اخراجات جہاں سے پُورے کئے جاتے ہیں ان میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک صحابی حضرت تمیم الدّاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وقف شدہ علاقہ اور اسکی پُوری آمدنی بھی شامل ہے مقدّسی کا بیان ہے کہ اسلامی دنیا میں ایسا اچھا انتظام طعام ورہائش کسی دُوسرے مسافر خانے میں مّیسر نہیں۔ جولوگ دور دراز سے سفر کرنے کے بعد یہاں آکر ٹھہرتے ہیں ان کو اس قدر عمدہ کھانا اور رہائش مل جاتی ہے جو تعریف کے قابل ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت تمیم الداری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ علاقہ بیت ابراہیم (علیہ السلام) کے زائرین اوران کے خوردونوش کے لئے وقف کر دیا ہوا ہے۔''

(از: بلاد فلسطین وشام مصنفہ جی۔ بی اسٹرینج۔ مطبوعہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباددکن صفحہ 387،388)

(18) رئیس ہمدان کے نام مکتوب اقدس

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب مدینہ منوّرہ کے اطراف تمام شہنشاہوں، بادشاہوں اور سلاطین کے نام دعوتِ اسلام کے خطوط مبارکہ لکھنے کا سلسلہ شروع فرمارکھا تھا۔ انہیں دنوں یمن کا سب سے بڑا کثیر التعداد اور صاحب اثر خاندان ہمدان کا ایک شخص قیس بن مالک مدینہ منوّرہ میں دربار رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا اور اسلام کی دولت سے اپنے دامن کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بھرلیا۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت قیس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا سفیر ومُبلغ بنا کر انہی کے قبیلے میں بھیجا۔ حضرت قیس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایمان افروز گفتگو اور شب وروز تبلیغ اسلام کے نتیجہ میں پورے کا پورا قبیلہ ہی دائرہ اسلام میں داخل ہوگیا۔ حضرت قیس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دربار رسالت میں حاضر ہوکر یہ خوشخبری سنائی۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ خوش خبری سُن کر ارشاد فرمایا:

''ہمدان کیسا ہی اچھا قبیلہ ہے۔ وہ مدد کے لئے سبقت کرنے والا اور مصیبت کے وقت صبر کرنے والا ہے انہی لوگوں میں سے اسلام کے رؤسا اور ابدال پیدا ہوں گے''۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہمدان قبیلہ کے رئیس عمیر ذی مران رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام جو نامہ مقدسہ ارسال کیا اس کا ترجمہ تحریر کیا جا رہا ہے۔

نامہ مقدسہ کا اُردو ترجمہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیم

اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے"

"محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی جانب سے عمیر ذی مران (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے نام"

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ!

میں اس اللہ کی تعریف کرتا ہوں جس کے سوائے کوئی معبود نہیں ہے۔ اسکے بعد حالات یہ ہیں کہ جب میں رُوم سے واپس مدینہ منورہ آیا تو مجھے آپ کے قبیلہ کے اِسلام قبول کرنے کی اطلاع ملی۔ میری طرف سے اہلِ ہمدان کو بشارت ہو کہ انہیں اللہ کریم نے اپنی ہدایت سے سرفرازی بخشی۔ آپ لوگوں کو اپنے اِسلام اور اس بات کا اعلان کر دینا چاہیئے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔ جو لوگ نماز پڑھیں اور زکوٰۃ ادا کریں گے وہ لوگ اللہ اور اسکے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی ذمہ داری میں ہیں۔ کسی شخص پر کوئی ظلم یا زیادتی نہیں کی جائے گی اور جو جس چیز کا مالک ہے وہ ہی اس چیز کا مالک و مختار رہے گا۔ اہلِ بیت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے لئے صدقہ لینا جائز نہیں ہے۔ حضرت مالک بن مرارہ رہادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ لوگوں کا پیغام پہنچا دیا ہے۔ پس میں آپ لوگوں کو اس سے حسنِ سلوک کی تاکید کرتا ہوں وہ اپنی جماعت کے بہترین لوگوں میں ہیں"۔

(19) نامہ مقدسہ بنام خالد بن ضماد الازدی

خالد بن ضماد الازدی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) زمانہ کفر و جاہلیت میں طبابت اور جراحی کا کام کیا کرتے تھے اس کام میں ان کو بڑی حد تک مہارت حاصل تھی اسلئے اردگرد کے تمام لوگ اس میدان میں ان کی خدمات حاصل کیا کرتے تھے اور جلد ہی صحت یاب ہو جاتے تھے خالد بن ضماد الازدی یمن کے رہنے والے تھے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اعلانِ نبوّت کے بعد حسن اتفاق سے ایک دفعہ مکّہ مکرّمہ تشریف لائے تو دیکھا کہ مکّہ کے لڑکے فخرِ کونین آقائے کُل ہادیٔ برحق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو راستے میں تنگ کر رہے ہیں بدبخت لوگ اور لڑکے غول کی شکل میں حضور اکرم رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پیچھے چلتے ہوئے آپ کو مجنوں، مجنوں کہہ رہے ہیں۔ یہ

منظر دیکھ کر ضماد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قریب آئے اور کہا:

''یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) میں جنون کا اعلان کر سکتا ہوں''۔

ضماد کی یہ بات سُن کر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حمد وثناء کے بعد چند مؤثر ترین جملے ارشاد فرمائے جن کو سُن کر ضماد اسقدر متاثر ہوئے کہ فوراً ہی کلمہ شریف پڑھ کر حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

(از: صحیح مسلم، سنن، نسائی، مسند امام احمد بن حنبل جلد 1 صفحہ 302)

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت خالد بن ضماد الازدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو نامہ مبارک تحریر فرما کر دیا اس کا ترجمہ تحریر کیا جا رہا ہے۔

حضرت خالد بن ضماد الازدی کے نام نامہ مقدسہ

اُردو ترجمہ

''اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے''

''خالد بن ضماد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اپنی جس زمینداری کی حالت میں اسلام لائے ہیں وہ زمینداری ان کی ہی ملکیت رہے گی مگر شرط یہ ہے کہ وہ اللہ پر ایمان رکھیں جس کا کوئی شریک نہیں ہے اور یہ شہادت دیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اس کے بندے اور رسول ہیں۔ نماز پڑھیں اور زکوٰۃ ادا کریں رمضان کے روزے رکھیں۔ بیت اللہ کا حج کریں۔ کسی نئی بات پیدا کرنے والے کو جس سے دین اسلام کو نقصان پہنچتا ہو پناہ نہ دیں اور نہ ہی اسلام کے حق ہونے میں کسی قسم کا شک وشبہ کریں۔ اللہ اور اسکے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی خیر خواہی کرتے رہیں۔ اللہ کے دوستوں کو دوست اس کے دشمنوں سے دشمنی رکھیں۔ محمد النبی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) پر لازم ہے کہ ان کی اسی طرح حفاظت کریں جس طرح اپنی جان مال اور اہل وعیال کی کرتے ہیں۔ خالد الازدی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے لئے اللہ اور اُسکے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی ذمہ داری ہے بشرطیکہ خالد کی طرف سے کوئی بدعہدی نہ کی جائے''۔

اللہ
رسول
محمد

(از: طبقات ابن سعد جلد 3 صفحہ 21)

(20) ہجر کے حکمران کے نام مکتوب اقدس

ہجر کے حاکم کے نام مکتوب اقدس اور اس کا پس منظر تحریر کرنے سے پہلے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم

علاقہ ہجر کی مختصر سی تاریخ و جغرافیائی کیفیت لکھ دیں تا کہ مطالعہ کرنے والے حضرات کو ہجر کی تاریخ سے واقف ہونے کا موقع مل جائے۔

مقام ہجر کا پس منظر

ہجر ایک مشہور تاریخی مقام ہے جو کہ موجودہ سعودی عرب کے صوبہ الحساء میں خلیج عرب پر واقع ہے۔ اس کے آس پاس کئی جزیرے ہیں۔ ابتدائی دِنوں میں یہ مقام بحرین کا دارالحکومت تھا۔ اس کا نیا نام جو آج کل رائج ہے القطیف ہے جہاں موجودہ حکومت سعودی عرب کی زرعی تجربہ گاہ ہے۔ الخبر اور الدمام کے قریب اس تاریخی جگہ کے بارے میں ہجرت سے پہلے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کا خیال تھا کہ مکّہ مکرمہ سے ہجرت کی صوُرت میں مسلمانوں کو اسی جگہ جانے کا حکم دیا جائے گا مگر مالکِ ارض وسماء نے یہ اعزاز یثرب (بیماریوں کے شہر) کو بخش کر نہ صرف اس جگہ کا نام تبدیل کر دیا بلکہ اس جگہ کو مدینہ منورّہ یعنی شہر رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بنا دیا۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ''ہجر'' کے سردار ''سی بخت'' (سہ بخت) کے نام بھی ایک مکتوب اقدس جس میں اسکو اِسلام کی دعوت دی گئی تھی، ارسال فرمایا۔ اس خط کے جواب میں اُسی سہ بخت نے دعوتِ اِسلام کو صدقِ دل سے قبول کیا اور یوں دائرہ اِسلام میں داخل ہونے کا اعلان کیا۔

ہجر کا نام القطیف بھی ہے۔ جب ہم القطیف کا ذکر کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ یہ وہی مقام ہے جہاں سے 317ھ میں ایک شیطان صفت ابو طاہر قرمطی روانہ ہوا اور اپنے دُوسرے بے شمار ذلیل و بدنام زمانہ ساتھیوں کے ہمراہ حج کے موقعہ پر مکہ مکرمہ پر حملہ آور ہوا۔ اس حملے میں امیر مکّہ مکرمہ اور ان کے علاوہ بیت اللہ شریف کا طواف کرنے والے ہزاروں حاجی بھی مسجد الحرام جہاں خون کا قطرہ تو درکنار بال تک نہیں کٹوایا جا سکتا شہید کر دیئے گئے۔ اس بدبخت نے بیت اللہ شریف کا دروازہ تک اکھاڑ دیا اور پھر حجر اسود کو وہاں سے اکھاڑ کر اپنے ہمراہ القطیف یعنی ہجر لے گیا چھ روز تک صبح شام مکہ مکرمہ میں قتل و غارت کا بازار گرم رکھا۔ اس نے 22 سِال تک حجرِ اسود کو اپنی بستی کے باہر ایک کنوئیں میں رکھ چھوڑا اس کنوئیں کو ابو طاہر قرمطی نے زمزم کا درجہ دینا چاہا مگر اپنے اس منصوبہ میں کامیاب نہ ہو سکا کیونکہ اس بستی کے رہنے والے پے در پے قدرتی مصائب میں یوں گرفتار ہوئے کہ تباہ و برباد ہو گئے آخر کار ان لوگوں نے اللہ کی طرف سے نازل ہونے والے اس مستقل عذاب سے تنگ آ کر حجر اسود کو کنوئیں سے باہر نکالا اور خود مکّہ مکرمہ جا کر بیت اللہ شریف میں حجرِ اسود کی مخصوص جگہ پر اسکو دوبارہ نصب کر دیا۔

ہجر کے نیک دل و پاک سیرت حکمران ''اُسی بخت'' نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دعوتِ حق کو قبول کرنے کے بعد اپنا ایک سفیر دربارِ رسالت میں بھیجا تا کہ آپ سے حکومت چلانے کے سِلسلے میں منظوری و ہدایات لے سکے۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کے جواب میں جو فرمان اقدس اسکو ارسال کیا اس کا اردو ترجمہ

تحریر کیا جا رہا ہے۔

اُردو ترجمہ

''اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے''

''محمد رَسُول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف سے اُسی بخت (اسیخت) بن عبد اللہ مرزبان ہجر کے نام''۔

''اقرع (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) آپ کا خط لے کر آئے اور آپ کی قوم کی سفارش کی۔ میں نے اس سفارش کو قبول کر لیا ہے۔ میں آپ کو بشارت دیتا ہوں کہ آپ نے جو سوال کیا ہے اور جو کچھ طلب کیا ہے وہ آپ کی اپنی مرضی کے مطابق مجھے منظور ہے لیکن میرے نزدیک مناسب ہے کہ آپ اپنے مطالبات کی تشریح کریں۔ آپ اگر یہاں میرے پاس آجائیں تو آپ کا احترام کیا جائے گا۔ اگر آپ یہاں نہ بھی آسکیں تب بھی میرے دِل میں آپ کی عزّت ہے۔ گو میں کسی قسم کے ہدیہ کا طلب گار نہیں ہوں۔ مگر پھر بھی اگر آپ مجھے کوئی ہدیہ بھیجنا چاہتے ہیں تو میں اُسے بخوشی قبول کروں گا۔ میرے ساتھیوں نے مجھے آپ کے رتبے کے متعلق بتایا ہے۔ میں آپکو نصیحت کرتا ہوں کہ نماز، زکوٰۃ اور مسلمانوں کے حقوق کا پورا پورا خیال رکھیں۔ میں نے آپ کی قوم کا نام بنو عبد اللہ تجویز کیا ہے۔ آپ ان لوگوں کو نماز اور اچھے کاموں کا حکم دیں اور اپنے لئے بشارت حاصل کریں''۔

''وَلسَّلاَمُ عَلَيْكَ وَعَلىٰ قَوْمِكَ الْمئو مِنِيْنَ O''

(از: طبقات ابن سعد جلد 3 صفحہ 27، بلاغ مبین صفحہ 213 وغیرہ)

(21) نجران کے پادری کے نام فرمان اقدس

نجران عرب کا مشہور علاقہ اور یمن کے شمال مشرقی علاقہ پر مشتمل تھا وہاں ایک شہرت یافتہ اور با اثر قبیلہ بنو حارث بن کعب بھی اقامت پذیر تھا۔ اس قبیلے کے بعض لوگوں نے عیسائی مذہب قبول کر لیا تھا اور ایک مستقل پادری کی خدمات بھی حاصل کر لی تھیں۔ نجران میں تعمیر ہونے والے کلیسا میں اس قبیلے کے لوگوں کا خاصہ حصّہ، مدد اور جستجو شامل تھی۔ شروع شروع میں جب دیگر حکمرانوں کو تبلیغی مکتوبات ارسال فرمائے تو اس قبیلے کے لوگوں کو بھی نامہ مبارک ارسال کیا تھا۔ نامہ مبارک لے جانے کی سعادت حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حصہ میں آئی۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (مغیرہ بن شعبہ بن ابی عامر بن مسعود بن معتب بن مالک بن کعب بن عمرو بن عوف بن قیس۔ 5 ہجری میں مشرف باسلام ہوئے اسی زمانہ میں ہجرت کر کے مدینہ منورہ آگئے) (50ھ میں طاعون سے

وفات پائی 133 احادیث نبوی روایت کی ہیں) یہ نامہ مبارک لے کر اساقفہ نجران کے پاس تشریف لے گئے مگر یہ سفارت کامیاب نہ ہو سکی اور کسی نصاریٰ نے بھی اسلام قبول نہ کیا بلکہ الٹا حضرت مغیرہ بن شبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے اعتراضات پیش کئے حدیث کی مشہور کتاب ترمذی میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے

کہ بعثنی رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی انجر ان فقا لو الی لستم تقر ء و ن یآختَ ھٰرُوْن وقد کا ن بین مو سیٰ وعیسیٰ مَا کا ن فلم ادر ما اجیبھم فرجعت الی النّبی صلی اللہ علیہ وسلم فا خبر ته فقا ل الا خبر تھم انھم کا نوا یسمون با نبیا ئھم والصا لحسین قبلھم

ترجمہ:۔ ''مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہلِ نجران کے پاس بھیجا۔ وہاں کے لوگ مجھ سے کہنے لگے کہ کیا تم قرآن کریم میں ''یٰا ُختَ ھٰرُوْن'' نہیں پڑھتے ہو حالانکہ موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ السلام کے درمیان کتنا زیادہ فاصلہ ہے۔ میری سمجھ میں اُن کے اس سوال کا جواب نہ آسکا جب میں واپس سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خد مت اقدس میں حاضر ہوا اور سارا واقعہ بیان کیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا ''تم نے اُن لوگوں کو یہ جواب کیوں نہ دیا کہ وہ لوگ انبیاء علیہم السلام اور صلحاء کے ناموں پر اپنا نام رکھا کرتے تھے'' اس واقعہ کے بعد سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل نجران کے لئے خصوصی مکتوب اقدس ارسال فرمایا جس کا متن یہاں تحریر کیا جاتا ہے۔

(22) مکتوب اقدس بنام اہل نجران

با سم الہ ابر اھیم و اسحق و یقو ب من محّمد النّبی رسُو ل اللہ الی اسقف نجران اسلمو انتم فانی احمد الیکم الہ ابر اھیم وا سحق و یعقوب اما بعد فانی ادعو کم الی عبا دۃ اللہ من عبا د ۃ العبا د وادعو کم الی و یۃ اللہ من الا یۃ ولعبا د فان ابیتم فالجر یۃ فان ابیتم اذننکم بحر ب ، والسّلا م .

اللہ رسول محمد

ترجمہ:۔ ''بنام خدائے ابراہیم واسحٰق ویعقوب علیہم السّلام''

''محمد نبی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جانب سے نجران کے اسقف (لاٹ پادری) کے نام!''

ترجمہ: ''تم اسلام لے آؤ میں تمہارے سامنے الٰہ ابراہیم واسحٰق ویعقوب علیہم السلام کی حمد بیان کرتا ہوں اور حمد کے بعد بندوں کی عبادت چھوڑ دو اللہ کی عبادت کی طرف تمہیں میں بلاتا ہوں۔ تمہیں بندوں کی حکمرانی سے ہٹا کر اللہ کی حکمرانی کی دعوت دیتا ہوں اگر تم کو یہ منظور نہیں تو جزیہ ادا کرو اور اگر جزیہ دینا بھی تمہیں منظور نہیں تو لڑائی کے لئے تیار ہو جاؤ۔''

والسّلام

(23) بُدیل بن ورقا کے نام مکتوب اقدس

دربارِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں وفد نصاریٰ نجران کی آمد کا حال دربارِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں وفود کی آمد کے باب میں تحریر ہے۔

جب ہم عرب کے جغرافیائی حالات قبل از اسلام پڑھتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ جزیرہ نما عرب کے ایک صُوبہ کا نام تہامہ بھی تھا۔ یہ صُوبہ مکہ مکرّمہ سے جنوب کی جانب بحرِ احمر کے ساحل اور جبل السّراۃ کے درمیان ایک طویل وادی ہے۔ یہ وادی بحرِ احمر سے ملی ہوئی یمن تک چلی گئی ہے۔ اس سرزمین میں بہت سی چھوٹی اور کچھ بڑی پہاڑیاں بھی پائی جاتی ہیں۔ اس وادی کو تہامہ کہتے ہیں۔

قبیلہ خزاعہ اسی جگہ سکونت رکھتا تھا۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دادا حضرت عبدالمطلب نے اس قبیلے کے ساتھ شامل ہونے کا اعلان کیا یہاں یہ بات قابلِ ذِکر ہے کہ ابھی تک گو بنوخزاعہ ایمان نہیں لائے تھے مگران کا مسلمانوں کے ساتھ الحاق محض پرانے حلیف اور رازدار ہونے کی وجہ سے تھا۔

سَرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جب اعلانِ نبوت فرمایا تو اُن دنوں یہ قبیلہ یعنی بنوخزاعہ مکّہ مکرّمہ کے قرب وجوار میں آباد تھا۔ تہامہ کے اس قبیلہ بنی عمرو کے سرداروں بدیل بن ورقا وغیرہ کے نام فخرِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نامہ مبارک تحریر کیا جس میں ارشاد فرمایا کہ ''میں اس قبیلے کی بڑی قدر ومنزلت کرتا ہوں جو کچھ مجھے اپنے لئے پسند ہے وہی کچھ میں اس قبیلے کے لوگوں کے لئے پسند کرتا ہوں'' اس مکتوب اقدس کا اُردو ترجمہ یہاں تحریر کیا جاتا ہے۔

مکتوب اقدس کا اردو ترجمہ

''اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے''

محمد رسُول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی جانب سے بدیل بن ورقا وغیرہ کے نام!

''میں اس اللہ کی حمد وثنا بیان کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اس کے بعد آپ لوگوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اہل تہامہ مجھے سب سے عزیز ہیں۔ ان کا یہ تعلق مجھے سب سے زیادہ قریب ہے۔ مجھے جو کچھ اپنے لئے پسند ہے وہی اس شخص کے لئے بھی پسند ہے جو آپ لوگوں میں سے ہجرت کرے اگرچہ وہ ہجرت اسکے اپنے علاقہ میں ہی کیوں نہ ہو۔ جو لوگ اہلِ تہامہ کے ساتھ معاہدہ میں شریک ہیں میرے نزدیک وہ لوگ بھی اسی طرح قابلِ عزّت اور عزیز ہیں جس طرح اہل تہامہ۔ میں اہلِ تہامہ کی قدر کرتا ہوں میری طرف سے کوئی ایسی بات نہیں کی جائے گی جو ان لوگوں کی شان کے خلاف ہو۔ قبائل عرب کے ساتھ میری صُلح سے آپ لوگوں کو بالکل مطمئن رہنا چاہیئے علقمہ بن علاثہ اور ہوذہ کے دولڑکے اسلام قبول کر چکے ہیں اور انہوں نے ہجرت کر لی ہے۔ ان لوگوں نے اُسی شرط پر بیعت کی ہے

جس شرط پر عکرمہ کے لوگوں نے بیعت کی تھی۔ حلال وحرام میں ہم سب لوگ یکساں برابر کے شریک ہیں۔ خدا کی قسم میں تم لوگوں سے غلط نہیں کہتا تمہارا پروردگار تم لوگوں سے ضرور ضرور محبت کریگا۔"

(از: طبقات ابن سعد جلد 3 صفحہ 25، تفسیر ابنِ کثیر صفحہ 96)

(24) قبیلہ اسلم کے نام فرمان اقدس

جیسا کہ گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے تہامہ کا مشہور قبیلہ بنوخزاعہ تھا اور پھر اس قبیلے خزاعہ کی مشہور ترین شاخ قبیلہ بنواسلم تھی۔ اس قبیلے کے خوش قسمت لوگ مدینہ منورہ میں حاضر خدمت ہوئے اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ حق پرست پر اسلام قبول کیا۔ بیعت کے بعد آقائے کل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان درفشان سے ارشاد مبارک ہوا۔

"قبیلہ بنواسلم سے اللہ مصالحت کرے"

(از: طبقات ابن سعد جلد 7 صفحہ 163)

اس قبیلے کے نام سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فرمان مقدس ارسال کیا اُس کا اردو ترجمہ تحریر کیا جارہا ہے:

اُردو ترجمہ

"اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے"

"قبیلہ بنواسلم میں سے جو شخص اِسلام لائے نماز پڑھے زکوٰۃ ادا کرے اور اللہ کے دین میں خلوص اختیار کرے۔ ایسے لوگوں پر اگر کوئی حملہ آور ہوگا تو ان لوگوں کی مدد دی جائے گی"۔

"جب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان لوگوں کی مدد کی ضرورت ہوگی تو ان لوگوں پر اہل حق کی مدد کرنا واجب ہوگی"۔

"ان لوگوں کے دیہاتوں کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو ان لوگوں کے شہریوں کو حاصل ہیں۔ اہل قبیلہ جہاں چاہیں ہجرت کرکے جاسکتے ہیں۔"

(از: طبقات بن سعد جلد 3 صفحہ 24)

(25) حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام

فرمان اقدس

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ سیّدنا خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی مہم جو بنوحارث بن کعب کی طرف روانہ کی تھی کے بارے میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک خط ارسال کیا تھا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خط کے جواب میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تحریر فرمایا اور اس فرمان مبارک میں ان کو ہدایت کی گئی تھی کہ وہ بنوحارثہ کا ایک وفد تشکیل دے کر اس وفد کو دربار رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں لے کر حاضر ہوں۔

فرمان اقدس

بسم اللہ الرّ حمن الرّ حیم Oمن مُحَمّد النبی رسُو ل اللہ الی خا لد بِن الولیُد سلا م علیک فا نی احُمَد الیک اللہ الذیُ لا الہٰ الا ھو اما بعد: فان کتا بک جانی مع رسُو لک یخبر ان بَنی الحارث بن کعب قد اسلموا قبل ان تقا تلھم واجا بوا الی ماد عو تھم الیہ من الا سلا م وشھد واان لا اِ لہ الا اللہ وان محمدا عبد ہ ورسُو لہ وان قد ھدا ھم اللہ بھدا فبشر ھم وانذر ھم واقبل ولیقبل معک وفدھم والسَّلا م علیُک ورَ حمۃ اللہ بر کا تہ

فرمان اقدس کا اُردو ترجمہ

”اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے“

”محمد النبی رسُول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جانب سے خالد بن ولید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے نام!“

”السّلام عَلیک میں تمہارے سامنے اس اللہ کی حمد وثنا بیان کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

تمہارے قاصد کے ذریعے تمہارا خط ملا جس میں آپ نے بنوحارث بن کعب کے جنگ وجدل کے بغیر اسلام لانے کی اطلاع دی ہے اور یہ کہ ان لوگوں نے اِسلام کی دعوت کو لبیک کہا۔ اللہ کی وحدانیت کا اقرار کیا ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عبدیت اور رسالت کی گواہی دی ہے اور یہ کہ اللہ نے ان لوگوں کو اپنی ہدایت سے نوازا ہے تم ان کو خوشخبری دو اور ڈراؤ تم خود بھی واپس آجاؤ اور اپنے ہمراہ ان لوگوں کا ایک وفد بھی لے آؤ۔

والسّلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔"

(26) رفاعہ بن زید جذامی کے نام مکتوب اقدس

حضرت رفاعہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ خوش قسمت شخص ہیں جو صلح حدیبیہ کے کچھ عرصہ بعد سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں مدینہ منوّرہ حاضر ہوئے اور دستِ حق پرست پر بیعت کے بعد دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو ایک فرمان مبارک عطا فرمایا اور ان کو اپنے ہی قبیلے میں بطور مبلّغ روانہ کیا۔ حضرت رفاعہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر خاص، خُدا کے فضل اور اپنی شب وروز محنت کے بعد پُورے قبیلہ کے لئے خوش قسمتی کا دروازہ کھول دیا اور یوُں آپ کا پورا قبیلہ حلقہ بگوش اِسلام ہو گیا۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو مبارک فرمان حضرت رفاعہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے کیا اس کا اُردو ترجمہ تحریر کیا جا رہا ہے۔

اُردو ترجمہ

"اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے"

محمد رسُول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جانب سے رفاعہ بن زید جذامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام!

"میں رفاعہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو ان کی اپنی قوم کی طرف سفیر ومبلّغ بنا کر بھیج رہا ہوں۔ یہ اپنی قوم کو اللہ اور اُسکے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی دعوت پہنچائیں گے۔ جو شخص ان کی دعوت کو قبول وتسلیم کرے گا وہ شخص اللہ اور اسکے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جماعت میں ہی شمار ہوگا اور جو شخص اس دعوتِ حق کو قبول کرنے سے انکار کرے گا تو ایسے لوگوں کے لئے صرف دو ماہ تک کا عرصہ امن وسلامی کا زمانہ ہوگا۔"

(از: رسالت نبویہ صفحہ 150، 151)

(27) دَومتہ الجندل کے والی کے نام مکتوب اقدس

دومتہ الجندل جزیرہ نما عرب کا بہت ہی مشہور علاقہ ہے۔ یہ علاقہ ملک اردن (شام) اور مدینہ منوّرہ کے درمیان عرب کے شمال میں اور اس وقت مملکت سعودی عرب کے صوبہ الجوف میں واقع ہے۔ ظہور اِسلام سے پہلے

اور بعد میں بھی اسی علاقہ سے اہل عرب کے تجارتی قافلے شام جایا کرتے تھے۔اس جگہ عرب کا ایک قبیلہ بنو کنانہ آباد تھا۔بنو کنانہ حقیقت میں عرب النسل تھا مگر رُومی حکومت کے زیراثر رہنے کی وجہ سے ان لوگوں نے عیسائیت اختیار کر لی تھی۔یاد رہے دومتہ الجندل کا آجکل ترقی یافتہ نام جوف ہے۔یعنی تاریخی مقام دومتہ الجندل اور جوف تقریباً جڑواں شہر ہیں۔

دومتہ الجندل ان دنوں قیصر روم کی طرف سے مقرر کردہ حاکم اکیدر رومی کے زیراثر تھا۔اکیدر نے جب سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کریمانہ اخلاق۔رحیمانہ طبیعت سچائی۔ایمان داری کو دیکھا تو اپنی مرضی سے بغیر کسی ڈر خوف کے دائرہ اِسلام میں داخل ہوگیا۔ایمان لانے کے بعد سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس اکیدر کو جو نامہ رسالت عطا فرمایا اس کا ترجمہ ذیل میں تحریر کیا جارہا ہے:

اُردو ترجمہ

''اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے''

''مُحَمَّد رَّسُول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے جانب سے اہل دومتہ الجندل اور اکیدر کے لئے''۔

''جبکہ وہ دائرہ اسلام میں داخل ہوچکے ہیں اور ان لوگوں نے اصنام پرستی کو چھوڑ دیا ہے۔دومہ کے تالابوں کی زمین، غیر مزروعہ اراضی، غیر مملوکہ اور نزول کی زمینیں، اسلحہ اور قلعے ہمارے لئے ہوں گے جبکہ دریا چشمے، مزروعہ اراضی، درخت اور گھاس وغیرہ سب کچھ اہل دومہ کی ملکیت ہوں گے۔چراگاہوں میں چرنے والے جانوروں کے علاوہ کسی دوسرے جانور پر زکوٰۃ نہیں لی جائے گی اور حساب سے الگ کسی جانور کو زکوٰۃ میں شامل نہیں کیا جائے گا۔نماز وقت مقررہ پر پڑھنی ہوگی اور زکوٰۃ کو سچائی سے ادا کرنا ہوگا۔تم سب لوگوں پر اس عہد وپیمان کی پابندی لازمی ہوگی۔اگر تم عہد کے پابند رہوگے تو ہماری طرف سے بھی صدق ووفا کی ضمانت ہے۔جس کے لئے اللہ اور تمام موجودہ مسلمان گواہ ہیں۔''

اللہ رسول محمد

(از: طبقات ابن سعد جلد 3 صفحہ 36، معجم البلدان جلد 4 صفحہ 107)

(28) خیبر کے یہودیوں کے نام مکتوب اقدس

خیبر کے یہود کے نام جو مکتوب اقدس سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارسال فرمایا اس کا مکمل ذِکر کرنے سے پہلے گزشتہ روایات اور تاریخ وجغرافیہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہاں خیبر کا محلِ وقوع اور تاریخی حیثیت بیان کرنا اشد ضروری معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس حیثیت کا عِلم ہوجانے کے بعد اس مکتوب مبارک کی اہمیت مکمل طور پر ذہن

میں آجاتی ہے۔

خیبر عبرانی زبان کا لفظ ہے جس کی معنیٰ قلعے کے ہیں۔ حجاز مقدس میں ویسے تو یہود کی بہت سی بستیاں اور قلعے آباد تھے۔ لیکن خیبر اپنے محلِ وقوع اور تاریخ اعتبار سے بہت اہم حیثیت کا مالک تھا۔ یہ قلعہ یہود کا سب سے بڑا مرکز تھا جب ہم تاریخ عرب کا غور سے مطالعہ کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ یہود کی طرف سے مسلمانوں کے خلاف ہونے والی ہر بُری حرکت اور سازش کا مرکز یہی جگہ تھی۔ خیبر سطح سمندر سے 2800 فٹ بلند اور مدینہ منوّرہ سے 185 کلومیٹر شمال میں واقع ہے۔

خیبر صرف ایک قلعہ کا ہی نام نہیں تھا بلکہ یہ جگہ متعدد بستیوں پر مشتمل تھی۔ تاریخِ عرب میں خیبر ایک خاص مقام رکھتا ہے۔ اس زمانے میں خیبر بڑے بڑے زبردست سرمایہ دار یہودیوں کا مسکن تھا ہر قسم کی تجارت ان لوگوں کے ہاتھ میں تھی یہ لوگ سود پر مالیاتی یعنی سرمایہ کے لین دین کا کاروبار کرتے تھے۔ خیبر میں ہر سرمایہ دار یہودی نے اپنی حفاظت ورہائش کے لئے بڑے مضبوط قلعے بنا رکھے تھے۔ یہودیوں کا ایک نامور اور قوی سرمایہ دار مرحب تھا جسکو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کرنے کے بعد واصل جہنّم کیا۔ اس کا قلعہ اس قدر مضبوط تھا جسکو تقریباً ناقابل تسخیر خیال کیا جاتا تھا۔ اس قلعے کو سیّدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتح کیا اسکی دیواریں اتنا عرصہ گزر جانے کے باوجود ابھی تک موجود ہیں۔ قلعوں کی مضبوطی، سرمایہ، اثر ورسوخ اور شخصی تعداد کی طاقت کی وجہ سے یہ علاقہ پورے عرب کے خیال میں ناقابل تسخیر سمجھا جاتا تھا۔ خیبر کے یہود پورے عرب کے لوگوں کو آپس میں لڑاتے رہتے تھے جسکی مثالوں سے تاریخِ عرب بھری پڑی ہے۔ یہ یہود اسقدر امیر اور صاحب اثر تھے کہ بقایا اہل عرب ہمیشہ ان لوگوں سے زرِقرض یعنی سرمایہ اور اسلحہ کی مدد لینے پر مجبور تھے یہود اہل عرب کو سرمایہ اور اسلحہ دے کر آپس میں لڑاتے رہتے اور بھاری سود وصول کرتے تھے۔ ان کی یہ ذلیل پالیسی اسقدر کامیاب تھی کہ یہ اہل عرب کو ہمیشہ ایک دوسرے سے دست وگریباں کرنے میں کامیاب رہتے اور خود چین آرام کی زندگیاں بسر کرتے تھے۔ خیبر کے یہود کیوں کہ دنیاوی اعتبار سے بہت خوشحال اور مالدار تھے سرمائے اور جنگی اسلحہ کے ڈھیر ہر وقت ان لوگوں کے پاس موجود رہتے۔ عرب میں شاید ہی کوئی قبیلہ ایسا ہو جو ان لوگوں کا مقروض نہ تھا۔ مذکورہ میدان میں تو یہود صاحب اثر تھے ہی اسکے علاوہ یہ لوگ لکھنے پڑھنے کے بہت شوقین تھے اپنی اپنی دینی درس گاہیں بنا رکھی تھیں اس وجہ سے علمی میدان میں بھی یہ لوگ بقایا عرب والوں سے ممتاز اور الگ حیثیت کے مالک تھے۔ اہلِ عرب یہود کو زندگی کے ہر میدان میں خود سے زیادہ عاقل اور مہذّب مانتے تھے۔ عرب اس قدر فرسودہ خیالات کے مالک تھے۔ اگر کسی کے ہاں دیر تک لڑکا پیدا نہ ہوتا تو وہ منت مانگ لیتا کہ اگر میرے ہاں بیٹا پیدا ہوا تو میں اسکو یہودی بنا دوں گا۔ عرب میں اس قسم کے بیہودہ خیالات اور عمل کی بے شمار مثالیں موجود تھیں۔ مزید تحقیق کے لئے سُنن ابوداوٗد سے رجوع کیا جاسکتا ہے۔

(از: ابوداوٗد کتاب الجہاد)

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب دیگر حکمرانوں وغیرہ کو مکتوبات مقدسہ ارسال فرمائے تو خیبر کے یہود کو بھی ایک نامہ اقدس ارسال فرمایا اس نامہ مبارک میں ہادیٔ برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہود کو اپنی بشارات کے بارے میں ان کی آسمانی کتاب تورات کے حوالے تحریر فرما کر ارسال کئے اور ان لوگوں کو دعوتِ اسلام کی طرف بلایا نبی اکرم علیہ السلام کے مکتوب اقدس کا اُردو ترجمہ تحریر کیا جا رہا ہے۔

اُردو ترجمہ

''اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے''

''مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف سے جو نبوت و رسالت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح ہیں اُن اُمور کی تصدیق کرنیوالے ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام لے کر آئے تھے۔ اے اہلِ توراۃ کیا اللہ نے توراۃ میں یہ نہیں کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔ جو لوگ ان کے ساتھ ہوں گے وہ اللہ کے دشمنوں کے لئے بہت سخت ہوں گے۔ مگر آپس میں ایک دوسرے پر شفقت و محبت کرنیوالے ہوں گے اور وہ اللہ کے فضل اور اسکی خوشنودی کے طلبگار رہوں گے۔ میں تمہیں اس خُدا کی قسم دیتا ہوں جس نے تمہارے لئے توراۃ نازل کی اور جس نے تمہارے بزرگوں کو من و سلویٰ کھلایا اور سمندر کو ان کے لئے خشک کر کے فرعون کے ظلم سے نجات دلائی۔ کیا تمہاری کتاب توراۃ میں مجھ پر ایمان لانے کے بارے میں لکھا ہوا نہیں ہے۔ میری نسبت توراۃ کی اس تصریح کے بعد کیا ہدایت اور گمراہی واضح نہیں ہو جاتی۔ پس میں تمہیں اللہ اور اُسکے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف دعوتِ حق دیتا ہوں''۔

اللہ
رسول
محمد

ضروری تشریح

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کے یہود کو حجّت کے طور پر یہ دلیل پیش فرمائی تھی کہ ''میرے حق ہونے کی بشارت خود تمہاری کتب میں موجود ہے''۔ آپ کو اپنے برحق نبی ہونے پر اس قدر یقین کامل تھا کہ یہود کے ساتھ اسی دلیل کو حق و باطل کی دلیل ہونا فرمایا تا کہ فیصلہ اسی دلیل کی بنیاد پر ہو جائے۔ پھر تحریر فرمایا کہ ''تمہاری کتاب میں مجھ پر ایمان لانے کے بارے میں لکھا ہوا ہے''۔

یہ بات اظہر من الشّمس ہے کہ یہود کو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حق ہونا اور آپ کی تشریف آوری کی بشارت کا علم تھا۔ اہلِ یہود کے ہاں یہ پختہ عقیدہ تھا کہ ایک جلیل القدر نبی تشریف لانے والے ہیں اور پھر یہ لوگ پشت در پشت اس نبی برحق کی آمد کے منتظر تھے۔ توراۃ میں اللہ کریم نے فرمایا ''اے موسیٰ علیہ السلام میں ان کے لئے

انہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی پیدا کروں گا اور اپنا کلام اسکے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ اسکو حکم دوں گا وہ وہی ان سے کہے گا''۔

(از: کتاب مقدس استثنا باب 18، 19)

(مطبوعہ برٹش اینڈ فارن بائیبل سوسائٹی لاہور پاکستان 1956ء)

(کنز العمال جلد 5 صفحہ 685)

(حدیث 5513، 5514 وغیرہ)

(29) اہلِ مقنا کے نام فرمان اقدس

اہل یہود کی ایک آبادی مقنا، خلیج عقبہ کے مشرقی ساحل پر سکونت پذیر تھی۔ اس آبادی کی طرف بھیجے جانیوالے قاصد نے مدینہ منورّہ میں حاضر ہو کر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی ہمیشہ کے لئے اطاعت گزاری کا یقین دلایا اور عرض کی کہ ہماری بستی کے حق میں ایک امن کا فرمان تحریر فرمادیں ان کی درخواست کو قبول کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قاصد کو امن کا فرمان عطا کیا۔ اس فرمان اقدس کا اُردو ترجمہ تحریر کیا جارہا ہے۔

فرمان اقدس کا اُردو ترجمہ

"بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم"

''اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے''

''محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف سے بنی جنبہ اور اہل مقنا کے نام!

تم لوگوں پر سلامتی ہو۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم لوگ اپنے دیہات واپس جارہے ہو میری یہ تحریر جس وقت تم لوگوں کے پاس پہنچے گی تو تم لوگوں کو امن ہے۔ میں نے تمہارے تمام جرائم معاف کر دیئے ہیں۔ تمہارے لئے اللہ اور اُسکے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ذمہ داری ہے۔ ہم جس طرح اپنی حفاظت کرتے ہیں اسی طرح تمہاری بھی حفاظت کی جائے گی۔ تم لوگوں پر کھجور کے باغوں کی پیداوار، بحری شکار اور کاتے ہوئے سُوت کی چوتھائی حصّے کی ادائیگی واجب ہے۔ سُوت کے اس چوتھائی حصّے کی ادائیگی کے بعد تم لوگ ہر قسم کے جزیے اور بیگار سے مستثنیٰ ہو گے۔

اگر تم لوگ وفادار رہو گے تو ہمارے ذمے لازم ہوگا کہ تم لوگوں کی عزّت کریں اور تمہارے گزشتہ جرائم معاف کر دیئے جائیں''۔

فرمانِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخر میں مسلمانوں کے لئے یہ ہدایات تحریر فرمائیں کہ ''جو شخص اہل مقنا کے ساتھ بھلائی سے پیش آئے گا تو اس کا یہ عمل اُسکے حق میں بہتر ہوگا اور جو اُن کے ساتھ برائی سے پیش آئیگا تو اس

کے ساتھ بھی بُرا ہوگا۔ تم لوگوں پر یا تو تم میں سے ہی حاکم مقرر کیا جائے یا پھر میرے احباب میں سے کوئی حاکم ہوگا"۔

"والسّلام"

(از: طبقات ابن سعد جلد 3 صفحہ 68)

(فتوح البلدان جلد 1 صفحہ 60)

(30) عقبہ کے رؤساء کے نام مکتوب اقدس

عقبہ بحر احمر کے ساحل پر واقع ہے اور یہ جگہ خلیج کی اہم بندرگاہ ہے۔ اس مقام کا قدیم نام ایلہ ہے۔ یہ بازنطینی یعنی رُومی حکومت کے ماتحت تھا۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اپنا نامہ مبارک یہاں بھیجا تو اسوقت یوحنا نام کا شخص اس جگہ کا حاکم تھا یوحنا نہ صرف ایک حاکم ہی تھا بلکہ وہ عیسائی مذہب کا بڑا ہی مشہور عالم بھی تھا۔

اگر ہم عقبہ (ایلہ) کے محلِ وقوع کی طرف دیکھیں تو پتہ چلے گا کہ یہ مقام بڑی اہمیت رکھتا تھا۔ آج سے تین ہزار سال قبل یہی ایلہ ایک اہم بین الاقوامی تجارتی مرکز کی حیثیت رکھتا تھا۔ حجاز سے فلسطین جانے والے تجارتی اور دوسرے قافلے اسی مقام سے گزرتے تھے۔ اس مقام سے بحر احمر کے ساحلی شہروں تک تجارت کا مال بادبانی کشتیوں کے ذریعے لے جایا جاتا تھا۔ دنیا کے دور دراز علاقوں سے تاجروں کے قافلے اس مقام پر آتے اور پھر جہازوں کے ذریعے بحر احمر سے ہوتے ہوئے افریقہ اور مشرقی ممالک تک جاتے تھے۔ ایلہ پر ایک وقت ایسا بھی آیا کہ مقامی عرب قبائل اس جگہ پر اپنا تسلّط قائم کرنے میں کامیاب ہوگئے پھر اہل روم کے زیر اثر ہونے کی وجہ سے ان لوگوں نے عیسائیت قبول کر لی۔ جس زمانہ میں اِسلام کی دعوت قبیلہ در قبیلہ پھیلتی جا رہی تھی۔ رُومی سرحدوں پر بسنے والے عرب نژاد قبیلوں سے ہم مذہب ہونے کے باوجود حاکمانہ برتاؤ کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ عرب قبائل رومیوں کے اس جابرانہ اور ظالمانہ سلوک سے تنگ آ کر خود مختاری کا سوچ رہے تھے اور ان کا یہ احساس روز بروز بڑھتا جا رہا تھا۔ ان تمام باتوں کے باوجود ان لوگوں کو کوئی ایسی طاقت نظر نہیں آ رہی تھی جو انہیں ایک مرکز پر اکٹھا کرے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری نے اس خلا کو پورا کر دیا۔ یہاں کے عرب قبائل آپ علیہ السلام کی قیادت کو اپنے حق میں غیبی امداد مانتے ہوئے اس طرف راغب تھے۔ ایلہ کا حاکم یوحنا نہایت ہی متعصب تھا اور اپنے تعصّب کی وجہ سے مسلمانوں اور اپنے اہلِ قبیلہ کے ساتھ مصالحت کے لئے تیار نہ تھا۔ مگر جب یوحنا نے دیکھا کہ قیصر مسلمانوں کے مقابلے سے بچ کر حمص کی طرف ہٹ گیا تو اسکا حوصلہ بھی پست ہوگیا اور یوں یوحنا اِسلام کی حقانیت کو تسلیم کرنے کے بعد اِسلام کے سایہ امن میں داخل ہوگیا۔ 9 ھ (630ء) میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع ملی کہ قیصر اپنے عظیم الشان لشکر کے ہمراہ مدینہ منورہ پر حملہ آور ہونے والا ہے یہ اطلاع سُن کر فخر دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

فیصلہ فرمایا کہ بجائے ہم دشمن کو یہ موقع دیں کہ وہ ہمارے گھر پر حملہ آور ہو۔ ہم اُسے پہلے ہی راستے میں جا لیتے ہیں اور یوں دشمن کے ملک کو ہی میدان جنگ بنا دیتے ہیں۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حکمت عملی کا یہ نتیجہ نکلا کہ قیصر مسلمانوں کی پیش قدمی اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی فداکارانہ وجاں نثارانہ زندگی، ان کے مجاہدانہ عزم واستقلال، ہر وقت موت کی آنکھ میں آنکھیں ڈال کر زندگی بسر کرنے کی عادت سے اسقدر متاثر ہوا کہ اس نے نہ صرف مدینہ منوّرہ پر حملہ کا لائحہ عمل (پروگرام) ہی تبدیل کر دیا بلکہ اسکی افواج جنگ کے بغیر خاموشی سے منتشر ہو گئیں۔

اِدھر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے مجاہدوں کے ہمراہ کفر سے ٹکر لینے کے لئے مدینہ منوّرہ سے روانہ ہو چکے تھے یہ لشکر حق پرست تبوک کے مقام پر بارہ تیرہ دن تک قیام پذیر رہا اور دشمن کا بڑی شدّت سے انتظار کرتا رہا تا کہ کفر واسلام کا فیصلہ ہو سکے۔ بارہ تیرہ روز قیام کے بعد سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واپسی کا سفر شروع فرمایا۔ آپ نے تبلیغی اور سیاسی حیثیت سے عقبہ کے حاکم ورؤساء کو اِسلام قبول کرنے کی دعوت دی اور اس سلسلے میں جو نامہ مبارک ارسال کیا اس کا اُردو ترجمہ تحریر کیا جا رہا ہے۔

یہ بات خاص طور پر قابلِ ذکر ہے کہ انہی دنوں جب سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبوک کے مقام پر تشریف فرما تھے تو اطراف کے تمام حاکم، رؤساء اور سرداروں نے امان اور اطاعت کے اقرار نامے خدمتِ اقدس میں بھیجے جن کو فخر کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبول فرماتے ہوئے ان سب کو امان بخشی۔ یوحنا نے پہلے اپنے نمائندے کو خدمت اقدس میں روانہ کیا پھر بذاتِ خود حاضر خدمت ہوا۔

مکتوب اقدس کا اردو ترجمہ

"بسم اللہ الرّحمن الرّحیم"

محمّد رُسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جانب سے اہل عقبہ کے نام! تم پر سلامتی ہو۔ میں اس اللہ کی حمد کرتا ہوں جو یکتا ہے اور اسکے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ میں اس وقت تک تمہارے ساتھ کسی قسم کی جنگ کا ارادہ نہیں رکھتا جب تک کہ تمہارے پاس میری تحریری چٹھی حجت کے طور پر نہ پہنچ جائے۔ تمہارے لئے یہی بہتر ہے کہ اِسلام لے آؤ یا پھر جزیہ دینا منظور کرلو اللہ اور اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور اُسکے قاصدوں کی فرمانبرداری قبول کرلو۔ یاد رہے میرے قاصد نہایت ہی واجب الاحترام ہیں ان کے ساتھ نہایت ہی عزّت وتکریم کے ساتھ پیش آؤ۔ جن باتوں سے میرے قاصد خوش ہوں گے میں بھی ان باتوں سے خوش ہوں گا۔ ان لوگوں کو جزیہ کے احکام بتا دیئے گئے ہیں۔ اگر تم چاہتے ہو کہ دنیا میں امن وسلامتی رہے تو بس اللہ اور اسکے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اطاعت قبول کرلو۔ جب تم ایسا کرلو گے تو پھر عرب وعجم میں تمہیں کوئی آنکھ اٹھا کر نہ دیکھ سکے گا۔ ہاں اللہ اور اسکے پیغمبر کا حق تو

کسی وقت بھی معاف نہیں ہوتا۔ اگر تم لوگوں نے ان باتوں کو نہ مانا اور انہیں ردّ کر دیا تو مجھے بھی پھر تمہارے تحفے تحائف کی کوئی ضرورت نہیں۔ پھر مجھے اس علاقہ میں امن قائم کرنے کے لئے جنگ کرنی پڑے گی جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ بڑے جنگ میں مارے جائیں گے جبکہ چھوٹے گرفتار ہوں گے۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ میں اللہ کا سچا پیغمبر ہوں میں اللہ، اسکی کتابوں اور اسکے سابقہ تمام پیغمبروں پر ایمان رکھتا ہوں میرا یہ ایمان ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام اللہ کے رسول اور اس کا کلمہ ہیں۔ حرملہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) میرے پاس تین وسق (تقریباً چھ کوئنٹل) جو لے کر آئے تھے اور انہوں نے تمہاری سفارش کی تھی۔ اگر اللہ کے حکم کی تعمیل اور تمہارے بارے حرملہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی نیک گمانی کا پاس نہ ہوتا تو مجھے اس خط وکتابت کی ضرورت نہ تھی بلکہ اسکی بجائے جنگ کا میدان یا بازار گرم ہوتا۔ اگر تم نے میرے قاصدوں کی اطاعت کی تو اسی وقت سے تمہیں میری اور ہر اس شخص کی حمایت اور مدد حاصل ہوگی جو مجھ سے وابستہ ہے میرے قاصد: شرجیل، ابی حرملہ اور حریث رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین ہیں۔ یہ جو فیصلہ بھی تم لوگوں کے بارے میں کریں گے مجھے منظور ہوگا۔ تم لوگ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ذمے اور پناہ میں ہو۔ مقنا کے یہودیوں کو ان کے ملک میں جانے کے لئے راستہ کا سفرخرچ مہیا کر دو۔ اگر تم لوگ اطاعت اختیار کرو تو تم پر سلام ہے۔''

(از: طبقات ابن سعد جلد 2 صفحہ 27 تا 29)

(رسالتِ نبویہ صفحہ 317)

یوحنا حاکم مقنا نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نامہ مبارک کے جواب میں خود خدمت اقدس میں حاضری دی اور جزیہ دینے کا وعدہ کر کے اِسلام کی امان میں داخل ہوگیا۔

(31) سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یُوحنا کے لیے فرمان امن

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یُوحنا حاکم مقنا کی درخواست پر جو فرمان امن جاری فرمایا اس کا اردو ترجمہ تحریر کیا جارہا ہے۔

فرمان اقدس کا اُردو ترجمہ

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم''

''اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے''

محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جانب سے یہ امن نامۂ یُوحنا!

''اہل ایلہ ان کے علماء ان کو کشتیوں اور ان کے قافلوں کے بارے میں جو بحر و بر میں ہیں۔ وہ اہل شام واہل یمن واہل بحر جو ان کے ساتھ ہیں وہ بھی اس امن نامہ میں شامل ہیں۔ ان سب کے لئے اللہ اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ذمہ داری لیکن جو اس عہد نامے کی خلاف ورزی کرے گا اس کے لئے حفاظت کی ذمہ داری نہیں ہوگی۔ جن کنوؤں پر یہ لوگ قیام کریں گے ان کنوؤں کا پانی یہ لوگ کسی پر بند نہیں کریں گے اور نہ ہی بحری یا بری راستوں کو بند کرنے کے یہ لوگ مجاز ہوں گے''۔

اللہ رسول محمد

(از: طبقات ابن سعد جلد 3 صفحہ 37)

(32) بنو اسد کے نام فرمان اقدس

یہ بات خاص طور پر ذہن میں رہنی چاہیئے کہ بنو اسد فتح مکّہ سے پہلے تک ہمیشہ ہر کام میں جنگوں، معاہدوں غرض زندگی کے ہر میدان میں اہل قریش کا دست و باز وتھا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال شریف کے بعد جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دور خلافت آیا تو جھوٹے نبیوں میں سے ایک شخص طلحہ بن خویلد بھی تھا۔ جس نے نبوّت کا دعویٰ کیا تھا۔ یہ بد بخت شخص اسی قبیلہ بنو اسد سے ہی تعلق رکھتا تھا۔ گو 9ھ میں یہ لوگ دائرہ اِسلام میں ضرور داخل ہوئے اور انہوں نے خدمتِ اقدس میں سفارت بھی بھیجی لیکن ابھی تک ان لوگوں کے دماغوں میں تکبر اور فخر کا فتور بدستور موجود تھا۔ جب اس قبیلے کے سفیر دربار رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے تو ان لوگوں نے احسان کے لہجے میں کہا کہ آپ علیہ السلام نے ابھی تک ہمارے پاس کوئی سفارت نہیں بھیجی بلکہ ہم نے از خود اِسلام قبول کیا ہے۔ اہل بنو اسد کے سفیروں کی اس گفتگو کے بعد قرآن میں سورۂ حجرات کی یہ آیت نازل ہوئی۔ سورۃ حجرات آیت 17۔

يَمُنُّونَ عَلَيْكَ أَنْ أَسْلَمُوا
قُلْ لَا تَمُنُّوا عَلَيَّ إِسْلَامَكُمْ بَلِ اللَّهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ أَنْ
هَدَاكُمْ لِلْإِيمَانِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿١٧﴾

ترجمہ: ''اے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ لوگ اِسلام قبول کرنے میں آپ پر احسان جتاتے ہیں۔ آپ ان لوگوں سے فرمادیں کہ تم خواہ مخواہ اپنے اسلام لانے کا احسان مجھ پر مت رکھو۔ اگر تم لوگ اپنے قول میں سچے ہو تو تم پر اللہ کا احسان ہے کہ اس نے تمہیں ایمان کی ہدایت سے سرفراز فرمایا''۔ (سورۃ حجرات آیت 17)

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نامہ مبارک سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ لوگ یعنی بنو اسد چاہتے تھے

کہ انہیں قبیلہ بنو طے کی سرزمین استعمال کرنے کی اجازت دی جائے مگر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کی اس درخواست کو مسترد فرما دیا۔

فرمان اقدس کا اردو ترجمہ

''اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے''

''منجانب محمد النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بنام بنو اسد''

''السلام علیکم!''

''میں تمہارے سامنے اسی اللہ کی حمد وثنا بیان کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اسکے بعد یاد رہے کہ تم لوگوں کو بنو طے کے کنوؤں اور ان کی زمین پر مالکانہ قبضے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ نیز بنو طے کی سرزمین میں ان کی اجازت کے بغیر کوئی شخص داخل نہیں ہوگا۔ جو شخص میرے حکم کی خلاف ورزی کرے گا میں اس سے بری الذمہ ہوں۔ حضرت قضاعی بن عمرو (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو جو ان کے عامل ہیں اس کا انتظام کرنا چاہیے''۔

اللہ رسول محمد

از: طبقات ابن سعد جلد 3 صفحہ 23

(33) راشد بن عبد رب سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام فرمان اقدس

تاریخ اسلام کے مطالعہ کے بعد پتہ چلتا ہے کہ جو زمین سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت راشد بن عبد رب سلمی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو عطا فرمائی وہ زمین مقام رہاط میں واقع تھی۔ یہ جگہ رہاط سرزمین حجاز میں ہے۔ مشہور صاحب سیر حضرت علامہ ابن درید الجمرہ میں لکھتے ہیں۔

"رہاط حجاز میں ایک جگہ کا نام ہے"۔

اسی طرح علامہ یاقوت سموی اور زبیدی نے بھی رہاط کے بارے میں بہت کچھ تحریر کیا ہے۔

رہاط کا محل وقوع

رہاط کا محلِ وقوع یوں بیان کرتے ہیں۔ یہ جگہ مکہ مکرمہ سے تین میل کے فاصلے پر واقع ہے، یہ جگہ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ جاتے ہوئے اُسی راستے پر ہے۔ جس وادی میں یہ جگہ ہے اس کو غران کہا جاتا ہے۔ یاد رہے مقام حدیبیہ اسی جگہ کے برابر واقع ہے جہاں تاریخی اہمیت کا حامل صُلح نامہ تحریر کیا گیا۔ مقام رہاط میں جن کو زمین کا ٹکڑا عطا فرمایا گیا وہ مشہور صحابی ہیں۔ ان کا ذکر تذکرہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی عام کتابوں میں موجود ہے۔

حضرت اُم سلمٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہا راشد بن عبدرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صحابہ میں شمار کرتی ہیں۔

8ھ میں جب مکہ مکرمہ فتح ہوا تو ان کا قبیلہ حاضر ہوا تو حضرت راشد بن عبدرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی وفد میں شامل تھے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جب ملاقات کا شرف ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا نام دریافت کیا۔ انہوں نے جواب دیا میرا نام غادی بن ظالم ہے۔

عربی زبان میں غادی کا معنی گمراہ اور شریر کے ہیں۔

ان کا نام سُن کر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''تم راشد بن عبدربّ ہو''۔ پس اس دن سے ان کا نام راشد بن عبدرب پڑ گیا۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فرمان ان کے نام ارسال کیا اس میں بھی یہی نام درج ہے۔ یاد رہے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت کریمہ تھی کہ اگر کوئی ایسا نام سُنتے جو ناپسند ہوتا تو اس نام کو تبدیل فرما کر احسن نام رکھ دیتے تھے۔

قبیلہ بنو سلیم کا ایک مشہور بت "سواع'' نامی تھا جس کی یہ قبیلہ پوجا کرتا تھا۔ زمانہ جاہلیت سے ہی اس بت کی پوجا چلی آ رہی تھی۔ ایک روز یہی راشد بن عبدرب عبادت یا پوجا کی غرض سے بُت خانے میں بیٹھے ہوئے تھے کہ انہوں نے دیکھا کہ اچانک دو لومڑیاں بُت خانے میں گھس آئیں اور اندر آتے ہی ٹانگیں اٹھا کر بت کے سر پر پیشاب کرنا شروع کر دیا۔ یہ دیکھ کر انہیں فوراً احساس ہوا کہ جو بُت اس قدر بے بس ہے کہ اپنے سر پر لومڑیوں کو پیشاب کرنے سے نہیں روک سکتا وہ بت دوسروں کی کیا مدد کرے گا کسی اور کی کیا حاجت روائی کر سکتا ہے۔ اس خیال کے ساتھ ان کے دماغ میں ایک شعر آیا۔ جو کہ فوراً زبان پر جاری ہو گیا۔

ارب یبول الثعالبان براسه   لقد ذل من بالت علیه الثعالب

ترجمہ: ''کیا وہ ذات رب ہو سکتی ہے جس کے سر پر دو لومڑیاں پیشاب کریں۔ بلاشبہ وہ ذلیل ہوا جس پر لومڑیوں نے پیشاب کیا''

اس کے بعد "سواع" کی مورتی کو توڑ دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہو گئے۔ فتح مکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمرکاب تھے۔ اس موقع پر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک اشارے سے مکہ کے تمام بت منہ کے بل زمین پر آ رہے تو حضرت راشد بن عبدرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ اشعار کہے۔

قال ھلم الی الحدیث فقلتُ لا   یابی علیک اللہ والاسلام

یومٌ شھدت محمّدًا وقبیله   بالفتح حین تکرا الاصنام

لرأت نور اللہ اضحی ساطعاً   والشرک یغشی وجھا الاظلام

1- محبوبہ نے کہا آؤ مل کر باتیں کریں، میں نے کہا نہیں، اب تو اللہ اور اسلام تمہارے پاس آنے سے منع کرتے ہیں

2- اگر تو فتح مکہ کے موقع پر جبکہ بتوں کو توڑا جا رہا تھا۔ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور ان کے قبیلہ کو دیکھتی۔

3- تو اللہ کا نور تاباں و درخشاں صاف نظر آتا اور دیکھتی کہ شرک کے چہرے پر سیاہی چھائی جا رہی ہے"۔

حضرت راشد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتح مکہ کے علاوہ غزوہ طائف اور حنین میں بھی شریک رہے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک موقع پر ان کے بارے میں ارشاد فرمایا تھا۔

"خیر قری عربیه خیبر و خیر بنی سلیم راشد"

ترجمہ: "عرب کی بستیوں میں بہترین بستی خیبر کی ہے۔ اور بنی سلیم میں بہترین شخص راشد ہیں"۔

(طبقات ابن سعد جلد 1 صفحہ 308)

حضرت راشد بن عبدرب سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام فرمان مقدس

بسم الله الرحمن الرحيم O هذا ما اعطیٰ

محمد رسول الله (صلی الله علیه و آله وسلم)

راشد بن عبد رب السلمی اعطاه غلوتين

بهم و غلوة لحجر برهاط فمن حاقه

فلا حق له و حقه حق

(مہر: اللہ رسول محمد)

(وکتب خالد بن سعید)

ترجمہ فرمان مقدس

"یہ وہ عطیہ ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے راشد بن عبدرب سلمی کو دیا۔ آپ نے ان کو رہاط میں دو تیر کی زد کے بقدر (طول میں) اور پتھر کی زد کے بقدر (عرض) میں زمین عطا فرمائی۔ پس جو شخص بھی اس میں اپنا حق جتائے گا اس کا حق تسلیم نہیں کیا جائیگا"۔

(مہر: اللہ رسول محمد)

کاتب مکتوب اقدس: (حضرت) خالد بن سعید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

(34) عمرو بن مرہ جہنی کے نام فرمان اقدس

عمرو بن مُرّہ جہنی بیان کرتے ہیں کہ میں اپنی قوم کے ہمراہ حج کے لیے گیا ہوا تھا۔ایک رات میں نے خواب دیکھا کہ کعبہ سے ایک نُور بلند ہوا جس کی روشنی میں مدینہ اور جہنیہ کے پہاڑ صاف نظر آئے تھے۔اتنے میں ایک آواز سنائی دی۔کوئی کہہ رہا تھا۔''ظلمت جاتی رہی اور روشنی نمودار ہوگئی۔خاتم الانبیاء مبعوث ہو گئے۔اسلام ظاہر ہوگیا۔اصنام ٹوٹ گئے اور مودت ومحبت کا دور آ گیا''۔

میں گھبرا کر اُٹھ گیا اور میں نے لوگوں سے اپنا خواب بیان کیا اور کہا قریش میں ضرور کوئی نئی بات ہونے والی ہے۔کچھ عرصہ کے بعد معلوم ہوا کہ ایک شخص جس کا نام نامی احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہے انہوں نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔میں یہ خبر سُن کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور اپنا خواب بیان کیا۔سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرا خواب سُن کر ارشاد فرمایا۔

''اے عمرو اللہ نے مجھے نبی بنا کر اپنی تمام مخلوق کی طرف بھیجا ہے۔میں لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں ناحق خون کرنے سے منع کرتا ہوں بُت پرستی سے روکتا ہوں اور سال بھر میں ایک ماہ کے روزے رکھنے کا حکم دیتا ہوں''۔

"جو شخص میری ان باتوں کو قبول کرتا ہے اس کے لیے آخرت میں جنّت کی بشارت ہے اور جو ان باتوں کو ماننے سے انکار کرے گا۔اس کے لیے دوزخ کا عذاب ہے۔پس اے عمرو مجھ پر ایمان لے آؤ خداوند کریم تمہیں دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھے گا۔"

میں (عمرو) نے عرض کیا کہ میں اقرار کرتا ہوں اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔یہ سُن کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے داد تحسین کہی پھر میں نے عرض کی کہ میں چاہتا ہوں کہ مجھے اپنے قبیلے میں جانے کی اجازت عطا فرمائیں۔یہ کوئی حیرانگی کی بات بھی نہیں ہوگی اگر میرے اہل قبیلہ میری نصیحت قبول کر کے دائرہ اسلام میں داخل ہو جائیں۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے چند انتہائی بیش قیمت نصیحتیں فرما کر روانہ کیا۔آپ نے فرمایا ''اہل قبیلہ سے نرمی کے ساتھ گفتگو کرنا سختی بالکل نہ کرنا۔اگر وہ تیری نصیحت کو قبول کر لیں تو اس امر پر تکبر مت کرنا اور حد سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بچتے رہنا''۔

عمرو بن مرّہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رخصت ہو کر اپنے قبیلے میں واپس تشریف لے گئے۔آپ علیہ السلام کی نصیحتوں پر عمل کرتے ہوئے لوگوں سے کہا اے میرے عزیزو میں اللہ کے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا قاصد بن کر تمہارے پاس آیا ہوں۔تم لوگ حضور ختم الرسل رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان

لے آؤ اور ان کے حکم کی تعمیل کرو تمہیں دنیا و آخرت کی بھلائی نصیب ہوگی۔

حضرت عمرو بن مرّہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص کے سوا باقی دوسرے تمام لوگوں نے میری بات قبول کر لی اور اس منکر شخص کا میں نے خود انجام نہایت ہی خراب دیکھا۔ دائرہ اسلام میں داخل ہونے والے لوگوں کا وفد لے کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفد کو دیکھ کر بڑی خوشی کا اظہار کیا اور پھر ہماری درخواست پر ایک فرمان لکھوا کر ہمیں عطا کیا جس میں ہمارے لیے ہدایت فرمائی گئی تھی فرمان رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مضمون تحریر کیا جا رہا ہے۔

فرمانِ رسالت کا اُردو ترجمہ

"اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے"

''یہ تحریر خدائے بزرگ و برتر کی جانب سے ہے۔ جس نے اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی زبان پر حق ظاہر کیا اور اُسے بولنے والی کتاب دی۔ عمرو بن مرہ جہنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو اپنی زمین کی ملکیت کا مکمل اختیار حاصل ہوگا۔ وہ جہاں چاہیں اپنے مویشیوں کو پانی پلائیں انہیں چرائیں۔ مگر یہ شرط ہے کہ وہ اپنے جانوروں کی مقررہ زکوٰۃ ادا کرتے رہیں۔ کھیتی کے مویشیوں پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ اس معاہدے پر اللہ اور تمام مسلمان گواہ ہیں۔"

رسول اللہ محمد

(از: کنز العمال بحوالہ رسالت نبویہ صفحہ 225 تا 228)

(35) نجران کے عیسائیوں سے معاہدہ مبارکہ

نجران یمن کے ایک وسیع و عریض ضلع کا نام ہے۔ یہ یمن کے شمال مشرق میں واقع ہے اور مملکت سعودی عرب کا صوبہ ہے۔ اس جگہ قبیلہ بنی عبد المدان کے عرب عیسائی آباد تھے۔ اس جگہ عیسائیوں کا ایک عظیم الشان گرجا بنا ہوا تھا جسے وہ لوگ کعبہ کہتے تھے اور اپنے نزدیک ان لوگوں نے اس گرجے کو بیت اللہ شریف کا جواب بنا رکھا تھا۔ اس شہر میں عیسائیوں کے بڑے بڑے عالم، پادری اور پیشوا رہتے تھے یوں نجران جزیرۃ العرب کا سب سے بڑا عیسائیت کا مرکز تھا۔

حمیری نامی ایک یہودی مذہب رکھنے والے بادشاہ نے ان لوگوں کو یہودی بنانے کے لیے ان پر بڑے بڑے مظالم کیے مگر کامیاب نہ ہوسکا۔ حمیری کے مظالم کا واقعہ بہت مشہور ہے جس کا ذکر قرآن مجید کی سورۃ بروج میں آیا ہے۔ نجران کے قرب و جوار میں عیسائیوں کے اس دینی مرکز کے برابر کا کوئی اور دوسرا مقام نہ تھا۔ جو شخص اس گرجے کی حدود میں آجاتا وہ مامون ہو جاتا۔ اس گرجے کی آمدنی کا اندازہ یوں لگایا جاسکتا ہے کہ نذر و نیاز کے علاوہ

صرف وہ جائیداد جو اس گرجے کی ملکیت تھی اس کی آمدنی دو (2) لاکھ دینار سالانہ کے قریب تھی۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اہل نجران کے پاس دعوت حق کا نامہ مبارک ارسال کیا تو اُسکے جواب میں اہل نجران نے فیصلہ کیا کہ علماء کا ایک وفد مدینہ منورہ بھیجا جائے جو آپ سے گفتگو و بحث کرے تاکہ پوری حقیقت کُھل کر سامنے آجائے۔ چنانچہ اہل نجران کا ایک وفد مدینہ منورہ آیا اور چند روز قیام کے دوران مسلمانوں کی ایک ایک حرکت کا بغور مطالعہ کرتا رہا۔ ان لوگوں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گفتگو کی اگر آپ علیہ السلام کے ایمان کے مطابق حضرت عیسیٰ یعنی مسیح علیہ السلام خدا کے بیٹے نہیں تو پھر اُن کا باپ کون تھا۔ دوران گفتگو ہی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی کا نزول ہوا اور یہ آیات مبارکہ نازل ہوئیں۔ سورۃ آل عمران آیت 59 تا 61۔

إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ ۖ خَلَقَهُ مِن تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُن فَيَكُونُ ﴿٥٩﴾ الْحَقُّ مِن رَّبِّكَ فَلَا تَكُن مِّنَ الْمُمْتَرِينَ ﴿٦٠﴾ فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِن بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنفُسَنَا وَأَنفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَل لَّعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ ﴿٦١﴾

ترجمہ: اللہ کے نزدیک عیسیٰ (علیہ السلام) کی مثال آدم (علیہ السلام) کی سی ہے۔ حضرت آدم (علیہ السلام) کو مٹی سے بنایا پھر ان کو حکم دیا کہ ہو جاؤ پس وہ ہو گئے، اے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ امر واقعی آپ کے پروردگار کی طرف سے بتلایا گیا ہے۔ اس لیے آپ شبہ کرنے والوں میں سے نہ ہو جائیے۔ پھر جو شخص اس علم قطعی کے بعد بھی عیسیٰ (علیہ السلام) کے بارے میں حجت کرے تو آپ فرما دیجئے کہ آؤ اس طور پر فیصلہ کر لیں کہ ہم بلائیں اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور خود بھی شریک ہوں پھر مباہلہ کریں اور ان پر خدا کی لعنت بھیجیں جو اس بحث میں حق پر نہ ہو۔

جب یہ سورۃ نازل ہوئی تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وفد کے لوگوں کو فرمایا کہ "اگر تم لوگ اس بات پر ایمان نہیں لاتے تو آؤ میرے ساتھ مباہلہ کر لو"۔ مباہلے کے اصول کے مطابق فرمایا کہ "تم اپنے اہل و عیال کو لے آؤ میں اپنے اہل وعیال کو لاتا ہوں پھر خدا سے دعا کرتے ہیں کہ جو جھوٹا ہے اس پر لعنت"۔ اس کے بعد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدہ حضرت فاطمۃ الزہرا، حضرت علی، حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو ہمراہ لے کر میدان میں تشریف لے آئے۔

ادھر جب وفد کو مباہلے کا چیلنج (تحدی) ملا تو وہ لوگ گھبرا گئے۔ ان میں سے جو سب سے بڑا عالم تھا اس نے مشورہ دیا کہ مباہلہ نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اگر یہ واقعی ہی خدا کے پیغمبر ہوئے تو یاد رکھو ہم ہمیشہ ہمیشہ کے لیے تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ پس مناسب یہی ہے کہ خراج دے کر مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ کر لیا جائے۔

(بخاری شریف جلد 2 کتاب المغازی)

نجران کے وفد نے حاضر خدمت ہو کر درخواست کی کہ ہم لوگ خراج دینے پر آمادہ ہیں۔ یہ سن کر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاہدہ تحریر کرنے کا حکم فرمایا۔ اس معاہدے کا ترجمہ یہ ہے۔

معاہدے کا اردو ترجمہ

''اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے''۔

''اللہ کے رسول محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا یہ معاہدہ اہل نجران کے لیے ہے جس کی شرائط یہ ہیں''۔

1: اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اہل نجران کی پیداوار، سونے، چاندی، اسلحہ اور غلاموں میں سے حصہ لینے کا حق اور طاقت حاصل تھی مگر آپ نے ان لوگوں کے ساتھ فیاضی کا سلوک کیا اور سب کچھ چھوڑ کر ایک ایک اوقیہ کے دو ہزار حُلے (حلہ عربی لباس کی ایک قسم ہے جس سے سارا بدن ڈھپ (چھپ) جاتا ہے اور یہ عام طور پر دو چادروں پر مشتمل ہوتا ہے) سالانہ مقرر کیے۔ ایک ہزار رجب کے مہینے میں اور ایک ہزار صفر کے مہینے میں۔

2: ہر حُلّہ ایک اوقیہ کا ہوگا اور جو اس سے کم یا زیادہ کا ہوگا وہ قیمت کے کے اعتبار سے محسوب کر لیا جائے گا۔

3: اگر حُلّوں کے بدلے میں زرہوں یا گھوڑوں یا سواری کے اونٹوں کی قسم سے کچھ ادا کریں گے تو قیمت کے حساب سے اسکو بھی قبول کر لیا جائیگا۔

4: اہل نجران کو میرے وفد کو ٹھہرانے کا انتظام کرنا لازمی ہوگا۔ مگر انہیں ایک ماہ کے اندر اندر تمام محاصل ادا کر دینے ہوں گے اس عرصہ سے زیادہ دیر ان لوگوں کو روکا نہیں جا سکے گا۔

5: اگر یمن میں بغاوت کی وجہ سے ہمیں جنگ کرنی پڑی تو اہل نجران کو تیس زرہیں، بیس گھوڑے اور تیس اونٹ عاریۃً دینے ہوں گے۔ ان میں سے جو جانور مر جائیں گے اہل نجران کو ان کا بدل دیا جائے گا۔

6: نجران اور اسکے اطراف کے باشندوں کی جانیں ان کا مذہب ان کی زمین ان کی جائیدادیں ان کے جانور۔ ان کے حاضر وغائب ان کے قاصد اور عبادت گاہیں اللہ کی پناہ اور اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی حفاظت میں ہیں۔ ان کی موجودہ حالت میں کسی قسم کی مداخلت نہیں کی جائے گی۔ ان کے حقوق میں کسی قسم کی دست اندازی نہیں ہوگی اور نہ ہی ان کے اصنام مسخ کیے جائیں گے۔ کوئی اسقف، کوئی راہب اور کوئی

واقہ (اہل نجران کے کے مذہبی عہدے) اپنے مذہب و منصب سے نہیں ہٹایا جائے گا۔ غرض جو جس حالات میں ہوگا اس حالت میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں کی جائے گی۔

7: اہل نجران کے کسی سابقہ جرم یا خون کا مواخذہ نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی ان کو فوجی خدمت کے لیے مجبور کیا جائے گا۔ اور نہ ہی ان پر کوئی عشر قائم کیا جائے گا۔ اور نہ ہی کوئی لشکر ان کے علاقہ میں داخل ہو سکے گا۔

8: اگر اہل نجران سے کوئی اپنا حق طلب کرے گا تو مدعی اور مدعا علیہ کے درمیان انصاف کیا جائیگا اور نہ ہی ان پر ظلم ہونے دیا جائیگا اور دوسری طرف نہ ہی ان کو کسی پر ظلم کرنے دیا جائے گا۔

9: اہل نجران میں سے اس معاہدے کے بعد جو سود کھائے گا وہ میری ضمانت سے خارج ہے۔

10: اہل نجران میں سے کوئی شخص کسی دوسرے کے جرم میں ماخوذ نہیں ہوگا۔

11: اس معاہدے میں جو کچھ تحریر ہے اس کے لیے اللہ تعالیٰ اور محمد النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ضمانت ہے۔ حتیٰ کہ اس بارے میں کوئی حکم الٰہی نازل ہو اور جب تک اہل نجران وفادار رہیں گے ان تمام شرائط کی پابندی کریں گے جو ان سے کی گئی ہیں الا یہ کہ کوئی ظلم سے کسی بات پر انہیں مجبور کردے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل نجران کے وفد کو جب مباہلے کی دعوت دی تو ان لوگوں کے دلوں میں آپ کی صداقت اور نبوت پہلے ہی قائم ہو چکی تھی اب یہ وفد حضور اکرم ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ معاہدہ کر کے جب واپس نجران پہنچا تو کچھ لوگ اسلام کی صداقت سے مرغوب ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہو گئے اور یوں نجران کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خیر باد کہہ کر مدینہ منورہ میں آغوش رحمت میں آ کر آباد ہو گئے۔

(36) اصحمہ نجاشی کے جانشین کے نام مکتوب اقدس

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب 9ھ میں غزوہ تبوک سے واپس تشریف لائے تو وحی الٰہی کے ذریعے آپ کو باخبر کیا گیا کہ حبشہ کے بادشاہ اصحمہ نجاشی کا انتقال ہو گیا ہے۔ آپ نے اسکے جانشین کے نام دعوت حق کا پیغام بھیجا اس دعوت اسلام کے لیے جو نامہ مقدسہ ارسال کیا اس کا مضمون درج ذیل ہے۔

مکتوب اقدس کا اردو ترجمہ

"اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے"۔

"محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جانب سے نجاشی شاہ حبشہ کے نام"۔

"اس پر سلام ہو جو ہدایت کی پیروی کرے۔ اللہ اور اسکے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ایمان

لائے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ وہ بیوی اور اولاد سے پاک ہے اور اسکا اقرار کرتا ہوں کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہوں میں آپ کو خدائے واحد پر ایمان لانے کی دعوت دیتا ہوں اگر سلامتی منظور ہے تو اسلام قبول کر لیجیے''۔

''اے اہل کتاب! اختلاف ونزاع کی ساری باتیں نظر انداز کر کے ایک ایسی بات پر متفق ہو جاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں طور پر مسلّم ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم خدا کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کریں اور نہ کسی کو اس کا شریک ٹھہرائیں اور نہ ہی ہم اللہ کے سوا کسی دوسرے کو اپنا رب بنائیں اگر وہ اس سے اعراض کریں تو ان سے کہہ دو کہ تم گواہ رہنا کہ ہم خدا کے ماننے والے ہیں''۔

''اگر آپ نے میری ان باتوں کو نہ مانا تو آپ کی عیسائی قوم کی گمراہی کی ذمہ داری بھی آپ پر ہوگی''۔

(طبقات ابن سعد جلد 3 صفحہ 73, 74)

وضاحت:

نجاشی نے اس خط کا نہ تو جواب دیا اور نہ ہی اسلام قبول کیا۔

(37) معاہدہ ثقیف (طائف)

طائف جس کا پرانا نام ثقیف تھا حجاز مقدس کا نہایت ہی خوشگوار اور صحت افزا مقام ہے۔ قریش کے اہل ثروت احباب گرمیوں میں جب کہ صحرا کا ذرہ ذرہ گرمی کی شدت سے ناقابل بیان حدت کا مرکز بن جاتا تو یہ لوگ موسم کی سختی سے بھاگ کر اس جگہ آرام وسکون کی خاطر چلے جاتے۔ طائف مکہ مکرمہ کے جنوب مشرق میں عرب کے مشہور پہاڑ جبل السرات پر واقع ہے۔ سطح سمندر سے اس مقام کی بلندی 1700 میٹر (تقریباً پانچ ہزار پانچ سو اسی فٹ) ہے۔ مکہ مکرمہ سے طائف کا فاصلہ 65 کلومیٹر ہے۔ یہ مقام اپنی ٹھنڈک، سرسبز وشادابی کی وجہ سے بہت مشہور ہے۔ خوبصورتی، زرخیزی اور باغات کی کثرت کی وجہ سے پورے عرب میں ایک خاص مقام اور اہمیت رکھتا ہے۔ مکہ مکرمہ کے لیے اس جگہ کی اہمیت اس لحاظ سے بہت اہم ہو جاتی ہے کہ یہاں سے سبزیاں اور تازہ پھل وپھول اس مقدس مقام تک پہنچتے ہیں۔ دور حاضر میں طائف کا شمار عرب کے تمدن یافتہ اور تمام جدتوں سے آراستہ وپیراستہ بڑے شہروں میں ہوتا ہے۔ طائف نہایت ہی پر رونق اور خوبصورت ترین شہر ہے مختصراً ایک مشہور آرام دہ، خوبصورت اور دیگر ہر اعتبار سے جو خصوصیات کسی شہر میں شہرت کے لیے ہونی چاہیں وہ تمام کی تمام طائف میں موجود ہیں۔ اور سعودی حکومت کا گرمائی دار الحکومت ہے۔

عرب کے بت پرستوں کی تاریخ اور قرآن کریم میں جن مشہور بتوں کے نام آئے ہیں۔ ان میں لات اور

عزیٰ دومشہور بت ہیں۔ یہ دونوں بت طائف میں ہی تھے جنکی بڑے زور شور سے پوجا کی جاتی اور قریش و دیگر بت پرستوں کے ہاں ان دونوں بتوں کی نہایت متبرک حیثیت تھی۔

سیرت النبی اور تاریخ اسلام کو پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ ہجرت مدینہ سے کچھ عرصہ قبل سرکار دوعالم رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب قریش مکہ کے لگاتار مظالم اور ہٹ دھرمی سے وقتی طور پر مایوس ہوئے تو آپ اپنے مشہور صحابی اور منہ بولے بیٹے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حارثہ بن شراحیل کلبی کے ہمراہ اس شہر میں دین حق کی تبلیغ کے لیے تشریف لے گئے۔ یہاں کے لوگ تو مکہ مکرمہ کے باشندوں سے بھی زیادہ سنگ دل اور جاہل اور بے رحم ثابت ہوئے۔ یہ علاقہ کیونکہ اس وقت بھی رئیس، دولتمند اور صاحب اثر لوگوں کی جائے رہائش تھا۔ اس لیے ان سفاک لوگوں نے شہر کے بچوں کو ہادی برحق کا پیچھا کرنے پر لگا دیا وہ بدبخت آپ کے پیچھے ہر جگہ جاتے شور وغوغا جاری رکھتے اور حد یہ کہ ان لوگوں نے اس قدر پتھر مارے کہ جسم اقدس لہولہان ہو گیا یہاں تک کہ نعلین (جوتا) مبارک پاؤں میں جم گیا۔ جبریل علیہ السلام یہ حالت دیکھ کر حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حکم ہو تو اس پہاڑ کو اٹھا کر اس بستی پر رکھ دوں رحمت دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”نہیں یہ لوگ مجھ پر ایمان نہیں لاتے کیوں کہ ان کو علم ہی نہیں کہ میں کون ہوں لیکن ان کی نسلیں دائرہ اسلام میں داخل ہوں گی انشاء اللہ۔“

طائف کے صاحب ثروت اور دولتمند لوگوں میں عمیر کا خاندان سب سے بڑا اور اول درجہ پر تھا۔ اس خاندان کے افراد میں تین بھائی تھے۔ عبد یالیل، مسعود اور حبیب۔ سرکار دوعالم ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے اور ان کو اسلام کی دعوت دی۔ دعوت حق کا سن کر ان تینوں بھائیوں نے جو جوابات دیئے وہ نہایت ہی متکبرانہ اور غرور پر مبنی تھے۔

ایک نے کہا:

کیا خدا نے تجھے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے، تجھے تو سواری کا جانور میسر نہیں۔

دوسرا بھائی بولا:

کیا خدا کو تیرے سوا نبوت کے لیے کوئی اور نہیں ملتا تھا۔

تیسرے بھائی نے کہا:

میں بہرحال تجھ سے بات نہیں کرسکتا، اگر تو سچا ہے تو تیرے ساتھ بات کرنا خطرے سے خالی نہیں اور اگر تو جھوٹا ہے تو بات کرنے کے لائق نہیں۔

طائف کے اوباش اور آوارہ لوگوں نے نہایت ناشائستہ اور انسانیت سوز حرکات کا ثبوت دیا۔ اس سفر میں طائف کے لوگوں نے جو غیر شائستہ سلوک رحمت دوعالم ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ روا رکھا اس کا آپ کو کس قدر افسوس تھا اس کا اندازہ لگانا ہو تو سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اس سوال سے کیا جاسکتا

ہے۔

اس واقعہ کے کئی بعد سال بعد ایک روز حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سرکار دو عالم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ فرمائیں کہ ''تمام عمر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سب سے سخت دن کون سا آیا؟''

فخر دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''وہ دن میری عمر کا سخت ترین دن تھا جب میں طائف میں دعوت اسلام کے لیے گیا'' پھر سارا واقعہ بیان فرمایا۔

(بخاری شریف جلد 1 صفحہ 458)

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ سفر طائف میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شریک تھے انہوں نے جب اہل طائف کی طرف سے کئے جانے والے ان انتہائی تکلیف دہ حالات اور انسانیت سوز حرکات سے پریشان ہو کر عرض کیا کہ آپ ان بدبخت لوگوں کے لیے بد دعا کیجیے۔ یہ سن کر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ مبارک تمتما اٹھا چہرے پر سرخی آ گئی اور فرمایا۔

''اے زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہرگز نہیں میں دنیا کے لیے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں'' اسکے بعد دعا فرمائی:

''خدایا میری قوم کو ہدایت دے اور بھلے برے کی انہیں تمیز عطا فرما''۔

سرکار دو عالم رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیر کمان جب مسلمانوں نے 9ھ (630ء) میں مکہ فتح کر لیا اور پھر خداوند کریم کا حکم نازل ہوا (سورۃ النصر آیت 2) جس میں ارشاد ہوا۔

وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۝۲

ترجمہ: ''لوگ جوق در جوق اللہ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں''۔

اور واقعی اطراف عرب اور خود اہل عرب کی اکثریت دائرہ اسلام میں داخل ہو رہی تھی۔ عرب کا ذرہ ذرہ اسلام کی روشنی سے منور ہو رہا تھا تقریباً تمام قبائل عرب حلقہ بگوش اسلام ہو چکے تھے اس موقع پر اہل طائف بھی اسلام کی طرف راغب ہوئے۔ ان لوگوں کو اسلام کی صداقت کا احساس ہو گیا۔ چنانچہ طائف کا ایک وفد مدینہ منورہ میں حاضر خدمت ہوا اس وفد میں عبد یالیل جس کا تعلق عمیر خاندان سے تھا بھی شریک وفد تھا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وفد کے لیے مسجد نبوی کے صحن میں خیمہ لگوایا اور ہر روز نماز عشاء کے بعد وفد کے پاس خود تشریف لاتے اور دیر تک اہل وفد کے ساتھ گفتگو فرماتے رہتے۔

(از: طبقات ابن سعد جلد 3 صفحہ 53)

کئی روز کے قیام کے بعد آخر کار اس وفد کے لوگوں نے مندرجہ ذیل شرائط پر اسلام قبول کرنے پر رضامندی کا اظہار کیا۔

1. اہل طائف کونماز، زکوٰۃ اور جہاد سے مستثنٰی رکھا جائے۔
2. شراب اور فحش کاموں سے انہیں نہ روکا جائے۔ کیونکہ طائف میں انگور کثرت سے پیدا ہوتا ہے جو کہ ان کے لیے بہت نفع بخش تجارت ہے۔
3. ہماری قوم کا سارا کاروبار سود پر چلتا ہے اس لیے سودخوری ہمارے لیے جائز رکھی جائے۔
4. طائف کوحرم کی طرح مقدس مقام قرار دیا جائے۔[1]

اہل وفد کی مندرجہ بالاشرائط سن کر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کو یوں ارشاد فرمایا۔

"نماز اور خدا کی عبادت کے بغیر انسان۔ انسان ہی نہیں رہتا۔ فحش ایک بہت بری بداخلاقی ہے۔ جس طرح تم لوگ اپنے اور اپنے اہل خانہ کے لیے بے حرمتی کو پسند نہیں کرتے اسی طرح دوسرے بھی اپنے اور اپنے اہل خانہ کا تمہارے ہاتھوں خراب ہونا ہرگز برداشت نہیں کریں گے"۔

مذکورہ نصیحت آمیز باتیں آپ علیہ السلام نے ایسے موثر اور دل نشین انداز میں بیان فرمائیں کہ اہل وفد شرما کر اپنے بے ہودہ مطالبوں سے خودبخو دست بردار ہو گئے۔ اس کے بعد فخر کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کو جو وثیقہ تحریر کروانے کے بعد عطا کیا اس کا اردو ترجمہ تحریر کیا جارہا ہے۔

معاہدہ ثقیف کا اردو ترجمہ

"اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے"۔

"اللہ کے رسول محمد النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی یہ تحریر ثقیف کے لیے ہے"۔

1: "اس تحریر میں جو کچھ لکھا گیا ہے اسکی ذمہ داری خدائے وحدہٗ لاشریک اور محمد النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ابن عبداللہ پر ہے۔

2: ثقیف کے جنگلی خاردار درخت کاٹنا، شکار کرنا، ظلم، چوری، یا برائی وغیرہ کے سب کام کرنا سب کے لیے حرام ہے۔

3: وَج (یہ ایک وادی کا نام ہے جو زمانہ نبوت میں ریتلی وادی تھی اس وادی کو چاروں طرف سے پہاڑوں نے گھیرا ہوا تھا۔ طائف کی موجودہ آبادی اسی وادی میں واقع ہے۔ شہر کے عین وسط میں مسجد ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے جہاں ان کی قبر انور بھی ہے) اس وادی پر صرف ثقیف کا ہی حق ہے۔ طائف کی سرزمین کو فوجی گزرگاہ نہیں بنایا جائیگا اور نہ ہی کوئی مسلمان وہاں جاکر ان لوگوں کو اس سرزمین سے نکال سکے گا۔ یہ لوگ وادی طائف میں جو چاہیں کریں جو چاہیں تعمیر کریں عمارت وغیرہ۔

5: اہل طائف فوجی امداد سے مستثنٰی ہوں گے۔ اس لیے ان پر جان ومال کے لیے کسی قسم کا کوئی جبر نہیں کیا جائے

گا۔

6: یہ لوگ مسلمانوں کی ہی ایک جماعت خیال کیے جائیں گے۔اس لیے یہ لوگ مسلمانوں میں جہاں چاہیں بے روک ٹوک آمدورفت کر سکتے ہیں۔

7: اگر کوئی شخص اہل طائف کے ہاں گرفتار ہو جائے تو اس کے فیصلہ کا حق بھی اہل طائف کو ہی حاصل ہوگا۔

8: اہل طائف کا رہن کے طور پر بشکل ضمانت جو قرض وصول طلب ہو اور جو قرض رہن پر موسم عکاظ کے بعد تک کے لیے ہو وہ عکاظ کے وقت تک ادا کر دیا جائے۔اللہ سود سے بری ہے۔

(وضاحت: یاد رہے عکاظ عرب کے میلوں میں ایک مشہور ترین میلہ تھا۔ یہ میلہ نخلہ اور طائف کے درمیان 20 یوم تک لگا کرتا تھا۔اس میلے میں خرید و فروخت کے علاوہ شعر و ادب کی بڑی بڑی محفلیں منعقد ہوتی تھیں جن میں عرب کے مشہور شعراء اپنا اپنا کلام اور قصیدے سناتے خطیب فصیح و بلیغ تقریریں کرتے۔وغیرہ۔)

9: اہل طائف جب تک اسلام قبول نہیں کرتے ان لوگوں کے کھاتوں میں جو قرضے درج ہیں ان کے یہی مالک ہوں گے۔

10: اہل طائف کی امانت اگر کسی امانت دار سے ضائع ہوگئی تو وہ امانت مالک کو ہی واپس دلائی جائے گی۔

11: ثقیف کے جو لوگ اس وقت اس معاہدہ میں موجود نہیں ان کو بھی وہی امن اور حقوق حاصل ہوں گے جو کہ اس معاہدہ کو تحریر کرتے وقت موجود لوگوں کو حاصل ہیں۔ان لوگوں کے جو اموال مقام لیہ میں ہیں وہ بھی مقام وج کی طرح محفوظ رہیں گے۔(نوٹ: لیہ شہر طائف سے جنوب مشرق میں 6 میل کے فاصلے پر واقع ہے)۔

12: اسی طرح جو شخص ان کا حلیف یا شریک تجارت ہوگا اسکو بھی یہی حقوق حاصل ہوں گے۔

13: اگر کوئی اہل طائف پر کسی قسم کی مالی یا جانی زیادتی کرے گا تو تمام مسلمان زیادتی کرنے والے کے خلاف اہل طائف کی مدد کریں گے۔

14: ایسا شخص جس کا اہل طائف کو اپنے ہاں آنا پسند نہ ہو وہ شخص ان لوگوں کے ہاں نہیں آسکے گا۔

15: خرید و فروخت کے لیے اپنے مکانوں کے سامنے یہ لوگ جگہ بنا سکتے ہیں۔

16: اہل طائف کا حاکم انہیں میں سے مقرر کیا جائیگا۔ چنانچہ بنی مالک اور بنی اخلاف پر ان کا اپنا اپنا امیر مقرر ہوگا۔

17: اہل طائف کے وہ لوگ جو قریش کے باغات کو آب رسانی کا کام سرانجام دیتے ہیں اس پر وہ نصف پیداوار کے حقدار ہوں گے۔

18: رہن کی کسی ضمانت پر سود نہیں لیا جائیگا اگر کوئی رہن ادا کرنے کی طاقت رکھتا ہو تو ادا کر دے اور جس کا وقت

آ چکا ہے اور وہ ادا نہ کرے تو بلاشبہ اس نے اس رقم کو سود بنا دیا۔

19: اہل طائف پر جو قرض ہو تو قرض خواہ کو صرف قرض کا اصل ہی ادا کیا جائیگا۔

20: اگر اہل ثقیف کے ہاں کوئی ایسا قیدی ہو جسے اسکے مالک نے بیچ دیا ہو تو یہ فروخت صحیح ہو گی۔ اور جو قیدی فروخت نہ کیا گیا ہو اس کا فدیہ چھ اونٹنیاں ہوں گیں جو دو قسطوں میں ادا کی جاسکیں گی۔

21: جس شخص نے کوئی چیز خریدی ہو اسکو اسی چیز کے فروخت کرنے کا حق حاصل ہو گا۔

(از: طبقات ابن سعد جلد 3 صفحہ 23-53)

(کتاب الاموال ابوعبید صفحہ 190، 192)

(38) قبیلہ لخم کے نام مکتوب اقدس

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبیلہ لخم کے لیے بھی ایک دعوت اسلام کے سلسلے میں مکتوب اقدس ارسال فرمایا اس مکتوب مبارک کا اردو ترجمہ یہاں تحریر کیا جاتا ہے۔

اردو ترجمہ

"اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے"۔

"قبیلہ لخم کے لیے درج ذیل شرائط ہیں":

1: "اس قبیلے میں سے جو شخص اسلام قبول کرے گا۔ نماز پڑھے گا، زکواۃ دے گا اللہ اور اسکے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا خمس ادا کریگا اور مشرکین سے اپنے تعلقات ختم کرے گا ایسا شخص اللہ اور اسکے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی پناہ و ذمہ داری میں ہے۔

2: جو شخص اسلام سے پھر جائے گا اس سے اللہ اور اسکے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس سے بری ہوں گے۔

3: اہل قبیلہ میں سے جس شخص کے اسلام کی کوئی دوسرا مسلمان شہادت دے گا۔ وہ بھی محمد النبی (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کی پناہ اور ذمہ داری میں ہو گا اور یوں ایسا شخص بھی مسلمانوں میں شمار ہو گا"۔

(طبقات ابن سعد جلد 3)

(39) فرمان اقدس بنی البکاء کے نام

فتح مکہ کے بعد مذہب اسلام دن دگنی رات چوگنی ترقی کر رہا تھا عرب کے لوگ اور ارد گرد کے قبائل دائرہ اسلام میں داخل ہو رہے تھے۔ 9ھ میں بنی البکاء کے تین افراد کا ایک وفد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ ان تینوں میں سے ایک کا نام معاویہ بن ثور تھا۔ جسکی عمر تقریباً ایک سو سال تھی۔ انہوں نے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ میرا یہ بیٹا (جو کہ شریک وفد تھا) بشر میرا بہت ہی خدمت گزار ہے۔ میرا دل چاہتا ہے کہ آپ اسے برکت دیں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ وآلہ وسلم نے بشر کے چہرے پر دست مبارک پھیر کر برکت کی دعا فرمائی۔

بنی البکاء والے ہر سال اکثر قحط کا شکار رہتے تھے مگر جب سے ان تین افراد نے حاضر خدمت ہو کر اسلام قبول کیا اسکے بعد اہل البکاء ہمیشہ ہمیشہ کے لیے فارغ البال ہو گئے اور پھر کبھی بھی ان لوگوں کو قحط سالی نے پریشان نہ کیا۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کو جو فرمان مبارک عطا فرمایا اس کا مضمون یہ تھا۔

فرمان اقدس کا اردو ترجمہ

"اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے"۔

"محمد (النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جانب سے بنی البکاء کے نام"!

"تم لوگوں میں جو اسلام قبول کرے گا۔ نماز پڑھے گا، زکوٰۃ ادا کرے گا اللہ اور اسکے رسول (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کا فرمانبردار رہے گا۔ اپنے مال غنیمت میں سے اللہ کے لیے خمس نکالے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور صحابہ کرام کی امداد کرتا رہے اور اپنے اسلام کا اعلان کرے اور مشرکین سے تعلقات ختم کر دے وہ اللہ عزوجل اور اسکے رسول (محمد) صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی امان میں ہوگا"۔

(از: طبقات ابن سعد جلد 3 صفحہ 47)

(40) شاہ عمان (اومان) کے نام مکتوب اقدس

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمرو بن العاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو اپنا سفیر بنا کر دعوت نامہ دیا اور ان کو 8ھ (629ء) میں عمان کے شاہ کے پاس روانہ کیا تا کہ اسے دعوت اسلام دیں۔ حضرت عمرو بن العاص

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نامہ اقدس لے کر عمان میں پسران جلندی، عبد اور جیفر کے پاس تشریف لے گئے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں سب سے پہلے عبد کو ملا۔ اسکے ساتھ گفتگو میں عبد کو نہایت حلیم، بردبار اور نیک خو پایا۔ جب میں نے عبد کو بتایا کہ میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قاصد ہوں اور ان کی طرف سے دعوت اسلام کا نامہ مبارک لے کر آیا ہوں۔ عبد نے یہ سن کر جواب دیا کہ ہمارے رئیس اعلیٰ اور بادشاہ میرے بڑے بھائی جیفر ہیں۔ میں آپ کو ان سے ملا دیتا ہوں آپ یہ خط بھائی صاحب کے حوالے کریں اسکے بعد مجھ سے پوچھا کہ تم ہم لوگوں کو کس چیز کی دعوت دینے آئے ہو۔ یہ سن کر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

اے عبد سن لو ہم تمہیں دعوت دیتے ہیں کہ ایک اللہ کی عبادت کرو۔ بت پرستی کو چھوڑ دو اور اس بات کی گواہی دو کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔

عبد: تم (عمرو بن العاص) تو اپنے قبیلے کے سردار کے بیٹے ہو اس دعوت کا سن کر آپ کے والد نے کیا کہا تا کہ ہم آپ کے والد کی اقتداء کریں۔

عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ: دعوت اسلام کا سن کر بھی میرے والد ایمان نہ لائے اور پھر اسی حالت میں مر گئے جبکہ میری شدید آرزو تھی کہ وہ ایمان لے آتے اور آپ کی تصدیق کرتے۔ ایک عرصہ تک تو میں خود انہیں کی تقلید پر رہا یہاں تک کہ اللہ کریم نے مجھے اسلام کی دعوت سے مالا مال کیا۔ اور پھر اپنے دین حق سے مجھے سرفراز فرمایا۔

عبد: تم مسلمان کب ہوئے؟

عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ: مجھے دائرہ اسلام میں داخل ہوئے چند ہی روز ہوئے ہیں۔

عبد: تم کس جگہ مسلمان ہوئے؟

عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ: میں شاہ حبشہ نجاشی کے ہاتھ پر مسلمان ہوا۔

(وضاحت: یہ کیا ہی عجیب اتفاق ہے کہ ایک صحابی، تابعی کے ہاتھ پر اسلام لا کر دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ یعنی شاہ حبشہ نجاشی تابعی تھے جو حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقریر سن کر مسلمان ہوئے جبکہ اسلام لانے کے بعد حضرت عمر بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نجاشی کے ہاتھ مسلمان ہو کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں بحیثیت مسلمان رہے اور یوں صحابی کا درجہ پایا۔ یہ وہ کرم ہے جو اللہ کریم جس پر چاہے کر دے)۔

عبد: شاہ حبشہ نجاشی نے جب اسلام قبول کر لیا تو اس کی قوم نے اس کے ساتھ کیا سلوک کیا؟

عمرو بن العاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہ): اسکی قوم نے نجاشی کو حسب سابقہ حکمرانی پر برقرار رکھا اور خود سب ہی اسکے پیروکار بن گئے۔

عبد: اے عمرو (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سوچ لو کیا کہہ رہے ہو کیونکہ جھوٹ سے بڑھ کر کوئی چیز بری نہیں ہے۔ اور جھوٹ سے زیادہ انسان کو ذلیل و رسوا کرنیوالی کوئی چیز نہیں ہے۔

عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ: اے عبد یقین کریں میں نے جھوٹ نہیں کہا اور نہ ہی ہمارے دین میں جھوٹ بولنا جائز ہے بلکہ یہ امر تو ہمارے دین میں حلال ہی نہیں۔

عبد: معلوم نہیں ہرقل قیصر روم کو شاہ حبشہ نجاشی کے اسلام لانے کی خبر معلوم ہوئی ہے یا نہیں۔

عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ: ہرقل قیصر روم کو شاہ حبشہ نجاشی کے اسلام لانے کی خبر معلوم ہے۔

عبد: تمہیں اس بات کا کیسے علم ہوا کہ ہرقل قیصر روم اس خبر کو جانتا ہے؟

عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ: شاہ حبشہ نجاشی ہرقل قیصر روم کو خراج ادا کرتا تھا۔ دائرہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد نجاشی نے ہرقل کو خراج دینا بند کر دیا اور کہا خدا کی قسم اب اگر ہرقل قیصر روم مجھ سے ایک درہم بھی بطور خراج مانگے تو میں ہرگز ادا نہیں کروں گا۔ قیصر روم ہرقل کو شاہ حبشہ کی یہ بات معلوم ہوئی تو وہ سن کر خاموش ہو گیا۔ قیصر کی خاموشی کو دیکھ کر اسکے بھائی نیاق نے نہایت غصے سے کہا کہ کیا آپ اس غلام نجاشی کو ایسا ہی چھوڑ دیں گے کہ وہ خراج بھی ادا نہ کرے اور پھر آپ کا مذہب (عیسائیت) بھی چھوڑ دے اور کوئی دوسرا مذہب (اسلام) قبول کر لے قیصر روم ہرقل نے بھائی کو جواب دیا کہ نجاشی کو اختیار حاصل ہے کہ وہ جس مذہب کو چاہے قبول کرے۔ اس نے دین اسلام کو پسند کیا خدا کی قسم اگر مجھے اپنی سلطنت کے چلے جانے کا خوف نہ ہوتا تو میں بھی یہی دین حق ہی اختیار کرتا۔

عبد: (نہایت حیران ہو کر) اے عمرو کیا کہہ رہے ہو؟

عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ: خدا کی قسم بالکل سچ کہہ رہا ہوں۔

عبد: اچھا اب یہ بتاؤ کہ تمہارے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کس چیز سے منع کرتے ہیں؟

عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ: ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک اللہ عزوجل کی اطاعت کا حکم دیتے ہیں اور اسکی معصیت اور نافرمانی سے منع فرماتے ہیں۔ بھلائی اور صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں۔ ظلم اور جبر زنا، شراب خوری، سود، بت پرستی اور صلیب پرستی سے منع فرماتے ہیں۔

عبد: اے عمرو (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کیا ہی اچھی دعوت اور عمدہ تلقین ہے۔ اے کاش میرا بھائی بھی میرے ساتھ اتفاق کرے اور پھر ہم دونوں مل کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوں آپ پر ایمان لائیں آپ کی تصدیق کریں۔ مگر اندیشہ ہے کہ میرا بھائی اپنی حکومت کی وجہ سے اسلام قبول کرنے میں کچھ تامل کرے۔

عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ: اگر آپ کا بھائی اور آپ اسلام قبول کر لیں تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسکی حکومت کو بدستور برقرار رکھیں گے اور یہ حکم دیں گے کہ اپنی قوم کے دولتمندوں سے صدقات وصول کریں اور پھر یہ صدقات قوم کے غریب فقراء وغیرہ میں تقسیم کریں۔

عبد: یہ تو نہایت عمدہ بات ہے اب بتاؤ صدقات وخیرات کس طرح لیے جاتے ہیں۔

عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ: (اس سوال پر میں نے عبد کو تفصیلاً بتایا کہ سونے اور چاندی پر اتنی زکوٰۃ لی جاتی ہے

اونٹ بکریوں اور دیگر مویشیوں پر اتنی)۔اس تفصیل کو سن کر عبد نے مجھے اپنے بڑے بھائی جیفر کے سامنے پیش کیا میں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نامہ مبارک جو کہ سر بمہر تھا۔مہر کھول کر اسکو بلند آواز میں پڑھا۔جیفر نے مجھے بیٹھنے کا حکم دیا پھر قریش کا کچھ حال دریافت کیا۔

مکتوب اقدس

''محمد رسول اللہ کی طرف سے جیفر وعبد کے نام''

''اس پر سلامتی ہو جس نے راہ راست اختیار کی۔بعد ازاں میں آپ دونوں کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔اسلام قبول کیجئے اسی میں سلامتی ہے۔اللہ نے اپنی مخلوق کے لیے مجھے اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے تا کہ میں خدا کے نافرمان بندوں کو خدا سے ڈراؤں اور خدا کا انکار کرنے والوں پر خدا کی حجت پوری ہو جائے۔میری نبوت آپ کے ملک میں پہنچنے والی ہے اگر آپ دونوں نے اسلام قبول کر لیا تو آپ کا ملک بدستور آپ ہی کے پاس رہے گا اور اعراض وانکار کیا تو یہ زائل ہو جانے والی چیز ہے''۔

اللہ رسول محمد

اس واقعہ کے ایک دو روز بعد جیفر بھی اسلام لانے پر راضی ہو گیا اس طرح دونوں بھائیوں عبد اور جیفر رئیس عمان (اومان) نے ایک روز اپنے اسلام لانے کا اعلان کر دیا۔اس اعلان کے بعد بہت سے لوگ بھی مسلمان ہو گئے اور جن لوگوں نے اسلام قبول نہ کیا ان پر جزیہ قائم کر دیا گیا۔

(از:زرقانی جلد 3 صفحہ 353)

(زاد المعاد جلد 3 صفحہ 62)

کچھ صاحب سیر کے نزدیک حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دربار رسالت سے عمان کے حکمران جلندی کی طرف بھیجا گیا تھا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ عمان کا اصل حکمران جلندی تھا لیکن اس نے شاید بوڑھا ہونے کی وجہ سے کاروبار حکومت اپنے بیٹوں کے سپرد کر دیا تھا۔(موجودہ نام اومان اور دارالحکومت مسقط ہے)۔

ایک اور روایت میں آتا ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عمان کے حاکم جلندی کی طرف اپنا سفیر بنا کر نامہ مبارک دے کر روانہ کیا تھا۔

(از:اصابہ جلد 1 صفحہ 263)

(طبقات ابن سعد جلد 1 صفحہ 18)

(41) فرمان مقدسہ بنام بنی عقیل

حجاز مقدس میں دوسرے قبائل کی طرح ایک مشہور قبیلہ بنی عقیل بھی سکونت پذیر تھا۔اس قبیلے کا ایک وفد سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں مدینہ منورہ میں حاضر ہوا اور دست حق پرست پر بیعت کرنے کے بعد دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کو وادی عقیق میں ایک قطعہ اراضی جس میں کھجور کے باغات اور پانی کے چشمے تھے عطا کیا۔

(ضروری وضاحت: یہ وادی عقیق مدینہ منورہ کے جنوب مغرب سے شمال مشرق تک پھیلی ہوئی ہے۔ یہ وادی نہایت ہی سرسبز وشادات اور زرخیز ہے اس وادی کے بعض کنویں تاریخی شہرت کے مالک ہیں۔اسی پرانی وادی عقیق میں آج کل سعودی حکومت نے الجامعۃ المدینہ (مدینہ یونیورسٹی) قائم کی ہوئی ہے۔ جو تاریخی اہمیت کی درس گاہ ہے)۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنوعقیل کو ایک فرمان مبارک عطا کیا جو کہ سرخ چمڑے پر لکھا ہوا تھا۔ اس فرمان مبارک کی عبارت یہ تھی۔

فرمان مقدسہ کا اردو ترجمہ

''اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے''

''محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان ربی ومطرب اور انیس کے لیے ہے''۔

ان لوگوں کو وادی عقیق کی زمین دی جاتی ہے۔ یہ لوگ جب تک نماز پڑھتے رہیں، زکوٰۃ دیتے رہیں اللہ اور اسکے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے فرمانبردار رہیں وادی عقیق سے پورا پورا فائدہ حاصل کر سکتے ہیں''

اللہ رسول محمد

(42) اسی طرح بنوعقیل کے ایک وفد نے حاضری دی۔ حلقہ بگوش اسلام ہوئے ان کو مقام نظیم پر واقع پانی کا چشمہ عطا فرمایا۔

(طبقات ابن سعد جلد 2 صفحہ 45)

(43) قبیلہ بارق کے نام فرمان اقدس

9 ہجری اسلام کے عروج اور غیر مسلموں کے اسلام قبول کرنے کا سال تھا۔اسی سال یمن کے قبیلہ بارق کے ایک وفد نے مدینہ منورہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا جب اس قبیلے کے وفد والے سایہ رحمت میں داخل ہو گئے تو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس قبیلہ کے لیے ایک فرمان

تحریر کروایا۔

فرمان اقدس کا اردو ترجمہ

''اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے''۔

''محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جانب سے اہل بارق کے نام''۔

''اہل بارق کی اجازت کے بغیر کوئی شخص ان کے پھل نہیں کاٹ سکے گا۔ سردی یا گرمی کسی موسم میں بھی ان کی چراگاہوں میں دوسرا کوئی اپنے جانور نہیں چرا سکے گا البتہ جس مسلمان کے پاس چراگاہ نہ ہو یا خودرو گھاس چرانے کے لیے اپنے مویشیوں کو لیکر ان کے یہاں سے گزرے تو اسکو زیادہ سے زیادہ تین دن کی مہمانی کے لیے ٹھہرایا جا سکتا ہے اس مہمانی کی پوری ذمہ داری اہل بارق پر ہوگی۔ جب اہل بارق کے باغوں میں پھل پک جائیں تو مسافر کو اتنے گرے پڑے پھل اٹھا کر کھانے کا حق ہوگا جس سے وہ شکم سیر ہو سکے۔ ایسے مسافر کو پھل اٹھا کر اپنے ہمراہ لے جانے کا حق نہیں ہوگا''۔

(طبقات ابن سعد جلد 3 صفحہ 81)

(44) حمیر کے شاہان کے نام مکتوب اقدس

تاریخ حجاز مقدس پڑھنے کے بعد پتہ چلتا ہے کہ جزیرہ نمائے عرب کے جنوبی حصے کو یمن کہتے ہیں اس علاقے کے جنوب میں بحر عرب اور مغرب میں بحر احمر واقع ہے۔ ملک یمن کا موجودہ رقبہ 75 ہزار مربع میل ہے اور یہاں کی آبادی تقریباً (80) لاکھ افراد پر مشتمل اور دارالحکومت صنعاء ہے۔ صنعاء سطح سمندر سے 2196 میٹر کی بلندی پر واقع ہے۔ ایک زمانہ میں یہ علاقہ جزیرہ نمائے عرب کا دل اور مرکز تھا۔ یمن عرب کا مشہور ترین خطہ ہے جسکو تاریخی اعتبار سے بڑی اہمیت حاصل ہے۔

اس علاقے سے اہل عرب کی شاندار تہذیب وتمدن کی تاریخ وابستہ ہے۔ قدیم زمانے میں اس علاقے کے قرب وجوار کے ملکوں میں عالمی تجارت کو فروغ دینے میں اس ملک نے اہم ترین کردار ادا کیا تھا۔

جزیرہ نمائے عرب کی مشہور ترین قومیں جن کا ذکر قرآن کریم فرقان حمید میں موجود ہے یعنی قوم عاد وسبا وغیرہ اسی علاقے میں آباد تھیں۔ یہ وہی علاقہ ہے جہاں قوم سبا اپنے عروج وزوال سے گزری حضرت سلیمان علیہ السلام کے عہد مبارک کی مشہور حکمران ملکہ بلقیس کا تاریخی شہر سبا یمن میں ہی تھا جس کا ذکر بھی قرآن کریم میں آیا ہے۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت سے پچاس روز قبل ابرہہ نے اپنے بہت بڑے لشکر

کے ساتھ کعبہ شریف کو ختم کرنے کے لیے مکہ مکرمہ پر حملہ کیا تھا۔ یہ بد بخت حکمران ابرہہ اس علاقہ کا حکمران تھا۔ خداوند کریم نے اس کے لشکر کو ننھے ننھے پرندے ابابیل بھیج کر تباہ و برباد کر دیا تھا جس کا ذکر سورۃ فیل میں موجود ہے۔

حجاز مقدس کے ہمسایہ ممالک میں سب سے پہلے یمن کے حاکم (گورنر) باذان نے اپنے ہمراہیوں سمیت اسلام قبول کیا تھا۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس گورنر باذان کی بہت تعریف فرمائی تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ اقدس میں یمن کے جنوبی حصے پر جو حکومت قائم تھی وہ تاریخ میں حمیر کے نام سے موسوم ہے۔ حمیر کی حکومت کی صدیوں تک یمن کی عظیم الشان سلطنت رہی ہے۔ مگر اسلام کے آغاز سے ہی یہ حکومت بہت سی چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم ہوگئی تھی۔ حمیر کے حکمران مذہب کے اعتبار سے عیسائی تھے۔

آجکل ریاست یمن ان تمام خطوں پر مشتمل نہیں ہے جو نبوت کے زمانے میں اس ریاست کا جزو خیال کیے جاتے تھے۔ آجکل یمن کی ریاست عرب کے مغربی گوشے میں واقع ہے۔ موجودہ ریاست پانچ سو میل لمبی اور پونے تین سو میل چوڑی ہے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عیاش بن ربیعہ مخزومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا سفیر بنا کر یمن کی ریاستوں کے حکمرانوں کے نام مکتوبات مقدسہ ارسال فرمائے۔ جن کے مضامین یہ تھے۔

مکتوب اقدس کا اردو ترجمہ

''اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے''۔

''محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف سے حارث وغیرہ کے نام''۔

''آپ لوگوں پر اس وقت تک سلامتی ہو جب تک آپ لوگ اللہ اور اسکے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ایمان رکھیں۔ بیشک اللہ وہ ذات ہے جو یکتا ہے اور جس کا کوئی شریک نہیں۔ اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو معجزات دے کر بھیجا اور عیسیٰ علیہ السلام کو اپنے کلمے سے پیدا کیا مگر یہود کہتے ہیں کہ عزیر (علیہ السلام) خدا کے بیٹے ہیں۔ جبکہ عیسائی کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں اور تین میں سے ایک ہیں''۔

محمد رسول اللہ

(طبقات ابن سعد جلد 3 صفحہ 32)

(حضرت عیاش رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ شاہان حمیر نے مکتوب گرامی سنا اور بخوشی اسلام قبول کر لیا اور دربار رسالت میں اپنا وفد روانہ کیا)۔

(45) حمیر کے شاہان کے نام دوسرا فرمان اقدس

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عیاش بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا سفیر بنا کر دعوت اسلام

کے بارے میں نامہ مبارک دے کر حمیر کے شاہان کے پاس بھیجا جس کے جواب میں ان خوش قسمت لوگوں نے دعوت حق کو قبول کر لیا اور دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کے قبول اسلام کا سن کر اظہار محبت و مسرت فرمایا اور پھر ان لوگوں کو زکوٰۃ اور جزیے کے بارے میں تمام مسائل تفصیل سے تحریر فرما کر ارسال فرمائے جو کہ یہ ہیں۔

اردو ترجمہ فرمان اقدس

''اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے''۔

''محمد النبی اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف سے شاہان حمیر کے نام''۔

''السلام علیکم!''

''میں اس خدا کی حمد بیان کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ آپ کے قاصد اس وقت میرے پاس پہنچے جب میں روم سے واپس آیا۔ انہوں نے آپ کا پیغام مجھے پہنچایا۔ آپ لوگوں کی مشرکین سے جنگ کی تفصیل اور وہاں کے حالات بیان کیے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں کو اپنی ہدایت سے سرفراز کیا۔ آپ لوگوں کو چاہیے کہ اللہ اور اسکے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی فرمانبرداری کو اپنے اوپر لازم کر لیں''۔

''آپ لوگ نماز پڑھتے رہیں، زکوٰۃ ادا کرتے رہیں، اور مال غنیمت میں سے اللہ اور اسکے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا پانچواں حصہ (خمس) ادا کرتے رہیں۔ اللہ کریم نے مسلمانوں کی املاک پر جو صدقہ مقرر کیا ہے وہ نہری اور بارانی زمینوں میں دسواں حصہ (عشر) اور چاہی زمینوں میں نصف عشر کے حساب سے ہے''۔

''زکوٰۃ میں ہر 40 اونٹوں پر ایک جوان اونٹنی اور تیس اونٹوں پر ایک نوجوان اونٹ، اور ہر پانچ اونٹوں پر ایک بکری اور دس اونٹوں پر دو بکریاں دی جائیں۔

ہر 40 بیلوں پر ایک جوان گائے اور ہر تیس گائے یا بیلوں پر ایک بچھڑا۔ ہر 40 بھیڑ بکریوں پر ایک جوان بکری یہ مویشیوں کی زکوٰۃ کا نصاب ہے۔ زکوٰۃ کا یہ نصاب اللہ نے مسلمانوں پر فرض کیا ہے جو اس سے زیادہ دے وہ اس کے لیے زیادہ ثواب کا باعث ہے۔

جو شخص صرف مقررہ تعداد ادا کرے اور اپنے اسلام کا اعلان کرے اور مشرکوں کے مقابلے میں مسلمانوں کی مدد کرے وہ مسلمان ہے۔ اس کو مسلمانوں کے تمام حقوق حاصل ہوں گے اور اسی طرح مسلمانوں کی ذمہ داریاں اس پر عائد ہوں گی۔ اس وعدے کو پورا کرنے میں ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ضمانت دیتا ہوں۔

جو یہودی اور نصرانی اسلام لائے اس کے ساتھ بھی یہی عمل ہوگا۔ جو شخص یہودی یا نصرانی مذہب پر قائم رہنا

چاہتا ہے اسکو تبدیلی مذہب کے لیے کسی حال میں مجبور نہیں کیا جائے گا۔ ہاں البتہ اس شخص کو جزیہ دینا ہوگا جس کی مقدار ہر بالغ شخص پر ایک دینار ہے۔ یا اسکے برابر قیمت یا اتنی ہی قیمت کا کپڑا۔ جو شخص یہ رقم اللہ اور اسکے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ادا کرے گا اسکی حفاظت کی ذمہ داری اللہ اور اسکے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ذمے ہے۔ اور جو شخص جزیہ دینے سے انکار کرے گا وہ اللہ اور اسکے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا دشمن سمجھا جائے گا''۔

(تاریخ طبری جلد 3 صفحہ 153)

(طبقات ابن سعد جلد 3 صفحہ 48)

(46) زرعہ ذی یزن کے نام فرمان اقدس

یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے قبیلے میں سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کو اسلام قبول کرنے پر خیر و برکت کی دعا سے نوازتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ''میرے لیے صدقہ لینا جائز نہیں ہے''۔ پھر ان لوگوں کے نام نامہ مبارک ارسال فرمایا جس میں ان لوگوں کو ہدایات دیتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

فرمان اقدس کا اردو ترجمہ

''اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے''۔

''محمد النبی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جانب سے زرعہ ذی یزن کے نام''!

''میں محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس بات کا اعلان کرتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اس کا بندہ اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہوں۔ جب آپ لوگوں کے پاس میرے سفیر یعنی حضرت معاذ بن جبل، حضرت عبداللہ بن زید، حضرت مالک بن عبادہ، حضرت عقبہ بن نمر اور حضرت مالک بن مرارہ (رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین) اور ان کے دیگر ساتھی پہنچیں تو آپ لوگوں پر لازم ہے کہ ان لوگوں کا خیر مقدم کریں۔ اپنی رعایا سے زکوٰۃ اور جزیہ وصول کرنے کے بعد اس وفد کے حوالے کریں۔

حضرت مالک بن مرارہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے مجھ سے بیان کیا کہ قبیلہ حمیر میں سب سے پہلے تم نے ہی اسلام قبول کیا ہے اور تم ہی مشرکین کے ساتھ جنگ کرتے رہے ہو۔ تمہارے اس نیک عمل پر میں تمہیں خیر کی بشارت دیتا ہوں اور آپ کو اپنی رعایا کے ساتھ حسن سلوک اور بھلائی کی تاکید کرتا ہوں۔ ان لوگوں کے ساتھ نہ تو خیانت کی جائے اور نہ ہی ان کی حمایت کو ترک کیا جائے۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سب امیر، غریب ادنیٰ و اعلیٰ کے لیے واجب الاطاعت واحترام ہیں۔

ان کے لیے اور ان کے اہل وعیال کے لیے صدقہ لینا جائز نہیں ہے۔ رعایا سے جو زکواۃ لی جاتی ہے وہ صرف اور صرف غریب، نادار اور مساکین کا حق ہے۔ زکواۃ ادا کرنے سے مسلمان کا باقی مال پاک ہو جاتا ہے۔

جو لوگ تمہارے پاس میرے سفیروں کی حیثیت سے آرہے ہیں یہ لوگ اپنے علم وعمل کے لحاظ سے میرے بہت ہی اچھے پیروکار ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ آپ کے لیے ہر احسن واچھے سلوک کے حقدار ہیں۔''

''والسلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ''

(مہر: اللہ رسول محمد)

(از: تاریخ طبری جلد 3 صفحہ 153، 154)

(1) امام الفقہاء معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عمرو بن اوس بن عائذ بن عدی بن کعب بن عمرو بن اُدی بن سعد بن علی بن اسد بن ساردة بن یزید بن جشم بن خزرج۔ قبیلہ خزرج۔ 36 سال کی عمر میں 18 ہجری میں بیت المقدس اور دمشق کے درمیان واقع مقام بیسان نہر اردن کے قریب وفات پائی شہر کے مشرقی طرف وہ مقدس مقام واقع تھا جہاں سے حضرت عیسیٰ آسمان پر اٹھا لئے گئے تھے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے 157 احادیث مروی ہیں۔

(2) حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن زید بن ثعلبہ بن عبدربہ بن ثعلبہ بن زید بن حارث بن خزرج۔ اذان کی حدیث ان سے مروی ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 127 احادیث روایت کی ہیں۔

(3) حضرت ابوموسیٰ اشعری عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن قیس بن سلیم بن حضار بن حرب بن عامر بن عنز بن بکر بن عامر بن عذر بن وائل بن ناجیہ بن الجماہر بن الاشعر بن ادد بن زید بن یشجب۔ یمن کے رہنے والے تھے۔ مکہ مکرمہ میں (بعض کے مطابق کوفہ میں) 44 ہجری میں وفات پائی) آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 360 احادیث روایت فرمائی ہیں۔

(47) سرداران عبابلہ حضرموت کے نام فرمان اقدس

جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے یمن حجاز مقدس کا ایک نہایت ہی اہم علاقہ تھا۔ حضرت موت کا شمار بھی یمن کے علاقہ میں ہوتا تھا۔ یہ علاقہ عرب کے انتہائی جنوب میں بحر عرب کے ساحل پر واقع ہے۔

سرکار دوالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے 8ھ یا 10ھ (631ء) اس علاقہ حضرموت میں اسلام کی تبلیغ کے لیے سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو روانہ فرمایا۔ ان حضرات کی شب وروز محنت اور دعوت حق کی تبلیغ کا یہ نتیجہ نکلا کہ ایک سال کے عرصے میں یمن کی تقریباً تمام آبادی حلقہ بگوش اسلام ہوگئی۔ علاقہ حضرموت کے ایک سردار کا نام وائل تھا۔

(اہم معلومات: مشہور زمانہ مورخ ابن خلدون (732ھ تا808ھ =1331ء تا1405ء) جو کہ فلسفہ تاریخ کا موجد تھا اسی وائل کی اولاد میں سے گزرا ہے)۔

وائل خدمت اقدس میں حاضر ہونے کے لیے اپنے گھر سے روانہ ہوا ادھر مدینہ منورہ میں فخر دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو یہ خوشخبری سنائی کہ ''عنقریب حضر موت کا ایک شہزادہ اللہ اور اسکے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی محبت سے سرشار خدمت میں حاضر ہونے کے لیے آرہا ہے''۔ خوشخبری اور پیشگوئی کے مطابق جب وائل حاضر خدمت ہوا تو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو بیشمار دعاؤں اور خیر وبرکت سے سرفراز فرمایا۔

وائل چند روز تک خدمت اقدس میں حاضر رہے۔ جب وہ رخصت لیکر واپس وطن جانے لگے تو آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری قوم کے لیے کچھ نصیحتیں ارشاد فرمائیں تاکہ میں ان لوگوں کو ان نصیحتوں سے باخبر کرسکوں جن پر عمل کرنے کے بعد میرے اہل قبیلہ دین ودنیا کی فلاح حاصل کریں۔

وائل کی درخواست پر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمان رسالت تحریر کرنے کا حکم فرمایا۔ اس نامہ مبارک میں نماز اور زکوٰۃ کی ادائیگی پر بڑا زور دیا گیا اور ساتھ ہی مویشیوں کی زکوٰۃ کے مسائل واحکام بھی بیان فرمائے۔

فرمان رسالت کا اردو ترجمہ

''اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے''،

''محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف سے سرداران عباہلہ کے نام''۔

''آپ لوگوں کو چاہیے کہ نماز پڑھتے رہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے رہیں۔ ہر صاحب نصاب کی طرف ان جانوروں کی زکوٰۃ ادا کرنا ضروری واجب ہے جو سال کے اکثر حصے میں چراگاہوں میں چرتے رہے ہیں۔ زکوٰۃ کی ادائیگی کے سلسلے میں نہ تو خلاط ووراط درست ہے اور نہ ہی شفار وسناق اور جلب وجنب۔

آپ لوگوں کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ اسلامی لشکر کی مدد کے لیے سامان رسد کا بندوبست کریں اور ہر دس آدمیوں کے گروہ پر ایک اونٹ کے وزن کی مقدار غلہ ضروری ہے۔ ان ہدایات واحکامات کے باوجود جو شخص اپنی حیثیت کو چھپائے وہ اس طرح مال چھپا و بچا کر سود خور کی طرح ہو جائے گا''۔

(ضروری وضاحت: اسلامی فقہی اصطلاحوں میں مویشیوں کی زکوٰۃ کے سلسلے میں یہ چھ اصطلاحیں رائج ہیں۔ پہلی چار اصطلاحوں کے معنی یہ ہیں کہ زکوٰۃ سے بچنے یا اس میں کمی کے لیے زکوٰۃ وصول کرنے والے کو فریب دینا جبکہ آخری دو

اصطلاحوں کا تعلق زکوۃ وصول کرنے سے ہے)۔
ایک دوسرے فرمان میں زکوۃ کی شرح اور بدکاری کرنے والے کی سزا کا حکم بیان فرمایا جو کہ یہ ہے۔

(48) اردو ترجمہ دوسرا فرمان مقدس

''خدا کے نام سے جو رحمٰن ورحیم ہے''۔
''اہل عباہلہ یادرکھیں
1: زکوۃ میں ہر چالیس بکریوں پر ایک متوسط درجے کی بکری دینا فرض ہے۔
2: وہ چیزیں جو زمین سے نکالی جاتی ہیں ان کا پانچواں حصہ بطور زکوۃ دینا ہے۔
3: جو شخص کسی کنواری لڑکی سے زنا کا مرتکب ہوگا اس شخص کو سو کوڑے مارے جائیں اور اسے ایک سال کے لیے وطن بدر کر دیا جائے۔ اسکے برعکس جو شخص کسی منکوحہ عورت سے زنا کا مرتکب ہو اس کو پتھروں سے رجم (سنگسار) کر دیا جائے گا۔
4: اللہ کریم کی طرف سے جو فرائض مقرر کیے گئے ہیں۔ ان میں ہرگز کسی قسم کی شرم یا سستی کا ثبوت نہ دیا جائے۔
5: مسلمانوں پر ہر قسم کی نشہ آور چیز حرام ہے۔
6: وائل بن حجر کو حضرموت کے تمام لوگوں کا حاکم مقرر کیا گیا ہے''۔

(رسالہ نبویہ صفحہ 295،297)

(49) وائل بن حجر کے نام فرمان اقدس

وائل بن حجر نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ:۔
''میری بہت سی جائیداد پر میرے عزیزوں نے غاصبانہ قبضہ کر رکھا ہے''
سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔
''میں تمہاری طلب سے زیادہ تمہیں دوں گا''۔
یہ فرما کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حسب ذیل فرمان تحریر کرنے کا حکم فرمایا:۔

اردو ترجمہ فرمان اقدس

''اللہ کے نام سے جو رحمٰن ورحیم ہے''۔

''اللہ کے نبی محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جانب سے وائل بن حجر کے نام''۔

''چونکہ تم حلقہ بگوش اسلام ہو گئے ہو لہٰذا میں تمہارے تمام مقبوضات اور قلعے تمہاری ہی ملکیت میں چھوڑتا ہوں۔تم بدستور ان سب کے مالک ہو۔البتہ تمہیں پیداوار کا دسواں حصہ دینا ہوگا۔تقسیم کا فیصلہ دو منصف مل کر کیا کریں گے۔اس کا انتظام کر دیا جائے گا کہ تم پر تا قیام دین کسی قسم کا ظلم نہ ہو۔اللہ کا نبی اور تمام مسلمان اس معاملے میں تمہارے مددگار رہیں''۔

(ضروری وضاحت: حضرموت پہنچ کر حضرت وائل بن حجر ربیعہ بن وائل بن یعمر حضری کا دل بہت جلد شاہانہ کروفر سے سیر ہو گیا اور انہوں نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی کو اپنا طرہ امتیاز بنا لیا اور اس طرح جلیل القدر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی فہرست میں شمار ہوئے۔ان سے بہت سی حدیثیں مروی ہیں۔انہوں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں وفات پائی)۔

(طبقات ابن سعد جلد 3 صفحہ 35،79)

(بلاغ مبین صفحہ 209،211)

(50) گورنر معان کے نام فرمان اقدس

اس وقت گورنر (حاکم) معان بہت شہرت رکھتا تھا جس کا نام فردہ تھا۔معان جزیرۃ العرب کے شمال مغرب میں عقبہ سے اسی (80) کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے۔آج کل یہ علاقہ شرق اردن میں شامل ہے۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعلان نبوت کے وقت اس جگہ کا حاکم معان رومی تھا۔یہ علاقہ اس وقت بازنطینی حکومت کے زیر اثر تھا جس کا دارالحکومت قسطنطنیہ (استنبول ترکی) تھا۔قیصر روم ہرقل جو کہ مذہباً عیسائی تھا اس نے اپنی طرف سے فردہ کو اس جگہ کا گورنر مقرر کیا ہوا تھا۔جب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت حقانیت اور عرب کے اطراف میں موجود حکمرانوں کے نام مکتوب مبارک ارسال کرنے کا حال فردہ تک پہنچا تو وہ اس دین حق کی سچائی اور آپ کے اخلاق وعادات کے بارے میں تحقیق کرنے کے بعد غائبانہ آپ پر ایمان لے آئے تھے۔فردہ نے ایک شخص مسعود بن سعد کو اپنی طرف سے ایک خط بنام فخر دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور بہت سے تحائف دے کر خدمت اقدس میں مدینہ منورہ بھیجا۔

فردہ کا خط پڑھ کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس خط کے جواب میں فردہ کو نامہ مبارک تحریر فرمایا۔

اردو ترجمہ فرمان اقدس

''اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے''۔

''اللہ کے رسول محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جانب سے''۔

''فردہ بن عمرو حاکم معان کے نام''۔

''میرے پاس آپ کا قاصد پہنچا آپ کا خط اور دیگر تمام تحائف اس نے مجھ تک پہنچا دیئے۔ قاصد نے آپ کے تمام حالات مجھے بتائے اور آپ کے اسلام لانے کا مژدہ بھی سنایا''

''اللہ کریم نے آپ کو اپنی ہدایت سے سرفراز کیا ہے۔ اگر آپ اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اطاعت کرتے رہے اور ان کے خیر خواہ رہے۔ نماز پڑھتے رہے۔ زکواۃ ادا کرتے رہے تو یہ اللہ کریم کی سب سے بڑی نعمت ہے اور یاد رکھیں اللہ نے آپ کو اپنی سب سے بڑی ہدایت سے سرفراز فرمایا ہے''۔

اللہ
رسول
محمد

(طبقات ابن سعد جلد 3 صفحہ 31)

(المواہب لدنیہ جلد 2)

حضرت فردہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی شہادت

قیصر روم ہرقل کو جب علم ہوا کہ اسکی طرف سے معان کے مقرر کردہ گورنر حضرت فردہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اسلام قبول کر لیا ہے تو قیصر نے انہیں اپنے دربار میں طلب کیا اور نہایت سختی سے ان کے اسلام لانے کے بارے میں سوالات کئے اور ساتھ ہی کہا کہ اگر تم اپنی حکمرانی پر برقرار رہنا چاہتے ہو تو اسلام کو چھوڑ دو۔ مگر حضرت فردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اسلام کی طاقت اور دین حنیف کا ایسا نشہ طاری تھا کہ انہوں نے نہایت دلیری سے قیصر کو جواب دیا کہ میں تو اب سچے دین کو اختیار کر چکا ہوں اس لئے مرتے دم تک اسی پر قائم رہوں گا۔

قیصر نے حکم دیا کہ ان کو جیل بھیج دیا جائے جب کچھ عرصہ تک جیل کی سختیاں بھی ان کے عزم و استقلال کو کمزور نہ کر سکیں تو قیصر نے آپ کے قتل کا حکم دے دیا۔ اس طرح حضرت فردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہایت عزم اور ہمت اور خاموشی سے جذبہ ایمان کی حرارت کے ساتھ جام شہادت نوش فرمایا آخری وقت میں ان کی زبان پر جو شعر تھا اس کا ترجمہ تحریر کیا جا رہا ہے۔

ترجمہ شعر

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک میری یہ خبر پہنچا دو کہ اپنے رب کے لیے میری ہڈیاں تک مطیع اور فرمانبردار رہی ہیں"۔

(طبقات ابن سعد جلد 3 صفحہ 31 وصفحہ 83 وغیرہ)

(51) عمرو بن حزم انصاری گورنر یمن کے نام فرمان اقدس

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنی حارث کے وفد کو مدینہ منورہ میں طلب فرمایا تھا۔ جب یہ وفد دربار رسالت میں حاضر ہوا تو ان کو دیکھ کر حضور اکرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "یہ کون لوگ ہیں جو بظاہر ہندوستانی لوگ معلوم ہوتے ہیں"۔

(تاریخ طبری جلد 3 صفحہ 156، طبقات ابن سعد جلد 3 صفحہ 72)

سرکار دو عالم ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس سوال کے جواب میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے عرض کیا یہ وہی بنی حارث کے لوگ ہیں جن کو آپ علیہ السلام نے طلب فرمایا تھا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کا جواب سن کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفد کے ہر رکن کو دس دس اوقیہ چاندی بطور انعام عطا فرمائی۔

(نوٹ: اوقیہ کا وزن 40 درہم کے برابر ہوتا تھا جبکہ درہم وزن میں تین ماشے سے کچھ زیادہ ہوتا ہے)۔

وفد کے ساتھ گفتگو کے بعد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنی حارث کی تعلیم کے لیے حضرت عمرو بن حزم انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مامور فرمایا۔ پھر حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ وہ بنی حارث کے لیے ایک تحریر لکھیں۔ اس تحریر میں عام نصیحتوں کے علاوہ نماز، زکوٰۃ، حج، عمرہ، عشر، جہاد اور مال غنیمت وغیرہ کے احکام دیوانی اور فوجداری ضوابط، نسل پرستی کی مخالفت اور حکمرانی کرنے کے آداب کے بارے میں بہت سے احکامات تحریر کروائے۔ آپ نے حضرت عمرو بن حزم انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہدایت فرمائی کہ "وہ لوگوں کے ساتھ ہمیشہ نرمی سے پیش آئیں انصاف کو ہر وقت دستور العمل کے طور پر استعمال کریں۔ محصول اور دیگر جزیہ وزکوٰۃ وغیرہ نہایت نرمی سے وصول کریں اور کسی شخص کو مذہب بدلنے کے لیے ہرگز ہرگز مجبور نہ کریں۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو مقدس دستاویز تیار کرائی اس کا مضمون یہ تھا۔

مقدس دستاویز کا اردو ترجمہ

"اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے"۔

''اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے یہ تحریر عمرو بن حزم انصاری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو یمن روانہ کرتے وقت عطا کی گئی''۔

''ارشاد خداوندی ہے''۔ سورۃ المائدہ آیت 1۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ أَوْفُوا۟ بِٱلْعُقُودِ ۚ أُحِلَّتْ لَكُم بَهِيمَةُ ٱلْأَنْعَٰمِ إِلَّا مَا يُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّى ٱلصَّيْدِ وَأَنتُمْ حُرُمٌ ۗ إِنَّ ٱللَّهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيدُ ①

ترجمہ: ''اے ایمان والو! اپنے عہد و پیمان کو پورا کرو۔ تمہارے لئے حلال ہوئے بے زبان مویشی مگر وہ جو آگے سنایا جائے گا تم کو لیکن شکار حلال نہ سمجھو جب تم احرام میں ہو۔ بے شک اللہ حکم فرماتا ہے جو چاہے۔''

''میں ان لوگوں کو تاکید کرتا ہوں کہ وہ ہر معاملے میں اللہ سے ڈرتے رہیں۔ اس لیے کہ خداوند کریم کا ارشاد ہے''۔ سورۃ النحل آیت 128۔

إِنَّ ٱللَّهَ مَعَ ٱلَّذِينَ ٱتَّقَوا۟ وَّٱلَّذِينَ هُم مُّحْسِنُونَ ﴿١٢٨﴾

ترجمہ: بے شک اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو اس سے ڈرتے ہیں اور نیکی اختیار کرتے ہیں''۔

''میں نے اپنے مقرر کردہ حاکم حضرت عمرو بن حزم انصاری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو ہدایت کی ہے کہ وہ اللہ کے حکم کے مطابق اسکے حق کو وصول کریں۔ لوگوں کے ساتھ نیکی سے پیش آئیں اور ان کو نیک کاموں کا حکم دیں۔ قرآن کریم کی تعلیم ان لوگوں کو دیں اور ارکان اسلام انہیں سمجھائیں۔ قرآن کریم کو صرف وہ ہی ہاتھ لگائے جو پاک ہو۔ لوگوں کو برائی سے روکا جائے اور انہیں حقوق و فرائض سے مکمل آگاہ کیا جائے۔ لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہوئے ان کے ساتھ نرمی کی جائے۔ مگر جو شخص ظلم اور زیادتی کرے اس پر سختی کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھائی جائے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ خود بھی ظلم کو پسند نہیں کرتا۔ اس نے تو ظلم کو سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے۔ خداوند کریم ظالم لوگوں پر لعنت بھیجتا ہے۔ لوگوں کو جنت میں جانے والے طریقے بتائے جائیں اور ان برے کاموں سے روکا جائے جو لوگوں کو دوزخ میں پہنچانے والے ہیں۔ تمام لوگوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا چاہیے تاکہ وہ دین کے تمام ارکان اچھی طرح سمجھ لیں۔ حج ادا کرنے کے تمام ارکان تفصیل کے ساتھ بتائے جائیں۔ سنت اور فرض کھول کھول کر بیان کئے جائیں۔ حج اور عمرہ کے تمام ارکان لوگوں کے سامنے تفصیل سے کھول کر بیان کئے جائیں''۔

''لوگوں کو ایسا کپڑا پہن کر نماز ادا کرنے سے روکا جائے جس سے پورا انسانی جسم ڈھکا ہوا نہ ہو اور پھر نماز کے دوران شرم گاہوں کے مقامات کے کھل جانے کا اندیشہ ہو۔ وضو کے تمام احکامات مکمل تفصیل سے بیان کئے جائیں۔ ان کو مقررہ وقت میں نماز ادا کرنے کا حکم دیا جائے مزید ان لوگوں کو ہدایت کی جائے کہ رکوع کو حسب حکم پورا

ادا کیا جائے۔ نماز ادا کرتے وقت دل میں رقت طاری ہو۔ نماز فجر کو علی الصبح ادا کیا جائے۔ ظہر کی نماز دوپہر کو جب سورج ڈھل جائے تو ادا کی جائے جبکہ عصر کی نماز اس وقت پڑھی جائے جب سایہ ٹیڑھا ہو جائے مغرب کی نماز سورج غروب ہونے کے بعد فوراً ادا کی جائے۔ آسمان پر ستاروں کے نمودار ہونے کا انتظار نہ کیا جائے عشا کی نماز رات کے اول حصہ میں ادا کی جائے اور یہ نمازوں کی سب سے آخری نماز ہے''۔

''ان لوگوں کو اجتماعی نماز جمعہ ادا کرنے کا حکم دیا جاتا ہے جب نماز جمعہ کی پہلی اذان ہو جائے تو نماز ادا کرنے کے لیے تیزی کے ساتھ مساجد کی طرف روانہ ہو جانا چاہیے۔ اس نماز کو ادا کرنے سے پہلے غسل کر لینا چاہیے جو کہ نہایت ہی احسن ہے''۔

''اللہ کریم نے جو مال غنیمت تمہیں عطا کیا ہے اس میں سے خمس (پانچواں حصہ) اللہ کے لیے ادا کیا جائے ہر مسلمان سے زمین کی پیداوار پر بقدر عشر یعنی (دسواں حصہ) بطور لگان وصول کیا جائے۔ عشر کی ادائیگی ان زمینوں کے لیے ہے جو بارش یا چشمے کے پانی سے سیراب ہوتی ہو لیکن جو زمین ڈول یعنی کنویں کے پانی سے سیراب ہوتی ہو اس پر عشر کی وصولی نصف یعنی (بیسواں حصہ) ہے''۔

''مویشیوں کے معاملے میں دس اونٹوں پر دو بکریاں لی جائیں۔ بیس اونٹوں پر چار بکریاں جبکہ چالیس گائیوں پر ایک گائے اور تیس گائیوں پر ایک بچھڑا لیا جائے گا۔ چالیس بکریوں پر ایک بکری وصول کی جائے گی''۔

''مذکورہ مقدار اللہ کریم کی طرف سے مسلمانوں پر بطور زکوٰۃ کے فرض کی گئی ہے جو اس مقررہ تعداد سے زیادہ دے گا وہ زیادہ اجر و ثواب کا حقدار ہوگا''۔

''اگر کبھی جنگ چھڑ جائے تو لوگ قبائل یا خاندان کا واسطہ دے کر ایک دوسرے کو اپنی مدد کے لیے ہرگز نہ بلائیں۔ اگر کسی کی مدد کی جائے تو وہ صرف اور صرف اللہ وحدہٗ لاشریک کی رضا کے لیے کی جائے۔ جو شخص خداوند کریم کی بجائے محض قبیلے یا خاندان کی عزت و ناموس اور نام پر لوگوں کو جنگ کی دعوت دے ایسے ظلم و فساد برپا کرنے والے کو ختم کر دیا جائے اور اسکی کسی حال میں بھی حوصلہ افزائی نہ کی جائے''۔

''جنگ کے لیے دعوت صرف خداوند کریم جو کہ واحد ہے اس کے لیے ہے جو یہودی یا عیسائی اپنی مرضی سے دائرہ اسلام میں داخل ہو اور خلوص دل سے مسلمان ہو جائے اللہ کے دین حق کو قبول کرے وہ مسلمان ہے اسکے تمام حقوق و فرائض وہی ہوں گے جو دوسرے کلمہ گو مسلمان کے ہیں''۔

''جو شخص اپنے سابقہ مذہب یعنی یہودی یا عیسائیت پر قائم رہنا چاہے اسے ہرگز مذہب بدلنے کے لیے کسی حال میں بھی مجبور نہ کیا جائے۔ بلکہ اسکے ہر عاقل و بالغ فرد پر ایک دینار جزیہ مقرر کیا جائے جو سالانہ نقد یا جنس کی شکل میں وصول کیا جائے۔ ایک دینار کی قیمت کا کپڑا بھی بطور جزیہ وصول کیا جا سکتا ہے۔ جو شخص اس رقم یعنی ایک دینار جزیہ دینے سے انکار کرے ایسے شخص کو اللہ اور اسکے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور دیگر تمام مسلمانوں کا دشمن سمجھا

جائیگا"۔

(تاریخ طبری جلد 3 صفحہ 156-157)

(طبقات ابن سعد جلد 3 صفحہ 72)

(فتوح البلدان جلد 1 صفحہ 70)

اہم معلومات

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمرو بن حزم انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بنی حارث کی طرف اپنا سفیر اور وہاں کا حاکم مقرر فرما کر روانہ کیا تھا۔ حضرت عمرو بن حزم انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال کے بعد سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ دستاویز مقدسہ ان کے پوتے قاضی ابوبکر بن محمد بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس محفوظ رہی۔ عہد فاروقی میں سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس دستاویز کو نہ صرف اپنے پاس محفوظ رکھا بلکہ بہت بڑا کام یہ کیا کہ اکیس دوسری دستاویزات نبوی جو بنی عادیا، بنی عریض کے یہودیوں، تمیم داری، قبائل جہنیہ وجذام، طے وثقیف وغیرہ کے نام ارسال کی گئی تھیں اکٹھی فرما کر ایک کتابی مجموعہ کی شکل میں محفوظ کرلیں۔ یہ کتاب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیاسی وسرکاری دستاویزات کا پہلا مجموعہ قرار دی جاسکتی ہے۔ یہ مجموعہ ابن طولون کی تالیف اعلام السائلین میں ضمیمہ کے طور پر چھپ چکا ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے عہد خلافت (99ھ تا 101ھ) میں جب تدوین حدیث کا کام شروع کیا تو انہوں نے حضرت عمرو بن حزم انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن زید بن لوذان بن عمرو بن عبد مناف بن غنم بن مالک بن نجار۔ قبیلہ نجار۔ 51 ہجری میں مدینہ منورہ میں وفات پائی) کے انہی پوتے حضرت قاضی ابو بکر بن محمد بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمات حاصل کیں۔ اور ان کو تدوین حدیث کے کام پر مامور فرمایا۔ اسکے علاوہ جب حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ (بن مروان بن حکم بن العاص بن امیہ بن عبدشمس اموی۔ والدہ کا نام اُم عاصم تھا یہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند عاصم کی صاحبزادی تھیں۔ اس طرح عمر بن عبدالعزیز کی رگوں میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خون بھی شامل ہوگیا۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ مروان جیسے بدنام شخص کی نسل سے عمر بن عبدالعزیز جیسا مجدّد ملت پیدا ہوا۔ احادیث نبوی کی تدوین ان کا بہت بڑا کارنامہ ہے) کو صدقات کے سلسلے میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام کی ضرورت پیش آئی تو انہوں نے انہی دستاویزات سے رجوع کیا اور احکامات صدقات ملک میں رائج فرمائے۔

(صحیح بخاری شریف کتاب العلم ودار قطنی صفحہ 210)

(52) مہری بن الابیض کے نام فرمان اقدس

قبیلہ مہرہ کا ایک وفد مہری بن الابیض کی قیادت میں بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبیلہ مہرہ کو ان کی حفاظت اور املاک کی بحالی کا اطمینان دلا کر اخلاقی اور شرعی احکامات کی ہدایت فرماتے ہوئے خلاف ورزی کرنے والے کی سرزنش فرمائی ہے اور جانوروں کو پیاسا نہ رکھنے کی تاکید کی گئی ہے۔ ان کو جو فرمان رسالت لکھ کر عنایت فرمایا اس کے الفاظ یہ تھے۔

اردو ترجمہ فرمان اقدس

''اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے''

1. ''قبیلہ مہرہ کے مومنین کی آبادیوں کو ویران اور برباد نہیں کیا جائے گا۔ نہ ان پر حملہ کیا جا سکے گا اور نہ ان سے جنگ کی جائے گی۔
2. ان لوگوں کے لیے شریعت کے احکامات پر عمل کرنا لازمی ہے۔
3. گری پڑی چیز اس کے مالک کو دینا ہوگی۔
4. مویشیوں کو پیاسا نہ رکھا جائے۔
5. نافرمانی، بدکلامی اور خوں ریزی سے بچنا چاہیے۔
6. جو شخص ان امور کی پابندی کرے گا وہ اللہ اور رسول (علیہ السلام) کی ذمہ داری میں ہوگا اور خلاف ورزی کرنے والا گویا اللہ سے جنگ کرنے والا سمجھا جائے گا''۔

محمد رسول اللہ

(طبقات ابن سعد جلد 3 صفحہ 34)

(53) سرداران یمن کے نام فرمان مقدسہ

جیسا کہ گزشتہ نامہ مبارک میں بیان ہو چکا ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب عمرو بن حزم انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن کا عامل (گورنر) بنا کر روانہ کیا تو یمن میں پہلے سے ہی موجود اپنے صحابہ حضرت شرجیل اور حضرت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ کے نام بھی ایک فرمان مبارک بھیجا جس میں ان حضرات گرامی کو اسلام کے فرائض، پیداوار پر مقدار عشر، مویشیوں کی زکوٰۃ کے حساب اور دیگر ضروری امور دین کے مسائل تحریر فرما کر

ارسال کئے۔اس فرمان مبارک کا مضمون یہ تھا۔

فرمان مقدسہ کا اُردو ترجمہ

''اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے''

''محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جانب سے شرجیل اور حارث (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) وغیرہ کے نام! آپ لوگوں کا قاصد آپ کی طرف سے بھیجے ہوئے مالِ غنیمت کا خمس لے کر میرے پاس پہنچا۔

اللہ کریم نے مسلمانوں پر زمین کی بارانی پیداوار اور باغات کے پھلوں پر عُشر (دسواں حصہ) اپنا حق مقرر فرمایا ہے۔لیکن جو کھیت اور باغ مصنوعی طریقے آبپاشی سے پیداوار دیتے ہیں۔اس پیداوار پر عشر نصف یعنی (بیسواں حصّہ) مقرر فرمایا ہے۔مگر اس میں شرط یہ ہے کہ ہر دو صورتوں میں پیداوار پانچ وسق ہو۔(وسق عربی زبان میں وزن کا نام ہے جو ساٹھ صاع کا ہوتا ہے اور ایک صاع 270 تولے وزن کے برابر ہوتا ہے)۔

اُونٹ اور بکریوں کی زکوٰۃ کا نصاب یُوں ہے:

1: سرسبز چراگاہوں میں چرنے والے ہر پانچ اور اس سے زیادہ چوبیس اونٹوں کے عوض ایک بکری بطورِ زکوٰۃ دی جائے گی

2: پچیس(25) اونٹوں سے لیکر 35 اونٹوں کی تعداد تک اونٹنی کا وہ بچہ بطورِ زکوٰۃ دیا جائے گا جو عمر کے دوسرے سال میں داخل ہو چکا ہو (عربی زبان میں اس اونٹنی کے بچے کو بنتِ مخاض کہتے ہیں)

3: چھتیس(36) اونٹوں سے لے کر پینتالیس(45) اونٹوں کی تعداد تک اونٹنی کا وہ بچہ بطورِ زکوٰۃ دیا جائے گا جو عمر کے تیسرے سال میں داخل ہو چکا ہو۔(عربی زبان میں ایسے بچے کو بنتِ لَبُون کہا جاتا ہے)

4: چھیالیس(46) اونٹوں سے لے کر ساٹھ(60) اونٹوں تک وہ اونٹ یا اونٹنی جو عمر کے چوتھے سال میں داخل ہو چکی ہو بطورِ زکوٰۃ دی جائے گی (عربی زبان میں اسکو حقّہ کہا جاتا ہے)۔

5: اکسٹھ(61) اونٹوں سے لے کر نوّے(90) اونٹوں تک وہ اونٹ یا اونٹنی بطورِ زکوٰۃ دی جائے گی جسکی عمر پانچ سال کے قریب ہو۔(عربی زبان میں اس کو جذعہ کہا جاتا ہے)۔

6: اکانوے(91) سے ایک سو بیس(120) اونٹوں کی تعداد تک دو حقّے زکوٰۃ میں دیئے جائیں گے۔

7: 120 اونٹوں سے زیادہ کی تعداد پر ہر چالیس کی زیادتی یعنی 160 اونٹوں تک یا اس سے زیادہ

اور 120 سے کم تعداد پر ایک بنت لبون یعنی وہ بچّہ جو عمر کے تیسرے سال میں داخل ہو چکا ہو بطورِ زکوٰۃ دیا جائے گا اور یوں ہر پچاس اونٹوں کے بڑھ جانے پر ایک حِقّہ مقرّر رہے۔ (حقہ اونٹ کے اس بچّے کو کہا جاتا ہے جو عمر کے چوتھے سال میں داخل ہو چکا ہو)۔

8: جو بکریاں چراگاہوں میں چرتی ہیں اگر ان کی تعداد 40 سے لیکر 120 تک ہے تو ان پر ایک جوان بکری کی زکوٰۃ ہے۔

9: 121 سے لیکر 200 بکریوں کی تعداد پر 2 بکریاں بطور زکوٰۃ ہیں۔

10: اگر بکریوں کی تعداد 201 سے لیکر 300 تک ہے تو تین بکریاں بطور زکوٰۃ ہوں گی اور پھر ہر سو بکریوں کی تعداد پر زکوٰۃ کے طور پر دی جانے والی بکری بحساب بڑھتی جائے گی۔

11: زکوٰۃ کے طور پر بے کار اور بوڑھے جانور ہرگز نہ دیئے جائیں۔

12: دو شخص اپنے جانوروں کو آپس میں نہ ملالیں تا کہ وہ زکوٰۃ سے بچ جائیں۔ اور نہ ہی متفرق کیا جائے۔

13: چاندی کے ہر پانچ اوقیہ پر پانچ درہم زکوٰۃ فرض ہے۔ پانچ اوقیہ سے کم پر زکوٰۃ نہیں ہے (اوقیہ 40 درہم کا ہوتا ہے اور درہم تقریباً تین ماشے سے کچھ زیادہ ہوتا ہے)

14: پانچ اوقیہ سے زائد پر ہر 40 درہم کے اوپر ایک درہم مزید زکوٰۃ وصول کی جائے گی۔

15: سونے کے سلسلے میں ہر 40 دینار پر ایک دینار زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے (دینار سونے کے ایک سکّے کا نام ہے جسے موجودہ زمانے میں پونڈ کے مساوی مانا جاتا ہے)۔

16: محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور آپ کی اہل بیت کے لیے صدقہ اور زکوٰۃ لینا جائز نہیں ہے۔ یہ صرف غریبوں اور مسافروں کے لئے جائز ہے۔

17: خداوند کریم کے ساتھ شرک کرنا، مسلمانوں کو بے گناہ قتل کرنا جہاد سے بھاگنا، والدین کی نافرمانی کرنا۔ کسی بے گناہ پر تہمت لگانا، جادو سکھانا یا کسی سے سیکھنا، سود لینا، یتیم کا مال کھانا، اللہ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ ہے۔

18: ایک ایسے کپڑے میں جس سے پورا بدن ڈھک نہ سکے ایسے کپڑے پہن کر نماز پڑھی جائے نیز بالوں کا جُوڑا باندھ کر نماز پڑھنا جائز نہیں۔

19: بیت اللہ کا عمرہ حجِ اصغر ہے۔

20: کوئی مسلمان اگر قرآن کریم کی تلاوت کرنا چاہے تو اس کے لئے حکم ہے کہ وہ قرآن کریم کو وضو کے بغیر ہاتھ نہ لگائے۔ گویا وضو کرنا ضروری ہے۔

21: نکاح سے پہلے طلاق نہیں دی جاسکتی۔ اس طرح اگر کوئی غلام کو آزاد کرنا چاہے تو پہلے اس شخص کو غلام خریدنا پڑے گا یہ نہیں ہوسکتا کہ غلام خریدے بغیر ہی کہہ دے کہ میں نے فلاں غلام خریدنے کی نیت کی اور اُسے آزاد کردیا۔

22: جو شخص کسی مومن کو قتل کرے گا تو قاتل سے قصاص لیا جائے گا۔ لیکن اگر مقتول کے ورثاء خوں بہا یعنی (دیت) لینے پر رضا مند ہو جائیں تو ایسے ایک قتل کی دیت سو اونٹ دیئے جائیں گے۔ آنکھوں، ہونٹوں، کمر، زبان اور شرمگاہ کی بھی یہی دیت ادا کرنا ضروری ہے۔

23: ایک پاؤں کی دیت 50 اونٹ ہیں۔ ماموعہ کی بھی یہی دیت ہے (ماموعہ عربی زبان میں سر کے اس زخم کو کہتے ہیں جو جھلی تک پہنچ جائے) جائفہ کی دیت ایک تہائی ہے۔ (جائفہ عربی زبان میں پیٹ کے زخم کو کہتے ہیں)۔ اس ضرب کی دیت جو لکڑی سے لگائی گئی ہو اسکی دیت پندرہ اونٹ ہے۔ ہاتھ اور پیر کی انگلیوں میں سے ہر انگلی کی دیت دس اونٹ ہیں۔ انسانی دانت ٹوٹ جانے یعنی توڑ دینے کی دیت پانچ اونٹ ہے۔

موضحہ کی دیت پندرہ اونٹ ہیں۔ (موضحہ سر کے اس زخم کو کہتے ہیں جس سے سر کی ہڈی ظاہر ہو جائے)۔

عورت کے قصاص میں بھی قاتل کو چاہے وہ مرد ہو یا عورت قتل کیا جائے گا:۔

مذکورہ قانون صرف عام لوگوں کے لئے ہیں اگر کوئی مالدار شخص ایسے جرم کا مرتکب ہو جائے تو اس سے ان چیزوں کے اوپر ایک ہزار دینار بھی وصول کئے جائیں گے''۔

(از: المغرب جلد اوّل صفحہ 100)

(رسالاتِ نبویہ صفحہ 155، 158 بحوالہ مستدرک وحاکم)

(المواہب لدنیہ جلد 1 صفحہ 133 وغیرہ)

یمن کی تاریخی حیثیت

حضور خاتم النبیین سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمرو بن حزم انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب یمن کے علاقے کے لئے سفیر و مبلغ اسلام کی حیثیت سے روانہ کیا تو آپ نے انتہائی اہم اور تاریخی نوعیت کا ایک عہد نامہ تحریر کروایا تھا۔ اسے درج کرنے سے قبل یہاں پر یمن کی تاریخی اہمیت کا تذکرہ ضروری معلوم ہوتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت کے مطابق جب مکہ کے لوگ کثرت آبادی کی وجہ سے یا ایک دوسری

روایت کے مطابق عرب باشندے مختلف علاقوں میں بٹ گئے تو ان میں سے جو لوگ دائیں جانب کو گئے اسے یمن کے نام سے موسوم کیا گیا۔ (عربی میں دائیں کو یمین اور بائیں کو یسار کہتے ہیں) یمن کا تاریخی بند ''سد مآرب'' 544 عیسوی میں ٹوٹ گیا۔

قرآن حکیم میں یمن کی متعدد تہذیبوں کا ذکر آیا ہے، مملکتِ سبا، اور قومِ تبع کا تذکرہ خصوصیت کا حامل ہے، ان اقوام کی بابت یہاں تک فرمایا گیا ہے کہ: سورۃ الفجر آیت 8۔

الَّتِي لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ﴿٨﴾

ترجمہ: (کہ ان جیسا شہروں میں پیدا نہ کیا)

یعنی یہ کہ دنیا کے شہروں میں اس طرح کے لوگ پیدا ہی نہیں کیے گئے تھے، آج ان کی تہذیبیں صفحۂ ہستی سے نیست و نابود ہیں اور اہلِ بصیرت کے لئے سامان عبرت!

سرزمین عرب کے دیگر علاقوں کے مقابلے میں یمن کو زبردست اہمیت حاصل رہی ہے، یہ اپنی خوشحالی، شادابی اور مستحکم نظامِ حکومت کی وجہ سے مشہور رہا ہے، بلکہ یہاں تک کہا جاتا ہے کہ ایک زمانے میں اہلِ یمن نے اتنی ترقی کر لی تھی کہ ان کا اقتدار ایران تک وسیع ہو گیا تھا بلکہ سمرقند کی وجہ تسمیہ ہی یہ بیان کی جاتی ہے کہ شاہِ یمن نے اسے کھدوا کر برباد کر دیا تھا اس لئے ایرانی اسے شمر کند کہنے لگے جو بعد میں سمرقند بن گیا۔

یمن میں اسلام کی دعوت و تبلیغ کا کام حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے شروع میں ہی ہو گیا تھا۔

ایک روز کسی شخص نے حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا، یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سبا کیا ہے؟ کسی سرزمین کا نام ہے یا کسی عورت کا؟۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ''نہ تو کسی سرزمین کا نام ہے نہ کسی عورت کا، بلکہ وہ عرب کا ایک شخص تھا جس کے دس لڑکے تھے، ان میں چھ یمن میں رہ گئے، اور چار شام چلے گئے۔ ان کے نام لخم، جذام، غسان اور عاملہ ہیں۔

اور جو یمن میں رہ گئے ان میں ازد، اشعری، حمیر، کندہ، مذحج، اور انمار ہیں''۔

اس شخص نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!

انمار، کون ہیں؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ''وہ لوگ جن میں خثعم اور بجیلہ ہیں''۔

(سیرت النبی جلد 1 صفحہ 115)

(54) حضرت عمرو بن حزم انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام

حضرت علامہ عماد الدین ابن کثیر دمشقی اور دیگر محققین کا بیان ہے کہ:۔

اس دور میں حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اسلام کی دعوت کو دیگر ممالک اور اقوام تک وسیع کرنے کی مہم کا آغاز فرمایا اور مختلف علاقوں کے لئے وفود اور سفراء بھیجنے کا سلسلہ شروع کیا تو یمن کے مشہور شہر نجران کے لئے حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وفد بنو حارث بن کعب کے ہمراہ بطور معلم، اور محصل روانہ فرمایا تھا، تاکہ انہیں دین اسلام کی بنیادی تعلیمات سے آگاہ کریں اور ان سے زکوٰۃ وصول کریں۔ حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن روانہ کرتے وقت ایک عہد نامہ تحریر کروایا تھا جس میں اسلام کے فرائض حدود اور شرعی قوانین کی تعلیم کا تذکرہ ہے اس عہد نامہ کو حضرت ابی (بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن قیس بن عبید بن زیاد بن معاویہ بن عمر بن مالک بن نجار۔ قبیلہ نجار۔ سید القراء 39ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ تورات وانجیل کے بھی عالم تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 164 احادیث روایت کی ہیں) نے تحریر کیا تھا۔

یہ عہد نامہ انتہائی اہم اور تاریخی ہے، اس میں جہاں اسلام کے بنیادی ارکان کی بابت تفصیلات موجود ہیں وہاں نظم مملکت کے سلسلے میں بھی یہ ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے، اس میں نہ صرف ایک حکمران کے ضروری اوصاف کی نشاندہی ہے بلکہ اس کے فرائض کی تفصیل بھی موجود ہے۔

اس تاریخی عہد نامہ کا متن اور ترجمہ درج ذیل ہے:

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ ۚ هٰذَا بَيَانٌ مِنَ اللهِ وَ رَسُولِهٖ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ عَهْدَ مِنْ عِنْدَ النَّبِي (صلى الله عليه و آله وسلم) لعمرو بن حزم الانصارى حين بعثه الى اليمن.

(مہر: اللہ رسول محمد)

یہ فرمان اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے ہے، اے ایمان والو! اپنے عہدوں کو پورا کرو۔ یہ وہ عہد نامہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے عمرو بن حزم انصاری کو یمن روانہ کرتے وقت تحریر کیا گیا۔

(فرامین نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صفحہ 121 تا 127)

(البدایہ والنہایہ میں هذا كتاب من الله و رسول الله ہے)

(55) تاریخی عہد نامہ مقدسہ

1. امره بتقوى الله فى امره كله فان الله مع الذين اتقوا و الذين هم محسنون.

2. و امره ان یاخذ الحق کما امره الله .
3. وان یبشر النّاس بالخیر و یأمرهم به.
4. ویعلّم الناس القراٰن و یفقهم فیه.
5. وینهی الناس ان لا یمس احد القراٰن الا و هو طاهر،
6. ویخبر الناس باالذی لهم والذی علیهم.
7. ویلین للناس فی الحق.
8. ویشتدّ علیهم فی الظلم وان الله کره الظلم و نهی عنه فقال الا لعنة الله علی الظلمین
9. ویبشّر الناس بالجنّة و بعملها.
10. وینذر الناس بالنار و بعملها.
11. ویستالف الناس حتی یفقهوا فی الدین.
12. ویعلم الناس معالم الحجّ و سننه و فرائضه وما امر الله به والحج الاکبر و الحج الاصغر و هم العمرة.
13. وینهی الناس ان یصلّی احد فی ثوب و احد صغیر الا ان یکون ثوبًا و احدًا یثنی طرفیه علی عاتقیه.
14. وینهی ان یحتبی احد فی ثوبٍ واحد یفضی بفرجه الی السماء.
15. ولا یعقص احد شعر رأسه اذا اعفاه فی قفاه.
16. وینهی اذ کان بین الناس صلح عن الدعاء الی القبائل والعشائر.
17. ولیکن دعاؤ هم الی الله وحدهٗ لا شریک له.
18. فمن لم یدع الی الله و دعا الی العشائر والقبائل فلیعطفوا بالسیف حتی یکون دعاؤهم الی الله وحدهٗ لا شریک له.
19. ویأمر الناس باسباغ الوضوء وجوههم وایدیهم الی المرافق وارجلهم الی الکعبین.
20. ویمسحوا برؤسهم کما امر الله .
21. وامره بالصلوٰة لوقتها و اتمام الرکوع والخشوع.
22. و یغلس بالصبح.
23. ویهجر بالهاجرة حتی تمیل الشمس .
24. وصلوٰة العصر والشمس فی الارض مدبرة.

25. والمغرب حين يقبل الليل ولا يؤخر حتى تبد و النجوم فى السماء.
26. والعشاء اول اليل.
27. وامره بالسعى الى الجمعة اذا نودى لها .
28. والغسل عند الرواح.
29. وامره ان ياخذ من المغانم خمس الله .
30. وما كتب على المؤمنين فى الصدقة من العقاد عشر ما سقى البعد وما سقت السماء.
31. وعلى ما سقى الغرب نصف العشر .
32. وفى كل عشر من الابل شاتان و فى كل عشرين من الابل اربع شياه.
33. وفى كل اربعين من البقر بقرة و فى كل ثلاثين من البقر تبيع جذ ع او جذعة.
34. وفى كل اربعين من الغنم سائمة و حدهاشاة.
35. فانها فريضة الله التى افترض على المؤمنين فى الصدقة فمن زادخيرافهو خيرله.
36. وانه من اسلم من يهودى او نصرانى اسلامًا خالصًا من نفسه ودان دين الاسلام فانه من المؤمنين له مثل مالهم و عليه ما عليهم.
37. ومن كان على نصرانية او يهودية فانه لا يفتتن عليها.
38. وعلى كُل حالم ذكر او اُنثى حرّا وعبد دينار واف او عرضه ثيابًا .
39. فمن ادى ذٰلک فان له ذمّة الله و ذمّة رسوله.
40. ومن منع ذٰلک فانه عد و لله و لرسوله و للمؤمنين جميعًا.

محمد رسول الله

ترجمہ:

1۔ ''آپ علیہ السلام نے ان کو ہر معاملہ میں اللہ کے احکام کے لحاظ رکھنے کا حکم دیا کیونکہ اللہ ان لوگوں کیساتھ ہے جوتقوٰی اختیار کرتے ہیں اور نیک راہ پر چلتے ہیں۔
2۔ آپ علیہ السلام نے ان کو حکم دیا کہ اللہ کے حکم کے مطابق جو حق بنتا ہے وہ وصول کریں۔
3۔ لوگوں کو کارِ خیر پر بشارت دیں اور ان پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کریں۔
4۔ اور قرآن مجید کی تعلیم دیں اور اس کا تفقہ ان میں پیدا کریں (یعنی اس کے احکام کی سمجھ ان میں پیدا کریں)
5۔ لوگوں کو منع کریں کہ کوئی شخص بغیر طہارت (وضو) قرآن مجید کو نہ چھوئے۔

6۔ لوگوں کو ان کے حقوق وفرائض بتائیں۔

7۔ حق وصُول کرنے میں نرمی کا معاملہ اور برتاؤ کریں۔

8۔ ظلم کے معاملہ میں سختی سے پرسش (مواخذہ) کریں کیونکہ اللہ کو ظلم ناپسند ہے اور اس سے اس نے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے خبردار اللہ کی ظالموں پر لعنت ہے۔

9۔ لوگوں کو جنت اور اس کے اعمال پر بشارت دیں۔

10۔ اور دوزخ اور اس کے اعمال سے ڈرائیں۔

11۔ لوگوں سے اُلفت اور محبت کا برتاؤ کریں کہ ان میں دین کی سمجھ پیدا ہو جائے۔

12۔ لوگوں کو حج کے بُنیادی مسائل، اس کے سنن وفرائض اور اوامر حج اکبر حج اصغر عمرہ کے تفصیلی احکام بتائیں۔

13۔ لوگوں کو منع کریں کہ کوئی شخص بھی صرف ایک چھوٹے سے کپڑے میں نماز نہ پڑھے الاّ یہ کہ وہ ایک کپڑا اتنا بڑا ہو کہ اس کے دونوں کنارے کندھوں کو ڈھانپ لیں۔

14۔ لوگوں کو اس سے منع کریں کہ وہ ایک کپڑے میں اس طرح اکڑوں بیٹھیں کہ ان کی شرم گاہ اُوپر سے نظر آنے لگے۔

15۔ کوئی شخص اپنے سر کے بالوں کا جوڑا بنا کر اسے گدی پر نہ لٹکائے۔

16۔ جب لوگوں کے درمیان صلح ہونے لگے تو کوئی شخص بھی اپنے قبیلہ اور خاندان کی آواز نہ لگائے۔

17۔ بلکہ سب کی پکار صرف اللہ وحدہٗ لاشریک ہی کیلئے ہو۔

18۔ جو اللہ کی طرف دعوت کو چھوڑ کر قبائِل اور خاندان کی طرف بلائے اس کا علاج تلوار سے کیا جائے یہاں تک کہ اس کی پکار اللہ وحدہٗ لاشریک کے لئے ہو جائے۔

19۔ لوگوں کو حکم دیا جائے کہ وضو اچھی طرح کریں اور اپنے پورے چہرے پر پانی بہائیں اور ہاتھوں کو کہنیوں تک اور پیروں کو ٹخنوں تک دھوئیں۔

20۔ اور اللہ کے حکم کے مطابق اپنے سر کا مسح کریں

21۔ اور ان کو حکم دیا کہ نماز وقت پر ادا کریں، رکوع پوری طرح کریں اور نماز میں خشوع کا خیال رکھیں۔

22۔ صبح کی نماز اندھیرے منہ پڑھیں۔

23۔ اور ظہر کی نماز آفتاب ڈھلنے سے پہلے جلدی ادا کر لیں۔

24۔ اور عصر کی نماز ایسے وقت میں پڑھی جائے کہ دھوپ ڈھل جائے۔

25۔ اور رات کی آمد کے ساتھ ہی مغرب ادا کر لی جائے اور اسے ستاروں کے آسمان میں نمایاں ہونے تک مؤخر نہ کیا جائے۔

26۔ عشاء رات کے اوائل میں پڑھی جائے۔

27۔ اور حکم دیا جونہی جمعہ کی اذان ہو فوراً جمعہ کے لئے نکل کھڑا ہوا جائے

28۔ نماز جمعہ کے لئے روانہ ہونے سے پہلے غسل کیا جائے۔

29۔ اور حکم دیا کہ مالِ غنیمت میں اللہ کے لئے پانچواں حصّہ لیا جائے۔

30۔ جو زمین پانی کے کنارے ہو یا بارانی ہو اس کی پیداوار میں دسواں حصّہ بطور زکوٰۃ فرض ہے۔

31۔ جو زمین ڈول سے سیراب کی جائے اس پر نصف عشر ہے۔

32۔ مویشیوں میں ہر دس اونٹوں پر دو بکریاں ہیں اور ہر بیس اونٹوں پر چار بکریاں ہیں۔

33۔ ہر چالیس گایوں پر ایک گائے اور ہر تیس گایوں پر ایک سالہ بچّہ نر یا مادہ۔

34۔ ہر چالیس بکریوں پر جو جنگل میں چرنے والی ہوں ایک بکری ہے۔

35۔ یہ صدقات کے ذیل میں اللہ کا مقرر کردہ ہے جو اس نے مؤمنین پر فرض کیا ہے جو مزید خیرات کرے تو اس کے لئے اور زیادہ اچھا ہے۔

36۔ یہود اور نصاریٰ میں سے جو خلوصِ دل سے ایمان لے آئے اور اسلام کو بطور دین قبول کر لے، اس کا شمار مؤمنین میں ہوگا، اور اس کے حقوق و فرائض وہی ہونگے جو دیگر مسلمانوں کے ہیں۔

37۔ جو یہودیت اور نصرانیت پر قائم رہنا چاہے اسے اس کے مذہب کے سلسلہ میں کسی آزمائش میں مبتلا نہ کیا جائے۔

38۔ ان میں سے ہر عاقل، بالغ مرد، عورت، آزاد اور غلام پر ایک پُورا دینار یا اس کی قیمت کا کپڑا ہے۔

39۔ جو یہ رقم ادا کردے وُہ اللہ اور اس کے رسول کی امان میں ہے۔

40۔ اور جو یہ رقم ادا کرنے سے انکار کرے اس کا شمار اللہ اور اس کے رسول اور جملہ مؤمنین کے دشمنوں میں ہے"۔

از: البدایہ والنہایہ از: امام ابن کثیر
فرامین نبوی صفحہ 121 تا 127
مکاتیب النبی۔ امام جعفر دیبلی

(56) یزید بن المُحجّل حارثی کے نام فرمان مقدسہ

قبیلہ بنی الحارث کا ایک وفد یزید الحارثی کی زیر قیادت سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مدینہ منورہ

حاضر ہوا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کو بڑی عزّت وتکریم سے نوازا۔ ان کی مہمان نوازی فرمائی پھر چندروز قیام کے بعد جب بنی الحارث کا وفد واپس وطن جانے لگا تو رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کے لئے حسب ذیل فرمان تحریر کئے جانے کا حکم دیا۔

فرمان مقدسہ کا اُردو ترجمہ

''محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جانب سے''

''قبیلہ بنی الحارث کے نام''!

''مقام نمرہ اوراسکے تمام آب پاشی کے ذرائع اور نمرہ کے جنگل میں وادی الرحمٰن ان ہی کی ملکیت میں رہے گی۔

یزید بن المحجل اوران کے جانشین اپنے قبیلے بنی مالک پر سردار ہیں ان لوگوں سے نہ تو جنگ کی جائے گی اور نہ انہیں ان کی بستیوں سے نکالا جائے گا۔''

کاتب مکتوب ھذا:

مغیرہ بن شعبہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

(از: طبقات ابن سعد جلد 3 صفحہ 22)

(57) مُسَیلمہ کذّاب کے نام

مکتوباتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گزشتہ بیانات کے سلسلے میں گزر چکا ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یمامہ کے حاکم ہوذہ بن علی جو کہ اہلِ عرب کے نزدیک بڑی شہرت رکھنے والا شاعر بھی تھا کو اپنا دعوتِ حق کا نامہ مبارک روانہ کیا تھا۔ جس کے جواب میں اس نے آپ کو کہا تھا کہ اگر مجھے اپنی حکومت میں شریک کرلیں تو میں اسلام لے آتا ہوں مگر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا اور یہ شخص جلد ہی ذلیل ورسوا ہو کر ہلاک ہو جائے گا'' اور ایسا ہی ہوا۔

(از: تاریخ طبری جلد 3 صفحہ 166)

کچھ عرصہ بعد یمامہ کا ایک وفد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اس وفد کے ہمراہ مسیلمہ کذاب بھی تھا یہ کیونکہ اپنی قوم کا سردار تھا اوران لوگوں کے ہاں یہ دستور تھا کہ اپنے سردار کو کپڑوں میں چھپا کر رکھتے تھے چنانچہ جب مسیلمہ کذّاب مدینہ منورہ اس وفد کے ہمراہ آیا تو لوگوں نے عقیدت کے طور پر اسکو کپڑوں

میں چھپا رکھا تھا۔ اہلِ یمامہ اسکو رحمٰن الیمامہ کہتے تھے۔ بہر حال یہ شخص اہل وفد کے ہمراہ ایمان کی دولت سے محروم رہ کر واپس یمامہ چلا گیا۔ یمامہ کا حاکم ہوذہ بن علی جب مرا تو اہلِ یمامہ نے مسیلمہ نامی ایک شخص کو اس کا جانشین بنا کر تخت پر بٹھا دیا۔ جیسے ہی یہ شخص یمامہ کا حاکم مقرر ہوا تو دینِ حنیف کے معاملہ میں یہ اپنے پیش رو سے بھی کئی قدم آگے بڑھ گیا اور اس بد بخت نے اپنی جھوٹی نبوّت کا دعویٰ کر دیا۔ دعویٰ کرنے تک ہی نہ رہا بلکہ اس قدر جسارت کی کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی طرف سے خط لکھ بھیجا۔

مسیلمہ کذّاب کے خط کا ترجمہ

خدا کے رسول مسیلمہ کی طرف سے

محمّد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے نام!

''مجھے آپ کے ساتھ نبوت میں شریک کیا گیا ہے۔ اس لئے آدھا ملک ہمارے لئے ہونا چاہیئے اور آدھا قریش کے لئے۔ مگر قریش کی قوم زیادتی کرنے والی ہے۔''

(از: تاریخ طبری جلد3 صفحہ165)

(المواہب لدنیہ جلد2 صفحہ415)

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسیلمہ کذاب کا یہ خط سن کر ارشاد فرمایا:

''اس شخص نے خدا پر بہتان طرازی کی ہے''

اس کے بعد حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ اس کاذب کے خط کا جواب تحریر کریں۔ اس وقت نبی اکرم ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ مبارک میں کھجور کی ایک شاخ تھی۔ آپ نے فرمایا کہ ''اگر مسیلمہ مجھ سے کھجور کی اس شاخ کا بھی مطالبہ کرتا جو میرے ہاتھ میں ہے تو میں یہ شاخ بھی اسکو نہ دیتا۔''

(58) رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مسیلمہ کذّاب کو جواب

حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس خط کے جواب میں تحریر فرمایا:

بسم اللہ الرّحمن الرّحیم ْ من محمّد رسول اللہ الی مسیلمہ الکذاب سلام علی من اتبع الھدیٰ اما بعد، اِنَّ الارضَ لِلّٰہِ یُورِثُھا مَن یَّشَآءُ مِن عِبادِہٖ وَ العَاقِبَۃُ لِلمُتَّقِین ْ

(کتب ابی بن کعب)

ترجمہ: ''محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جانب سے مسیلمہ کذاب کے نام۔ سلام اس شخص پر جو ہدایت کی اتباع کرے۔ امابعد بے شک یہ سرزمین اللہ تعالیٰ کی ہے، وہی ذات اپنے بندوں میں سے جسے چاہے وارث بنا دیتی ہے، اورانجام کار صرف پرہیزگاروں اور متقی کے لئے ہے''۔

(تحریر ابی بن کعب)

(از: تاریخ طبری جلد 3 صفحہ 167)

(از: طبقات ابن سعد جلد 3 صفحہ 26) وغیرہ

مسیلمہ کذّاب کے نام نامہ اقدس کی خصوصیات

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ نامہ مبارک بلاغت وفصاحت اور ادبیت کا وہ لاجواب اور بے مثال شاہکار ہے جسکی نظیر کرّہ ارض پر نہیں مل سکتی۔ یہاں پر نہایت ہی غور کا مقام ہے کہ نامہ کے دوسرے حصے میں سورۂ اعراف کی ایک آیت ہے جس سے مسیلمہ کذاب کے خط کے جواب کا کام لیا گیا ہے اور صرف چند الفاظ میں تمام ضروری باتوں کا جواب ارشاد فرمادیا ہے: (سورۃ الاعراف آیت 128)

إِنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ
يُورِثُهَا مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۖ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ ﴿١٢٨﴾

ترجمہ: ''بے شک زمین کا مالک اللہ ہے۔ اپنے بندوں میں جسے چاہے وارث بنائے اور آخر میدان پرہیزگاروں کے ہاتھ ہے۔''

1: محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) : سے اپنی نبوت کا اثبات

2: مسیلمہ الکذّاب : سے مکتوب الیہ کے دعوٰی کی تکذیب وتغلیط سے کذاب کے : دوسرے دعوٰی کی تغلیط

3: انّ الارض للہ یورثھا من یشآء من عبادہٖ : سے بتلایا گیا ہے کہ خدا کی زمین کا اصلی مالک اللہ ہی ہے وہ جسے چاہے اسکو اس کے قبضے میں دے دیتا ہے۔

4: والعاقبۃ للمتقین : سے یہ تبلیغ کی گئی ہے کہ اگر تم بھی خدا کے نیک بندے اور متقی بن جاؤ تو ممکن ہے کہ تمہیں بھی اس کا مالک بنا دیا جائے۔

ہر صاحب علم وبصیرت کے لئے غور کا مقام ہے کہ اس قدر پھیلے ہوئے مضمون کو صرف چند لفظوں میں اس

قدر خوبصورتی کے ساتھ ادا کر دینا کہ کہیں تقید پیدا نہ ہونے پائے اور یہی بلاغت کا نقطہ عروج وکمال ہے۔

مسیلمہ کذّاب کے خط کی اس عبارت سے جس میں اُس نے کہا کہ مجھے نبوت میں شریک کیا گیا ہے اس لئے آدھا ملک میرا اور آدھا ملک قریش آپ کا ہے مگر قریش زیادتی کرنے والی قوم ہے۔ ان الفاظ سے صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ صرف حصول اقتدار کا بھوکا تھا اور یوں عرب کے قبائل قبل از اسلام والی عصبیت اور رقابت کا شکار تھا۔ یہی وجہ ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسقدر پُرمغز فصیح وبلیغ جواب کا اس بدبخت پر کوئی اثر نہ ہوا اور وہ بدستور اپنے جھوٹے دعویٰ پر قائم رہتے ہوئے عرب میں ایک نئے فتنے فساد کا موجب بن گیا۔ اس جاہل انسان نے بدکاری کو جائز قرار دیا۔ فجر اور عشاء کی دو نمازیں اپنی اُمت کے لئے معاف کر دیں۔ پھر اُس نے بہت سے دیگر شعبدے دکھا کر قوم کو بڑی حد تک بیوقوف بنایا۔

اس نے مُرغی کے انڈے کو ایک شیشہ میں داخل کیا اور دعویٰ کیا کہ یہ میرا معجزہ ہے حقیقت یہ ہے جس کو سائنس نے اب ثابت کر دیا ہے کہ اگر نوشادر کو شراب کے سرکے میں اچھی طرح ملا دیا جائے اور پھر مرغی جب انڈہ دے تو اس تازہ انڈے کو ایک دن اور ایک رات اس سرکہ میں رکھا جائے تو وہ ایک ڈورے کی مانند لمبا ہو جاتا ہے۔ پھر اس کو شیشے میں اتار دینا کوئی مشکل کام نہیں۔ اسکے بعد اس انڈے پر سرد پانی ڈال دیا جائے تو وہ اپنی جگہ منجمد ہو جاتا ہے۔ مسیلمہ کذاب کیونکہ اکسیر کے اس فن سے واقف تھا اس لئے اس پر عمل کرنے کے بعد قوم کو حیران کر دیا اور اپنے اس عمل کو خود ہی معجزہ قرار دیا۔

اس لعین کو جب علم ہوا کہ نبی برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لعاب دہن مبارک سے کھاری کنویں شیریں ہو جاتے ہیں۔ اسی لعاب دھن کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھوں میں ڈالا تو آنکھیں اچھی بھلی ہوگئیں بکری کے پستان کو ہاتھ مبارک لگایا تو دودھ سے بھر گئے۔ تو اس جھوٹے نبی نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات کی نقل میں یمامہ میں ایک کنویں میں اپنا پلید تھوک پھینکا تو کنویں کا پانی ہی خشک ہو گیا۔ پھر اپنا یہی تھوک ایک اچھی بھلی آنکھوں والے کی آنکھوں میں ڈالا تو وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اندھا ہی ہو گیا اپنے ناپاک ہاتھوں سے دودھ دینے والی بکری کے تھنوں کو اس مقصد کے لئے چھوا کہ دودھ زیادہ ہو جائیگا مگر ہاتھ کے مَس کرتے ہی بکری کے تھن ہمیشہ ہمیشہ کے لئے سوکھ گئے اور یوں یہ کذاب دنیا کے سامنے ذلیل ورسوا ہوا۔

اس شخص نے کیونکہ خود ساختہ احکام جاری کر کے دین کے فرائض ہی کم کر دیئے تھے اور پھر چند ایک میں تو بالکل چھوٹ ہی دے دی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑے ہی عرصہ میں کم ظرف۔ کمزور ایمان اور عیاشی کی طرف رغبت رکھنے والے لوگوں کی اچھی خاصی تعداد اُسکے گرد اکٹھی ہوگئی جو کہ تقریباً چالیس ہزار کے قریب تھے۔ آخر کار سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں جب اُسکی سرگرمیاں بہت ہی تیز ہوگئیں تو انہوں نے اس کے خلاف جہاد کا اعلان کیا اور یوں جنگ یمامہ میں ایک سخت ترین معرکہ کے بعد مسیلمہ کذاب حضرت خالد بن ولید

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیرِ نگرانی لڑنے والی مجاہدین کی فوج کے وحشی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ہاتھوں جہنّم رسید ہوا۔ جس وقت مسیلمہ کذّاب مارا گیا اسکی عمر 150 سال تھی اور یوں نبی اکرم ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشگوئی حرف بحرف سچ ثابت ہوئی اور وہ کذّاب دنیا سے بے نیل ومرام رخصت ہوا۔ مسیلمہ کذّاب کو ختم کرنے کے بعد حضرت وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا تھا کہ:۔

"اَنَا قَاتِلُ خَیْرِ النَّاسِ فِی الْکُفْرِ وَاَنَا قَاتِلُ شَرِّ النَّاسِ فِی الِاسْلَامِ"

ترجمہ: "میں ہی وہ قاتل ہوں جس نے اپنی حالت کفر میں سب سے اچھے انسان حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کرنے کا ارتکاب کیا تھا"

اور میں ہی آج وہ قاتل ہوں جس نے دائرہ اسلام میں داخل ہوکر اس دھرتی کے سَب سے بُرے انسان (مسیلمہ کذاب) کو جہنّم رسید کیا ہے۔"

مسیلمہ کذّاب گونہایت ذلیل، جاہل، اجڈ، ضدی اور تمام اُمور قبیحہ کا بانی تھا مگر وہ یہ شہادت دیتا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے برحق رسول ہیں۔ مسیلمہ کذاب نے یہ خط سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو 10ھ میں تحریر کیا تھا۔

(از: المواہب لدنیہ جلد 2 صفحہ 418)
(فتوح البلدان جلد 1 صفحہ 89) وغیرہ

(59) حضرت مُعاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام نامہ اقدس

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انصار ساتھیوں میں سے تھے۔ ہجرت نبوی سے پہلے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی توجہ دلانے پر مذہب حق سے متاثر ہوکر دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ آپ کی طبیعت فطری طور پر اثر پذیر تھی جب اسلام لائے تو اس وقت عمر مبارکہ اٹھارہ سال تھی۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جلیل القدر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین میں سے تھے۔ حضور علیہ السلام نے ان کو 11ھ (632ء) میں یمن کے مسلمانوں کی تعلیم کے لئے مقرر فرمایا۔ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یمن کے مسلمانوں کو اسلامی تعلیم دینے کی تبلیغ میں مصروف تھے کہ ان کو اطلاع ملی کہ وطن میں ان کے عزیز صاحبزادے انتقال کر گئے ہیں۔ بیٹے کے انتقال کا سُن کر حوصلے اور ڈھارس کے لئے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تعزیتی نامہ اقدس ارسال فرمایا۔ اس نامے میں مصائب پر صبر کرنے کی تلقین کی گئی تھی اور فرمایا گیا تھا کہ صبر کرنیوالے لوگوں کے لئے بہت ہی بڑا اجر ہے۔ مکتوب اقدس کا مضمون یہ تھا۔

(اُردو ترجمہ) "اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے"

''محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے جانب سے معاذ بن جبل (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے نام!''

''السلام علیکم!''

''میں خدائے واحد کی حمد کرتا ہوں اللہ تعالیٰ تمہارا اجر بڑھائے اور تمہارے غمگین دِل کو صبر عطا فرمائے اور شکر الٰہی کی توفیق بخشے۔ حقیقت میں ہمارے اہل وعیال ہماری جانیں ہمارے اموال اللہ کے عطیات میں سے ہمارے پاس بطور امانت اور اُدھار کے طور پر ہیں وہ جب تک چاہتا ہے اپنے بندے کو اس سے بہرہ ور فرماتا ہے اور جب اُسکا وقت ختم ہو جائے تو اسکو واپس اپنے پاس بُلا لیتا ہے۔''

''بندے کا یہ فرض ہے کہ اللہ کریم جب کوئی نعمت عطا فرمائے تو اس کا بے حد شکر ادا کرے اور جب وہ نعمت اس کا حقیقی دینے والا واپس لے لے تو اس پر صبر کرنا چاہیئے۔''

''اے معاذ بن جبل (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تمہارا فرزند اللہ کی اچھی امانت تھا۔ مالکِ حقیقی نے جب تک چاہا تمہاری آنکھوں کو اس سے ٹھنڈا رکھا اور پھر جب چاہا اجر عظیم کے عوض میں تم سے واپس لے لیا۔ مگر شرط یہ ہے کہ تم اللہ کی رضا پر صبر اختیار کرو۔''

''اے معاذ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اگر تم نے بے صبری اختیار کی تو تم اللہ کے یہاں اپنے اجر وثواب کو برباد کر دو گے۔ اگر تمہیں یہ معلوم ہو جائے کہ اس صدمے پر تمہیں کس قدر اجر وثواب اللہ کے یہاں دیا گیا ہے تو یہ صدمہ تمہاری نظر میں حقیر بن جائے گا۔ مصیبت اور تکلیف پر صبر کرنیوالوں سے اللہ نے جو وعدہ کیا ہے بلاشبہ آخرت میں تم اُسے پورا پاؤ گے اللہ کے وعدہ سے تمہارا غم ہلکا ہو جانا چاہیئے اور یاد رکھو جو ہونے والا ہے وہ ضرور پورا ہو کر ہی رہتا ہے۔''

''والسّلام''

اللہ رسول محمد

(از: طبقات ابن سعد جلد 3 صفحہ 23)

(صحیح مُسلم شریف وطبقات ابن سعد جلد 6 صفحہ 101) وغیرہ

(60) بنی مُعاویہ کے نام فرمان اقدس

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنی معاویہ بن جروں کے نام بھی ایک نامہ مبارک ارسال فرمایا جس میں ان کو اسلام کے مطابق ضروری ہدایات تحریر فرمائی تھیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان مبارک کا اردو ترجمہ یہ ہے:

''اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے''۔

''آپ لوگوں میں سے جو اسلام لائے، نماز پڑھے، زکوٰۃ ادا کرے اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اطاعت کرے۔ مالِ غنیمت میں سے اللہ کا حصّہ خمس باقاعدگی سے نکالے اور نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا حصّہ خُمس بھی ادا کرے۔ مشرکین سے ہمیشہ الگ رہے۔ اپنے اسلام کا اعلان کرے ایسا شخص اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی حفاظت میں ہے۔ اسلام قبول کرتے وقت جو کچھ بھی اُسکے پاس ہوگا وہ اسی کا ہی رہے گا۔ بھیڑیں چرتے چرتے جہاںتک پہنچ جائیں وہاں تک زمین کے وہی یا وہ ہی مالک ہوں گے یا ہوگا''

(از: طبقاتِ ابن سعد جلد 3 صفحہ 23، المواہب لدنیہ جلد 2)

(61) ایک جنّ کے نام فرمان اقدس

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ویسے تو تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نہایت بہادر، نڈر اور جاں نثار تھے مگر حضرت ابودجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرب میں اپنی بہادری شجاعت اور جری شخص ہونے کی وجہ سے اہم مقام رکھتے تھے۔

مسلمانوں اور کُفّار کے درمیان سب سے پہلے معرکہ حق و باطل یعنی غزوۂ بدر میں انہوں نے حضور اکرم ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر موت کی بیعت کی تھی۔ غزوہ بدر کے موقع پر آپ علیہ السلام نے اپنے دست مبارک میں تلوار پکڑ کر فرمایا: ''کون ہے جو اس کا حق ادا کرتا ہے''

اس سعادت کو حاصل کرنے کے لئے فوراً بہت سے ہاتھ آگے بڑھے مگر یہ اعزاز وفخر حضرت ابودجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حصّہ میں آیا۔ انہوں نے دستِ مقدس سے تلوار لی اور بے جگری سے دشمن کی فوج میں گُھس گئے اور دشمن کی صفیں الٹ کر رکھ دیں۔

(از: صحیح مسلم شریف، طبقات ابن سعد جلد 6 صفحہ 101)

یہی حضرت ابودجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (حضرت ابودجانہ سماک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن لوذان بن عبدود بن زید بن ثعلبہ بن طریف بن خزرج بن ساعدہ بن کعب بن خزرج۔ قبیلہ خزرج کے خاندان ساعدہ سے ہیں جنگ یمامہ میں شہادت پائی) فرماتے ہیں کہ ایک رات میں اپنے بستر پر سویا ہوا تھا کہ اچانک میری آنکھ کھل گئی میں نے ایک خوفناک آواز سُنی اور ایک بجلی سی چمکتی دیکھی۔ میں نے باہر صحن کی طرف دیکھا تو مجھے ایک سایہ سا حرکت کرتا نظر آیا۔ میں بستر سے اُٹھ کر اس سائے کی طرف بڑھا مگر اچانک آگ کا ایک شعلہ میری طرف لپکا۔ مجھے محسوس ہوا کہ وہ شعلہ مجھے جلا دے گا پھر وہ غائب ہوگیا۔

صبح کے وقت میں نے یہ سارا قصّہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گوش گزار کیا واقعہ سُن کر آپ نے

فرمایا ''اے ابودجانہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) وہ کوئی جن ہوگا''۔اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کاغذ اور قلم طلب فرمایا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ میرا فرمان تحریر کریں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

هٰذَا الْكِتَابُ مِنْ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اِلٰى مَنْ طَرَقَ الدَّارَ مِنَ الْعُمَّارِ وَالزُّوَّارِ وَالصَّائِحِيْنَ اِلَّا طَارِقًا يَطْرُقُ بِخَيْرٍ يَّا رَحْمٰنُ۔

اَمَّا بَعْدُ!

فَاِنَّ لَنَا وَلَكُمْ فِي الْحَقِّ سَعَةً فَاِنْ تَكُ عَاشِقًا مُوْلَعًا اَوْ فَاجِرًا مُقْتَحِمًا اَوْ رَاعِيًا حَقًّا مُبْطِلًا هٰذَا كِتَابُ اللّٰهِ يَنْطِقُ عَلَيْنَا وَعَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ وَرُسُلُنَا يَكْتُبُوْنَ مَا تَمْكُرُوْنَ اُتْرُكُوْا صَاحِبَ كِتَابِيْ هٰذَا وَانْطَلِقُوْا اِلٰى عَبَدَةِ الْاَصْنَامِ وَمَنْ يَّزْعَمُ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ تُغْلَبُوْنَ حٰمٓ لَا يُنْصَرُوْنَ حٰمٓ عٓسٓقٓ تَفَرَّقَ اَعْدَاءُ اللّٰهِ وَبَلَغَتْ حُجَّةُ اللّٰهِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔

اُردو ترجمہ فرمان اقدس

''اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت ہی رحم والا ہے''۔

''رب العلمین کے رسول محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی یہ تحریر اُس شخص کے نام ہے جو رات کے وقت کسی وجہ سے گھر میں آئے یا گھر میں رہتا اور نقصان پہنچاتا ہے۔یا رحمن اُسکو نیکی عطا فرما۔''

''ہمارے اور تمہارے درمیان حق میں وسعت اور گنجائش ہے پس اگر تو کسی پر عاشق ہے اور اُسکو چاہتا ہے اور تو حق و باطل میں تمیز نہ کر کے زبردستی کرنے والا ہے اور پھر حق کو جھٹلاتا ہے تو تجھے معلوم ہونا چاہئیے کہ اللہ کی کتاب ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ کرنیوالی ہے۔اللہ کریم کا ارشاد ہے کہ ''یہ ہماری کتاب ہے جو تمہارے مقابلے میں ٹھیک ٹھیک بولتی ہے تم جو کچھ کرتے ہو ہم اسکو محفوظ کر لیتے ہیں اور ہمارے فرشتے بھی اُس کو لکھتے رہتے ہیں''

''لہٰذا جس شخص کے پاس میری یہ تحریر ہے اُسے اس کے حال پر چھوڑ دو اور اصنام پرستوں میں بھاگ جاؤ یا

اس شخص کے پاس چلے جاؤ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو بھی معبود ٹھہراتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے اُسکے سوا ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔ اس کائنات میں صرف اسکی حکمرانی ہے اور اسی کے پاس سب کو مرنے کے بعد لوٹ کر جانا ہے''۔

تغلبون. حم: ان کی مدد نہ کی جائے۔

حمعسق : خدا کے دشمن تتر بتر ہو جائیں۔

''خدا کی حجت پہنچ چکی ہے۔ اللہ کے سوا کسی کو طاقت اور قوت حاصل نہیں ہے پس اللہ تعالیٰ جو سننے اور جاننے والا ہے اُن کے شر سے بچانیوالا ہے''۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نامہ مبارک لکھوا کر حضرت ابو دجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے کر دیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ ''رات کو میں نے اس نامہ مبارک کو تکیے کے نیچے رکھا اور سو گیا۔ رات کو میں نے ایک آواز سُنی کوئی کہہ رہا تھا کہ اے ابو دجانہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) لات وعُزّٰی کی قسم تم نے تو ہمیں جلا دیا۔ اگر تم یہ تحریر اپنے تکیے کے نیچے سے نکال لو تو اسکو لکھنے والے کی قسم ہے ہم پھر کبھی تمہارے گھر یا پڑوس میں نہیں آئیں گے۔''

حضرت ابو دجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے صبح کے وقت حاضرِ خدمت ہو کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رات کا پورا واقعہ عرض کیا سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''اے ابو دجانہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اس تحریر کو تکیے کے نیچے سے نکال لو ورنہ اس ذاتِ اقدس کی قسم جس نے مجھے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بنا کر بھیجا ہے قیامت تک جنوں کی قوم عذاب میں مبتلا رہے گی''

(از: خصائص الکبریٰ صفحہ 190)

(62) ذوالفصّہ قیس کے نام مکتوب مبارک

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبیلہ بنی نہد کے ایک سردار ذوالفصّہ قیس کے نام مکتوب مبارک ارسال فرمایا جس میں ان کے تحفظ کی ذمہ داری قبول فرماتے ہوئے ان کو راستوں کی حفاظت کی تاکید فرمائی۔

اردو ترجمہ

''اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے''

''بنی الحارث اور بنی نہد اللہ اور اُسکے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ذمہ داری میں ہیں نہ تو ان لوگوں کو بستیوں سے نکالا جائے گا اور نہ ہی اُن سے عشر وصول کیا جائے گا۔ مگر شرط یہ ہے کہ اس قبیلے کے لوگ نماز پڑھتے رہیں

زکوٰۃ ادا کرتے رہیں اور مشرکین سے الگ رہیں اور مزید برآں اپنے اسلام کا اظہار و اعلان کرتے رہیں۔ اسکے علاوہ تمام راستوں کی حفاظت بھی ان لوگوں کے فرائض میں شامل ہوگی''۔

(از: طبقات ابن سعد جلد 3 صفحہ 22)

(63) عمرو بن معبد الجہنی کے نام فرمان اقدس

حضور اکرم رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبیلہ جہنیہ کے ایک شخص عمرو بن معبد الجہنی اور قبیلہ جرمز وغیرہ کے لوگوں کے نام بھی ایک فرمان اقدس تحریر فرما کر ارسال کیا۔ اس فرمان کی عبارت کا اُردو ترجمہ یہ تھا۔

''اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔''

''جن لوگوں کے نام یہ میرا نامہ ہے اُن میں سے جو لوگ اسلام لائیں نماز پڑھیں، زکوٰۃ ادا کریں اور اللہ و رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اطاعت گزار رہیں۔ اسکے علاوہ یہ لوگ اپنے اسلام کا اظہار و اعلان کرتے رہیں۔ مشرکوں سے الگ رہیں اور مال غنیمت میں اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا حصّہ ادا کرتے رہیں ایسے لوگ اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی حفاظت میں رہیں گے مسلمانوں میں سے کسی کا قرض اگر دوسرے پر واجب الادا ہوگا تو اسکو صرف اصل رقم دلائی جائیگی رہن کا سودا کرنا یا کیا ہوا باطل ہے۔

پھلوں پر اللہ کا حصّہ یعنی زکوٰۃ دسواں حصّہ ادا کی جائے گی، جو شخص ان لوگوں میں شامل ہو جائیگا اسکو بھی انہی امور کی پابندی کرنا ہوگی''۔

(از: طبقات ابن سعد جلد 3 صفحہ 24، 25)

(64) عبد یغوث الحارثی کے نام فرمان مقدسہ

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبد یغوث الحارثی کے نام بھی دعوتِ حق اور احکام کے سلسلے میں ایک فرمان مبارک ارسال کیا۔ اس فرمان مبارک میں عبد یغوث کو جائیداد کی بحالی کا یقین دلایا گیا تھا فرمان مبارک کا مضمون یہ تھا۔ (اُردو ترجمہ)

''اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے''

''عبد یغوث الحارثی جس جائیداد کے مالک اور زمینداری رکھتے ہیں اور اسلام کی دعوت سے مالا مال ہو چکے ہیں۔ وہ اراضی اور وہاں کی تمام چیزیں اور نخلستان وغیرہ ان کے اور ان کی قوم کے لوگوں کے لئے ہی رہیں گے مگر شرط

یہ ہے کہ جولوگ عبد یغوث کی اطاعت و پیروی کریں گے صرف وہی اس حکم سے فائدہ اٹھاسکیں گے۔

جب تک یہ لوگ نماز قائم رکھیں زکوٰۃ دیتے رہیں اور جہاد کے مالِ غنیمت میں سے خمس (پانچواں حصہ) ادا کرتے رہیں گے ان لوگوں سے زمین کی پیداوار کا عشر (دسواں حصہ) نہیں لیا جائے گا اور نہ انہیں ان کی زمین داری سے بے دخل کیا جائے گا۔''

(از: طبقات ابن سعد جلد 3 صفحہ 22، رسالتِ نبویہ صفحہ 191 وغیرہ)

(65) ضُمَیرہ لیثی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے نام فرمان اقدس

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دفعہ کہیں تشریف لے جارہے تھے۔ راستے میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک عورت کو روتا پایا۔ آپ اس عورت کے پاس ٹھہر گئے اور اُس سے رونے کی وجہ دریافت فرمائی۔

عورت نے عرض کیا کہ:

''میرے بیٹے ضُمیرہ کو غلام بنا کر فروخت کر دیا گیا ہے، میری زندگی کا وہی ایک واحد سہارا تھا اسکی یاد میں رو رہی ہوں۔''

رحمتِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عورت کی یہ بات سُن کر بہت متاثر ہوئے آپ نے فوراً ایک آدمی بھیج کر ضمیرہ لیثی کو اسکے مالک سے خرید کر آزاد کر دیا اور ایک فرمان رسالت لکھوا کر بھی ضمیرہ لیثی کے حوالے کیا۔

فرمان اقدس کا اردو ترجمہ

''اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے''

'محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی یہ تحریر ضمیرہ لیثی کے لئے ہے''

''رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ضمیرہ لیثی کو غلامی سے آزاد کر دیا ہے۔ اب وہ بالکل آزاد ہے۔ اگر وہ اپنی مرضی سے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس رہنا چاہے تو رہ سکتا ہے اور اگر اپنے گھر والوں کے پاس جانا چاہتا ہے تو تب بھی جاسکتا ہے۔

کوئی دوسرا شخص اس سے حقوق اللہ اور حقوق العباد کے سوا کسی قسم کا تعرض نہ کرے اور جو مسلمان اس سے ملے اسکو چاہئیے کہ ضمیرہ کے ساتھ بھلائی سے پیش آئے۔''

(از: صحیح بخاری جلد 1 صفحہ 329)

(66) ربیعہ بن ذی مرحب کے نام مکتوبِ اقدس

علاقہ حضرموت حجاز مقدس کی ایک مشہور جگہ ہے۔اس علاقہ میں ربیعہ بن ذی مرحب الحضرمی کا خاندان آباد تھا۔طبقات ابن سعد میں ہے کہ اس علاقے میں یہ خاندان بڑی عزت وشہرت کا مالک تھا۔سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ربیعہ اور اسکے بھائیوں کو ان کی املاک پر بدستور بحال رکھتے ہوئے درج ذیل فرمان اقدس تحریر فرما کر دیا۔

اُردو ترجمہ

''اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنیوالا ہے۔''

''ان لوگوں کا مال ودولت،غلام،کنویں،نہریں اور دیہات اور ان کے درخت جنگل،گھاس جو حضرموت کے علاقے میں ہیں سب کچھ ذی مرحب کے اہل خاندان کے لئے ہیں۔جس نہر سے یہ لوگ آبپاشی کرتے ہیں اور جو آلِ قیس تک بہتی ہوئی جاتی ہے وہ نہر بھی انہی لوگوں کی رہے گی۔''

''جو باغ وغیرہ ان کے پاس رھن ہیں۔ان کی پیداوار کا حق رھن رکھنے والے کو ہی حاصل ہوگا۔مرتہن (گروی رکھی چیز کو قبضے میں رکھنے والا) شے مرہونہ (گروی رکھی ہوئی) چیز سے نفع حاصل نہیں کرسکتا۔ان باتوں کی خلاف ورزی کرنیوالے سے اللہ اور اسکے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بری ہیں۔مسلمانوں پر اہل خاندان مرحب کی مدد کرنا واجب ہے نیز مسلمانوں پر یہ بھی واجب ہوگا کہ اس خاندان کو جانی ومالی نقصان سے بچائیں۔اللہ اور اسکے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس خاندان کے معاون ومددگار رہیں۔''

اللہ رسول محمد

(از: طبقات ابن سعد جلد 3 صفحہ 21،رسالتِ نبویہ صفحہ 147 وغیرہ)

(67) قبیلہ مہرہ کے نام فرمان اقدس

مہری بن ابیض کی زیر قیادت قبیلہ مہرہ کا ایک وفد مدینہ منورہ میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور اسلام کی دولت سے مالا مال ہوا۔آپ نے ان لوگوں کی اپنی حفاظت اور ان کی املاک کی بحالی کا یقین دلا کر اخلاقی وشرعی احکام کی ہدایت فرماتے ہوئے خلاف ورزی کرنیوالے کی سرزنش کرنے کے بارے میں فرمایا۔ان لوگوں کو تاکید فرمائی کہ جانوروں کو پیاسا نہ رکھیں۔فرمان رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے الفاظ مبارکہ کا

ترجمہ یہ ہے۔

فرمان اقدس کا اُردو ترجمہ

''اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے''

''محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی یہ تحریر قبیلہ مہرہ کے لئے ہے''

1: ''قبیلہ مہرہ کے مومنین کی آبادی کو ویران و برباد نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی اس آبادی اور لوگوں پر حملہ کیا جاسکے گا اور نہ ہی اہل قبیلہ کے ساتھ جنگ کی جائے گی۔

2: ان لوگوں کے لئے شریعت محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے تمام احکام پر عمل کرنا ضروری ہے۔

3: اگر کوئی گری پڑی چیز مل جائے تو اسے اصل مالک تک پہنچانا ہوگا۔

4: مویشیوں کو پیاسا نہ رکھا جائے۔

5: نافرمانی، بدکلامی، بُری بات اور خون ریزی سے بچنا چاہیئے۔

6: جو شخص ان تمام امور کی پابندی کرے گا۔ وہ اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ذمہ داری میں ہوگا اور خلاف ورزی کرنے والا گویا اللہ سے جنگ کرنے والا سمجھا جائے گا''۔

(از: طبقات ابن سعد جلد 3 صفحہ 34)

(68) قبیلہ بنو کلب کے نام مکتوب اقدس

قبیلہ بنو کلب عرب کے مشہور قبیلوں میں سے ایک تھا۔ اس قبیلے کے افراد اپنے سردار قطن بن حارثہ کی زیر قیادت فخر دو عالم نور مجسم ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور حلقہ بگوشِ اسلام ہونے کی سعادت حاصل کی۔ اس وفد کو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسبِ عادت ایک فرمان اقدس عطا فرمایا۔ اس فرمان مبارک میں نماز، روزہ اور زکوۃ کے بارے میں مسائل ان کا حل اور ان پر عمل کرنے کے بارے میں تلقین فرمائی گئی تھی۔

مکتوب اقدس کا اُردو ترجمہ

''اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے''

''محمد نبی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جانب سے قبیلہ بنی کلب اور ان کے حلیفوں کے نام!''

''جو لوگ نماز پڑھیں، زکوٰۃ ادا کریں اور اپنے ایمان کو پختہ رکھیں اور عہد کے پورا کرنے میں سرگرمی دکھائیں۔ ایسے لوگوں پر لازم ہے کہ وہ چرواہے کے بغیر چرنے والی بکریوں میں سے پانچ بکریوں پر ایک بکری زکوٰۃ میں دیں۔ جن اونٹنیوں کے بچے مرجائیں ایسی پچاس اونٹنیوں پر ایک بے عیب اونٹنی بطور زکوٰۃ دی جائے۔

وہ جانور جن سے بار برداری یعنی (بوجھ اٹھانے) کا کام لیا جاتا ہے ایسے جانوروں پر زکوٰۃ نہیں لی جائے گی۔ جو زمین نہر کے پانی سے آباد ہو اُس سے فصل حاصل کی جاتی ہو اِس زمین پر عشر (دسواں حصہ) ہے جو زمین بارش کے پانی سے سیراب کی جاتی ہو اس پر نصف عشر زکوٰۃ دی جائے گی۔ جو جانور بھول کر ان کے علاقے میں آجائیں وہ انہیں کے ہوں گے جو تعداد اُن پر مقرر کی گئی ہے اس سے زیادہ وصول نہیں کی جائے گی۔ اللہ اور اُسکے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس تحریر کے ذمہ دار ہیں۔''

(از: طبقات ابن سعد جلد 3 صفحہ 34)

(69) بنی نہد کے نام فرمانِ اقدس

حجاز مقدس کے جغرافیائی حالات پڑھیں تو پتہ چلتا ہے کہ اس علاقے میں تہامہ ایک مشہور جگہ تھی۔ یہ علاقہ نشیبی ہونے کی وجہ سے بحیرہ احمر کے ساتھ ساتھ پھیلا ہوا ہے۔ یہاں سارے عرب کی نسبت گرمی زیادہ پڑتی ہے یہ ایک پہاڑی سلسلہ ہے جو کہ بحیرہ احمر کے ساتھ دور تک چلا جاتا ہے۔

تہامہ کا ایک قبیلہ بنی نہد مدینہ منورہ میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم لوگ شرک وظلم سے بیزار ہو کر آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے ہیں۔ ہمارے قبیلے نے عرب کے ظالمانہ نظام کو چھوڑ کر اسلام کے عادل اور سچے نظام کو صدقِ دِل سے قبول کرلیا ہے اور تمام احکام کی بجا آوری کو اپنے اوپر لازم کرلیا ہے۔ آجکل ہمارا قبیلہ سخت مشکل ومصائب میں گرفتار ہے ہم لوگ جانوروں کی اون اور پیلو کے پھلوں پر گزر اوقات کرتے ہیں۔ مگر خشک سالی نے ہمارے جانوروں کو ہلاک کردیا ہے۔ درخت بالکل سوکھ گئے ہیں۔ آپ ہمارے لئے دُعا فرمائیں کہ خداوند کریم ہماری تمام مشکلات وتکالیف کو دور فرمائے تاکہ ہم لوگ آرام کا سانس لے کر دین حنیف کی خدمت کرسکیں۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کی مشکلات کا سُن کر دُعا فرمائی کہ:

''اے میرے مالکِ حقیقی۔ اے اللہ''!

''بنی نہد پر اپنی رحمت وبرکت نازل فرما۔ ان لوگوں کے درختوں کو پھلدار بنادے انہیں اپنی رحمت اور پانی سے محروم نہ رکھ۔ ان لوگوں کے اموال اور اولاد میں برکت عطا فرما۔''

دُعا سے فارغ ہوکر بنی نہد سے مخاطب ہوکر ارشاد فرمایا کہ:

''تم لوگوں میں سے جو نماز پڑھے وہ مسلمان ہے۔ جس نے زکوٰۃ ادا کی اس نے احسان کا درجہ پایا اور جس نے اقرار کیا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ مخلص ہے۔ اے بنی نہد تم نے اب تک کفر و شرک کی حالت میں جو گناہ کئے وہ قبولِ اسلام کے بعد سب معاف ہو گئے۔ تم لوگوں سے بھی اسی قدر صدقات لئے جائیں گے جتنے دوسروں سے لئے جاتے ہیں۔ یاد رکھو اسلام قبول کرنے کے بعد زکوٰۃ اور حق سے منہ نہ پھیرنا اور نماز میں ہرگز سُستی نہ کرنا''۔

اس کے بعد آپ نے بنی نہد کو حسبِ ذیل فرمان رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عطا فرمایا:

اردو ترجمہ فرمان رسالت

''اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے''

''اس پر سلامتی ہو جو اللہ اور اُسکے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ایمان لائے۔ جو شخص نماز پڑھے وہ مومن ہے اور جو زکوٰۃ ادا کرے وہ مسلمان ہے۔ اور جو شخص خدا کی یکتائی کا اقرار کرے اسکے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ایمان لائے وہ اللہ کے نزدیک غفلت کرنیوالوں میں شمار نہیں ہوگا''

''تم لوگوں کو اپنی چراگاہوں کے استعمال کا پورا پورا حق حاصل ہے اور رہے گا۔ کوئی دوسرا تمہارے درخت نہیں کاٹ سکے گا۔ زکوٰۃ کی وصولی میں نرمی برتی جائیگی جبکہ بیمار اور بوڑھے جانور زکوٰۃ میں نہیں دیئے جائیں گے۔

جو شخص اس عہد پر قائم رہے گا رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر اسکی مدد کرنا واجب ہے اور جو شخص اس عہد کو توڑ دے گا تو یہ اسکی زیادتی ہوگی''۔

(از: رسالت نبویہ صفحہ 105، 107)

(بحوالہ امام ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ)

(70) زُہیر بن اُقلیش کے نام مکتوب اقدس

طبقات ابن سعد میں مذکور ہے کہ ابو العلاء سے روایت ملتی ہے انہوں نے فرمایا کہ میں اونٹوں کے ایک میلے میں گیا ہوا تھا۔ وہاں ایک شخص النمر بن تولب میرے پاس چمڑے کا ایک ٹکڑا لے آیا اور اس نے مجھے بتایا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان مبارک ہے جو میرے قبیلے کے نام تحریر کیا گیا تھا۔ میں نے پڑھا تو اس چمڑے پر تحریر تھا۔

مکتوب مبارک اردو ترجمہ

''اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے''۔

''محمد النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جانب سے بنی زہیر کے نام''!

''بنی زہیر بن اقلیش جو قبیلہ عکل کی شاخ ہے اسکے لوگ اگر اللہ اور اسکے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ایمان و اعتماد رکھتے ہوں۔ نماز پڑھیں اور زکوٰۃ ادا کریں اور مشرکین سے الگ رہیں اور مالِ غنیمت میں سے اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا حصہ تسلیم کریں تو اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی حفاظت میں محفوظ رہیں''۔

(از: طبقات ابن سعد جلد 3 صفحہ 30)

(زرقانی وغیرہ)

صاحبِ سِیَر بیان کرتے ہیں کہ لوگوں نے ابن تولب سے پوچھا کہ اگر تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی حدیث سُنی ہو تو بیان کرو۔

انہوں نے جوابًا کہا ہاں میں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ:

''جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اسکے دِل سے بغض اور کینہ نکل جائے تو اسکو چاہیئے کہ وہ رمضان کے روزوں کے علاوہ ہر ماہ تین روزے رکھے''۔ ''یعنی 13۔14۔15۔کے''۔

(71) سُہیل بن عَمرو کے نام مکتوب اقدس

سہیل بن عمرو قریشِ مکہ کی ایک نامور اور اہم شخصیت تھے۔ یہ ایک شعلہ بیان خطیب اور سردارانِ مکّہ میں سے تھے۔ ہجرتِ مدینہ سے پہلے اور بعد یہاں تک کہ مکہ فتح ہونے سے پہلے کے زمانہ تک اسلام کے سخت ترین دشمن تھے۔ ہر وقت اور ہر حال میں اسلام کے خلاف سخت اشتعال انگیز تقریریں کرتے رہتے۔ مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے کسی موقع کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے۔

سہیل بن عمرو (بن عبد شمس بن عبد وُدّ بن نصر بن مالک بن عسل بن عامر بن لوی۔ التوفی 18ھ شام) ہمیشہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کرتے رہتے۔ گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے کہ صُلح نامہ حدیبیہ کے موقع پر جو صاحبِ قریش کی طرف سے سفیر بن کر آئے اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بحث کرتے رہے یہی سہیل بن عمرو ہی تھے۔ پھر انہوں نے کافی بحث کے بعد بظاہر اپنی من مانی شرائط پر اہل حق کے ساتھ صُلح کی

تھی۔اس صلح کے بعد جب ان کے بیٹے حضرت ابو جندل رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو دائرہ اسلام میں داخل ہو چکے تھے۔مکہ کی نظر بندی سے زنجیروں سمیت بھاگ کر رحمتِ عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے تو یہ سہیل بن عمرو بھی اُسی جگہ صُلح نامہ کی ترتیب کے سلسلے میں موجود تھے انہوں نے صُلح نامہ کی ایک شرط کے مطابق کہ اگر کوئی مسلمان مکہ سے بھاگ کر مسلمانوں کے ہاں پناہ لے گا۔تو اسکو واپس مشرکین کے حوالے کر دیا جائے گا۔جبکہ اگر کوئی مسلمان مدینہ منورہ سے بھاگ کر مکّہ آ جائے تو اسکو واپس نہیں کیا جائے گا اپنے بیٹے کی واپسی کا مطالبہ کیا فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عاص ابو جندل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شرائط کے مطابق ان کے حوالے کر دیا۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب مکّہ مکرمہ فتح کر لیا تو یہ جان کے خوف سے ڈر کر گھر میں چھپ کر بیٹھ گئے اور اپنے بیٹے حضرت عاص ابو جندل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے درخواست کی کہ وہ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے ان کی جان بخشی کروا دیں۔حضرت ابو جندل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنے والد کی سفارش کی۔رحمتِ عالم نے سہیل بن عمرو کی تمام گزشتہ خطاؤں،غلطیوں،لغزشوں کو معاف فرما دیا۔سہیل بن عمرو نے جب دیکھا کہ دامنِ رحمت کشادہ ہے دریائے کرم اس وقت موج میں ہے تو صدقِ دِل سے سرکار دو عالم خاتم النبییّن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت کا اعتراف کر لیا عفو و درگزر کے اس عملی سچے معجزے نے اسقدر دِل پر اثر کیا کہ فوراً دامنِ رحمت سے وابستگی کا اظہار کرتے ہوئے کلمہ حق پڑھا اور حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئے۔اسلام لا کر اسقدر رنگ بدلا کہ پھر بقایا تمام عمر اسی مذہب حنیف کی خدمت میں بسر کر دی۔

صاحبِ سِیَر بیان کرتے ہیں کہ سہیل بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ نمازیں پڑھنے والا،روزے رکھنے والا،صدقہ وخیرات دینے والا اور آخرت کے اعمال اکٹھے کرنیوالا آپ سے بڑھ کر شاید کوئی اور ہو۔آپ عبادت کی کثرت سے سوکھ کر کانٹا ہو گئے رنگ وروپ بدل گیا تھا۔جب قرآن کریم کی تلاوت کرتے تو آنکھوں سے آنسوؤں کا دریا جاری ہو جاتا۔

1۔(از:اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 372)

2۔(رسالتِ نبویہ صفحہ 154 وغیرہ)

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد مدینہ منورہ سے انہی سہیل بن عمرو کو لکھا کہ مجھے آبِ زم زم روانہ کر دیں۔مکتوب مبارک کے یہ الفاظ تھے۔

"اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے"

"میرا یہ نامہ ملتے ہی فوراً مجھے آبِ زم زم بھیج دو"

(مہر: اللہ رسول محمد)

حضرت سہیل بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مکتوب مبارک ملتے ہی دو مشکیں آب زم زم اونٹ پر لاد کر سرکارِ

دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں روانہ کردیں۔

(72) قبیلہ خثعم کے نام فرمان اقدس

قبیلہ خثعم ان دنوں اپنے گزراوقات کے لئے کاشت کاری کو بطورِ پیشہ اختیار کئے ہوئے تھا گویا اس قبیلے کے لوگوں کا ذریعہ معاش کھیتی باڑی تھا۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب عرب کے لوگوں کے لئے عام معافی کا اعلان فرمایا تو اس قبیلے کے گزشتہ جرائم اور گناہوں کی معافی کی اطلاع دیتے ہوئے فخر دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس قبیلہ کے نام بھی ایک فرمان مبارک جاری فرمایا:

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فرمان مقدس اس قبیلے کے نام ارسال فرمایا اس کے الفاظ کا ترجمہ تحریر کیا جاتا ہے:۔

اردو ترجمہ فرمان مقدس

''اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنیوالا ہے''

''محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جانب سے قبیلہ خثعم کے نام''!

''خثعم قبیلہ کے جو لوگ جنگل اور دیہات میں مقیم ہیں انہوں نے زمانہ جاہلیت میں یعنی قبول اسلام سے پہلے جو جو خونریزی اور قتل وغارت کی ہے اُن سب کو معاف کیا جاتا ہے۔''

''اس قبیلے میں سے جو لوگ اسلام لے آئے ہیں یا جو اسلام لائے گا اسکو چشمے سے سیراب ہونے والی پیداوار پر بیسواں حصّہ اور بارانی (وہ زمین جسکی پیداوار کا تعلق بارش کے پانی کے ساتھ ہو) کی پیدوار پر دسواں حصّہ عشر ادا کرنا پڑے گا۔''

اللہ رسول محمد

(از: طبقات ابن سعد جلد 3 صفحہ 34)

(73) زمل بن عمرو العذری کے نام

زمل بن عمرو العذری حجاز مقدس کے ایک قبیلے کے فرد ہونے کی شکل میں عرب کے ہی باسی تھے۔ مذہب اسلام نے جب ہرسو اہل عرب ودیگر لوگوں کو اپنی رحمت کے دائرہ میں لے لیا تو یہ بھی اس مذہب کی سچائی سے متاثر ہوکر بہ نفس نفیس مدینہ منورہ میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور دستِ حق پرست پر بیعت کرنے کے بعد دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ حضور اکرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو

حسبِ عادت فرمان رسالت کی سعادت سے نوازا۔

فرمان مبارک کا ترجمہ

''اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے''

''میں زمل بن عمرو العذری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو اپنا سفیر بنا کر انہی کی قوم کی طرف بھیج رہا ہوں۔ جو شخص اسلام لائے وہ اللہ اور اُس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جماعت میں شامل ہے اور جو شخص اسلام لانے سے انکار کرے اس کیلئے بھی دو ماہ تک امن وحفاظت کی ذمہ داری اللہ اور اسکے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ہے۔''

(از: طبقات ابنِ سعد، رسالت نبویہ جلد 3 صفحہ 34، 151، 153 وغیرہ)

(74) عامر بن اسود طائی کے نام فرمان اقدس

قبیلہ طے یمن کا وہ مشہور قبیلہ تھا جسکی شہرت ہر سو تھی۔ اس قبیلے کی تاریخ اور خاص طور پر حاتم طائی سردار قبیلہ کے حالاتِ زندگی سے شاید ہی کوئی شخص ہو جو واقفیت نہ رکھتا ہو۔

حاتم طائی کی سخاوت کی وجہ سے یہ قبیلہ ساری دنیا میں مشہور ہے اور حاتم کی سخاوت تو ایک مشہور ضرب المثل بن چکی ہے۔ اسی قبیلے کے ایک سردار عامر بن اسود کے لئے حضور رسول کریم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک فرمان اقدس تحریر فرمایا جس کا متن یہ تھا۔

''اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنیوالا ہے''

''محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیجانب سے۔ عامر بن اسود طائی کے نام''!

''عامر اور اُن کے قبیلہ طے کی بستیاں، کنویں اور چشمے انہیں لوگوں کی ملکیت میں رہیں گے بشرطیکہ یہ نماز پڑھتے رہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے رہیں اور مشرکین سے اپنے آپکو ہمیشہ الگ رکھیں''۔

کاتب مکتوب شریف:

(حضرت) مغیرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

(از: طبقات ابنِ سعد جلد 3 صفحہ 23)

(75) حبیب بن عمرو الطّائی کے نام فرمان اقدس

جیسا کہ گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے کہ حاتم طائی کے قبیلہ بنو طے کے ایک سردار عامر بن اسود کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک فرمان مقدس ارسال فرمایا تھا۔ اسی طرح قبیلہ طے کے ایک اور سردار حبیب بن عمرو الطّائی مدینہ منورہ میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور اپنے علاقہ کے لئے سابقہ تمام حقوق کی بحالی کی درخواست کی۔

رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی اس درخواست کو قبول فرماتے ہوئے حسبِ ذیل فرمان عطا فرمایا۔ یہاں ایک بات خاص طور پر قابلِ ذکر ہے کہ قبیلہ طے کے ہر سردار کے نام کے آخر میں یہ جو لفظ 'طائی' استعمال ہوتا ہے اسکی نسبت ان کے مشہور زمانہ سخی سردار حاتم طائی کی طرف بھی ہے۔

اردو ترجمہ فرمان اقدس

''اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنیوالا ہے''

''حبیب بن عمرو الطائی کی قوم میں سے جو شخص اسلام لائے، نماز پڑھے اور زکوٰۃ ادا کرے۔ اس کا مال اور اسکی صحرائی وسکنائی جائیداد اور کنویں سب اسکی ملکیت میں ہی رہیں گے۔ ان کی کسی چیز پر کوئی قبضہ نہیں کر سکے گا۔ اس تحریر کو لکھنے کی اللہ اور اسکے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ذمہ داری ہے۔''

اللہ رسول محمد

(از: طبقات ابن سعد، المواہب لدنیہ وغیرہ)

(76) بنی جوین کے نام فرمان اقدس

سیرت کی مشہور کتاب جس کو تقریباً ہر صاحبِ سیر نے اپنی تصنیف میں حوالہ جات کے لئے ایک معتبر کتاب سمجھ کر استعمال کیا ہے یعنی طبقات ابن سعد۔ اس میں ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبیلہ بنی جوین کے لئے بھی ایک فرمان مبارک جاری فرمایا جس میں ان لوگوں کی سابقہ ملکیت کو بحال رکھنے کا یقین دلایا گیا فرمان اقدس کا مضمون یہ تھا۔

اردو ترجمہ

''اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے''

محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جانب سے۔۔۔ بنی جوین کے نام''!

''بنی جوین میں سے جو شخص اللہ پر ایمان لائے۔ نماز پڑھے زکوٰۃ ادا کرے اور مشرکین سے الگ رہے۔ اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا اپنی ملکیت میں سے حصہ نکالتا رہے اور اسلام پر ثابت قدم رہے۔ ہر ایسا فعل کرنے والے شخص کے لئے اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ذمہ داری ہے۔''

''قبیلہ بنی جوین کی زمین، کنویں اور تمام دوسری چیزیں جن پر اسلام قبول کرتے وقت یہ لوگ جائز طریقے سے قابض تھے وہ سب انہیں لوگوں کی ملکیت میں رہیں گے۔''

(از: طبقات ابن سعد جلد 3 صفحہ 23)

طبقات ابن سعد میں ہے کہ اسی مضمون کا ایک فرمان اقدس اس قبیلے کے دوسری شاخ بنی معین کے نام تحریر فرمایا اور انہیں تاکید کی گئی تھی کہ وہ راستوں کی حفاظت رکھیں۔

(77) حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام فرمان اقدس

حضرت زبیر بن عوام (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) (بن خویلد بن اسد بن عبد العزّٰی بن قصی) سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی تھے حضور علیہ السلام کی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت عبد المطلب ان کی والدہ تھیں اور اُم المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حقیقی بھتیجے تھے

(36ھ میں وادی السباع میں 64 سال کی عمر میں شہادت پائی) یہ وہ خوش قسمت جنتی صحابی ہیں جو صرف 16 سال کی عمر میں ہی دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے دوسرے صحابہ کرام تو صرف ایک بار ہجرت کی سعادت سے مشرف ہو سکے جبکہ ان کو یہ سعادت دو دفعہ حاصل ہوئی یعنی ایک دفعہ ہجرت حبشہ اور پھر تاریخ عالم کی مشہور ہجرت مدینہ منورہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ:

''ہر نبی جو مجھ سے پہلے گزر چکے ہیں اُن کے حواری ہوتے تھے میرے حواری یہ زبیر بن عوام (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہیں۔''

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان خوش قسمت ساتھیوں میں سے ہیں جنکی رگ رگ میں جاں نثاری کا جذبہ موجزن تھا۔ انہوں نے کسی غزوہ میں بھی غیر حاضری نہیں کی بلکہ ہر جنگ ہر غزوہ اور ہر جگہ حضور اکرم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ شریک رہے۔ آپ نے اسلام کی بڑی بڑی خدمات سرانجام دیں ہر مشکل وقت میں ثابت قدم رہے۔ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شمار عشرہ مبشرہ (وہ لوگ جن کو سرکارِ دو عالم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے زندگی میں ہی جنت کی بشارت فرمادی تھی۔ یہ لوگ تعداد میں دس تھے) میں ہوتا ہے۔''

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شواق کی جاگیر عطا فرمائی۔ اس جاگیر کو تحریری طور پر لکھوا کر ان کے حوالے کیا اس فرمانِ رسالت کو تحریر کرنے کی سعادت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ شیر خُدا کے حصّے میں آئی۔ فرمانِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو مضمون تھا اس کا اردو ترجمہ تحریر کیا جارہا ہے۔

''اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنیوالا ہے''۔

''محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے زبیر بن عوّام (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے نام!''

''میں نے زبیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو شواق کی ساری زمین عطا کردی ہے۔ اس میں کوئی اُن سے مزاحمت نہ کرے۔''

کاتبِ مکتوب گرامی: (حضرت) علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

(از: طبقات ابنِ سعد جلد 3 صفحہ 26)

یہ بات خاص طور پر قابلِ ذکر ہے کہ حجاز مقدس کا اکثر علاقہ کیونکہ ریگستانی، پتھریلا، بنجر اور غیر آباد تھا۔ جو علاقے سرسبز وشاداب تھے ان پر اسلام کے ابتدائی دور میں بیرونی طاقتیں مثلاً روم وایران وغیرہ قابض تھیں۔ اس لئے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عام طور پر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو یہی ترغیب دیتے تھے کہ تم میں سے جو شخص بھی ان بنجر، غیر آباد اور ریگستانی دور دراز کی زمینوں کو اپنی ذاتی یا دیگر وسائل سے آباد کرے گا وہ جگہ وہ زمین اسکی ملکیت قرار پائے گی۔ اس کا فائدہ یہ ہوا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے شب وروز محنت کے بعد ایسی بے شمار زمین آباد کرلی جسکی وجہ سے ملک وقوم کی بہتری اور معاشی میدان میں قابلِ قدر ترقی ہوئی۔

جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنجر بے آباد اور ریگستانی زمینیں آباد کرنے کے لئے جن جن لوگوں کو حکم نامے جاری فرمائے ذیل میں ان کا ذکر کیا جارہا ہے اور حتی المقدور کوشش ہے کہ سیرتِ نبوی کا کوئی بھی پہلو ایسا نہ رہے جس پر روشنی نہ ڈالی گئی ہو۔

(78) بنی الحارث کے نام فرمان اقدس

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنجر، غیر آباد اور ریگستانی علاقوں کو سرسبز وشاداب کرنے کے سلسلے میں جو فرامین تحریر فرمائے اُسی سلسلے میں بنی الضباب کے قبیلے بنی الحارث کے نام بھی ایک قطعہ زمین عطا فرماتے ہوئے ان لوگوں کو تحریر فرمایا:

ترجمہ:۔

''اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے''۔

"سارا یہ اور اُس کا بلند حصّہ بنی الحارث کو دیا گیا ہے لیکن یہ قطعہ اراضی اس شرط پر ان کی ملکیت میں رہے گا کہ یہ لوگ نماز پڑھتے رہیں، زکوٰۃ ادا کرتے رہیں اور مشرکین سے ہمیشہ بے تعلق رہیں اُن کے ساتھ کسی قسم کا لین دین نہ رکھیں، اللہ اور اُسکے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اطاعت وفرمانبرداری کرتے رہیں۔"

(از: طبقات ابن سعد جلد 3 صفحہ 22)

(79) بنی جُرمز کے نام فرمان اقدس

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبیلہ جہنیہ کے بنی جرمز کے لئے اپنا ایک فرمان تحریر فرمایا، جس کا مضمون یہ تھا۔

اُردو ترجمہ

"اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنیوالا ہے"

"بنی جرمز کے لوگوں کو اُن کی بستیوں میں امن وامان حاصل ہوگا۔ یہ لوگ قبولِ اسلام کی حالت میں جو مال و دولت رکھتے تھے وہ سارا مال ودولت انہی کی ملکیت رہے گا۔"

کاتب مکتوب شریف:

(حضرت) مغیرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

(از: طبقات ابنِ سعد جلد 3 صفحہ 24)

(80) بنی شمخ کے نام فرمان مُقدّس

قبیلہ بنی جہنیہ کی ہی ایک شاخ بنی شمخ کو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وادیٔ صفینہ کی زمین عطا فرماتے ہوئے جو فرمان مبارک لکھوایا اس کا مضمون یہ تھا۔

اردو ترجمہ

"اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے"۔

"یہ وہ دستاویز ہے جو محمد النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے قبیلہ جہنیہ کے بنی شمخ کو دی ہے میں نے

انہیں صفینہ کی وہ زمین دے دی ہے جس پر ان لوگوں نے خود نشان لگایا تھا اور پھر زراعت شروع کر دی تھی کوئی شخص بھی ان لوگوں کے کام میں دخل اندازی نہ کرے۔''

کاتب عقبہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

(81) عوسجہ بن حُرملہ جُہنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے نام فرمان اقدس

عوسجہ بن حرملہ جہنی جس کا تعلق قبیلہ جہنیہ سے تھا اسکو ایک ٹکڑا اراضی بابت کاشتکاری عطا فرماتے ہوئے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ عوسجہ کے نام میرا فرمان تحریر کریں زمین کی جو دستاویز مبارکہ عوسجہ کو عطا کی گئی اسکی عبارت کا اردو ترجمہ یہ ہے۔

''اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنیوالا ہے''

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عوسجہ بن حرملہ جہنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو ذی المروۃ کا مقام عطا فرما دیا ہے۔ اس رقبہ کی یہ دستاویز ہے۔ آپ نے عوسجہ کو بلکثہ سے مصنعہ تک اور پھر جفلات سے حد جبل قبلہ تک تمام قطعہ زمین عنایت فرما دی ہے۔ اس اراضی کے سلسلے میں کوئی بھی ان سے کسی قسم کی مزاحمت نہ کرے۔ اس بارے میں جو شخص بھی ان سے جھگڑا کرے گا وہ حق پر نہ ہوگا۔''

کاتب فرمانِ مقدسہ:

(حضرت) عقبہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

(82) حضرت بلال بن حارث المزنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے نام فرمان اقدس

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلال بن حارث المزنی کو مختلف زمین کے ٹکڑے دیتے ہوئے جو فرمان ارسال کیا اسکی تحریر یہ تھی۔

فرمان اقدس کا اُردو ترجمہ

''اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے''

''النخل اور جزعہ وغیرہ بلال المزنی کو دیئے گئے ہیں نیز المصنہ اور غیلہ بھی ان کو دیئے جاتے ہیں۔ ان مقامات کی تمام بلند اور نشیبی زمین بھی انہی کی ہوگی۔ ان زمینوں میں جو کانیں ہیں۔ ان کے مالک بھی یہی لوگ ہوں

گے مگر یہ سب کچھ اس شرط پر ان کا ہوگا اگر یہ لوگ اسلام پر ثابت قدم رہیں۔

(از: طبقاتِ ابن سعد جلد 2 صفحہ 25)

مذکورہ اراضی جو سرکار دو عالم ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلال بن حارث کو عطا کی اس زمین میں معدنیات کی کانیں بھی تھیں۔ یہ پہاڑی علاقہ تھا۔ بعد میں اس بلال بن حارث کی اولاد نے اس اراضی کا کچھ حصہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ اتفاقاً زمین کی کھدائی کے وقت وہاں سے کان نکل آئی۔ بلال بن حارث کی اولاد نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ ہم نے آپ کے ہاتھ صرف زراعت کے لیے زمین فروخت کی ہے اسکی معدنیات نہیں اور اپنے دعویٰ کے ثبوت میں یہ فرمان رسالت پیش کیا۔ اس فرمانِ مقدس کو دیکھ کر حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے آنکھوں سے لگایا اور بلا تامل کان کا سارا مال ان لوگوں کے حوالے کر دیا۔

(از: کتابُ الاموال صفحہ 338،339)

(طبقات ابن سعد جلد 2 صفحہ 25)

(83) عتبہ بن فرقد کے نام فرمانِ مقدسہ

عتبہ بن فرقد مکہ مکرمہ میں سکونت رکھتے تھے اور ان کے پاس رہائش کیلئے مکان بھی نہ تھا انہوں نے حضور اکرم ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کی کہ مجھے مکان کے لئے جگہ عطا فرمائی جائے آپ نے اس درخواست کو شرفِ قبولیت بخشتے ہوئے یہ فرمان تحریر فرمایا:

اردو ترجمہ

''اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے''

''اس دستاویز کے مطابق نبی اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے عتبہ بن فرقد کو مکہ مکرمہ میں کوہِ مروہ کے قریب مکان تعمیر کرنے کے لئے زمین عطا کی ہے اس سلسلے میں کوئی بھی مداخلت نہ کرے۔''

کاتب (حضرت) امیر معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

(از: طبقات ابن سعد جلد 3 صفحہ 34)

(84) حرام بن عبد السُّلمی کے نام

جس طرح بلال بن حارث کو ایک دستاویز کی رو سے اراضی عطا فرمائی تھی اسی طرح حرام بن عبد السُّلمی جن کا تعلق بنی سلیم سے تھا ان کو دو مقام عطا فرمائے اور یہ فرمان تحریر کروا کر عطا کیا۔

اردو ترجمہ

"اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنیوالا ہے"۔

"حرام بن عبد السُّلمی کو اذاما اور شواق کا وہ حصہ جو ان کا ہے بحال کیا جاتا ہے کوئی شخص اس سلسلے میں اُن پر کسی قسم کی زیادتی وظلم نہ کرے اور نہ ہی ان لوگوں کو کسی دوسرے پر ظلم وزیادتی کی اجازت ہوگی"۔

اللہ رسول محمد

کاتب فرمانِ مقدسہ:

(حضرت) خالد بن سعید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

(از: طبقات ابن سعد جلد 3 صفحہ 26)

(85) سَعید بن سُفیان کے نام فرمان اقدس

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سعید بن سفیان کو کھجوروں کا ایک باغ عطا فرماتے ہوئے جو فرمانِ رسالت تحریر فرمایا اس کا اُردو ترجمہ یہ ہے۔

"اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنیوالا ہے"

"یہ فرمان اس بات کی تصدیق ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے سعید بن سفیان الرعلی کو السوارقیہ کا کھجور کا باغ عطا فرمایا ہے۔ اس سلسلے میں کوئی بھی ان سے کسی قسم کی پوچھ گچھ یا مداخلت نہ کرے"۔

اللہ رسول محمد

کاتب مکتوب شریف

(حضرت) خالد بن سعید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

(از: طبقاتِ ابن سعد جلد 3 صفحہ 34)

(86) نہشل بن مالک کے نام فرمان اقدس

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکّہ کے بعد قبیلہ بنی وائل کے سردار نہشل بن مالک کے نام فرمان مبارک ارسال کیا جس میں نہشل کو دعوتِ اسلام دی گئی تھی۔ اس زمانے میں کیونکہ قبائل عرب گروہ درگروہ دائرہ اسلام میں داخل ہو رہے تھے حجازِ مقدس اور اسکے اردگرد کے علاقوں سے کفر وشرک کی کالی رات سپیدہ سحر میں تبدیل ہو رہی تھی۔ اس سنہری موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اہل قبیلہ بھی دلی طور پر اسلام کی طرف راغب ہو رہے تھے۔ انہی ایّام میں حضور اکرم خاتم النبیّین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ قبیلہ کے سردار کے نام فرمان تحریر کریں اس طرح اس فرمان مبارک کی کتابت کی سعادت حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حاصل ہوئی۔ اُس فرمان کا جو مضمون تھا اس کا اردو ترجمہ تحریر کیا جاتا ہے۔

''اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنیوالا ہے''

''اللہ کے رسول محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے جانب سے۔۔۔ نہشل بن مالک اور بنی وائل کے ان لوگوں کے نام جو اسلام قبول کر چکے ہیں۔''

''سب لوگ نماز ادا کرتے رہیں، زکوٰۃ ادا کریں اور اللہ اور اُسکے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اطاعت کرتے رہیں اور مال غنیمت میں سے اللہ اور اسکے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا حصّہ جو کہ پانچواں ہے نکالتے رہیں۔ یہ لوگ اپنے اسلام لانے کا سرعام اعلان کرتے رہیں اور مشرکین سے ہمیشہ علیحدہ رہیں۔ ایسے لوگ اللہ کی امانت میں مامون ومحفوظ ہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ایسے لوگوں کو ہر قسم کے ظلم وزیادتی سے بچانے کے ذمہ دار ہیں۔ ان لوگوں کو نہ جلاوطن کیا جائیگا۔ اور نہ اُن سے پیداوار کا عشر (دسواں حصّہ) لیا جائیگا۔ ان کا حاکم ان ہی میں سے ہوگا۔''

اللہ رسول محمد

(از: طبقات ابن سعد جلد 3 صفحہ 39،33)

(87) مُطَرِّف کے نام فرمان اقدس

مطرف بن کاہن الباہلی جو کہ اپنے قبیلے کے سردار تھے اُن کے نام سرورِ عالم ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک فرمانِ اقدس تحریر کروایا جس میں زمین کی آبادکاری اور مویشیوں پر زکوٰۃ کے احکام کے بارے میں فرمایا گیا۔ فرمان مقدسہ کا مضمون یہ تھا۔

اردو ترجمہ

''اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنیوالا ہے''۔

''محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے جانب سے مطرف بن کاہن الباہلی کے نام''!

''تمہارے قبیلے میں سے جو شخص نا قابل زراعت زمین کو قابل کاشت بنائیگا۔ وہ زمین اسی کی ہو جائے گی۔ ایسے لوگوں کے ذِمّے ہر تیس گائے پر ایک پوری عمر کی جوان گائے اور ہر چالیس بھیڑوں پر ایک سال بھر کی بھیڑ اور ہر پچاس اونٹوں پر ایک چھ سالہ اونٹ بطور زکوٰۃ واجب ہے۔ زکوٰۃ وصول کرنیوالوں کو یہ حق نہیں ہوگا کہ وہ ان کی چراگاہ کے علاوہ کسی دوسری جگہ زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے مجبور کریں۔ قبیلے کے سب لوگ اللہ اور اسکے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی امان میں ہیں۔''

(از: طبقات ابن سعد جلد 3 صفحہ 33،49)

(88) بنوعبد اللہ کے نام فرمان اقدس

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُسیخت (اسی بخت) کے علاوہ بنوعبد اللہ کے نام بھی الگ نامہ اقدس ارسال فرمایا جس میں ان لوگوں کو صراطِ مستقیم پر قائم رہنے کی تاکید فرمائی گئی ہے۔

اردو ترجمہ

''اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنیوالا ہے''

''میں تم لوگوں کو اللہ کے ساتھ وابستہ رہنے کی تاکید کرتا ہوں اور یہ کہ ہدایت کے بعد گمراہی مت اختیار کرنا اور راہِ راست قبول کرنے کے بعد کجی (بُرائی) کی جانب مائل نہ ہو جانا۔ میرے پاس تمہارا وفد آیا ہے میں نے اس وفد کے ساتھ ایسا برتاؤ کیا ہے جس سے وفد کے لوگ خوش ہوئے ہیں۔ میں نے تمہارے وفد کی سفارش قبول کر لی ہے تم اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جو تمہیں ملی ہے۔ جو کچھ تم لوگوں نے کیا ہے وہ مجھے معلوم ہو گیا ہے تم لوگوں میں جو وفادار رہے گا اس پر کسی دوسرے کے عذر کا جُرم عائد نہیں کیا جائے گا۔

جب تک تمہارے پاس میرے قاصد آئیں تو تم اللہ کے کاموں میں ان کی مدد کرنا۔ تم میں سے جو نیکی کرے گا اسکی نیکی نہ اللہ کے ہاں فراموش ہوگی۔ اور نہ ہی اسکے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ہاں۔ اس کے لئے سلامتی ہے جو راہِ راست کی پیروی کرے''۔

(از: طبقات ابن سعد جلد 3 صفحہ 27، فتوح البلدان جلد 1 صفحہ 79،80)

(89) چین کے بادشاہ اور ہند کے راجہ کے نام مکتوب اقدس

چین کے قدیم ذخیرہ کتب سے جو معلومات فراہم ہوئی ہیں اُن سے پتہ چلتا ہے کہ عرب کے تاجروں کی ایک جماعت سفر پر نکلی اور مختلف علاقوں میں سامان تجارت کی خرید وفروخت کرتی ہوئی چین کے ملک میں پہنچ گئی۔ اس وقت ''تائی تسونگ'' چین کا بادشاہ تھا۔ (چین پر سوئیس سلسلہ شاہی کی حکمرانی 590ء سے 618ء اور تانگ یعنی تسانگ خاندان سلسلہ شاہی کی حکمرانی 618ء سے 906ء تک قائم رہی) اس جماعت کے پاس حضور رسول کریم ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک پیغامِ حق تھا۔ اس جماعت نے وہ پیغام چین کے بادشاہ کو دیا۔

چین کے بادشاہ تائی تسونگ نے عرب کے اُن پیغام رساں تاجروں کو بڑی ہی قدر ومنزلت اور عزّت و احترام کے ساتھ اپنے پاس ٹھہرایا۔ یہ لوگ کینٹن (Canton now named Guangzhou Capital of Guangxi Zhuan province of South China) میں رہائش پذیر ہوئے پھر ان لوگوں نے بادشاہ سے اس شہر میں مسجد تعمیر کرنے کی اجازت طلب کی جو بادشاہ نے صد مسرّت کیساتھ عطا کر دی۔ اُن تاجرون کے علاوہ بھی بہت سے مبلغین چین پہنچے انہوں نے نہایت خوش اسلوبی سے دین حنیف کی تبلیغ کا فریضہ سرانجام دیا۔ جس کے نتیجہ میں بہت سے چینی لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔

اسکے علاوہ مسلمان تاجروں کا ایک قافلہ جنوبی ہند کے علاقہ مالا بار (Southern India, Now consisting the provinces of Karnataka, Kerala, Tamil Nadu and adjoining areas) کے ساحلی علاقے کے راجہ کے نام بھی حضور اکرم رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوتِ اسلام کا مکتوب اقدس لے کر پہنچا۔ جس کا تذکرہ تاریخ میں ملتا ہے۔ تحفۃ المجاہدین کے حوالے سے گجرات ودیا سبھا احمد آباد کی شائع کردہ تاریخِ گجرات میں بھی اس کا ذکر ملتا ہے۔

10ھ میں جو مختلف ممالک اور شہروں کے وفود مدینہ منورہ پہنچے تو ان میں مسلمانان ہند کا بھی ایک وفد شامل تھا۔ گو اس وفد کا مکمّل صراحت کے ساتھ نام نہیں ہے لیکن اگر ہم تاریخ طبری جلد سوم کا مطالعہ کریں تو ہمیں اس وفد کا ذکر ملے گا اور وہ ذکر یوں ہے کہ جب بنو حارث بن کعب کا وفد حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیرِ قیادت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وفد کو دیکھ کر دریافت کیا تھا کہ ''یہ کون لوگ ہیں۔ مجھے ہندی معلوم ہوتے ہیں''۔ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یہ بنو حارث بن کعب ہیں۔

مذکورہ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستانی مسلمانوں کا وفد قبل ازیں آپ علیہ السلام کی خدمت اقدس میں شرف باریابی حاصل کر چکا تھا اور بنو حارث کے اراکین وفد، شکل وصورت کے اعتبار سے ہندوستانیوں جیسی

مشابہت رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ الفاظ ارشاد فرمائے کہ ''یہ لوگ ہندی معلوم ہوتے ہیں''۔ یہی بنو حارث کے افراد اب بھی عرب میں موجود ہیں ان کی شکل وصورت حیرت انگیز طور پر سندھ، راجپوتانہ، یوپی اور پنجاب کے قدیم نومُسلم افراد سے ملتی جُلتی ہے۔ قبیلہ حارث اب سعودی عرب کے المنطقہ الشرقیہ کے صوبہ میں غالب اکثریت میں آباد ہے۔ (واللہ اعلم)

(از: تاریخ طبری جلد 3 صفحہ 156)

(طبقات ابن سعد جلد 3 صفحہ 72)

(90) طائف کے بنی ثقیف قبیلہ کے نام فرمان اقدس

مِلّتِ اسلامیہ کے نام

طائف میں قبیلہ ثقیف عرب کا ممتاز قبیلہ تھا اور کافی حد تک یہی صورت حال اب بھی برقرار ہے۔ مکہ مکرمہ کے جنوب مشرق میں عرب کے مشہور پہاڑ جبل السرات پر واقع ہے سطح سمندر سے اونچائی پانچ ہزار دو سوفٹ ہے۔ اس قبیلہ کے لوگ شجاعت اور جوانمردی میں مشہور تھے۔ ان کو قریش کا ہمسر سمجھا جاتا تھا، عرب کہا کرتے تھے، قرآن مجید کو اگر اترنا ہی تھا تو مکّہ یا طائف کے کسی رئیس پر اترا ہوتا۔ قرآن مجید کی آیت کریمہ سورۃ الزخرف آیت 31۔

وَقَالُوا لَوْلَا

نُزِّلَ هَٰذَا الْقُرْآنُ عَلَىٰ رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيمٍ ﴿٣١﴾

ترجمہ: اور کہتے ہیں یہ قرآن ان دو شہروں (بستیوں) کے بڑے آدمی پر کیوں نہ اترا۔

(''قریتین'' سے مراد مکہ اور طائف ہی ہیں)۔

ثقیف کی جرأت اور بہادری کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ فتح مکّہ کے بعد جب کہ دیگر قبائل عرب پر فتوحاتِ اسلامی کی دھاک بیٹھ چکی اور وہ اسلام کی حقانیت سے متاثر ہو کر جوق در جوق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آغوش رحمت میں شامل ہو رہے تھے قبیلۂ ثقیف نے ہوازن سے مل کر مکہ مکرمہ میں حضور نبی کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر حملہ کا منصوبہ بنایا اور اس طرح معرکۂ حنین برپا ہوا۔ حنین میں ابتدا میں مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے تھے لیکن بالآخر اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرمائی۔ معرکۂ حنین میں شکست کھانے کے بعد ثقیف اور ان کے جنگی حلیف طائف میں پناہ گزیں ہو گئے تھے۔ طائف نہایت محفوظ مقام تھا۔ جس کے اردگرد فصیل بنی ہوئی تھی۔ حضور رسول مقبول سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حنین سے فارغ ہو کر طائف کا رُخ کیا، کئی دن تک محاصرہ جاری رہا۔ پہلی دفعہ منجنیق اور قلعہ شکن آلات استعمال کیے گئے لیکن شہر فتح نہ ہوسکا اور حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم واپس تشریف

لے گئے۔

اس موقع پر بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثقیف کے حق میں بددُعا کی درخواست کی لیکن رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دِلی خواہش تھی کہ کسی طرح یہ مسلمان ہو جائیں۔ چنانچہ بددعا کی بجائے آپ کی زبانِ مبارک پر یہ الفاظ جاری ہوئے۔

''اَللّٰھُمَّ اِھْدِ ثَقِیْفًا وَائْتِ بِھِمْ''

''اے اللہ تو ثقیف کو ہدایت عطا فرما اوران کو میرے پاس لے آ۔''

(از: سیرۃ ابن ہشام جلد2 صفحہ 591)

اس دعا کا اثر یہ ہوا کہ پورے کا پورا قبیلہ بہت جلد مسلمان ہو گیا اوران کا وفد حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جس کی تفصیل ابن ہشام، ابن سعد ابنِ کثیر اور دیگر مؤرخین نے یہ بیان کی ہے کہ حضور ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب طائف کا محاصرہ فرمایا تھا اس وقت ان کے ایک سردار عروہ بن مسعود طائف میں موجود نہ تھے۔ جب یہ واپس آئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طائف کا محاصرہ چھوڑ کر واپس جا چکے تھے ان کے دل میں اللہ تعالیٰ نے اسلام کی تڑپ پیدا کی اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلاش میں چل نکلے اور اثناء راہ ہی میں حضور خاتم النبیّین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ پہنچنے سے قبل خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے اور پھر اپنے قبیلہ میں واپس جانے کی اجازت چاہی تا کہ ثقیف کو اسلام کی دعوت دیں۔ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو روکا اور ارشاد فرمایا کہ ''وہ تمہیں قتل کر دیں گے۔ لیکن انہوں نے عرض کیا کہ میں انہیں ان کی اولاد سے بھی زیادہ عزیز ہوں''۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت مرحمت فرما دی۔

جب یہ طائف پہنچے اور لوگوں کو اسلام کی طرف بلایا تو وہی ہوا جس کا خدشہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظاہر کیا تھا، یعنی قبیلہ کا قبیلہ مخالفت پر آمادہ ہو گیا، اوران کو قتل کر دیا۔ واقعہ قتل کے بعد کئی مہینے اسی حالت میں گزر گئے۔ 9ھ (630ء) میں فتح مکہ کے بعد جب حسب ارشاد خداوندی (سورۃ نصر آیت 2)

وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا ﴿۲﴾

ترجمہ: ''اور لوگوں کو تم دیکھو کہ اللہ کے دین میں فوج فوج (جوق در جوق) داخل ہو رہے ہیں''

کا موقع سامنے آیا اوراس کے بعد جب بنو ثقیف نے دیکھا کہ اطراف کے سارے قبیلے مسلمان ہو چکے ہیں اور وہ تنہا رہ گئے ہیں تو آپس میں مشورہ کر کے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضری کے لئے ایک وفد تشکیل دیا۔ یہ وفد عبد یالیل اور ثقیف کے حلیف دیگر قبائل کے سرکردہ لوگوں پر مشتمل تھا۔ اس وفد کی آمد پر مسلمانوں کو کتنی مسرّت ہوئی اس کا اندازہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس بیان سے ہوتا ہے کہ:

''انی لفی رکاب المسلمین بذی حرض فاذا عثمان بن ابی العاص تلقانی

یستخبر نی فلما راء یتھم خرجت و اشتدًا بشر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم بقد و مھم فالقی ابابکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فاخبر تہ بقدو مھم فقال اقسمت علیک لا تسبقنی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم بخبر ھم فدخل فاخبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فسر مقدھم .

ترجمہ:۔

''میں ''ذی حرض'' میں مسلمانوں کے قافلہ کے ساتھ تھا کہ اچانک عثمان بن ابی العاص نے سامنے سے آکر مجھ سے دریافت کرنا شروع کر دیا اور میں نے جیسے ہی ان لوگوں کو آتے دیکھا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کی بشارت دینے کے لیے دوڑ پڑا، اسی اثناء میں میری ملاقات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوگئی اور میں نے انہیں بھی ان کی آمد کی خبر دی تو وہ کہنے لگے کہ میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ تم پہلے مجھے موقع دو کہ میں حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کی آمد کی خبر دوں۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کی آمد سے مطلع کیا، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے آنے پر خوش ہوگئے۔''

(طبقات ابن سعد جلد 1 صفحہ 313)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو مسجد نبوی میں اتارا، حضرت خالد بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کی مہمان نوازی پر مامور فرمایا۔ اہلِ وفد کی احتیاط کا یہ عالم تھا کہ جب کھانا ان کے سامنے رکھا جاتا تو یہ کھانا اس وقت تک نہ کھاتے جب تک کہ پہلے حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس میں سے خود ان کے سامنے نہ کھا لیتے۔ حضور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معمول تھا کہ عشاء کے بعد ان کے پاس تشریف لاتے اور ان سے گفتگو فرماتے تھے۔ چند دنوں کی تبلیغ کے بعد یہ اسلام لانے کے لیے تیار ہو گئے۔ لیکن یہ شرطیں پیش کیں کہ زنا، سودخوری اور شراب کی حُرمت سے ہمیں مستثنیٰ رکھا جائے۔ نیز ہمارے بُت ''لات'' کو تین سال تک نہ توڑا جائے۔ نماز، زکوٰۃ اور جہاد کی پابندی سے بھی آزاد رکھا جائے۔ حضور اکرم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی تمام شرائط نامنظور فرمائیں۔ بُتوں کے توڑنے میں یہ رعایت دے دی کہ خود اپنے ہاتھ سے نہ توڑیں۔ چنانچہ یہ اپنے بیہودہ مطالبات سے دستبردار ہو کر مسلمان ہو گئے۔ حضور ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو وفد میں سب سے کم عمر تھے، ان کا عامل مقرر فرمایا۔ ان کے عامل بنانے کی وجہ یہ تھی کہ یہ سب سے زیادہ علم دین کے حامل تھے۔ ان کو اس موقع پر جو امان نامہ تحریر کروا کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیا تھا ان میں اور باتوں کے علاوہ وادی ''وج'' کو ان کی ملکیت میں دینے اور دوسروں کے لیے اس کے حرام ہونے کا تذکرہ بھی تھا۔

بسم الله الرحمن الرحيم' من محمد رسول الله (صلى الله عليه و آله وسلم) الى المؤمنين ان عضاه وج و شجره لا يعضد، وصيده لا يقتل فمن وجد يفعل من ذلك شيئا فانه يجلد و ينزع ثيابه ، وان تعدّى ذلك احد فانه يؤخذ فيبلغ محمد النبى (صلى الله عليه و آله وسلم) وان هذا من محمد النبى (صلى الله عليه و آله وسلم) و كتب خالد بن الوليد بامر النبى صلى الله عليه و آله وسلم) وكتب خالد بن الوليد بامر النبى صلى الله عليه وسلم فلا يتعداه احد فيظلم نفسه فيما امره به محمد (صلى الله عليه و آله وسلم) .

ترجمہ :

یہ تحریر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے مؤمنین کی طرف ہے کہ "وج" کا "خارستان" اوراس کے درخت نہ کاٹے جائیں اور نہ اس جگہ کے شکار کو قتل کیا جائے۔ جوان ممنوعہ امور کی خلاف ورزی کرتا ہوا پایا گیا اسے کوڑے لگائے جائیں گے اوراس کے کپڑے اتار لیے جائیں گے۔ اگر کوئی اس پر بھی باز نہ آیا تو اسے گرفتار کر کے محمد نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تک پہنچادیا جائے گا یہ حکم نامہ محمد نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف سے ہے۔ محمد بن عبداللہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے کوئی تعدی نہ کرے کہ وہ خود اپنے حق میں ناانصافی کرے گا اس اصول کی رو سے جس کا محمد رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حکم دیا ہے"۔

اس کی کتابت حسب الحکم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ حضرت خالد بن ولید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کی"

(سیرت ابن ہشام جلد 4 صفحہ 54)

(91) ہُرمُزان کے نام مکتوب اقدس

ہرمزان ایران کے شاہی خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ یہ شیرویہ کا ماموں تھا ایران کے بہترین سپہ سالاروں میں شمار ہوتا تھا۔ حضور اکرم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شاہِ ایران خسرو پرویز کے ساتھ ہرمزان کو بھی اسلام کی دعوت دی تھی، مکتوبِ اقدس میں لکھا تھا:

ترجمہ مکتوب اقدس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے ۔۔۔ ہرمزان کے نام، میں آپ کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں، اسلام قبول کر لیجیے تا کہ آپ کو دنیا اور آخرت کی سلامتی حاصل ہو جائے۔

(از: رسالات نبویہ صفحہ 313)

ہر چند ہرمزان نے اس وقت مکتوبِ اقدس پر کوئی توجہ نہیں کی۔ مگر چند سال کے بعد عہدِ فاروقی میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کردار کو دیکھ کر حلقہ بگوشِ اسلام ہو گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایران کے سیاسی اور انتظامی معاملات میں ہرمزان کے مشورے کو خاص طور پر ملحوظ رکھتے تھے۔

(الفاروق جلد اول، فتوحاتِ ایران)

(92) اہلِ تہامہ کے نام مکتوبِ اقدس

عرب میں شمال سے لے کر جنوب تک جبل السرات کا پہاڑی سلسلہ پھیلا ہوا ہے۔ یہ ساحل عرب کے متصل وہ نشیبی اور تنگ خطۂ زمین ہے جو جزیرہ نمائے سینا سے شروع ہو کر عرب کی مغربی اور جنوبی سمت کے ساتھ ساتھ چلا گیا ہے۔ تہامہ کی مغربی سرحد پر خلیج قلزم ہے۔ اور مشرقی سرحد پر پہاڑیوں کا ایک سلسلہ جنوباً شمالاً چلا گیا ہے جبل السرات کی چوڑائی مختلف مقامات پر مختلف ہے۔ اس کی سب سے بڑی چوٹی 14 ہزار فٹ بلند ہے۔

جبل السرّات کی پہاڑیوں نے مُلک کو مغربی و مشرقی دو طبعی حصّوں میں تقسیم کر دیا ہے، یہی وہ پہاڑی ہے جسے توراۃ میں کوہِ سعیر کہا گیا ہے۔

مغربی حصّے میں جو بحرِ احمر سے ملا ہوا ہے۔ حجاز، تہامہ، اور یمن وغیرہ واقع ہیں، یہ مشرقی حصّے سے نسبتاً چھوٹا ہے۔ مشرقی حصّہ جو خلیج عرب کی جانب ہے اس میں نجد، یمامہ، عمان، بحرین اور حضرموت وغیرہ واقع ہیں۔

تہامہ کے پہاڑی علاقے میں عرب کے مختلف قبیلوں کے لوگ جمع ہو گئے تھے۔ ان لوگوں کا کوئی نظام نہ تھا، عموماً ایسے لوگوں کا ذریعۂ معاش لوٹ مار اور قتل و غارت ہوتا ہے، اُن لوگوں نے بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اپنا وفد بھیجا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کے لیے مکتوب اقدس تحریر فرمایا، جس میں ان لوگوں کو یقین دلایا گیا ہے کہ اُن کے سابقہ جرائم پر اُن سے کوئی باز پُرس نہیں کی جائے گی اور نہ ان پر کوئی زیادتی ہو گی، ان میں جو لوگ غلام ہیں وہ غلامی سے آزاد ہوں گے۔

مکتوبِ اقدس یہ تھا:

ترجمہ مکتوب اقدس

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم محمد النبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے اللہ کے آزاد بندوں کے نام جو لوگ اللہ پر اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائیں، نماز پڑھیں اور زکوۃ ادا کریں وہ غلامی سے آزاد ہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے حاکم ہیں، ان کو بجز اُن کے قبیلوں میں واپس نہیں کیا جائے گا، اور نہ سابقہ جرائم پر اُن سے کوئی باز پُرس کی جائے گی۔ جن لوگوں پر ان کا قرض واجب ہوگا وہ ان کو دلایا جائے گا۔ ان لوگوں پر کسی قسم کا ظلم اور زیادتی نہیں کی جائے گی، مذکورہ بالا امور پر ان لوگوں کے لیے جو اسلام لائیں اللہ اور محمد النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ذمہ داری ہے''۔
والسلام علیکم۔

(از: طبقات ابن سعد جلد 3 صفحہ 29)

(93) ھلال بن اُمیّہ کے نام فرمان اقدس

سردار ہلال بن امیہ رئیس بحرین کے نام بھی حضور سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلام کا پیغام ارسال فرمایا جس میں تحریر تھا۔

ترجمہ

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم آپ کے اوپر سلامتی ہو میں اُس اللہ کی حمد بیان کرتا ہوں جو یکتا ہے۔ اور اس کا کوئی شریک نہیں! میں آپ کو خدائے واحد پر ایمان لانے کی دعوت دیتا ہوں، اللہ کی اطاعت کیجیے! اور اسلام میں داخل ہو جایئے، آپ کے لیے یہی بہترین راستہ ہے اور سلامتی اسی کے لیے ہے جو راہِ راست کی پیروی اختیار کرے۔''

(از: طبقات ابن سعد جلد 3 صفحہ 27، رسالت نبویہ صفحہ 134 بحوالہ مواہبِ لدنیہ)

مختلف مکتوب الیہم

حدیث وسیرت اور تاریخ کی کتابوں میں تین سو (300) کے قریب مکتوبات نبوی علیہ السلام محفوظ ہیں ان میں 139 ایسے خطوط ہیں جن کا اصل متن بجنسہٖ موجود ہے۔ 86 خطوط ایسے ہیں جن کا صرف مفہوم ذکر کیا گیا

ہے۔ ممکنہ حد تک سیرت سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مکتوبات جمع کر دیئے گئے ہیں۔ ان کے علاوہ ایسے مکتوبات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعداد بھی خاصی ہے جو متحد المضمون ہیں۔ ان کے مضامین قریب قریب یکساں ہیں ان میں یا تو:

1. جب تک یہ لوگ نماز پڑھتے رہیں، زکوٰۃ ادا کرتے رہیں، اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت و فرماں برداری کرتے رہیں اور مشرکین سے اپنے آپ کو علیحدہ رکھیں ایسے لوگ اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذمہ داری میں ہیں۔
2. یا یہ کہ اسلموا تسلموا یعنی ایمان لاؤ، سلامت رہو گے۔
3. تیسری قسم میں وہ دستاویزیں ہیں جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو عطیات مرحمت فرمائے ہیں یا ان کو ان کی قوم پر حاکم مقرر فرمایا گیا ہے۔ ایسے تمام مکتوبات گرامی کو مضمون کے مشترک اور ایک ہی ہونے کے باعث علیحدہ علیحدہ درج نہیں کیا گیا۔
4. علاوہ ازیں فرامین مقدس کی ایک بڑی تعداد ایسی بھی ہے جن کا روایات میں صرف اسی قدر تذکرہ ملتا ہے کہ بارگاہ رسالت سے فلاں شخص کے نام فرمان لکھا گیا۔ مگر فرمان کی عبارت کہیں مرقوم نہیں ہے۔

مذکورہ بالا اقسام کے نامہ ہائے مبارک جن لوگوں کے نام بھیجے گئے ہیں ذیل میں ان کے اسمائے گرامی حروف تہجی کی ترتیب کے ساتھ تحریر کیے جاتے ہیں۔

متفرق فرامین اقدس

الف
ابُو شدّاد
ابوراشد ازدی
ابورہمہ
ابونخیلہ
ابوالعکیر قشیری
ابی الحارث
ابی ظبیان
احمر بن معاویہ
ارطات بن کعب نخعی
ارقم بن کعب نخعی
اقرع بن حابس
انس بن عامر
اسقع بن شریح جرمی
اہل جرش

ب
بنی معاویہ
بکر بن وائل
بنی جُعَیل
بنی ضِبَاب
بنی جناب
بنی قنان
بنی قرہ
بنی اسد
بنی جفان
بنی معن
بلال بن حارث مزنی
بنی قشیر

ث
ثمامہ بن اثال الحنفی

ج
جبلہ بن ایہم غسانی
جُفینہ بن نہد
جنادۃ الازدی
جابر بن ظالم طائی
جمیل بن رزام العدوی
جرد بن عمرو الغذری

ح
حبیب بن عمرو
حریث بن حسان شیبانی

حارث بن ابی شمر غسانی	زہیر بن قرضم قضاعی	عریب عبد کلال	قتادہ بن اعور تمیمی
حصین بن اوس سُلمی	زید الخیل طائی	عُمیر ذی مَراں	قنان بن یزید الحارثی
حجدم بن فضالہ جُہنی	زیاد بن حارث	عبادہ بن اشیب عنزی	ک
حضرمی بن عامر	س	عمرو بن عبداللہ	کیبہ بن ہَوذَہ
حارثہ	سریع بن حاکم تمیمی	عدی بن شراحیل	کرب بن ابرہہ
حصن بن قطن	سلمہ بن مالک سلمی	عبداللہ بن عکم	ل
حصین بن نضلہ اسدی	سعیر بن عدّا	عوسجہ بن حرملہ جہنی	لاجب السُّلمی
حرام بن عوف سُلمی	سعید بن سفیان الرعلی	عامر بن ہلال	م
خ	سمعان بن عمرو کلابی	عباس بن مرداس سلمی	مُجاعہ بن مرارہ السلمی
خزیمہ بن عاصم عکلی	سلمان الفارسی	عتبہ بن فرقد سلمی	مرج بن خالد
خالد بن ہَوذَہ	ش	عقیل بن کعب	معدی کرب بن ابرہہ
ذ	شعیب بن قُرہ	عباس بن عبدالمطلب	مالک بن عبید الحسحاس
ذی الکلاع الاصغر	شریح بن حریم	عامر بن طفیل	مکنف عبدرضا خولانی
ر	شداد بن تمامہ اوسی	عِدّا ابن خالد	مطرف المازنی
راشد سُلمی	شمع جُہنی	عامر بن اسود طائی	مسعود وائل حضرمی
رزین بن انس سلمی	ص	عُک ذوخیواں ہمدانی	مسلم بن حارث تمیمی
رقاد بن عمرو	صیفی بن عامر ثعلبی	ق	مَجدی بن عَمرو
ربیعہ بن ذی مرحب حضرمی	ض	قرۃ بن عبداللہ	مُصعب بن عُمیر
ربیع ومطرف وانس	ضمام بن زید الہمدانی	قیس بن عمرو نخعی	مسعود بن رُخیلہ اشجعی
رعیۃ السُحیمی	ضحاک بن سفیان الضبابی	قیس بن حصین	ماعز بن مالک اسلمی
رقاد بن ربیعہ	ضجیع بن عبداللہ بکائی	قیس بن مالک ارحبی	معاویہ بن جَرول
ز	ط	قیس بن نمط	معاویہ بن ثور بکائی
زمل بن عمرو	طفیل الحارثی	قیس بن یزید	ن
زیاد بن جہور لخمی	ع	قیلہ بنت مخرمہ	نعیم بن مسعود اشجعی
زرزرہ بن قیس نخعی	عاصم بن حارث	قبیلہ بکر بن وائل	و
	عمرو بن مَعبد جُہنی	قبیلہ حَدَس	ولید بن جابر طائی
			وقاص، قمامہ، عبداللہ بن قحافہ

ہ

ہوذہ بن نبیشہ السلمی

ی

یزید بن طفیل الحارثی

یزید بن جمل الحارثی

یہود بنی عریض

یہود بنی غادیہ

فتنۂ ارتداد کا آغاز

یہود ونصاریٰ اور دیگر اسلام دشمن عناصر کی سازشوں کے تحت قبولِ اسلام کے بعد اس سے انحراف کا فتنہ اور اس سلسلے کی باقاعدہ مہم حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری عہد حیات میں شروع ہوگئی تھی، اس فتنۂ ارتداد کا بانی اسود عنسی تھا، اس کا اصلی نام عبھلہ ابن کعب اور لقب ذی الخمار ہے۔

اسود عنسی نے جمعۃ الوداع کے موقع پر ''جھوٹی نبوت'' کا اعلان کر کے قبیلہ مذحج کو متاثر کیا اور اس کی اعانت کی باقاعدہ تحریری یقین دہانی کرائی، علاوہ ازیں نجران کے عیسائیوں نے نہ صرف اسود عنسی کی باقاعدہ امداد وتعاون کا معاہدہ کیا بلکہ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قاصد و دو امراء حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے مرکز سے نکال باہر کر کے ان کے منصب پر خود قابض ہو گئے۔

اسی طرح اسود کا ایک نائب قیس بن عبد یغوث قبیلۂ امراء پر حملہ آور ہوا اور اس نے وہاں کے عامل فروہ بن مسیک کو شکست دے کر ''مرادیوں'' کا حکمران بن گیا۔ اسی اثناء میں اسود عنسی نے صنعا (یمن) پر قبضہ کر لیا۔ چنانچہ فروہ بن مسیک نے اسود کی سرگرمیوں کی اطلاع حضور سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں ارسال کی تھی۔

قبیلہ مذحج میں سے جو لوگ مقام ''احساء'' کے باشندے تھے۔ انہوں نے اسود عنسی کے اصرار کے باوجود ساتھ دینے سے انکار کر دیا اور فروہ بن مسیک کے شریک حال رہے۔ احساء سعودی عرب کا ایک سرسبز وشادات مقام ہے جو دمام اور ظہران کے قریب واقع ہے۔

اسود عنسی کے ساتھ ساتھ دوسری جانب یمامہ کے علاقے میں مسیلمہ کذاب بن حبیب نے بھی جھوٹی نبوت کا

اعلان کر کے اسلام کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا۔

قبیلہ اسد کے ایک بد بخت طلیحہ اسدی نے جب ارتدادی مہم کے تحت نبوت کاذبہ کی فراوانی دیکھی تو اس نے بھی ایک لشکر جرار کے ساتھ سمیرا پر جھوٹی نبوت کا علم لہرا دیا اور حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں ایک قاصد روانہ کیا جسے ''معاہدہ نبوت وریاست'' کا عنوان دے کر شراکت کا معاملہ طے کرنے کا اظہار کیا گیا تھا، طلیحہ کی بغاوت اور اس کے دعویٰ نبوت کی بابت سب سے پہلے سنان بن ابوسنان نے حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں تحریری اطلاع بھیجی مگر تاریخ کے واقعات میں اس کا کوئی واضح ثبوت نہیں ملتا ہے۔

اسود عنسی کو قتل کر دینے کا حکم

حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے عاملوں کو حکم دیا کہ اسود کو گھیرے میں لے کر اسے قتل کر دیا جائے! حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبیلہ بنی تمیم اور بنی قیس کے چند افراد کے نام خط لکھے کہ اس سلسلے میں ان کی مدد کی جائے۔ چنانچہ اس علاقے میں متعین عاملوں نے اسود پر زبردست حملہ کیا اور اس کے خلاف چاروں طرف سے یلغار کر دی جس کے نتیجے میں حضور سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ کے آخری دن یا ایک روز پہلے اسود عنسی کا دائرہ تنگ ہو گیا۔

عبید بن صخر سے مروی ہے کہ ہم مرتدین کے مقابلے میں 'جند' کے مقام پر جمع تھے یہاں سے ہم نے اسود کے نام ایک خط لکھا جس کا اس نے یہ جواب دیا۔

اے حملہ آوران! ہماری سرزمین سے جو اموال تم نے حاصل کر لیا ہے، وہ تمہارا ہے جو باقی رہ گیا ہے اس کے ہم زیادہ حقدار ہیں۔

اس وقت اسود عنسی نے ہر طرف زبردست تباہی مچا رکھی تھی اہلِ یمن اور قبیلہ عک نے تہامہ سر کرنے میں اس کی مدد کی تھی اور فرزندانِ اسلام کے خون سے اس سرزمین کو لالہ زار بنا دیا تھا۔

عبید بن صخر کہتے ہیں کہ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے مطابق مسلمانوں نے اسود عنسی کا گھیراؤ کر رکھا تھا اور ابھی ہم یکجا مشورہ کر رہے تھے کہ ایک اور گروہ یک لخت حملہ آور ہوا اور اس نے اسود عنسی کو جہنم واصل کر کے اس کا سر نیزے پر اٹھا کر لوگوں کو دکھلایا۔ اسود عنسی کذّاب کو حضرت شہر بن باذام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کیا تھا جب اس کی اطلاع دینے کے لیے قاصد مدینہ منورہ پہنچے تو اسی روز صبح کے وقت حضور محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصال فرما چکے تھے۔

چند اور مدعیانِ نبوّتِ کاذبہ

عرب کے علاقے میں منکرین زکوٰۃ کے ساتھ ساتھ فتنۂ ارتداد اور نبوت کے جھوٹے دعویدار کا ظہور ملّتِ

اسلامیہ کی وحدت کے خلاف دشمنانِ اسلام کی نہایت خطرناک سازش تھی، جن بدبختوں نے نبوت کا ذبہ کا دعویٰ کیا تھا ان میں اسود عنسی کے علاوہ یمامہ کے علاقے میں مسیلمہ کذاب غطفان کے خطے سے طلیحہ بن خویلد اسدی اور بنی تمیم میں سے ایک عورت مسماۃ سجاح بنت الحارث بن سوید شامل تھی۔

عیسائی اور نصاریٰ کے بعض فرقوں کی بدگمانی کا جواب

عیسائی اور نصاریٰ کے بعض فرقوں کو یہ بدگمانی ہے کہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول اور نبی تو تھے مگر ان کی نبوت صرف اور صرف عرب کیلئے تھی نہ کہ ساری دنیا کے لئے اور پھر یہ کہ آپ یہود اور نصاریٰ کے لئے نبی بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے۔ عیسائی اور نصاریٰ کی یہ بدگمانی کم علمی، اسلام دشمنی اور تاریخی حقائق جو کہ اظہر من الشمس ہیں وغیرہ سے ناواقفیت کی زندہ دلیل ہے اور ان لوگوں کا یہ خیال بالکل غلط ہے۔ ہم اس بدگمانی کا قرآن وسنّت وتاریخ کی روشنی میں جواب تحریر کرتے ہیں۔

عیسائیوں اور نصاریٰ کے جن چند فرقوں کو یہ غلط فہمی لگی ہے اگر اس کا جواب نہ بھی دیا جائے تو مذہب اسلام کی سچائی، حقانیت اور آخری مذہب نہ ہونے کا کوئی شک یا کسی قسم کے شبہ کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا یہاں ہم صرف اس غلط فہمی کو دور کرنے کی اس لئے کوشش کر رہے ہیں کہ شاید ان چند فرقوں کے ماننے والے لوگ ان حقائق کا مطالعہ کریں اور اللہ کریم ان کو ہدایت کا راستہ دکھادے اور یوں ہم بھی اللہ کریم کے ہاں اس نیک کام کا اجر عظیم حاصل کر سکیں۔

صلح نامہ حدیبیہ کے بعد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس قدر اسلامی دعوت کے مکتوبات اقدس ارسال فرمائے ان کا تفصیلاً جائزہ لیتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ نبوّتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف عرب کے لئے ہی نہیں بلکہ عرب وعجم اور ساری کائنات کے لئے تھی۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعوتِ اسلام کے مکتوبات، سرزمین عرب پر بسنے والے ہر حاکم، سردار، بادشاہ، حکمران، قبیلے، حکومت کو ہی نہیں ارسال فرمائے بلکہ یہ خطوط شاہان عالم کو بھی ارسال فرمائے جن میں عیسائی، یہودی، مجوسی، مشرک غرض کسی کا بھی امتیاز نہ رکھا گیا۔

دعوتِ اسلام کے سلسلے میں ارسال کئے جانیوالے مکتوبات اقدس اس امر کی صریح دلیل ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوّت ورسالت فقط عرب کے لوگوں، حاکموں، سرداروں یا قبائل کے لئے ہی نہ تھی بلکہ آپ علیہ السلام کی رسالت عرب وعجم، جنّ وانس، یہود ونصاریٰ اور مشرکین ومجوسی غرض تمام کرّہ ارض پر بسنے والے لوگوں اور مخلوقِ خُدا کے لئے تھی۔

قیصر وکسریٰ کی عظیم الشان اور طاقتور حکومتیں جن کا اس زمانے میں ہر طرف طوطی بولتا تھا وہ لوگ عرب کے باشندے تو نہ تھے اور نہ ہی جاہل اُجڈ اور نسلی امتیاز میں غرق اہل عرب جیسے۔ وہ لوگ مذہباً عیسائی تھے یا مجوسی۔ پھر

قیصر روم ہرقل جو کہ عیسائی مذہب کا پیروکار تھا۔ اس نے جب دعوتِ اسلام کے سلسلے میں ارسال کیا ہوا نامہ اقدس دیکھا، پڑھا، سُنا، تو فوراً اسلام کی حقانیت اور سچائی کا قائل ہو گیا اس نے یہ اقرار کیا کہ اسلام سچا مذہب ہے اگر مجھے اپنے اہل دربار اور لوگوں کا خوف نہ ہوتا۔ میرا اقتدار، حکومت چھن جانے کا ڈر نہ ہوتا تو میں اسی وقت مسلمان ہو جاتا دوسری طرف شاہِ فارس کو بھی اسی قسم کے الفاظ کا نامہ اقدس ارسال کیا گیا اس بدبخت نے مکتوب اقدس کو پھاڑ دیا اور اسلام لانے کی سعادت سے محروم رہا اور اس گستاخانہ عمل کی وجہ سے دنیا میں ہی ذلیل وخوار ہو کر بیٹے کے ہاتھوں قتل ہو گیا۔ اگر بقول چند فرقوں جو کہ عیسائی اور یہودی ہیں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف اہل عرب کے لئے ہی نبی بنا کر مبعوث فرمائے گئے ہوتے تو ان بڑی بڑی حکومتوں کو دعوتِ حق کیوں دیتے۔

مقوقس شاہِ مصر جو کہ مذہباً عیسائی تھا اور مصر کی حکومت کے سیاہ وسفید کا مالک۔ مصر کی حکومت یقیناً عرب کی حدود سے باہر تھی اسکو بھی دعوتِ اسلام کا خط ارسال کیا گیا۔ اس نے آپ علیہ السلام کی نبوّت ورسالت کا اعتراف کیا مگر اسکی بدقسمتی کہ وہ اسلام نہ لایا۔ تاریخ کے صفحات پر مقوقس کا یہ طرزِ عمل تحریر ہے۔

پھر حکومت حبشہ کا حکمران نجاشی جو کہ مذہباً عیسائی تھا سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جاں نثار ساتھی اور چچازاد بھائی حضرت جعفر طیّار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تبلیغ سے متاثر ہوا اور اس نے حلقہ بگوش اسلام ہو کر دین ودنیا کی فلاح حاصل کی۔ کیا حکومت حبشہ بھی سرزمینِ عرب پر واقع تھی یا اہل عرب کے زیرِ نگین تھی ہرگز نہیں اُس کا جواب جس کسی سے معلوم کیا جائے جس تاریخ کی کتاب میں پڑھا جائے یہی ہوگا تو پھر عیسائی اور یہود کے چند فرقوں کی یہ بدگمانی صریحاً غلط فہمی اور کم علمی وکم عقلی کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

قابلِ غور اور حقیقت پر مبنی یہ امر ہے کہ اگر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت صرف عرب کے لوگوں کے لئے ہی مخصوص ہوتی تو پھر آپ یہود ونصاریٰ اور مجوسیوں کو دعوتِ حق کیوں دیتے۔ پھر یہود اور نصاریٰ پر جزیہ لگانے کا حکم کیوں فرماتے۔ جبکہ جزیہ کی تعریف ہی یہی ہے کہ پہلے غیر مُسلم کو دعوتِ اسلام دی جائے اگر وہ اسلام کو بطورِ مذہب قبول نہ کرے تو پھر اسلامی حکومت کے زیرِ سایہ زندگی بسر کرتے ہوئے جزیہ ادا کرے جو کہ اسلامی حکومت اس کی حفاظت کے لئے وصول کرے گی۔ اب تاریخ کے صفحات الٹیے تو پتہ چلے گا کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن کا گورنر (عامل) بنا کر بھیجا اور یمن وہ علاقہ تھا جہاں یہودیوں کی کثرت تھی تو ان کو حکم فرمایا کہ یہاں کے ہر بالغ سے ایک دینار سالانہ جزیہ وصول کریں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دینار سالانہ جزیہ ان لوگوں سے وصول کیا یاد رہے یہ اسلامی احکامات کے تحت سب سے پہلا جزیہ کا حکم تھا۔ ہم ان اعتراض کرنیوالوں سے پوچھتے ہیں کہ یہ جو تم کہتے ہو کہ حضور اکرم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف عرب کے لئے نبی اور رسول بنا کر بھیجے گئے تھے کیا یمن کا علاقہ بھی عرب کے زیرِ اثر واقتدار تھا اور پھر کیا یمن میں بسنے والے یہودی تم لوگوں سے کوئی اور الگ مذہب رکھتے تھے جنہوں نے سالانہ جزیہ ادا کرنا صرف منظور ہی نہ کیا

بلکہ ادا بھی کرتے تھے۔

جب ہم تاریخِ اسلام کا مطالعہ کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ صُلح نامہ حدیبیہ سے پہلے تک تو اہل اسلام اہلِ عرب کے ساتھ ہی برسرِ پیکار رہے مگر بعد میں جیسے 7ھ میں خیبر کے یہودیوں سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جہاد فرمایا اور ان لوگوں کی سرکوبی فرمائی۔ پھر 8ھ میں عیسائیوں کے خلاف مجاہدین کا لشکر روانہ کیا جنھوں نے مسلمانوں کو تنگ کرنا شروع کر دیا تھا یہاں مقام ''موتہ'' پر سخت جنگ ہوئی جس میں مسلمانوں کی طرف سے حضرت زید بن حارثہ، حضرت جعفر طیّار بن ابی طالب اور حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین جیسی جلیل القدر شخصیات نے جامِ شہادت نوش کیا۔ اللہ کریم نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی اور نصاریٰ آخر کار ذلیل وخوار ہوئے۔

9ھ میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیصر روم کے خلاف بہ نفسِ نفیس جہاد کرنے تشریف لے گئے اور یُوں غزوہ تبوک ظہور پذیر ہوا اس غزوہ میں مسلمانوں کے خلاف شام کے نصاریٰ مقابلہ پر تھے۔ مسلمان اس غزوہ میں بھی کامیاب رہے۔ کیا یہ غزوات اور سرایا اس بات کا عملی ثبوت نہیں کہ حضور اکرم خاتم النبیّین رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثتِ مبارکہ صرف اہلِ عرب کے لئے ہی نہیں تھی بلکہ آپ کی نبوّت تو پوری کائنات کے لئے ہے۔ آپ کی نبوت مُبارکہ اگر سارے عالم کے لئے نہ ہوتی تو پھر یہود و نصاریٰ وغیرہ کے خلاف جہاد کرنا کیا معنیٰ رکھتا ہے۔

اب آپ قرآن کریم وحدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلاوت کریں تو تواتر سے ثابت ہے کہ آپ علی الاعلان یہ فرماتے تھے اور ہمیشہ اہل کتاب کو سرِ عام اسلام کی دعوت دیتے تھے۔

سورۃ الاعراف آیت 158

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا ۟ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۠ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۸﴾

ترجمہ: تم فرماؤ اے لوگو میں تم سب کی طرف (جمیعاً) اس اللہ کا رسول ہوں کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اسی کو ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ زندگی عطا فرمائے اور موت دے۔ تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے اُمّی نبی پر کہ اللہ اور اس کی باتوں پر ایمان لاتے ہیں اور ان (رسول) کی غلامی کرو کہ تم راہ پاؤ۔

سورۃ الاعراف آیت 157

اَلَّذِیْنَ
یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا
عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِیْلِ٘ یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ
وَ یَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ یُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَ یُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ
الْخَبٰٓىٕثَ وَ یَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَ الْاَغْلٰلَ الَّتِیْ كَانَتْ
عَلَیْهِمْؕ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَ
اتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ مَعَهٗۤۙ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۠﴿۱۵۷﴾

ترجمہ: وہ جو غلامی کریں گے اس اُمّی نبی (سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جسے لکھا ہوا پائیں گے اپنے پاس توریت اور انجیل میں (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت ونعت ونبوت) وہ انہیں بھلائی کا حکم دے گا اور برائی سے منع فرمائے گا اور ستھری چیزیں ان کے لئے حلال فرمائے گا اور گندی چیزیں ان پر حرام کرے گا اور ان پر سے وہ بوجھ اور گلے کے پھندے جو ان پر تھے اتارے گا تو وہ جو اس پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اسے مدد دیں اور اس نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ اترا (یعنی قرآن کریم) وہی بامراد ہوئے۔

سورۃ آلِ عمران آیت 64 میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

قُلْ یٰۤاَهْلَ
الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَیْنَنَا وَ بَیْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا
اللّٰهَ وَ لَا نُشْرِكَ بِهٖ شَیْــٴًـا وَّ لَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا
مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ﴿۶۴﴾

ترجمہ: تم فرماؤ اے کتابیو ایسے کلمہ کی طرف آؤ جو ہم میں تم میں یکساں ہے اور یہ کہ عبادت نہ کریں مگر خدا کی اور اس کا شریک کسی کو نہ کریں اور ہم میں کوئی ایک دوسرے کو رب نہ بنالے اللہ کے سوا۔ پھر اگر وہ نہ مانیں تو کہہ دو تم گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔

سورۃ الاعراف آیت 158

قُلْ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعَا

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما دیجیے کہ میں من حیث المجموعی تمام انسانوں کی طرف اللہ کا رسول (مبعوث)

ہوں۔

دربارِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں وفود کی آمد

تاریخ عرب کا مطالعہ کریں تو پتہ چلتا ہے کہ جس خشک وبنجر سرزمین پر فخرِ کونین تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث فرمائے گئے جس خطے پر خاص آپ کی ولادت باسعادت ہوئی اور پھر جس خاندان میں آپ تشریف لائے وہ اس سرزمین کا سب سے عظیم واعلیٰ، فہم وفراست میں یکتا، عدل وسخاوت میں بے مثال تھا۔ اسی طرح یہ عرب کا سب سے بڑا قبیلہ قریش تھا۔ یہ لوگ سیدنا حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ اس زمانے میں عقل وفہم، دانش دور بینی اور سخاوت وشجاعت میں اس قبیلے کا کوئی اور دوسرا قبیلہ برابری نہیں کرسکتا تھا۔ اپنے ان کمالات کی وجہ سے ہی یہ قبیلہ قریش پُورے عرب میں مشہور تھا۔ بیت اللہ شریف کی مجاوری بھی انہی لوگوں کے پاس تھی جس کی وجہ سے ان کی ناموری کو مزید چار چاند لگ گئے تھے۔

قبیلہ قُریش کا قبولِ اسلام

قبیلہ قریش جہاں مذکورہ اچھی عادات کی وجہ سے پورے عرب کی ناک تھا وہاں اسلام کی مخالفت اور عداوت میں بھی سب سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا اور ہمیشہ اسلام کی عداوت پر کمر بستہ رہتا۔ قبائل عرب کی نظریں اہلِ قریش پر لگی ہوئی تھیں کہ دیکھیں یہ لوگ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں۔ اسلام کے ابتدائی ایّام میں ہی جوان لوگوں نے آغوشِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پناہ لے لی تھی مگر ان کے بوڑھے متواتر مخالفت پر ڈٹے ہوئے تھے مگر فتح مکّہ کے بعد ان بوڑھوں نے بھی رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دامن کریمی میں جگہ حاصل کرلی یہ دیکھتے ہوئے دیگر قبائل عرب کو یقین ہوگیا کہ اب یہ دینِ حنیف ساری دنیا پر چھا کر ہی رہے گا اور کائنات کی بڑی سے بڑی طاقت اس سچے دین کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی اس لئے اطرافِ مکّہ مکرمہ سے ہر قبیلے کے سردار، وفود اوران کے وکلاء دربار رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جوق در جوق حاضر ہوکر پوری صورتحال سے آگاہ ہونے کے بعد خود بھی دائرہ اسلام میں داخل ہونے لگے اور اپنے ساتھ اپنی ساری قوم کو مسلمان کرنے کا وعدہ کرکے واپس جاتے اور پھر یہ لوگ ایسا کیوں نہ کرتے جبکہ اللہ کریم نے پہلے ہی اپنے پیارے محبوب ترین پیغمبر ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وعدہ کر رکھا تھا کہ اے پیارے وہ دن نزدیک ہے جب پوری کائنات اور خاص طور پر اہل عرب گروہوں کی شکل میں آپ کے زیر سایہ آنے کو کونین کی ہر چیز سے مقدم جانیں گے۔ ان سطور کی حقیقت جاننے کیلئے قرآن کریم کی سُورۃ نصر (اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰہِ) کا ترجمہ وتفسیر کو دیکھا جاسکتا ہے۔

وفود کی آمد کے سلسلہ میں مؤرخین کی آراء

غزوۂ تبوک کے بعد اسی سال میں قبائل عرب کے مختلف وفود یکے بعد دیگرے خدمتِ اقدس میں حاضر ہونا شروع ہوگئے۔ گو ان وفود کی آمد کا سلسلہ تو 5ھ کے آخر میں ہی شروع ہوگیا تھا۔ لیکن وفود کی آمد میں تیزی 8ھ سے لے کر 10ھ تک آئی۔ اسی لئے ان سالوں کو سنۃ الوفود کہا جاتا ہے، مسجد نبوی میں ایک ستون ''اسطوانۃ الوفود'' کہلاتا ہے اور اس ستون پر یہی الفاظ درج ہیں۔ وفد وفود اور وفادہ کے معنی داخل ہونا یا وارد ہونا ہے۔ وفود ایسے بڑے لوگوں کے گروہ کا نام ہے جو بادشاہوں یا حکمرانوں کو ملنے کے لئے بھیجے جاتے ہیں۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں وفود کی آمد کا سلسلہ اس وقت شروع ہوا جب آپ علیہ السلام جعرانہ سے 8ھ کے آخر میں اور تقریباً 9ھ کی ابتداء میں واپس تشریف لائے۔ پھر آپ علیہ السلام کے وصال تک ان وفود کی آمد کا سلسلہ جاری رہا۔ ابن اسحاق کے مطابق وفود آنے کا سلسلہ اس وقت شروع ہُوا جب سرکار دو عالم ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوہ تبوک سے واپس تشریف لائے آپ غزوۂ تبوک سے ماہِ شعبان یا ماہِ رمضان 9ھ میں واپس آئے تھے۔ اکثریت اہل سِیَر اس سے اتفاق رکھتے ہیں۔

ابن ہشام نے بھی یہی تحریر کیا ہے کہ وفود کا سال 9ھ ہی ہے۔ محمد بن سعد نے طبقات میں ان وفود کا تفصیلاً ذکر کیا ہے۔

زرقانی بھی وفود کی ابتداء 9ھ ہی بتاتے ہیں۔ (واللہ اعلم)

وُفود کی تعداد کے بارے میں مؤرخین کی آراء

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں جتنے وفود آئے ان کی تعداد میں مورخین اور صاحب سیر حضرات میں کچھ اختلاف پایا جاتا ہے کسی نے ان کی تعداد ساٹھ کچھ نے سو (100) بیان کی ہے، مگر ساٹھ (60) کی تعداد سے اتفاق کرنیوالوں کی تعداد زیادہ ہے جیسے: محمد بن سعد، دمیاطی، مغلطائی، حافظ زین الدّین عراقی، زرقانی، سیرۃ ابن ہشام وغیرہ یہ لوگ وفود کی تعداد ساٹھ یا اُس سے زیادہ بتاتے ہیں جبکہ شامی نے اپنی سیرت کی کتاب میں وفود کی تعداد 100 (سو) بتائی ہے۔ ذیل میں ہم سیرت کی جن کتابوں میں سے الگ الگ اور زیادہ ملتے ہوئے وفود کا ذکر کر رہے ہیں ان کتابوں کے نام یہ ہیں:

1: المواہب لدنیہ — از شیخ احمد بن محمد بن ابی بکر الخطیب بغدادی علیہ الرحمۃ

2: طبقات ابن سعد — از محمد بن سعد

3: منظومہ — از حافظ زین الدین عراقی

4: مدارج النبوّت — از شاہ عبدالحق محدّث دہلوی علیہ الرحمۃ

5: الوفاء باحوال المصطفٰی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) از علامہ امام عبدالرحمان ابن جوزی علیہ الرحمۃ

6: سیرتِ النبی الکامل از ابو محمد عبدالملک بن ہشام ابن ایوب الحمیری علیہ الرحمۃ

(1) وفد ہوازن

وفد کی آمد

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب فتح مکہ کے بعد طائف سے لوٹ کر مدینہ منوّرہ واپس تشریف لائے اور ابھی جعرانہ میں ہی ٹھہرے ہوئے تھے اُس وقت یہ وفد حاضرِ خدمت ہوا۔ یہ پہلا وفد تھا جو خدمتِ اقدس میں حاضری کی سعادت سے مشرف ہوا۔ اس وفد میں قبیلہ ہوازن کے چودہ آدمی شامل تھے۔ ان چودہ آدمیوں میں سے نو آدمی اس قبیلے کے اشراف، سرداراور نہایت معزز لوگ تھے۔ اس وفد کا مقصد اپنے مال اور قیدیوں کو مُسلمانوں کی قید سے چھڑانا تھا۔ اس وفد کے قائد زُہیر بن صرو سعدی وَجُشمی تھے حاضرِ خدمت ہونے کے بعد کھڑے ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جن لوگوں کو آپ نے جنگ میں قید کیا تھا ان میں آپ علیہ السلام کی خالائیں اور رضاعی پھوپھیاں اور پالنے والیاں بھی ہیں جو کبھی آپ کو اپنی چھاتی سے لگاتی تھیں۔

(از: سیرۃ ابن ہشام جلد2 صفحہ499، بخاری جلد2 صفحہ620)

زہیر بن صرو سعدی نے مزید عرض کیا ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر ہم لوگوں نے حارث غسّانی اور نعمان بن منذر کر دودھ پلایا ہوتا تو ایسی مصیبت کے وقت میں ہم اس سے ضرور یہ اُمید رکھتے کہ وہ ہمارا مال اور ہمارے قیدی لوگ واپس کر دیتے جبکہ آپ تو کائنات میں سب سے بہتر اور افضل احسان کرنے والے ہیں۔''

اس کے بعد اشعار پڑھے ان کا اردو ترجمہ تحریر کیا جاتا ہے:

اُردو ترجمہ اشعار

1: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنی کریمانہ اور مہربانہ عادت شریفہ کے مطابق ہم پر احسان فرمایئے۔ بے شک آپ ایسے شخص ہیں جن سے ہم مہربانی اور کرم کے ہی منتظر و امیدوار ہیں۔

2: آپ اس قبیلے پر احسان فرمایئے کہ جسکی حاجتوں کو قدرتی حالات وقضاوقدر نے روک دیا ہے۔ زمانے کی تبدیلی وتغیّر نے جن کا شیرازہ بکھیر دیا ہے۔

3: اے سب سے بہترین پیدا ہونے والے اور دفاترِ عالم کے انتخاب۔

4: اگر آپ کا انعام واحسان ان کی خبر گیری نہ کرے گا وہ ہلاک ہو جائیں گے۔ اے وہ ذات کہ جس کا حلم اور بُردباری میں سب سے پلہ بھاری ہے اور امتحان آزمائش کے وقت اس کا حلم نمایاں اور ظاہر ہو جاتا ہے ہم پر

احسان فرما۔

5: ان عورتوں پر احسان فرمائیے جن کا آپ دُودھ پیتے تھے۔اُن کے خالص اور بہتے ہوئے دودھ سے آپ اپنے منہ کو بھرتے تھے۔

6: ہم کو ان لوگوں کی مانند کیجئے جن کے قدم اکھڑ گئے ہوں اور اپنے جودو کرم کے شکر کو ہمیشہ کے لئے ہم میں باقی چھوڑیئے۔ہم شریف لوگ کسی کے احسان کو فراموش نہیں کرتے۔

7: تحقیق ہم انعام اور احسان کے بہت زیادہ شکرگزار ہوتے ہیں جبکہ لوگ اسکی ناشکری کریں۔

8: پس آپ ان ماؤں کو جن کا آپ نے دودھ پیا ہے۔اپنے دامن عفو میں چھپالیں تحقیق آپ کا عفو تو مشہور ہے۔

9: اے وہ ذات کہ جس کی سواری سے کمیت (سیاہی سرخ رنگ کا گھوڑا) گھوڑے نشاط اور طرب میں آجاتے ہیں جبکہ لڑائی کی آگ لگائی جائے۔

10: ہم آپ سے ایسے عفو کی اُمید لگائے ہوئے ہیں۔جو ان سب کو اپنے اندر چھپالے۔

11: پس آپ ہم کو معاف کیجئے۔اللہ تعالیٰ آپ کو قیامت کے اندیشوں سے محفوظ رکھے گا۔

(زرقانی جلد 3 صفحہ 4،عیون الاثر جلد 2 صفحہ 196)

(روض الانف جلد 2 صفحہ 306 میں چند مزید اشعار بھی ملتے ہیں۔علم کے طالب یہ اشعار ان کتابوں میں دیکھ سکتے ہیں)۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جواب مقدسہ

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زُہیر بن صرو سعدی کے اشعار سُن کر جواب فرمایا:

''جیسا کہ تم لوگ اچھی طرح جانتے ہو کہ جب غزوۂ حنین میں اہلِ طائف میدان چھوڑ کر بھاگ گئے بہت سا مالِ غنیمت ہمارے ہاتھ آیا میں چند صحابہ کی زیرنگرانی یہ مال جعرانہ میں چھوڑ کر طائف کا محاصرہ کرنے کے لئے دیگر مجاہدین کے ہمراہ آگے بڑھا۔

کچھ عرصہ تک طائف کا محاصرہ کئے رکھا پھر واپس مدینہ منورہ کی طرف لوٹ آیا۔راستے میں پانچ ذوالقعدہ الحرام کو جعرانہ پہنچا جہاں سارا مالِ غنیمت جمع تھا۔اس مقام پر دس روز تک اس لئے ٹھہرے کہ شاید تم لوگ اپنے عزیزوں،عورتوں اور بچوں کو چھڑانے کے لئے آؤ لیکن دس روز کے متواتر انتظار کے بعد جب آپ لوگوں میں سے کوئی بھی نہ آیا تو میں نے مالِ غنیمت مجاہدینِ اسلام میں تقسیم کردیا۔''

''غزوۂ حنین میں جو مالِ غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا اُسکی تفصیل یہ ہے:

چھ ہزار مرد و زن قیدی بنائے گئے۔ چوبیس ہزار اونٹ اور چالیس ہزار بکریاں مالِ غنیمت میں حاصل ہوئیں۔اسی طرح چار ہزار اوقیہ چاندی بھی مجاہدین اسلام کے ہاتھ آئی۔"

(از: عیون الاثر جلد2 صفحہ 193)،(فتح الباری جلد8 صفحہ 38)،

(زرقانی جلد3 صفحہ 28)،(طبقات ابن سعد جلد2 صفحہ115 وغیرہ)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اب جب کہ غنائم تقسیم ہو چکی ہیں۔تم لوگ دو چیزوں میں سے ایک چیز اختیار کر سکتے ہو یعنی یا تو اپنے قیدی واپس لے لو یا مالِ غنیمت"۔ وفد کے ارکان نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم آپ نے ہمیں قیدی اور مال دونوں میں سے ایک کو اختیار کرنے کا حق دے دیا اس لئے ہم حسب کو یعنی قیدیوں کو واپس لینا چاہتے ہیں چاندی، اونٹ اور بکریوں کا کوئی مطالبہ نہیں کرتے۔

رحمتِ عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "میرے خاندان اور بنی المطلب کے حصّہ میں جو کچھ بطورِ مالِ غنیمت آیا ہے وہ سب کُچھ تمہارا ہے اور جو مال دیگر مسلمانوں کے حصّے آیا اسکے لئے ظہر کی نماز کے بعد جب یہ سب لوگ اکٹھے ہونگے تم ان لوگوں سے درخواست کرنا میں تمہاری سفارش کرونگا"۔ظہر کی نماز کے بعد جب تمام مسلمان اکٹھے ہوئے اور نماز سے فارغ ہو چکے تو وفد کے قائد نے نہایت ہی فصیح و بلیغ انداز میں تقریر کی۔تقریر کے فوراً بعد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسبِ وعدہ سفارش کے لئے کھڑے ہوئے حمد و ثنا خالق کائنات کے بعد ارشاد فرمایا:

"اے اہلِ ایمان سُنو! تمہارے یہ بھائی اہل ہوازن مُسلمان ہو کر آئے ہیں میں نے اپنا اور اپنے خاندان کا حصّہ ان لوگوں کو واپس کر دیا ہے اسلئے میں یہی مناسب خیال کرتا ہوں کہ آپ لوگ بھی ان کے قیدی واپس کر دیں اگر آپ لوگ یہ قیدی خوشی سے واپس کرنا چاہتے ہیں تو بہتر ورنہ بعد میں ان قیدیوں کا معاوضہ اپنی ذاتی گرہ سے ادا کرنے کو تیار ہوں"۔اہلِ ایمان حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خطبہ مبارک سُن کر یک زبان ہو کر بولے ہم اپنی خوشی سے قیدی واپس کرنے کو تیار ہیں۔اس طرح چھ ہزار قیدی قبیلہ ہوازن کے واپس کر دیئے گئے۔

(از: فتح الباری جلد 8 صفحہ 26)

غزوۂ حنین کے انہی قید ہونے والے مرد و زن میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضاعی بہن حضرت شیما بھی شامل تھیں۔ان کو جب قید کیا گیا تو انہوں نے فرمایا اے لوگو میں تو تمہارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضاعی بہن ہوں۔یہ سُن کر لوگ انہیں تصدیق کے لئے دربارِ اقدس میں لائے۔خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر شیماء نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تمہاری بہن ہوں، علامت و پہچان کے طور پر ایک نشان دکھایا۔نشان دیکھ کر آپ نے فوراً پہچان لیا کھڑے ہوئے اپنی جگہ چادر مبارکہ بچھائی۔سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھیں مبارکہ پُرنم ہو گئیں فرمایا "اے میری بہن اس چادر پر بیٹھ جاؤ اگر تم میرے پاس رہنا چاہو تو تم کو نہایت ہی آرام سکون

اوراحترام سے رکھوں گا اور اگر تم واپس جانا چاہو تو تمہاری اپنی مرضی ہے''۔ شیما نے عرض کیا میں اپنی قوم میں واپس جانا چاہتی ہوں اسکے بعد کلمہ شریف پڑھا دائرہ اسلام میں داخل ہوئیں اور واپسی کی تیاری کی۔ رحمت عالم نے انکو چلتے وقت کچھ اونٹ، بکریاں، تین غلام اور ایک کنیز عطا فرمائی۔

(از: تذکرہ صحابہ جلد 4 صفحہ 344)

انصار کے چندلوگوں کی غلط فہمی کا جواب

یہ وفد ہوازن کیونکہ فتح عظیم کے بعد حاضر خدمت ہوا تھا اس لئے غزوۂ حنین میں قریش کے سردار اور کافی با اثر لوگ پہلی دفعہ اسلام لانے کے بعد بطور مجاہد حصہ لے رہے تھے ان لوگوں کے دلوں میں اسلام اچھی یا مکمل طور پر راسخ نہیں ہوا تھا وہ لوگ ابھی تک ضعیف الاعتقاد تھے۔ قرآن کریم کی اصطلاح میں انکو مؤلفۃ القلوب کہا گیا ہے۔ فتح حنین کے بعد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کو دل کھول کر مالِ غنیمت میں سے حصہ عطا فرمایا کسی کو سو(100) کسی کو دوسو(200) اور جبکہ بعض کو تین سو(300) تک اونٹ عنایت فرمائے۔ مالِ غنیمت میں سے سب کچھ قریش کو ہی عطا فرمایا۔ انصار کو کچھ نہ دیا گیا۔

(فتح الباری، زرقانی میں مذکورہ واقعہ کی تفصیل موجود ہے)

انصار کے کچھ لوگوں نے جب دیکھا کہ مالِ غنیمت میں سے ہمیں تو کچھ دیا ہی نہیں گیا تو ان کے نوجوانوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش کو تو مال عطا فرمایا ہے اور ہمیں کچھ نہیں دیا جبکہ ہماری تلواروں سے اب تک خون ٹپک رہا ہے چند ایک کی زبان پر یہ کلمہ بھی آیا کہ مشکل وقت میں ہماری ضرورت پڑتی ہے ہم سے کام لیا جاتا ہے اور مالِ غنیمت دوسروں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے۔

حضور اکرم رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لوگوں کی اس گفتگو کا علم ہوا تو آپ نے تمام انصار کو جمع کیا اور فرمایا ''اے انصار جو کچھ میں آپ لوگوں کے بارے میں سن رہا ہوں کیا یہ سچ ہے'' انصار نے جواب دیا آقا ہمارے عقلمند اور صاحب الرائے لوگوں میں سے تو یہ کسی نے نہیں کہا البتہ بعض نوجوانوں نے ایسا کہا ہے آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ''اے گروہِ انصار کیا تم لوگ گمراہ نہیں تھے؟۔ اللہ کریم نے میری وجہ سے تم لوگوں کو سیدھا راستہ دکھایا اس پر گامزن کیا۔ تم لوگ ایک دوسرے کے دشمن تھے اللہ کریم نے میرے واسطے سے تمہارے دل ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ دیئے۔ تم لوگ مفلس وکنگال تھے اللہ کریم نے میری وجہ سے تم لوگوں کو مالا مال کر دیا''۔ یہ سن کر انصار نے جواب دیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ جو کچھ فرما رہے ہیں وہ بالکل سچ ہے۔ بے شک اللہ اور اسکے رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہم پر بڑا احسان ہے۔

''سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر فرمایا ''ہاں تم لوگ میری اس تقریر وخطاب کا یہ جواب دے سکتے

ہو کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جب لوگوں نے آپ کو جھٹلایا اسوقت ہم نے آپ کی تصدیق کی جب آپ بے یارومددگار تھے اس وقت ہم نے آپ کی مدد کی۔ جس وقت آپ بے سہارا اور بے ٹھکانہ تھے، اس وقت ہم نے آپ کو سہارا اور ٹھکانہ دیا جب آپ مفلس تھے تو اس وقت ہم نے آپ کی غمگساری کی۔ اے گروہِ انصار کیا تم لوگ اس بات سے رنجیدہ ہو تم کو اس چیز کا افسوس ہے کہ میں نے اس دنیا میں جسکی حقیقت سوائے سراب کے کچھ نہیں اس تھوڑے سے مال واسباب کو جسکی کوئی قدر ومنزلت ہی نہیں صرف چند قریشی لوگوں کے دِل راضی کرنے کے لئے ان کو دے دیا۔ اور دوسری طرف تمہارے ایمان، جذبہ، وفاداری اور اسلام پر مکمل بھروسہ کرتے ہوئے تم کو چھوڑ دیا مالِ غنیمت نہیں دیا، قریش کے لوگوں پر یہ احسان اس لئے کیا کہ ان لوگوں کو اسلام کے لئے سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہے اور میں چاہتا تھا کہ ان لوگوں کی تکالیف کی کچھ تلافی کرسکوں تاکہ یہ لوگ اسلام سے مانوس ہو جائیں۔ مختلف غزوات اور جنگوں میں ان کے عزیز واقارب شہید ہو گئے جبکہ ان مشکلات سے خداوند کریم نے تم لوگوں کو محفوظ رکھا ایسے لوگوں کے حوصلے بڑھانے ان کے دلوں کو مزید مضبوط کرنے کے لئے ایسا کرنا ضروری تھا جبکہ تم لوگ ایمان اور یقین کی بے شمار دولت سے مالا مال ہو۔"

"اے گروہِ انصار کیا تم اس بات پر خوش نہیں کہ دوسرے لوگ تو اونٹ اور بکری لے کر اپنے گھروں کو واپس جائیں اور تم اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اپنے ساتھ لے کر جاؤ۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر ہجرت کرنا تقدیری امر نہ ہوتا تو میں بھی مہاجرین کی بجائے انصار میں سے ہوتا۔ اگر یہ لوگ ایک گھاٹی کی طرف چلیں اور انصار دوسری گھاٹی کی طرف تو میں انصار کے ساتھ چلوں گا"۔ پھر فرمایا "اے اللہ تو اپنی رحمت کے صدقے انصار اور ان کی اولاد پر مہربانی کر اور رحم فرما۔ آمین"

انصارِ مدینہ منورہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ نورانی ارشاد سُن کر چیخ اٹھے سب دھاڑیں مار مار کر اس قدر روئے کہ ان لوگوں کی داڑھیاں آنسوؤں سے تر ہوگئیں اور یک زبان ہو کر پکارے ہم اس تقسیم پر دِل وجان سے راضی ہیں کہ اللہ اور اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہمارے حصّہ میں آئے۔

(از: صحیح بخاری شریف جلد 2 صفحہ 620)

(تاریخ ابن الاثیر جلد 2 صفحہ 131)

(فتح الباری جلد 8 صفحہ 40)

(زرقانی جلد 3 صفحہ 311)

(مواہب لدنیہ جلد 2 صفحہ 204، سیرۃ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 499، 500)

(2) وفد ثقیف

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب غزوۂ تبوک سے واپس تشریف لائے تو ماہِ رمضان 9ھ میں قبیلہ ثقیف کا ایک وفد جس میں عبد یالیل بن عمرو بن عمیر اور اسکے حلیفوں میں سے دو ساتھی یعنی حکم بن عمرو بن وہب بن مشب بن مالک وشرجیل بن غیلان اور تین مرد قبیلہ بنی مالک سے تھے یعنی عثمان بن ابی العاص اور اوس بن عوف وعمیر بن خرشہ یہ وفد آپ کے دستِ حق پرست پر قبولِ اسلام کیلئے مدینہ منورہ حاضر ہوا۔

یہ وفد اُسی قبیلے کا تھا جس کا آپ علیہ السلام اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے سخت محاصرہ کیا تھا اور شدید تکالیف اٹھا کر حضورِ اکرم ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے اس قبیلے کو فتح کئے بغیر واپس تشریف لے آئے تھے۔اس قلعے کا محاصرہ اٹھا کر جب لشکرِ اسلام واپس ہونے لگا تو کسی نے حضور اکرم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کی کہ آپ ان لوگوں کے لئے بددعا کیجئے آپ علیہ السلام نے فرمایا:

''اے اللہ کریم اس قبیلہ ثقیف کو اسلام کی ہدایت عطا فرما اور ان کو مسلمان بنا کر میرے پاس بھیج'' سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین جب ذیقعدہ 8ھ میں طائف سے واپس تشریف لا رہے تھے تو اسلامی لشکر کے مدینہ منورہ پہنچنے سے پہلے اس قبیلہ ثقیف کے سردار عروہ بن مسعود نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا اور عرض کی کہ مجھے اپنے قبیلے میں جا کر اسلام کی تبلیغ کی اجازت عنایت فرمائیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''لوگ تجھے قتل کر ڈالیں گے'' حضرت عروہ بن مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اپنے قبیلے کا سردار ہوں اور میرے اہلِ قبیلہ نہ صرف یہ کہ میری بات خوب مانتے ہیں بلکہ وہ مجھے اپنی عورتوں اور بیٹوں سے بھی زیادہ پیار کرتے ہیں۔یہ سُن کر آپ نے ان کو طائف جا کر اپنے ہی قبیلہ میں اسلام کی دعوت دینے کی اجازت دے دی۔جب حضرت عروہ بن مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اپنے قبیلے میں پہنچے تو وہ لوگ غرفہ میں ٹھہرے ہوئے تھے۔انہوں نے اپنی قوم کو اسلام لانے کی دعوت دی جسے سُن کر قوم والے اس قدر ناراض ہوئے کہ ان لوگوں نے حضرت عروہ بن مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پر تیروں کی بارش کر دی ایک تیر اُن کے آ کر لگا اور یوں وہ شہید ہو گئے۔سردار کو شہید کرنے کے کچھ ماہ بعد تک یہ قبیلہ غرفہ میں ہی ٹھہرا رہا۔پھر ان لوگوں نے کافی سوچ بچار کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ ہمیں اسلام قبول کر لینا چاہئے۔

وفد کی مدینہ منورہ آمد

اہلِ ثقیف نے جب حضرت عروہ بن مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو شہید کر دیا اور کئی ماہ تک مقام غرفہ میں ہی ٹھہرے رہے ارد گرد کا ماحول تمام عرب کے حالات اور گرد و پیش کے لوگوں کا اسلام قبول کرنا دیکھ کر یہ لوگ اس نتیجے پر پہنچے کہ ہم لوگ مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے اس لئے بہتر ہے کہ اپنا ایک وفد سرکار دو عالم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

کی خدمت میں بھیجا جائے اس مقصد کے لئے انہوں نے عبد یالیل بن عمرو سے درخواست کی مگر وہ راضی نہ ہوا اسکو یہ خطرہ تھا کہ اگر میں مسلمانوں کے پاس اکیلا چلا گیا تو میرا حشر بھی حضرت عروہ بن مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جیسا ہو گا۔ عبد یالیل نے کہا کہ میں یہ کام اس وقت تک نہ کروں گا جب تک میرے ساتھ مزید کچھ اور لوگ جانے کو تیار نہ ہوں۔ اہلِ ثقیف نے یہ بات تسلیم کر لی چنانچہ عبد یالیل کے ہمراہ حلیفوں میں سے دو اور بنی مالک میں سے تین کا انتخاب کیا اور پھر یوں یہ چھ آدمیوں کا وفد مدینہ منورہ جانے کے لئے تیار ہو گیا۔ اس وفد میں سب سے کم عمر عثمان بن ابی العاص ثقفی تھے۔ یہ چھ آدمیوں کو وفد مدینہ منورہ میں فخرِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ اہلِ ثقیف کا یہ وفد جب حدودِ مدینہ منورہ میں داخل ہوا تو حضرت مغیرہ بن شعبہ ثقفی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) (بن ابی عامر بن مسعود بن معتب بن مالک بن کعب بن عمرو بن عوف بن قیس۔ 50ھ میں 70 سال کی عمر میں کوفہ میں طاعون کی وبا سے انتقال کیا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے 133 احادیث مروی ہیں) نے سب سے پہلے وفد کو آتے دیکھا تو فوراً ان کے دماغ میں فخرِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہ الفاظ تازہ ہو گئے جو آپ علیہ السلام نے طائف سے واپسی پر اس قبیلے کے حق میں ادا فرمائے تھے کہ یا اللہ ان کو مسلمان کر اور میرے پاس بھیج، فرطِ مسرّت سے وہ وفد کو دیکھ کر دوڑ پڑے تا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خوشخبری سُنائیں۔ راستے میں ان کی ملاقات حضرت ابو بکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے ہوئی، انہوں نے دوڑنے کی وجہ پوچھی اور وجہ جاننے کے بعد حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خدا کی قسم دیتے ہوئے اجازت چاہی کہ میں یہ خوشخبری دربارِ رسالت میں عرض کروں حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اجازت دے دی اس طرح حضرت ابو بکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ مژدہ سُنایا۔

وفد کی شرائط اور قبولِ اسلام

جب اہل ثقیف کا وفد دربارِ رسالت میں حاضر ہوا تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کے ٹھہرنے کے لئے مسجدِ نبوی کے ایک گوشے میں ایک قُبّہ (خیمہ) نصب کرا دیا تا کہ یہ لوگ قرآن سیکھیں اسکو سنیں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو نماز ادا کرتا دیکھیں اور یوں ارکانِ اسلام سے واقفیت حاصل کر سکیں۔ وفد کی مہمان داری اُن کی دیکھ بھال کے لئے حضرت خالد بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقرر فرمایا۔ وفد نے حضرت خالد بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس قدر قدر و منزلت کی۔ اہل وفد کو جب کھانا دیا جاتا تو وہ لوگ اس وقت تک کھانا نہیں کھاتے تھے جب تک حضرت خالد بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے تناول نہ فرما لیتے۔ وفد کے لوگ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے اور دعوتِ اسلام سُنتے رہتے۔ اہلِ وفد نے جو بات بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہنا ہوتی وہ حضرت خالد بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعے کہتے۔ چنانچہ وفد نے حضرت خالد

بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعے چند شرائط جو کہ عجیب تھیں دربارِ رسالت میں پیش کیں۔

معاہدہ ثقیف (طائف)

طائف، قریش کے دولت مندوں کا گرمائی مستقر تھا۔ یہ مکہ مکرمہ کے جنوب مشرق میں عرب کے مشہور پہاڑ جبل السرات پر واقع ہے۔ سطح سمندر سے اس کی بلندی پانچ ہزار فٹ ہے اور مکہ مکرمہ سے اس کا فاصلہ 65 کلومیٹر ہے۔ یہ ٹھنڈا اور نہایت سرسبز وشادات مقام ہے اور اپنی زرخیزی وخوبصورتی اور باغات کی کثرت کی وجہ سے عرب بھر میں مشہور ہے۔ خصوصا! مکہ مکرمہ کے لیے تازہ پھل اور سبزیاں یہیں سے مہیا کی جاتی ہیں۔ طائف کا شمار آج کل حجاز کے تمدن جدید سے آراستہ پیراستہ بڑے شہروں میں ہوتا ہے۔ یہ نہایت خوبصورت اور پر رونق تجارتی شہر ہے۔

قرآن مجید میں عرب کے جن مشہور بتوں کا ذکر ہے ان میں دو بت ''لات اور عزیٰ'' کے نام سے موسوم تھے۔ یہ طائف ہی میں تھے اور عرب کے بڑے بتوں میں شمار ہوتے تھے۔

ہجرت سے کچھ عرصہ قبل ہادی عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قریش مکہ سے مایوس ہو کر اسلام کی تبلیغ کے لیے طائف تشریف لے گئے مگر اہل طائف قریش مکہ سے بھی زیادہ سفاک اور سنگ دل ثابت ہوئے طائف میں بڑے بڑے دولت منداور صاحب اثر رہتے تھے ان میں عمیر کا خاندان سب سے بڑھا ہوا تھا۔ یہ تین بھائی تھے عبد یالیل، مسعود اور حبیب۔ آنحضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس گئے اور اسلام کی دعوت دی ان تینوں نے جو جواب دیئے وہ نہایت متکبرانہ تھے ایک نے کہا:

''کیا خدا نے تجھے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے؟ تجھے تو سواری کا جانور بھی میسر نہیں''۔

دوسرا بولا ''کیا خدا کو تیرے سوا نبوت کے لیے اور کوئی نہیں ملتا تھا''۔

تیسرے نے کہا ''میں بہر حال تجھ سے بات نہیں کر سکتا، اگر تو سچا ہے تو تجھ سے بات کرنا خطرے سے خالی نہیں اور اگر جھوٹا ہے تو بات کرنے کے لائق نہیں''۔

یہ کہہ کر نہ صرف یہ کہ ان لوگوں نے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مذاق اڑایا، بلکہ اس خطرے کے پیش نظر کہ کہیں عوام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باتوں سے متاثر نہ ہو جائیں شہر کے اوباش لوگوں کو مذاق اڑانے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے لگا دیا۔

اوباشوں کا یہ گروہ راستے میں کھڑا ہو گیا، ان لوگوں نے نہایت ناشائستہ اور انسانیت سوز حرکات کا ثبوت دیا جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں سے گزرے تو انہوں نے پتھر برسانے شروع کر دیئے، یہاں تک کہ پائے مبارک لہولہان ہو گئے، اور نعلین مبارک (جوتیاں) خون سے بھر گئیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھک کر زخموں سے نڈھال بیٹھ جاتے تو یہ شقی القلب آپ علیہ السلام کے بازو پکڑ کر اٹھاتے، جب چلنے لگتے تو پھر پتھر برساتے،

تالیاں بجاتے اور گالیاں بکتے جاتے تھے۔

اس دن کی شدید روحانی تکلیفوں اور جسمانی آیذا رسانیوں کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ 9 سال کے بعد ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ: "تمام عمر میں آپ پر سب سے زیادہ سخت دن کون سا آیا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طائف کے اسی دن کا ذکر فرمایا"۔

حضرت زید بن حارثہ بن شراحیل کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو اس سفر طائف میں ساتھ تھے۔ ان روح فرسا حالات سے پریشان ہو کر عرض کیا کہ "ان بدبختوں کے لیے بددعا کیجئے" تو رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ مبارک تمتما اٹھا، فرمایا "ہرگز نہیں! میں دنیا کے لیے رحمت بن کر آیا ہوں"۔

اس کے بعد یہ دعا فرمائی "خدایا! میری قوم کو ہدایت دے، اور بھلے برے کی تمیز عطا فرما"۔

9ھ میں فتح مکہ کے بعد جب حسب ارشاد خداوندی یَدْخُلُوْنَ فِی دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجاًo "لوگ جوق در جوق اللہ کے دین میں داخل ہورہے ہیں" کا موقع سامنے آیا اور اہل طائف نے دیکھا کہ اسلام تیزی کے ساتھ عرب میں پھیلتا جارہا ہے اور گردو پیش کے تمام قبائل اسلام کے حلقہ بگوش بن چکے ہیں، تو انہیں بھی اسلام کی سچائی کا احساس ہوا، اور انہوں نے بارگاہ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اپنا ایک وفد بھیجا۔ وہی عبد یالیل جو پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جھٹلا چکا تھا اس وفد کا امیر تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کے لیے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں خیمہ لگوایا اور روزانہ عشاء کی نماز کے بعد وفد کے پاس تشریف لے جاتے اور دیر تک گفتگو فرماتے رہتے۔

(طبقات ابن سعد جلد 3 صفحہ 53)

کئی روز کے قیام کے بعد بالآخر ان لوگوں نے ان شرائط پر اسلام قبول کرنے پر آمادگی ظاہر کی کہ:

1. نماز، زکوٰۃ اور جہاد سے ہمیں مستثنیٰ رکھا جائے۔
2. فواحش اور شراب سے نہ روکا جائے، ہمارے شہر میں انگور کثرت سے پیدا ہوتے ہیں اور یہ ہماری بڑی نفع بخش تجارت ہے۔
3. ہماری قوم کا تمام کاروبار سود پر ہے اس لیے سود خوری جائز رکھی جائے۔
4. طائف کو حرم (مقدس مقام) قرار دیا جائے۔

ہادی عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں سمجھایا کہ:

"نماز اور خدا کی عبادت کے بغیر انسان، انسان نہیں رہتا، فواحش ایک بہت بُری بداخلاقی ہے، جس طرح تم اپنے متعلقین کی بے حرمتی پسند نہیں کرتے اسی طرح دوسرے بھی اپنے متعلقین کا تمہارے ہاتھوں خراب ہونا گوارا نہیں کرسکتے"۔

یہ باتیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے موثر اور دل نشین انداز سے فرمائیں کہ وہ شرما کر اپنے بے ہودہ

مطالبوں سے خود دست بردار ہو گئے۔ بارگاہ اقدس سے اہل طائف کو مندرجہ ذیل وثیقہ عطا فرمایا گیا۔

''بسم اللہ الرحمن الرحیم''

1. ''اللہ کے رسول محمد النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی یہ تحریر ______ ثقیف کے لیے ہے''۔
2. ''اس تحریر میں جو کچھ لکھا گیا ہے اس کی ذمہ داری خدائے وحدہٗ لاشریک اور محمد النبی بن عبد اللہ پر ہے۔
3. ثقیف کی وادی کے جنگلی خاردار درخت کاٹنا، شکار کرنا، ظلم، چوری، یا برائی کے کام کرنا سب حرام ہیں۔
4. ''وج'' کا ثقیف ہی کو سب سے زیادہ استحقاق ہے، طائف کی سرزمین کو فوجی گزرگاہ نہیں بنایا جائے گا اور نہ کوئی مسلمان وہاں جا کر ان لوگوں کو وہاں سے نکال سکے گا، یہ لوگ طائف اور اس کی وادی میں جو چاہیں کریں اور جو عمارت چاہیں بنائیں۔
5. اہل طائف پر کسی قسم کا کوئی جبر نہیں کیا جائے گا۔
6. یہ لوگ مسلمانوں ہی کی ایک جماعت سمجھے جائیں گے، اس لیے مسلمانوں میں جہاں چاہیں بے روک ٹوک آمدورفت رکھ سکتے ہیں۔
7. اگر کوئی شخص اہل طائف کے یہاں گرفتار ہو جائے تو اس کے فیصلہ کا ان ہی کو اختیار حاصل ہو گا۔
8. اہل طائف کا رہن کی ضمانت پر جو قرض وصول طلب ہو اور جو قرض رہن پر موسم عکاظ کے بعد تک کے لیے ہو وہ عکاظ کے وقت تک ادا کر دیا جائے اللہ سود سے بری ہے۔
9. اہل طائف کے قبول اسلام تک جو قرضے ان کے کھاتوں میں وصول طلب ہوں وہ ان کے مستحق ہوں گے۔
10. اہل طائف کی کوئی امانت اگر امانت دار نے ضائع کر دی تو وہ مالک کو واپس دلائی جائے گی۔
11. ثقیف کے جو لوگ یہاں موجود نہیں ہیں ان کو بھی وہی امن اور حقوق حاصل ہوں گے جو موجودین کو حاصل ہیں۔ ان کے جو اموال لیہ میں ہیں وہ بھی وج کی طرح محفوظ رہیں گے۔
12. اسی طرح جو شخص ان کا حلیف یا شریک تجارت ہو گا اس کو بھی یہی حقوق حاصل ہوں گے۔
13. اگر اہل ثقیف پر کوئی مالی یا جانی زیادتی کرے گا تو تمام مسلمان زیادتی کرنے والے کے خلاف ثقیف کی مدد کریں گے۔
14. ایسا شخص جس کا آنا ثقیف کو اپنے علاقہ میں پسند نہ ہو وہ ان کے یہاں نہ آنے پائے گا۔
15. خرید و فروخت کے لیے اپنے مکانوں کے سامنے یہ لوگ جگہ بنا سکتے ہیں۔
16. ثقیف کا حاکم ان ہی میں سے مقرر کیا جائے گا۔ چنانچہ بنی مالک اور بنی اخلاف پر ان کا اپنا اپنا امیر ہو گا۔
17. ثقیف کے وہ لوگ جو قریش کے باغات کی آب رسانی کریں گے اس پر وہ نصف پیداوار کے حق دار ہوں گے۔

18. رہن کی ضمانت پر سود نہیں لیا جائے گا۔ اگر رہن کی ادائیگی کی طاقت رکھتے ہوں تو ادا کریں، اور اگر فوری ادا نہ کر سکتے ہوں تو آئندہ سال کے جمادی الاولیٰ تک ادا کر دینا چاہیے، اور جس کا وقت آچکا ہو اور ادا نہ کرے تو بلاشبہ اس نے اس کو سود بنا دیا۔
19. اہل ثقیف پر جو قرض طلب ہو تو وہ قرض خواہ کو صرف اصل ادا کی جائے گی۔
20. اگر ان کے یہاں کوئی ایسا قیدی ہو جسے اس کے مالک نے بیچ دیا ہو تو یہ بیع صحیح ہو گی، اور جو فروخت نہ کیا گیا ہو اس کا فدیہ چھ اونٹنیاں ہوں گی جو دو قسطوں میں دی جاسکیں گی۔
21. جس شخص نے کوئی چیز خریدی ہو تو صرف اسی کو اس چیز کی فروختگی کا حق حاصل ہو گا''۔

وج زمانہ نبوت میں ایک ریتلی وادی تھی، اس وادی کو چاروں طرف سے پہاڑ گھیرے ہوئے ہیں، طائف کی موجودہ آبادی اسی وادی میں واقع ہے، شہر کے وسط میں مسجد ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے یہیں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر ہے۔

عکاظ اسلام سے قبل عرب کا ایک مشہور میلہ تھا، جو نخلہ اور طائف کے درمیان لگتا اور 20 دن تک رہتا تھا، اس میلے میں خرید و فروخت کے علاوہ شعر وادب کی بڑی، بڑی مجلسیں منعقد ہوتی تھیں، جن میں عرب کے نامور شعراء اپنے معرکۃ الآراء قصیدے سناتے اور خطیب فصیح و بلیغ تقریریں کرتے تھے۔

عرب میں قبل اسلام یہ دستور تھا کہ سودی قرضے پر مدت مقرر کر لی جاتی تھی، اگر وقت پر قرض کی رقم ادا نہ ہوتی تو قرض کو دوگنا قرار دے کر مدت بڑھا دی جاتی تھی اور اس مہلت میں بھی اگر قرض ادا نہ ہوتا تو پھر قرض کی مقدار دونی کر کے مزید مہلت دے دی جاتی۔

اسلام نے سودی کاروبار کی ہر ایک قسم کو یکسر حرام قرار دیا ہے۔

وادی لیہ شہر طائف کے جنوب مشرق میں 6 میل کے فاصلے پر واقع ہے آج کل یہ ایک زرخیز اور آباد گاؤں ہے۔

کتاب الاموال (ابوعبید) صفحہ 190، 192

طبقات ابن سعد جلد 3 صفحہ 33، 53، صحیح بخاری جلد اول صفحہ 458

وفد کی واپسی

اہل ثقیف کیونکہ اب دائرہ اسلام میں داخل ہو چکے تھے اور کافی روز سایۂ رحمت میں بسر کر چکے تھے انہوں نے واپسی کی اجازت طلب کی سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت عطا فرمائی اور وفد میں سے سب سے کم عمر

جوان حضرت عثمان بن ابی العاص ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کی عقل، فہم وفراست اور دین کو سیکھنے کا جذبہ دیکھ کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سفارش کی بنا پر امیر قافلہ بنایا اور حضرت مغیرہ بن شعبہ وحضرت سفیان بن حرب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اس قافلے کے ہمراہ روانہ کیا تا کہ یہ دونوں صحابی اہلِ طائف کے مشہور بُت لات کو منہدم کر دیں۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان بن العاص ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو یہ منصب امارت (گورنری) عطا فرمایا تھا بعد میں اس منصب کی وجہ سے اسلام کو بہت طاقت نصیب ہوئی۔ عہدِ صدیقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں جب فتنہ ارتداد کی لہر چلی تو اہلِ ثقیف نے بھی مرتد ہونے کا فیصلہ کیا اس موقع پر انہی حضرت عثمان بن العاص ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہلِ فتنہ سے کہا اے لوگو تم سب سے آخر میں اسلام لائے اور اب سب سے پہلے مرتد تو نہ ہو۔ یہ بات سُن کر اہلِ ثقیف اپنے ارادے سے باز رہے اور اسلام پر مضبوطی سے قائم ہو گئے۔

اہلِ ثقیف کا قبول اسلام

یہ وفد جب واپس اپنے اہلِ قبیلہ میں پہنچا تو ان لوگوں نے کچھ دِنوں تک اصل حقیقت اہلِ ثقیف سے پوشیدہ رکھی اور ان کو بتایا کہ اب لڑائی مار کٹائی کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے کیونکہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مطالبہ کیا ہے کہ تم لوگ اسلام قبول کرلو۔ زنا، چوری، شراب اور سود خوری اور بُت پرستی چھوڑ دو ورنہ ایک سخت لڑائی کے لئے تیار ہو جاؤ۔ یہ سُن کر پہلے اہلِ ثقیف اپنی جہالت اور گزشتہ عادات کے مطابق چند روز لڑائی کی بات پر ہی سوچتے رہے۔ مگر چند روز کے بعد ہی اللہ کریم نے ان لوگوں کے دِلوں میں مسلمانوں کا رعب ڈال دیا اور پھر وہ لوگ اسلام قبول کرنے پر تیار ہو گئے اور وفد کے ارکان سے درخواست کی کہ وہ واپس جا کر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گزارش کریں کہ ہم اسلام لانے کو تیار ہیں۔ جب اہلِ قبیلہ اسلام لانے پر رضا مند ہو گئے تو پھر اہلِ وفد نے ان کو حقیقتِ حال سے آگاہ کیا اور وہ تمام حالات بتائے جن کے مطابق پہلے ہی مصالحت ہو چکی تھی۔ اہلِ ثقیف نے حقیقتِ حال سے باخبر ہوتے ہی اِسلام قبول کرلیا۔

لات کی بربادی

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وفد کے ہمراہ ابوسفیان بن حرب ومغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو روانہ کیا تھا تا کہ یہ دونوں بزرگ اپنے ہاتھوں سے ''لات'' کو پاش پاش کر دیں۔ یہ وفد جب طائف پہنچا تو عثمان بن ابی العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی وجہ سے پیچھے رہ گئے ادھر طائف پہنچ کر حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گُرز اُٹھایا اور ثقیف کے مشہور زمانہ بُت ''لات'' کو پاش پاش کر دیا۔ بُت کو توڑنے کے لئے جب یہ حضرات جا رہے تھے تو ثقیف کی عورتیں برہنہ پا ماجرا دیکھنے کے لئے گھروں سے نکل کر اس جگہ پہنچیں جہاں بُت رکھا ہوا تھا۔ بُت کے ٹوٹ جانے کے بعد جو مال وزر اور کثیر زیورات برآمد ہوئے ان میں سے عروہ بن مسعود ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے

بیٹے ابو فصیح اور عروہ کے بھتیجے قارب بن الاسود کا قرض ادا کیا اور جو مال باقی بچا وہ لے کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے آپ علیہ السلام نے وہ سارا مال اسی وقت مسلمانوں میں تقسیم کر دیا اور اللہ کریم کا شکر ادا کیا جس نے اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دہنِ اقدس سے نکلی ہوئی بات پوری فرمائی۔

ایک روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چند سواروں کے ہمراہ طائف روانہ کیا تھا یہ لوگ طائف پہنچے جب ''لات'' کو توڑ دیا گیا تو اس میں سے نکلنے والا مال اسباب لے کر واپس مدینہ منورہ آئے۔

گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے کہ عروہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد جب اہلِ طائف میں سے ابو فصیح بن عروہ اور قارب بن الاسود مدینہ منورہ پہنچ کر دائرہ اسلام میں داخل ہوئے اور عرض کیا تھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے ہاں بُت ''لات'' بے شمار دولت سے مالا مال ہے جب اسکو تباہ کیا جائے تو اس میں سے ملنے والے مال سے ہمارا قرض ادا کروا دیں۔ آپ نے وعدہ فرما لیا چنانچہ جب بُت کو توڑا گیا تو اس میں سے ملنے والے مال سے ان لوگوں کا قرض ادا کیا گیا۔

حافظ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے ''الاستیعاب'' میں تحریر کیا ہے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 5 ہجری میں اسلام قبول کیا اور ہجرت کر کے مدینہ منورہ آ گئے۔ 11 ہجری میں سرکار دو عالم رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصال فرمایا تو یہ حزن وملال کی تصویر بنے ہوئے تھے اور بار بار بے چینی سے اپنے ہاتھ مل رہے تھے یکایک ان کی انگوٹھی انگلی سے نکل کر قبر شریف میں گر گئی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ قریب ہی کھڑے تھے انہوں نے کہا قبر میں اتر کر اپنی انگوٹھی نکال لو تو یہ قبر اطہر میں اترے اپنے محبوب آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے قدم مبارک کو ہاتھ لگایا اور پھر لوگوں سے کہا مٹی گراؤ جب تھوڑی سی مٹی ڈالی جا چکی تو وہ آنکھوں سے سیل اشک بہاتے بادل ناخواستہ قبر اطہر سے باہر آئے اور اس طرح حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے سب سے آخر میں جُدا ہونے کا شرف عظیم حاصل ہوا۔

(از: زرقانی جلد 4 صفحہ 6،9)

(زاد المعاد جلد 3 صفحہ 26،27،28)

(سیرۃ النبی الکامل از: ابن ہشام جلد 2 صفحہ 527،542)

(المواہب لدنیہ جلد 2 صفحہ 306)

(مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 588)

(3) وفد بنی عامر بن صعصعہ

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب غزوۂ تبوک سے واپس تشریف لائے تو انہی ایام میں بنی عامر بن صعصعہ کا وفد حاضرِ خدمت ہوا۔ اس وفد میں عامر بن طفیل بن مالک بن جعفر بن کلاب، اربد بن قیس، اور حسان بن اسلم بن مالک نامی تین شخص بھی تھے۔ یہ تینوں اپنی قوم کے سردار تھے مگر نہایت ہی شیاطین صفت اور رسواز مانہ لوگوں میں سرِ فہرست تھے۔

اسی عامر کو اسکی قوم نے کہا کہ اب تم بھی اِسلام لے آؤ کیونکہ سبھی لوگ اسلام لاچکے ہیں یہ سُن کر اپنی قوم سے کہنے لگا بخدا میں نے تو قسم کھا رکھی ہے کہ میں اس وقت تک آرام سے نہیں بیٹھوں گا جب تک سارا عرب میرے نقشِ قدم پر نہ چلے اور میری تقلید نہ کرے تو کیا اب میں اس شخص کی تقلید کروں اسکے نقشِ قدم پر چلوں (یعنی رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف اشارہ تھا)

بنی عامر کا وفد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شرفِ ملاقات کے لئے مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوا تو یہ تینوں بھی ساتھ شامل تھے۔

عامر کی سازش اور اس کا انجام

بنی عامر کا وفد جب ملاقات کے لئے مدینہ منورہ کو روانہ ہوا تو راستے میں اسی عامر بن طفیل کم بخت نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف سازش تیار کی اور اس منصوبے میں اربد بن قیس کو شامل کر لیا۔ عامر نے اربد سے کہا کہ جب ہم مدینہ منورہ خدمتِ اقدس میں حاضری دیں گے تو تم محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی پشت مبارک کے طرف بیٹھ جانا۔ میں مدعی نبوّت ورسالت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو گفتگو میں مشغول رکھوں گا جیسے ہی ان کی توجہ میری طرف مبذول ہو تم تلوار کا ایک بھرپور وار ان کی گردن پر کرنا اور اس طرح (نعوذ باللہ) ان کا کام تمام کر دینا۔

مدینہ منورہ پہنچ کر یہ وفد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا آپ علیہ السلام نے اس بدبخت کی بڑی عزّت فرمائی اور بقول عامر بن طفیل آپ علیہ السلام نے اس کے لئے گدّا بچھایا اور اُسے اسلام لانے کی ترغیب دی۔ یاد رہے یہ عامر وہی بدبخت رسواز مانہ تھا جس نے بئیر معونہ (نجد) پر ستر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو شہید کروا دیا تھا۔ عامر نے آپ علیہ السلام سے سلسلہ کلام کا آغاز کیا اربد گھوم کر آپ علیہ السلام کی پشت مبارکہ کی طرف کھڑا ہو گیا اس نے بالشت بھر تلوار میان سے نکالی مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا ہاتھ روک لیا اور وہ اپنے ذلیل منصوبے میں کامیاب نہ ہو سکا اور یوں عامر بن طفیل کی سازش ناکام ہو گئی۔

عامر کی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ گفتگو

عامر نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گفتگو کرتے ہوئے کہا:

"اَنتَ سَیّدنا" آپ ہمارے سردار ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اپنی بات کہو شیطان تمہارے ساتھ مسخرہ نہ کرے" سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیوں کہ عامر کے ارادۂ بد سے آگاہ تھے اس لئے یہ جملہ ارشاد فرمایا۔ عامر نے کہا آپ مجھے اپنا مخلص دوست بنالیں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا "ہرگز نہیں تم جب تک ایک خدا پر ایمان نہ لاؤ ایسا ہونا ممکن ہی نہیں"۔ اس پر عامر نے کہا اگر میں مسلمان ہو جاؤں تو آپ مجھے کیا عطا فرمائیں گے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا "اسلام لانے کے بعد تیرے حقوق وفرائض وہی ہوں گے جو عام مسلمانوں کے ہیں"۔ عامر نے پھر کہا آپ علیہ السلام اپنے بعد مجھے اپنی حکومت اور خلافت عطا کردیں آپ علیہ السلام نے فرمایا ہرگز نہیں۔ سرکار علیہ السلام کے اس جواب پر پھر عامر نے کہا کہ ایسا کریں کہ اہلِ بادیہ پر آپ علیہ السلام حکومت کریں جبکہ شہر اور آبادی کی حکومت میرے لئے چھوڑ دیں اگر آپ علیہ السلام نے ایسا نہ کیا تو بخدا میں اس وادی کو نوخیز جوانوں اور باریک بالوں والے عمدہ نسل کے گھوڑوں سے بھردوں گا میں اہل غطفان کو لیکر مدینہ منورہ کو پیادہ سواروں سے بھردوں گا۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسکی یہ جسارت دیکھتے ہوئے ارشاد فرمایا "خداوند تعالیٰ تمہیں ایسا کرنے کی ہرگز طاقت نہیں دے گا"۔ اس کے بعد گفتگو ختم ہوگئی جب وہ دونوں اٹھ کھڑے ہوئے تو حضور اکرم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی:

"اے اللہ مجھے عامر بن طفیل کے شر سے محفوظ فرما میری اس سے کفایت فرما اور اسکی قوم کو ہدایت فرما۔"

عامر اور اربد کا بدانجام

حضور اکرم ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ گفتگو کے بعد جب یہ دونوں مسجدِ نبوی سے باہر نکلے اور واپسی کا سفر اختیار کیا تو عامر نے اربد سے کہا افسوس کا مقام ہے کہ ہم دونوں کے درمیان جو معاہدہ ہوا تھا میں نے تمہیں جو تجویز بتائی تھی تو نے اس پر عمل کیوں نہیں کیا۔ اربد نے کہا میں نے اس تجویز پر عمل کرتے ہوئے جب قتل کرنے کا ارادہ کیا تو ہر دفعہ تو میرے سامنے آجاتا یا پھر ایک آہنی دیوار ایک دفعہ میرے سامنے آگئی اور آخر میں مجھے ایک اونٹ نظر آیا جو میرا سر نگل جانا چاہتا تھا اس وجہ سے میں تجویز پر عمل نہیں کرسکا۔ ابھی یہ دونوں راستے میں ہی تھے کہ عامر بن طفیل طاعون کی مرض میں مبتلا ہوگیا اور یہ ایسا مرض تھا جو عرب میں اونٹوں کو ہوتا ہے گویا اللہ کریم نے اُس ذلیل انسان کو اونٹوں کے طاعون میں مبتلا کردیا۔

عامر بن طفیل جب اس خطرناک بیماری میں مبتلا ہوا تو وہ ابھی راستے میں ہی تھا چنانچہ اس نے ایک عورت

کے گھر پناہ لی وہ عورت آلِ سلول سے تھی ذہل ابن شیبان اسکے والد کا نام تھا۔ اس کا شوہر مرہ بن صعصعہ عامر بن صعصعہ کا بھائی تھا۔ اس کے بیٹے کو اوس کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ عامر کو جب علم ہو گیا کہ وہ نہایت ہی ذلیل بیماری میں مبتلا ہو گیا ہے تو اس نے فرطِ غم سے یہ کہنا شروع کیا۔ کیا اونٹ کی گلٹی جیسی گلٹی اور ایک سلولیہ عورت کے گھر میں موت۔ مرنے سے پہلے پکار پکار کر کہتا تھا اے موت میرے سامنے آ پھر دوڑتا ہوا گھر سے باہر نکلتا اور آسمان کی طرف اچھلتا اور کہتا طاعونی غدود نے اپنی گرفت میں لے لیا ہے جو کہ غدود شہتیر کی مانند ہے۔ عرب کے دستور کے مطابق بستر پر مرنے والے کو بزدلی اور عار کی موت مرنا خیال کیا جاتا تھا اس لئے عامر نے کہا مجھ کو میرے گھوڑے پر سوار کرا دو اس طرح گھوڑے پر سوار ہوا نیزہ ہاتھ میں لیا اور یہ الفاظ کہتا ہوا یا ملک الموت ابزر لی گھوڑے سے نیچے گرا اور واصلِ جہنم ہوا اسکو اُسی مقام پر دفن کر دیا گیا۔

یہ وفد جب اپنی سرزمین پر پہنچا تو اہل عامر نے اربد سے پوچھا کہ ہمیں حالات کے بارے میں کچھ بتاؤ۔ اربد نے پھر وہی بکواس کی اور کہا مسلمانوں کا دین ہیچ ہے خدا کی قسم وہ شخص یعنی سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر اس وقت میرے سامنے ہوں تو (نعوذ باللہ) ان کو تیروں سے قتل کر کے چھوڑوں۔ اربد نے جب یہ بکواس کی۔ اسکے دو دن بعد ہی اونٹ پر سوار ہو کر گھر سے باہر نکلا۔ اچانک آسمانی بجلی اس پر گری اور یوں یہ ذلیل بھی واصل جہنم ہوا۔ قبیلہ عامر کے اس وفد کے اکثر افراد اسلام کی دولت سے اپنے دامن بھر کر واپس آئے۔ جبکہ یہ دونوں بدقسمت اس دولت لازوال سے محروم رہے اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم کا ایندھن بنے۔

(از: مواہبِ لدنیہ جلد 2 صفحہ 410)
(الوفاء باحوال مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صفحہ 779)
(صحیح بخاری شریف وصحیح مُسلم شریف)
(زرقانی جلد 2 صفحہ 19، زادالمعاد جلد 3 صفحہ 29 وغیرہ)

(4) وفد عبدالقیس کی آمد

قبیلہ عبدالقیس بحرین کا بہت بڑا قبیلہ ہے۔ اس قبیلے کا وفد دو دفعہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ پہلا وفد فتح مکّہ سے بھی پہلے 5ھ میں حاضرِ خدمتِ اقدس ہوا جبکہ دوسرا وفد عام الوفود یعنی 9ھ میں حاضر ہوا پہلے وفد کی تعداد 13 یا 14 افراد پر مشتمل تھی جب کہ دوسرے وفد کی تعداد 40 افراد کی تھی۔

پہلے وَفد کی آمد اور قبُولِ اسلام

پہلے وفد کی مدینہ منورہ حاضری دینے کی وجہ منقذ بن حبان کی غرضِ تجارت اور قبول اسلام کے بعد سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نامہ مبارک تھا۔ یہ منقذ بن حبّان اکثر تجارت کی غرض سے مدینہ منورہ تشریف لاتے ان

دنوں یہ شخص تجارت کی غرض سے مدینہ منورہ میں ہی موجود تھا اسکو جب اسلام کا علم ہوا تو یہ فوراً ہی دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ واپسی پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک نامہ اقدس اپنے ہمراہ لے کر عبد القیس گیا اہل قبیلہ میں سے لوگوں نے اسلام قبول کر لیا اور پھر اہلِ قبیلہ میں سے 13، 14 آدمیوں کا وفد حرمت والے مہینے میں حاضر خدمت ہوا۔ اس وفد کو دیکھ کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ کون لوگ ہیں انہوں نے جواب دیا ربیعہ سے ہیں۔

آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

''مرحبا اس قوم کو جو نہ رسوا ہوئے اور نہ شرمندہ یعنی خوشی سے مسلمان ہو گئے، لڑ کر مسلمان نہیں ہوئے جس سے ان کی ذلت یا ندامت ہوتی۔''

اہلِ وفد نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے اور آپ علیہ السلام کے درمیان قبیلہ مضر کے لوگ حائل ہیں یہ لوگ ہمیں آپ علیہ السلام کے پاس اشہر حرام یعنی وہ مہینے جن میں قتال حرام ہے کے علاوہ نہیں آنے دیتے اس لئے مہربانی فرما کر ہمیں کوئی جامع اور مختصر عمل بتا دیں جسکو کرنے سے ہم جنّت میں جا سکیں اور پھر اس عمل کو کرنے کی اہل شہر کو بھی دعوت دے سکیں۔ یہ سُن کر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کو فرمایا کہ میں تم لوگوں کو چار چیزوں کے کرنے اور چار چیزوں سے رُک جانے کا عمل بتا تا ہوں جو کہ یہ ہیں۔

جن چیزوں کے کرنے کا تم لوگوں کو حکم دیتا ہوں وہ یہ ہیں:

1: اللہ پر ایمان لاؤ اور گواہی دو کہ اللہ ایک ہے اسکے سوا کوئی معبود نہیں۔
2: نماز کو قائم کرو۔
3: زکوٰۃ ادا کرو۔
4: اپنے مالِ غنیمت میں سے پانچواں حصّہ اللہ کے لئے ادا کرو یعنی خُمس۔

جن چیزوں سے تم لوگوں کو منع کرتا ہوں وہ یہ ہیں:

1: خشک کدو۔
2: سبز رنگ کا گھڑا۔
3: مزفت کا استعمال نہ کرو۔
4: مشک کا استعمال نہ کرو۔

یہاں ہم ان چاروں برتنوں کی کچھ تفصیل عرض کر رہے ہیں جن کو استعمال کرنے سے روک دیا تھا۔ سبز رنگ کا گھڑا مٹی اور بالوں و چمڑے سے بنایا جاتا تھا جسکو ختم کہتے تھے۔ اسی طرح کھجور کی جڑ سے جو ظرف بنایا جاتا اسکو نقیر کہتے تھے بخاری شریف میں لفظ نقیر کی بجائے مقیر آیا ہے۔ اسی طرح مزفت کو استعمال مت کرو جس پر

رال (رطوبت) لگائی جاتی ہے اسکو مزفت کہتے ہیں۔ کدو کو خشک استعمال کرنے سے اس لئے روکا کہ اہلِ طائف کدو خشک کرکے اس میں انگور ڈال لیتے اور استعمال کرتے۔ اہل یمامہ کھجور کی جڑ کو خالی کرکے رطب اور بسر اس میں ڈالتے تو شراب ہو جاتی تھی۔ سبز رنگ کے گھڑوں میں شراب لائی جاتی تھی۔ اس لئے آپ علیہ السلام نے سرعتِ سکر کی وجہ سے ان برتنوں کے استعمال کو منع فرما دیا تھا۔

(از: صحیح بخاری، مُسلم روایت از: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

دوسری روایت

ایک دوسری روایت جس کو مسند احمد اور ابوداؤد نے بیان کیا ہے آتا ہے کہ جب اہل عبدالقیس کا وفد مدینہ منورہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار کو آیا تو ان لوگوں کے شوق کا یہ عالم تھا کہ جیسے ہی ان لوگوں نے آفتابِ عالم کی جھلک دیکھی اپنے اونٹوں اور سواریوں سے کود پڑے کوئی چل کر کوئی دوڑ کر آیا اور سرکار دُو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دست مبارک پکڑ کر اسکو بوسہ دیا۔

(از: بخاری شریف ادب مفرد)

اسی وفد میں عبد اللہ بن عوف الاشج عبدالقیس بھی تھے جو کہ اہلِ وفد میں سب سے کم عمر تھے انہوں نے سب سے پہلے تمام اونٹوں کو بٹھایا۔ سارا سامان ایک جگہ لگایا اسکے بعد اپنے صندوق سے دو سفید دُھلے ہوئے کپڑے نکالے ان کو زیب تن کیا اور یُوں بارگاہِ بے کس پناہ میں حاضر ہو کر دست بوسی کی۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تجھ میں دو ایسی خصلتیں ہیں جن کو اللہ اور اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پسند کرتے ہیں۔

1: حِلم اور دور اندیشی۔

2: بردباری ووقار اور تمکنت۔

اشج نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان درفشاں سے یہ کلمات سُن کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری یہ دونوں خصلتیں فطرتی ہیں یا مصنوعی دنیا کو دکھانے کے لئے۔ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا تمہاری یہ دونوں خصلتیں فطری ہیں اور اللہ کریم نے تمہیں پیدا ہی ان خصلتوں پر کیا ہے۔ یہ سُن کر اشج عبدالقیس نے کہا اس ذات پاک کی حمد وثناء ہے جس نے خالق کائنات ہوتے ہوئے مجھے ان دو خصلتوں پر پیدا کیا جن کو اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پسند کرتے ہیں۔

دوسری بار وفد کی آمد اور قبولِ اسلام

قبیلہ عبدالقیس کا وفد جب پہلی بار سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اس وقت ان کی تعداد اور مکمل حالات پہلے بیان ہو چکے ہیں۔ یہ دوسرا وفد اس سال حاضرِ خدمت ہوا جبکہ اطراف مکّہ سے یکے

بعد دیگرے وفود رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر دائرہ اسلام میں داخل ہو رہے تھے۔
اس وفد کی آمد کے موقع پر جب حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کے چہروں کی طرف دیکھا تو ارشاد فرمایا:
"کیا ہوا تمہاری رنگتوں کو بدلا ہوا دیکھتا ہوں جس سے ثابت ہوا کہ یہ لوگ اس سے پہلے بھی خدمتِ اقدس میں حاضری کا شرف حاصل کر چکے تھے۔"

اس دفعہ عبدالقیس کا وفد 8ھ یا 9ھ میں حاضر خدمت ہوا ان کی تعداد چالیس آدمیوں پر مشتمل تھی۔ اس وفد میں علاء بن جارود عبدی بھی شامل تھا۔ جو کہ پہلے نصرانی مذہب رکھتا تھا۔ لیکن رحمتِ عالم کا چہرۂ اقدس اور اوصافِ حمیدہ دیکھ کر مسلمان ہو گیا اس شخص کی مدد سے اسلام کو مستقبل میں بہت فائدہ پہنچا۔ یاد رہے یہ وہی قبیلہ عبدالقیس ہے جن کو سب سے پہلے جمعہ کی نماز با جماعت ادا کرنے کا شرف حاصل ہے۔

(از: صحیح بخاری، صحیح مُسلم شریف جلد 1 صفحہ 33)
(مواہب لدنیہ جلد 2 صفحہ 411)
(الوفا باحوال مصطفٰی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)
(فتح الباری جلد 8 صفحہ 68)
(زرقانی جلد 4 صفحہ 13)
(مسند امام احمد وابوداؤد وغیرہ)

(5) وفد بنی حنیفہ 9 ہجری

محمد بن اسحٰق کہتے ہیں وفد بنی حنیفہ 9ھ میں مدینہ منورہ دربارِ رسالت میں حاضر ہوا اس وفد میں مسیلمہ کذّاب سمیت سترہ آدمی شامل تھے۔ یہ وفد بنی النجار کی ایک عورت کے گھر ٹھہرا۔ مسیلمہ کذّاب ایک فتنہ پرداز شخص تھا۔ اہل وفد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دستِ حق پرست پر بیعت کرنے کے بعد دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ مسیلمہ کذاب جسکو یہ لوگ کپڑوں میں چھپا کر لائے تھے کیونکہ قبیلہ حنیفہ کے نزدیک جس شخص کی سب سے زیادہ عزّت کی جاتی اسکو سرداری دی جاتی اسے ہمیشہ دوسری جگہ کپڑوں میں چھپا کر لے جاتے تھے۔ مسیلمہ کذاب کے اسلام لانے کے بارے میں مختلف روایات ملتی ہیں۔ بعض کے نزدیک یہ شخص تکبّر وغرور کی وجہ سے دربارِ رسالت میں حاضر ہی نہیں ہوا تھا جیسے فتح الباری، زرقانی وغیرہ نے لکھا ہے بعض کے نزدیک یہ ہے کہ مسیلمہ کذاب دربار رسالت میں حاضر ہوا اور اسلام قبول کیا مگر اپنے وطن واپس جا کر اسلام کو نہ صرف چھوڑ دیا بلکہ کم بخت نے نبی ہونے کا جھوٹا دعویٰ کر دیا۔ دوسری صورت زیادہ قرین قیاس ہے۔
جیسے صاحب مواہبِ لدنیہ، صاحبِ الوفا باحوال مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصاحبِ مدارج النبوت نے

بیان کیا ہے۔

کہ وفد کی آمد کے بعد پہلے تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسیلمہ کذاب کے ساتھ نہایت ہی احسن اور شریفانہ طریقے سے گفتگو فرمائی مگر مسیلمہ کذاب کے جواب سُن کر آپ علیہ السلام نورِ نبوّت سے یہ جان گئے اُسکے اندر شیطان رچ بس گیا ہے یہ اسلام لانے والا نہیں، چنانچہ آپ نے فرمایا ''ایسے شخص سے گفتگو کرنا فضول ہے''۔

مسیلمہ کذاب کی شرط

مسیلمہ کذاب جب دربار رسالت میں حاضر ہوا اس وقت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے ہمراہ تشریف فرما تھے آپ علیہ السلام کے ہاتھ میں کھجور کی ایک چھڑی تھی مسیلمہ کذاب کو لوگ کپڑوں میں چھپا کر لائے تھے اُس نے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ اگر آپ مجھے اپنی خلافت عطا فرمائیں اور اپنا قائم مقام مقرر کردیں تو میں بیعت کرنے کو تیار ہوں۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مسیلمہ کذّاب کو جواب

مسیلمہ کذاب کی گفتگو کے دوران شرط سُن کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''تو کہتا ہے کہ مجھے اپنا قائم مقام بنالیں اور خلافت عطا کریں یہ تو بہت بڑی چیزیں ہیں تو اگر مجھ سے یہ چھڑی بھی مانگے تو ہرگز نہیں دوں گا۔ کیونکہ اللہ کریم نے جو تیرے لئے مقدر کردیا ہے تجھے اس سے بال برابر بھی زیادہ نہیں مل سکتا۔ اے شخص تو وہی ہے جو مجھے خواب میں دکھلایا گیا ہے۔ پھر فرمایا یہ ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ تجھے جواب دیں گے اور خود واپس تشریف لے آئے''۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خواب

محققِ قرآن مجید صحابیِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سیدنا حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ سرکار دو عالم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں کیا دکھلایا گیا تھا۔ انہوں نے جواب دیا کہ فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے سامنے کائنات کے خزانے لاکر رکھ دیئے گئے۔ ان خزانوں میں سے سونے کے دو کنگن میرے ہاتھ میں رکھے گئے اس بات سے میں گھبرا گیا اور مجھے سخت رنج ہوا خواب میں ہی مُجھ سے کہا گیا کہ ان کنگنوں کو پھونک مار دیں میں نے فوراً ان کو پھونک ماری تو وہ اڑ گئے'' اس خواب کی آپ علیہ السلام نے یہ تعبیر فرمائی کہ ''میرے بعد دو کذّاب ظاہر ہوں گے'' چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ آپ کے خواب کے مطابق مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی نے جھوٹے نبوّت کے دعوے کئے۔ اسود عنسی تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ہی واصل جہنّم کر دیا گیا جبکہ مسیلمہ کذّاب کو

عہدِ صدیقی میں وحشی نے 150 سال کی عمر میں میدانِ جنگ یعنی یمامہ میں قتل کیا۔

(صحیح بخاری باب، وفد بنی حنیفہ اور باب قصۃ الاسود العنسی جلد 2 صفحہ 414)

(فتح الباری جلد 8 صفحہ 87 تا 93)

(مواہب لدنیہ جلد 2 صفحہ 414)

مسیلمہ کذّاب کا خط اور اُس کا انجام

مسیلمہ کذاب جب وفد بنی حنیفہ کے ہمراہ واپس یمامہ گیا تو کافی عرصہ تک اپنے بارے میں غور کرتا رہا اور آخر کار اس کم بخت نے اپنے رسول ہونے کا جھوٹا دعویٰ کر دیا اور آخر وہی ہوا جس کا اندازہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مسیلمہ کذاب کے ساتھ پہلی ہی ملاقات میں اپنی فراست سے کر لیا تھا۔ اس کذاب نے لوگوں سے کہا کہ مجھے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ کارِ نبوت میں شریک کر لیا گیا ہے۔ اس نے اپنی قوم کے لئے زنا اور شراب کو حلال کر دیا ان تمام باتوں کے ساتھ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نبی اللہ ہونے کی شہادت بھی دیتا رہا۔ کچھ ہی عرصہ میں اسکی جاہل قوم نے اسکی اتنی قدر و منزلت کی کہ اسے یمامہ کا رحمٰن کہنے لگے۔ مسیلمہ کذاب نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا۔

"مسیلمہ خُدا کے رَسُول کی طرف سے محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے نام!"
پس میں تیرے ساتھ کام میں شریک کر دیا گیا ہوں۔ نصف زمین ہمارے لئے اور نصف قریش کے لئے مگر قریش انصاف نہیں کرتے۔"

والسّلام

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسیلمہ کذّاب کو اسکے خط کے جواب میں تحریر کیا:
"زمین اللہ کی ہے۔ وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کا وارث بناتا ہے اور انجام تو متقیوں کے لئے ہے۔"

(از: زاد المعاد جلد 3 صفحہ 31 تا 32، تفسیر ابن اثیر جلد 2 صفحہ 145)

مسیلمہ کذّاب نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خط اسوقت بھیجا۔ جب آپ علیہ السلام حجۃ الوداع سے واپس تشریف لائے۔ سیّدنا حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ابن نواحہ اور ابن اثال مسیلمہ کذاب کے قاصد بن کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے۔ آپ علیہ السلام نے ان دونوں سے دریافت فرمایا کہ "تم دونوں شہادت دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں" انہوں نے جواب دیا ہم شہادت دیتے ہیں کہ مسیلمہ اللہ کا رسول ہے۔ یہ جواب سُن کر فخر دو عالم رحمتِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''میں اللہ اور اسکے رسول محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ایمان لایا۔ اگر میں کسی قاصد کو قتل کرتا تو تم دونوں کو قتل کر دیتا۔''

(از: مسند احمد، مشکوٰۃ جلد 2 صفحہ 347)

مسیلمہ کذاب اپنے ہاتھوں خریدی ہوئی بدبختی کی نذر ہوا اس نے 10ھ میں دعوئ نبوت کیا اور آخر کار 12ھ میں عہدِ صدیقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں واصلِ جہنم ہوا اسکی موت کا واقعہ گذشتہ بیان میں گزر چکا ہے۔

(از: ماخذ کتب)

صحیح بخاری، مسلم شریف

مواہب لدنیہ ، فتح الباری

زرقانی، الوفا باحوال المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مدارج النبوت

زاد المعاد، تفسیر ابن اثیر

مسند احمد، مشکوٰۃ شریف، وغیرہ

(6) وفد بنی طئی کی آمد

بنی طئی کا وفد سرکارِ دو عالم ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس وفد کے اراکین کی تعداد پندرہ تھی۔ عرب کے نامور اور مشہور شہسوار زید الخیل اس وفد کے سردار تھے۔ گفتگو کے بعد یہ لوگ اخلاق کریمہ سے اس قدر متاثر ہوئے کہ سب کے سب دستِ حق پرست پر بیعت کرنے کے بعد دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے۔ یہ لوگ اسلام کے لئے اور اسلام ان لوگوں کیلئے بہت ہی اچھا ثابت ہوا۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید الخیل کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ''کہ مجھ سے عرب کے جس کسی شخص کی بھی خوبیاں بیان کی گئیں اور پھر وہ شخص میرے سامنے آیا اس سے میری ملاقات ہوئی تو میں نے اس شخص کو اسکی مشہور تعریف سے کم ہی پایا مگر زید الخیل کا معاملہ اسکے برعکس ہے مجھے زید کی جو خوبیاں بتائی جاتی تھیں وہ خوبیاں زید کی شہرت سے بہت کم ہیں۔''

زید الخیل کے پاس پانچ گھوڑے تھے جسکی وجہ سے ان کا نام ہی زید الخیل رکھا گیا ان گھوڑوں کے ناموں کا ذکر بیان نہیں کیا گیا۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زید الخیل کا نام تبدیل فرما کر زید الخیر رکھ دیا۔ یہ زید الخیر بیمار ہو گئے ان کو بخار نے آلیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''اے زید مدینے کے اس بخار سے تم اس وقت تک نجات حاصل نہیں کر سکو گے جب تک نجد کے پانیوں میں سے ایک پانی تک نہ پہنچو جس کا نام فروہ ہے''

وادئ فید کا علاقہ اوراس سے ملحقہ زمین ان کو جاگیر میں عطا فرمائی اور دستاویز بھی عطا فرمائی۔ بعض اصحاب سیر کا بیان ہے کہ آخر زید اسی بخار سے رحلت فرما گئے۔

(از: عیون الاثر جلد2 صفحہ236)

(مواہب الدنیہ جلد 2 صفحہ421)

(الوفا باحوال المصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صفحہ772)

(7) وفد بنی کندہ

بنی کندہ کا وفد سرکار دوعالم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ ان لوگوں کی تعداد ساٹھ یا اسّی سواروں کے قریب تھی اشعث بن قیس اس وفد کے سردار کا نام تھا۔ جب یہ وفد مدینہ منورہ میں داخل ہوا اس وقت فخر دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے۔ مسجد میں ہی وفد کو شرفِ ملاقات بخشا۔ وفد کے تمام اراکین نے اپنے بال کندھوں تک چھوڑ رکھے تھے آنکھوں میں سُرمہ لگایا ہوا تھا سب کے سب اسلحہ سجائے ہوئے تھے ان لوگوں نے ایسے جُبے پہن رکھے تھے جو کہ مخطط (خط دار ڈھاریوں) کے بنے ہوئے تھے ان پر منقش چادروں کو استعمال کیا تھا جن پر منجاف (یعنی ریشم کی قسم) کی مینا کاری کی ہوئی تھی۔

ان لوگوں کی یہ حالت دیکھ کر رحمتِ عالم نورِ مجسّم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن سے دریافت فرمایا ''تم لوگ مسلمان نہیں''۔ سب نے یک زبان جواب دیا بیشک ہم سب مسلمان ہیں پھر حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن سے پوچھا کہ ''تمہاری گردنوں میں جو یہ حریر (ریشم) ہے اسکو کیوں پہن رکھا ہے جس کو استعمال کرنے کی اجازت نہیں'' (یاد رہے ان لوگوں نے اپنی گردنوں کے گرد حریر کے پارچے لپیٹ رکھے تھے) ان پارچوں کو فوراً اتار دو وفد کے تمام اراکین نے حریر کے پارچے حُکم کے مطابق گردنوں سے نکال کر ایک طرف ڈال دیے۔ وفد کے ہر ایک مرد کو سرورِ عالم خاتم النبیّین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چاندی کے دس دس اوقیہ عطا کیے جبکہ اشعث کو بارہ اوقیہ عطا فرمائے کیونکہ وہ وفد کا سردار تھا۔ اس طرح یہ وفد بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خیر و برکت کے خزانے لیکر واپس ہوا۔

(مواہب لدنیہ جلد2 صفحہ423)

(زادالمعاد جلد3 صفحہ34)

(8) وفد اشعریین

یہ وفد جو دو گروہ یعنی اشعریین اور احمیریین پر مشتمل تھا 7ھ میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ

اقدس میں حاضر ہوا۔ حضرت حافظ ابوالفضل شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اہل یمن سے مراد اشعریوں کے علاوہ یمن کے باشندے تھے جن میں اہلِ حمیر بھی تھے۔ اشعریین یمن کا ایک معزز اور بہت بڑا قبیلہ ہے۔ ان کے جدامجد کا نام اشعر تھا جس کی نسبت سے یہ لوگ اشعریین کہلائے۔ اشعر جب پیدا ہوا تو اسکے جسم پر بہت زیادہ بال تھے اس لئے وہ اشعر مشہور ہوا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالےٰ عنہ اسی قبیلے سے تعلق رکھتے تھے۔

(از: مواہب لدنیہ جلد 2 صفحہ 423)

اس قبیلے کے لوگ جب مدینہ منورہ میں داخل ہوئے تو بڑے ذوق وشوق سے بآواز بلند یہ رجز پڑھتے ہوئے داخل ہوئے۔

عدا نلقی الاحبه

محمدً او حزبه

ترجمہ: ''کل ہم دوستوں سے ملاقات کریں گے۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی جماعت (صحابہ) سے''

کل دوستوں سے جاملیں گے یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے گروہ سے۔ ان لوگوں نے جب شرف ملاقات حاصل کیا تو سب سے پہلے عرض کیا ہم آپ کے پاس اس لئے حاضر ہوئے ہیں تا کہ دین میں تفقہ (سوجھ بوجھ) حاصل کریں۔ (الحدیث)

ان لوگوں نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں خلقت عالم کی ابتداء کے بارے میں بتائیں کہ سب سے پہلے کیا تھا اور کس طرح تھا۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''كَانَ اللّٰهُ وَلَمْ يَكُنْ مَعَهُ شَیء'' وَّكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَآءِ وَ كَتَبَ فِی الذِّكْرِ شَی''ء.''

ترجمہ:۔ ''سب سے پہلے صرف اللہ کی ذات تھی اس کے سوا کچھ نہ تھا۔ اللہ کا عرش پانی پر قائم تھا اور ہر شے کا ذکر لوحِ محفوظ میں درج تھا۔''

یہ دونوں گروہ جن کو وفد اشعریین کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اکٹھے ایک ہی وقت میں خدمتِ اقدس کی حاضری سے فیضیاب نہیں ہوئے تھے بلکہ پہلا وفد اشعری تو 7ھ میں غزوہ خیبر کے بعد حاضرِ خدمت ہوا کیونکہ اس وفد کی آمد سے پہلے حضرت ابوموسیٰ اشعری سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوکر مسلمان ہوچکے تھے۔ جن کا تعلق اسی قبیلے اشعر سے تھا۔ دوسرا وفد حمیریین جن کا تعلق یمن سے تھا۔ 9ھ میں خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور یہ سن عام الوفود تھا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''تمہارے پاس ایک اس طرح کی قوم آرہی ہے کہ ان کے دل نرم اور رقیق ہیں۔''

یہ وفد جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کی تمنا لے کر مدینہ منورہ داخل ہوا تو وفد کے اراکین بہت زیادہ مسرور اور اپنی خوش قسمتی پر نازاں تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میں نے خود یہ ارشاد فرماتے سنا ہے کہ ''یمن کے جو لوگ آئے ہوئے ہیں ان کے دِل نہایت ہی نرم اور رقیق ہیں۔ ان لوگوں کے دلوں میں ایمان اور ایمانی حکمت ہے یعنی یہ لوگ اس قدر نرم اور صاف دِل ہیں کہ فوراً حق کو قبول کر لیتے ہیں''۔ ''ان لوگوں کے دِل پتھر کی طرح سخت نہیں ہیں۔ ان کے رقتِ قلب اور نرم دلی کا یہ ثمرہ ہے کہ ان کے قلوب ایمان وعرفان کے خزانے ہیں'' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عظیم صحابی حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی قبیلے سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ حُسنِ قرأت میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ علماء بیان کرتے ہیں کہ ان کی شان میں تو قرآن کریم فرقانِ حمید میں آیت بھی نازل ہوئی۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزید ارشاد فرمایا:

''اہلِ یمن وقار اور تواضع والے لوگ ہیں یہ اس لئے عظیم عادات کے مالک ہیں کیونکہ یہ لوگ بکریاں پالتے ہیں۔ دوسری طرف فخر، تکبر، عظمت اور شرف کا دعویٰ رکھنے والے دوسروں کو حقیر خیال کرنیوالے لوگ فداوین ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اونٹ اور گھوڑے پالتے ہیں۔ (فداوین وہ لوگ ہیں جو اونٹوں اور گھوڑوں کی پرورش کرتے ہیں اور کھیتوں میں زور سے پکارتے ہیں۔ فدید شدید آواز کو کہتے ہیں اسلئے کہا گیا ہے کہ فداوین وہ لوگ ہیں جو دوسو اونٹوں سے ہزار تک کی تعداد میں جانور پالتے ہیں۔ ان لوگوں کو فدیعنی صحرا میں رہنے والے بھی کہا گیا ہے)۔''

یادر ہے کہ توحید اور اصولِ دین وعلمِ عالم میں مہارت رکھنا مسائل کلامیہ کی تحقیق اِس خاندان کا طرّہ امتیاز ہے جو اس خاندان میں نسل در نسل جاری رہا۔ رہنمائے اہل سُنّت والجماعت امام اہل سُنّت حضرت شیخ ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ جو کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سے ہیں اُن میں مذکورہ تمام اوصاف نمایاں ظاہر ہوئے آپ باتفاق واجماع اُمّت اہل سُنّت والجماعت کے پیشوا اور امام مانے جاتے ہیں۔ ان کی ذاتِ حمیدہ میں علم وعرفان کی یہ تمام نشانیاں موجود تھیں۔

(از: بخاری شریف، فتح الباری باب بدر الخلق)

(البدایہ والنہایہ جلد اوّل)

(فتح الباری جلد 8 صفحہ 75)

(مواہب لدنیہ جلد 2 صفحہ 425)

(از مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 589)

(ابن عساکر، وغیرہ)

(9) وفد بنوازد

بنوازد یمنی قبیلے کا نام ہے۔ازد اس یمنی قبیلے کے جداعلیٰ کا نام تھا جس کی نسبت سے یہ لوگ بنوازد کہلاتے تھے۔مدینہ منورہ کے جملہ انصار اسی قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں اور ازد کی ہی اولاد ہیں۔اس قبیلے کو ازد شنوہ بھی کہتے تھے۔قاموس میں احمد بن جواری کی ایک حدیث ابونعیم کی معرفت مرقوم ہے۔ابوموسیٰ مدنی کی ایک روایت مواہب لدنیہ میں آتی ہے۔وہ فرماتے ہیں کہ میں نے خود ابوسلیمان دارانی کو یہ بیان کرتے ہوئے سُنا ہے اس نے علقمہ بن زید سے سُنا کہ وہ کہتے تھے میرے دادا نے سُنایا کہ میں بنوازد کے وفد کے ان سات آدمیوں میں شامل تھا جو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ بے کس پناہ میں حاضر ہوا۔حضور اکرم ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم لوگوں کے ساتھ گفتگو فرماتے ہوئے بڑی خوشی کا اظہار کیا اور فرمایا ''تم لوگ کون ہو؟'' میں نے عرض کیا ہم مومن ہیں۔یہ سُن کر سرورِعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبسّم فرمایا اور مجھ سے ارشاد فرمانے لگے ''ہر ایک بات کی کوئی نہ کوئی حقیقت ہوتی ہے۔تمہاری اس بات کی کہ ہم مومن ہیں کیا حقیقت ہے؟'' ہم نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری اس بات کی حقیقت ہماری پندرہ خصلتیں ہیں۔جن میں سے پانچ وہ ہیں جو آپ علیہ السلام کے قاصد آپ علیہ السلام کی طرف سے حکماً ہمارے پاس لائے اور ہم سب لوگ ان چیزوں پر ایمان لاچکے ہیں۔

باقی پانچ خصلتیں ایسی ہیں جن کا حکم ہمیں آپ کے قاصدوں نے کیا تھا اس کے علاوہ آخری پانچ خصلتیں ایسی ہیں جن پر ہم زمانہ جاہلیت سے ہی عمل کرتے چلے آرہے ہیں۔حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''میرے حکم سے کونسی پانچ خصلتیں ایسی ہیں جن پر تم لوگ ایمان لاچکے ہو''

ہم نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

1: لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا اقرار۔

2: نماز قائم کرنا۔

3: زکوٰۃ ادا کرنا۔

4: رمضان شریف کے روزے رکھنا۔

5: کعبہ شریف کا حج کرنا۔

ہم لوگ اللہ کے فضل اور آپ کی نظرعنایت سے ان مذکورہ احکامات پر سختی سے عمل کرتے ہیں۔

اس کے بعد دریافت فرمایا ''وہ پانچ خصلتیں کون سی ہیں جن کو بجالانے کا حکم ہمارے قاصدوں نے تمہیں دیا ہے'' ہم نے عرض کیا

1: اللہ پر ایمان

2: اللہ کے فرشتوں پر ایمان

3: تمام سابقہ انبیاء علیہم السلام پر ایمان

4: مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے پر ایمان

5: تمام سابقہ آسمانی کتابوں پر ایمان۔

ہم لوگ اللہ کریم کے فضل اور آپکے وسیلہ جلیلہ سے ان مذکورہ چیزوں پر مکمل ایمان ویقین رکھتے ہیں۔

اِس جواب کے بعد پھر دریافت فرمایا "اب آخر میں وہ پانچ چیزیں جن پر تم لوگ زمانہ جاہلیت سے ہی عمل کرتے چلے آرہے ہو کون سی ہیں" ہم نے عرض کیا وہ یہ ہیں:

1: فراخی وآرام وکشادگی میسر آجانے پر اللہ کا شکر ادا کرنا۔

2: ہر مصیبت کے وقت صبر کرنا۔

3: ہر حال میں راضی بہ قضا رہنا۔

4: ملاقات کے وقت ایک دوسرے کیساتھ ہمیشہ سچ بولنا۔

5: ایسی باتوں سے بچ کر رہنا جن کو سُن کر دشمن ہنسی اڑائیں۔

اہل وفد کی گفتگو وجوابات سُن کر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "تمہاری یہ نیک اور پاک خصلتیں تو احکامات انبیاء کی مطابعت کی مثل ہیں"۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل وفد سے ارشاد فرمایا کہ "میں تمہیں مزید پانچ چیزیں پانچ خوبیاں اور عطا کر رہا ہوں ان پر عمل کرنے کا حکم دے رہا ہوں تا کہ خوبیوں کی تعداد بیس ہو جائے وہ مزید اضافہ کیساتھ پانچ خوبیاں یہ ہیں۔

1: جو کچھ تم کھاتے ہو اسکو جمع مت کرنا۔

2: اللہ کی ذات پر تقویٰ رکھو کیونکہ تمہیں آخر میں اسی کی طرف ہی لوٹ کر جانا ہے۔ اور اسی کے سامنے پیش ہونا ہے۔

3: اس چیز کی طلب کرو جو تمہیں کل کو ملنے والی ہے۔

4: کل کو ملنے والی چیز ہی حقیقی ہے کیونکہ اس جگہ ہی تم نے پھر ہمیشہ ہمیشہ کے واسطے رہنا ہے۔

5: اللہ کریم کی ذاتِ مقدسہ ہی وہ ہے جس کے سامنے تم لوگوں نے روزِ قیامت پیش ہونا ہے۔"

ان نصیحتوں کے بعد سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وفد کے لوگوں میں سے ہی صرد بن عبداللہ کو ان کا امیر مقرر فرمایا اور اس کو حکم دیا کہ گردونواح کے مشرکین سے جہاد کریں۔ صرد بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے واپس اپنے وطن جا کر مسلمانوں کی ایک جماعت کو ہمراہ لیا اور مشرکین کے ایک اہم شہر جرش کا محاصرہ کر لیا۔ سخت

محاصرہ کے باوجود ایک ماہ تک شہر فتح نہ ہوسکا اس لئے مسلمان محاصرہ چھوڑ کر واپس ہوئے۔ مسلمانوں کی واپسی کو اہلِ شہر نے بددلی وشکست خیال کرتے ہوئے ان کا تعاقب شروع کر دیا جب مسلمان جبل شکر کے قریب پہنچے تو انہوں نے پلٹ کر مشرکین جو تعاقب کر رہے تھے۔ ان پر حملہ کر دیا حملہ اس قدر شدید تھا کہ دشمن اسکو برداشت ہی نہ کرسکا اور کافی جانی نقصان اٹھا کر مشرکین کو شکست سے دوچار ہونا پڑا۔

حضرت صرد بن عبداللہ ازدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب جرش کا محاصرہ کیا تو اہل شہر نے اپنے دو آدمی اس حملے سے پہلے ہی حالات کا اندازہ لگانے اور مُسلمانوں کی صورتحال دیکھنے کے لئے مدینہ منورّہ روانہ کر دیئے تھے۔ یہ لوگ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں بیٹھے تھے جب صرد بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ محاصرہ اٹھا کر جبل شکر کے قریب پہنچے اہل جرش نے ان کا تعاقب کیا اور مسلمانوں سے زبردست شکست کھائی۔ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُسی روز جرش کے دونوں آدمیوں کو پوری صورتحال مدینہ منورّہ مین بیٹھے ہی بیان فرما دی۔ جب یہ لوگ واپس جرش پہنچے سارا حال اہل جرش کو بیان کیا۔ جسے سُن کر جرش شہر کا ایک وفد خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور اسلام قبول کر لیا۔

(از: زرقانی جلد 4 صفحہ 32)

(مواہب لدنیہ جلد 2 صفحہ 426)

(مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 595)

(بخاری، مُسلم شریف، قاموس، ابونعیم وغیرہ)

(10) وفد بنی الحارث

بنی الحارث نہایت جری اور بہادر قوم تھی یہ نجران کا ایک معزز خاندان تھا۔ (نجران اب نجران نامی صوبہ کا دارالحکومت ہے جو کہ سعودی عرب کا جنوبی صوبہ اور یمن کی سرحد کے ساتھ واقع ہے قبیلہ حارث کے لوگ اب بھی وہاں آباد ہیں) ربیع الآخر یا جمادی الاولیٰ 10ھ میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مجاہدین کے ایک دستے کے ہمراہ بنی الحارث کی طرف روانہ کیا اور حکم دیا کہ ان لوگوں کو تین روز تک دعوتِ اسلام دینا اگر وہ لوگ ان ایاّم میں مسلمان نہ ہوئے تو ان کیخلاف بھرپور جہاد وقتال کرنا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ حسبِ حکم فخر کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نجران میں بنی الحارث کے پاس تشریف لے گئے اور ان لوگوں کو اسلام کی دعوت دی مسلمان شُتر سوار ہر طرف پہنچ گئے اور لوگوں کو اسلام کی طرف بلانے لگے۔ اہلِ حارث سے یوں کہتے تھے ''اسلموا تسلموا'' بنی الحارث کے لوگ بغیر کسی حجّت کے دائرہ اسلام میں داخل ہوتے چلے گئے۔

(از: ابن اسحاق)

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی خوشخبری کو بذریعہ قاصد مدینہ منورہ میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں پہنچا دیا۔ جواب میں حضور علیہ السلام نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم بھیجا کہ بنی الحارث کا ایک وفد لیکر حاضرِ خدمت ہوں۔ حکم کی تعمیل کرتے ہوئے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنی الحارث کا ایک وفد جس میں قیس بن حصین، زید بن المجمل اور شداد بن عبداللہ شامل تھے لیکر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔

جس وقت اس وفد کو شرفِ باریابی ملا تو گفتگو فرماتے ہوئے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''تم لوگ اپنے دشمنوں پر قتال (یعنی جنگ) میں کس طرح ہمیشہ غالب رہتے ہو''۔ اراکین وفد نے عرض کیا ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور اللہ کے سوا کوئی دوسرا عبادت کے لائق نہیں۔ پھر یوں کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم دشمن پر اس لئے ہمیشہ غالب رہتے ہیں کہ ہم ابتداءً کسی پر ظلم نہیں کرتے۔ سختی وتنگی کے وقت صبر کرتے ہیں۔ ہم آپس میں کبھی اختلاف نہیں کرتے اور میدانِ جنگ میں ہمیشہ اتفاق اور اکٹھے مل کر لڑتے ہیں ایک دوسرے کے ساتھ حسد نہیں کرتے۔

بنی الحارث کا جواب سُن کر سرکار عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''تم لوگ سچ کہتے ہو''۔ پھر فرمایا کہ'' میں نے قیس بن حصین کو تم لوگوں پر امیر مقرر کر دیا ہے''۔ اس ملاقات کے بعد یہ وفد اپنے دامن رحمتوں اور برکتوں سے بھر کر واپس وطن کو روانہ ہوا بعد میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بنی الحارث کی طرف روانہ کیا تا کہ وہ ان لوگوں کو دینِ اسلام کی تعلیم دیں اور صدقات وزکوٰۃ حکم کے مطابق لوگوں کو بتا کر وصول کریں۔

بنی الحارث کا یہ وفد ماہِ شوال یا ذیقعد میں واپس اپنے وطن کو روانہ ہوا۔ اس وفد کی واپسی کے تقریباً چار ماہ بعد رحمتِ عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصال فرما گئے۔ بنی الحارث اپنے اسلام پر ہمیشہ سختی سے قائم رہے۔

(از: زرقانی جلد 4 صفحہ 33)

(سیرۃ ابن ہشام جلد اوّل)

(مواہب لدنیہ جلد 2 صفحہ 427)

(الوفا شریف جلد اوّل وغیرہ)

(11) وفد ہمدان

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب 9ھ میں غزوہ تبوک سے واپس مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہ وفد حاضر خدمت ہوا۔ میدان یمن کا ہمدان ایک بہت بڑا قبیلہ ہے۔ یہ وفد اپنے سردار مالک بن نمط کی زیرِ قیادت حاضرِ

خدمت ہوا تھا۔ اہلِ وفد نے یمن کی مشہور خوبصورت منقش چادریں اوڑھ رکھی تھیں۔ سروں پر عدن کے شاندار دیدہ زیب عمامے باندھے ہوئے تھے اور خوبصورت سبک رفتار مہری اونٹوں پر سوار تھے۔ یہ لوگ جب حاضرِ خدمت ہوئے تو نہایت ہی فصاحت وبلاغت کے ساتھ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گفتگو کی۔ اس وفد کے لوگوں نے جو کچھ بھی آپ علیہ السلام سے طلب کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو عطا فرمایا۔ مالک بن نمط رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ نہایت ہی عاقل اور فصیح الکلام شخص تھا۔ اسکو وفد اور اہل ہمدان میں سے جو مسلمان تھے ان کا امیر مقرر فرما کر ایک تحریر لکھ کر اُسکے حوالے فرمائی۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل ہمدان کے باقی لوگوں کو اسلام کی دعوت دینے کے لئے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان لوگوں کی طرف روانہ کیا۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں جس کو امام بیہقی نے صحیح اسناد کے حوالے سے تحریر کیا ہے کہ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وفد میں وہ خود بھی شامل تھے ہم لوگ ہمدان پہنچے اور شب وروز ان لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے رہتے مگر چھ ماہ کا عرصہ گزر جانے پر بھی لوگ دائرۂ اسلام میں داخل نہ ہوئے۔ اسکے بعد فخر دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اہل ہمدان کی طرف روانہ فرمایا ان کو ایک تحریر بھی عطا فرمائی اور ساتھ یہ بھی حکم دیا کہ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو واپس بھیج دیں چنانچہ ہمدان پہنچ کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو واپس مدینہ منورہ بھیج دیا۔ اب حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہل ہمدان کو اسلام کی دعوت دی تو وہ لوگ تو قتال کے لئے میدانِ جنگ میں اُتر آئے۔ میدان میں جب دونوں طرف سے لوگ جنگ کے لئے بالکل تیار تھے۔ عین اس موقع پر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان لوگوں کو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نامہ مبارک پڑھ کر سُنایا۔ اسی وقت تمام اہل ہمدان مسلمان ہو گئے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ خوشخبری سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خط پڑھ کر اس خوشخبری سے آگاہی حاصل کی تو آپ سجدے میں گر گئے اور پھر سر مبارک اٹھا کر فرمایا "السلام علیٰ ھمدان" السلام علیٰ ھمدان " السّلام علی ھمدان" (اہل ہمدان پر سلام، اہل ہمدان پر سلام، اہل ہمدان پر سلام)

(از: بخاری شریف، امام بیہقی رحمہم اللہ تعالیٰ)
(زرقانی جلد 4 صفحہ 34)
(مواہب لدنیہ جلد 2 صفحہ 428)
(مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 590)
(الوفا باحوال المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وغیرہ)

(12) وفد مُزینہ

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورّہ میں تشریف فرما تھے کہ قبیلہ مزینہ کا وفد جو کہ چار سو افراد پر مشتمل تھا حاضرِ خدمت ہو کر اسلام کی دولت سے مالا مال ہوا۔ محمد بن عمر واقدی بیان کرتا ہے کہ ہم سے کثیر بن عبداللہ مزنی نے بحوالہ اپنے باپ اور دادا کے بیان کیا وہ کہتا ہے کہ سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں مضر سے مزینہ کے چار سو آدمی رجب 5ھ میں حاضر ہوئے پھر واقدی نے ہشام بن کلبی سے اپنے استاد سے بیان کیا ہے کہ سب سے پہلے مزینہ میں سے خزاعی بن عبدنہم آیا اور اس کے ساتھ اس کی قوم کے دس آدمی تھے پس اس نے اپنی قوم کے اسلام پر آپ کی بیعت کی جب فتح کا دن آیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزینہ کا جھنڈا اسی خزاعی کو عطا فرمایا۔ اس وقت خزاعیوں کی تعداد ایک ہزار تھی۔ راوی بیان کرتا ہے کہ وہ عبداللہ ذوالبجادین کا بھائی تھا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشہور صحابی حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ 5ھ میں میرے قبیلے مزینہ کا وفد جن کی تعداد چار سو تھی۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ میں بذاتِ خود اس وفد میں شریک تھا۔ کچھ روز کے قیام کے بعد جب یہ وفد آپ سے اجازت لے کر واپس جانے لگا تو ان لوگوں نے خدمتِ اقدس میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم انشاء اللہ اس دین حنیف پر ہمیشہ قائم رہیں گے۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا ''ان لوگوں کو کچھ زادِ راہ دے دو کیونکہ سفر میں ان کے پاس کھانے کے لئے کوئی چیز نہیں ہے'' یہ حکم سُن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تو تھوڑی سی مقدار میں کھجوریں ہیں جو کہ ان لوگوں کے لئے ناکافی ہوں گی۔ اور یہ لوگ اتنی کم کھجوریں قبول نہیں کریں گے یہ سُن کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''اے عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جاؤ اور ان لوگوں کو سفر کے لئے زادِ راہ یعنی توشہ دے دو''۔ اس حکم کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہم لوگوں کو اپنے ہمراہ لیکر اپنے گھر تشریف لے گئے۔ ہمیں گھر کے اندر داخل ہونے کا حکم دیا ہم نے دیکھا کہ گھر کے اندر کھجوروں کا ڈھیر پڑا ہے۔ اس ڈھیر کی کھجوروں کا رنگ سیاہ وسفید تھا۔ اہل وفد کے ہر فرد نے اپنی ضرورت کے مطابق اس ڈھیر سے کھجوریں لے لیں۔ ان لوگوں میں سے جو شخص سب سے آخر میں گھر سے کھجوریں لے کر باہر آیا وہ میں ہی تھا۔ جس وقت میں ڈھیر سے کھجوریں اٹھا رہا تھا میں نے دیکھا کہ باوجود اس کے چار سو افراد کھجوریں حسبِ حاجت لے جا چکے تھے۔ مگر ڈھیر بدستور اسی طرح تھا جیسے ابتداء میں تھا ایک دانہ تک اس میں سے کم نہیں ہوا تھا۔ یہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ مبارک تھا۔

ضروری وضاحت

حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ تعالیٰ عنہ مزنی ہیں۔آپ اپنے دیگر سات بھائیوں کے ہمراہ ہجرت کرنیوالوں میں سے تھے۔اس لئے 5ھ میں وفد مزینہ کے ہمراہ حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تشریف لانا اسلام لانے کی غرض سے نہیں تھا کیونکہ اسلام تو وہ قبل از ہجرت ہی لے آئے تھے اس وفد کے ہمراہ ان کی شمولیت صرف اہلِ قبیلہ کو متعارف کرنے کی غرض سے تھی۔سیدنا حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جیسے ایمان کے گھر ہوتے ہیں اسی طرح نفاق کے بھی گھر ہیں مگر آل مقرن کے گھر خالصتاً ایمان والے گھر ہیں۔

مذکورہ کھجوروں کا تعداد میں زیادہ ہو جانا یقیناً حضور اکرم ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ مبارکہ تھا پھر دوسرا معجزہ یہ تھا کہ چار سو کی تعداد میں لوگوں نے اپنی ضروریات کے مطابق کھجوریں حاصل کر لیں مگر حالت یہ تھی کہ ڈھیر میں سے ایک کھجور بھی کم نہ ہوئی۔(سبحان اللہ کیا ہی عظیم معجزہ اور کمال ہے)

(از: زرقانی جلد 4 صفحہ 34، 37)

(مواہب لدنیہ جلد 2 صفحہ 428)

(مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 591)

(13) وفد دوس

دوس عرب کا ایک مشہور قبیلہ تھا اسکے سردار طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے جو کہ ایک شعلہ بیان خطیب ونہایت ہی فصیح و بلیغ شاعر تھے۔یہ اپنے قبیلے دوس کے ہمراہ 7ھ میں حاضرِ خدمت ہوئے اور سارا وفد حلقہ بگوشِ اسلام ہو گیا۔

طفیل دوسی کا قبول اسلام

طفیل بن عمرو دوسی ہجرت سے قبل ایک دفعہ مکہ مکرمہ گئے۔اہل مکہ نے طفیل کو بتایا کہ ہمارے شہر میں ہم میں سے ہی ایک آدمی ہے جسکی وجہ سے ہماری جمعیت ہمارا اتفاق پارہ پارہ ہو رہا ہے۔ہمارا نظامِ زندگی ہی اسکی وجہ سے منتشر ہو گیا ہے۔وہ اس قسم کی گفتگو کرتا ہے جو سحر کی حیثیت رکھتی ہے اسکی جادو بھری گفتگو سُن کر باپ بیٹے سے، بیوی خاوند سے،،بہن بھائی سے اور بھائی بھائی سے جدا ہو جاتا ہے۔ہم لوگوں کو شدید اندیشہ ہے کہ اگر تم نے اسکی گفتگو سُن لی تو تمہارا اور تمہاری قوم کا بھی شیرازہ بکھر جائے گا لہٰذا ہماری یہ نصیحت ہے کہ اس شخص سے بچ کر رہنا اسکے ساتھ کلام تک نہ کرنا اگر وہ کچھ سُنانا چاہے تو اسکی بات ہرگز نہ سُننا۔اہلِ قریش مجھے بار بار یہی کہتے رہے۔قریش کی گفتگو سن کر میں نے دِل میں پکا ارادہ کر لیا کہ نہ تو میں اس شخص سے ملوں گا نہ بات کروں گا نہ اسکی بات سنوں گا یہاں

تک کہ میں نے اپنے کان روئی سے بند کر لئے۔

خُدا کی قدرت دیکھیں اتفاقاً میں مسجد الحرام میں موجود تھا اچانک میری نظر پڑی تو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز میں مشغول ہیں میں ان کے نزدیک چلا گیا خداوند کریم نے حضور اکرم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال میرے کانوں میں ڈالے۔ میں نے جب اُن الفاظ مبارکہ کو سُنا جن میں کمال درجے کی مٹھاس، لطافت اور انتہاء درجے کا حُسن تھا۔ میرے دِل نے خود بخود مجھے کہا میں بذاتِ خود اعلےٰ درجے کا فصیح و بلیغ شاعر ہوں ہر قسم کے کلام کو خوب سمجھتا ہوں مگر یہ قریش مجھے اس شخص کا کلام سُننے سے منع کرتے ہیں اگر یہ اچھی بات کہتا ہے تو کیوں نہ اس کی بات کو قبول کر لیا جائے۔

طفیل بن عمرو (دوسی بن طریف بن العاص بن ثعلبہ بن سلیم بن فہم بن غنم بن دوس بن عدنان بن عبداللہ بن زہران بن کعب بن حارث بن نصر بن ازداز دی۔ قبیلہ دوس۔ یمن میں آباد تھا۔ جنگ یمامہ میں 11 ھ میں شہادت پائی۔ غزوہ خیبر میں تقریباً 80 گھرانوں کے ساتھ حاضر ہوئے اور پھر فتح مکہ تک حضور علیہ السلام کی خدمت میں رہے۔ طلیحہ ونجد کے ارتداد کے فتنوں کو ختم کرنے میں سرگرمی سے حصہ لیا) مزید بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں کُچھ دیر تک آپ کو دیکھتا رہا جب عبادت سے فارغ ہو کر اپنے آستانہ عالیہ کی طرف روانہ ہوئے تو میں بھی پیچھے چل پڑا جب آپ آستانہ مقدسہ میں داخل ہونے کے قریب تھے تو میں نے عرض کیا اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اہلِ قریش مجھے آپ کے بارے میں بار بار ایسا کہہ رہے ہیں۔ اہلِ قریش کی گفتگو سُن کر میں نے اپنے دل میں فیصلہ کر لیا تھا کہ آپ سے ہرگز کلام نہیں کروں گا اور نہ ہی آپ کی آواز مبارکہ سنوں گا۔ اس فیصلہ پر مزید عمل درآمد کرنے کے لئے میں نے اپنے کانوں میں روئی دے لی تھی تا کہ آواز سنی جانے کا کوئی خطرہ ہی باقی نہ رہے مگر خداوند کریم نے آپ کا کلامِ مقدسہ میرے کانوں تک پہنچا دیا۔ اس سے عمدہ تر پُر مغز اور اعلےٰ کلام میں نے کبھی نہیں سُنا۔ آپ ارشاد فرمائیں کہ آپ کا مزید کلام کون سا ہے اور کیا ہے جو لوگوں کو سُناتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر قرآن کریم کا کچھ حصّہ تلاوت فرمایا۔ تلاوت سننے کے بعد میں نے عرض کیا خُدا کی قسم میں نے اس سے بہتر کلام پہلے کبھی نہیں سُنا تھا اور نہ ہی اس کلام سے بڑھ کر بامعنی اور منصفانہ بات پہلے کبھی سُنی تھی۔ میں فوراً مسلمان ہو گیا کلمہ شہادت پڑھنے کے بعد عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اپنی قوم کا مرد بااختیار ہوں میں اپنی قوم میں جا کر ان لوگوں کو اسلام کی طرف بلاؤں گا۔ مجھے کوئی ایسی نشانی یا کرامت عطا فرمائیں جس کو دیکھ کر میری قوم تصدیق کر دے۔

طفیل دوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامت

حضور اکرم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ کریم سے دُعا مانگی ”یا اللہ اس طفیل دوسی کو نُور عطا فرما“۔

طفیل دوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں اس دُعا کے ساتھ ہی میری دونوں آنکھوں کے درمیان چراغ کی مانند نُور چمکنے لگا میں نے خیال کیا کہ کہیں میرے اہلِ قبیلہ اس چمکتے ہوئے نُور کر دیکھ کر یہ کہنا نہ شروع کر دیں کہ طفیل دوسی اپنے مذہب سے پھر گیا ہے اس لئے اسکی آنکھوں کے درمیان برص کی بیماری نمودار ہوگئی ہے اس اندیشے کی وجہ سے میں نے دُعا مانگی یا اللہ اس نور کو میرے کوڑے میں منتقل فرما دے (طفیل دوسی ہر وقت ایک کوڑا اپنے ہاتھ میں رکھتے تھے) اللہ کریم نے اس نُور کو میرے کوڑے کے سرے میں منتقل کر دیا اور میرا کوڑا رات کے وقت سرے سے یوں چمکتا تھا جیسے کسی نے قندیل روشن کر رکھی ہو۔

(از: امام جوزی وطبرانی)

طفیل دوسی کہتے ہیں جب میں اپنی قوم میں پہنچا اور ان کو اسلام کی تبلیغ شروع کی تو صبح کے وقت میرے والد صاحب میرے پاس آئے وہ بہت زیادہ عمر رسیدہ تھے میں نے کہا اے میرے والد میرے قریب مت آؤ نہ میں تم میں سے ہوں اور نہ ہی تم میرے ہو میری یہ بات سُن کر والد نے کہا اے میرے بیٹے تم یہ بات کس لئے کہہ رہے ہو میں نے جواب دیا میں مسلمان ہو چکا ہوں اور میں نے حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تابع فرمانی اختیار کر لی ہے۔ اس پر میرے والد صاحب نے کہا بیٹا تیرا دین میرا دین بھی ہے اب میں نے بھی حضور اکرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فرمانبرداری اختیار کر لی ہے۔ یہ مژدہ سُن کر میں نے عرض کیا پہلے آپ غسل فرمائیں پھر میں تعلیمات محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جو مجھے معلوم ہیں۔ آپ کو بتادوں گا والد صاحب غسل کرنے کے بعد میرے پاس آئے اور یوں میں نے ان کو اسلام کی تعلیمات سے آگاہ کیا وہ کلمہ شریف پڑھ کر دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے۔

تھوڑی دیر بعد میری بیوی میرے پاس آئی میں نے اُس سے کہا میرے پاس سے دور ہٹ جاؤ کیونکہ نہ تم میری ہو اور نہ ہی میں تمہارا ہوں۔ بیوی نے مجھ سے والد صاحب کی طرح ہی پوچھا کہ یہ سب کچھ میں کیوں کہہ رہا ہوں میں نے جواب دیا اس لئے کہ تیرا اور میرا دین الگ الگ ہے میں مسلمان ہو گیا ہوں اس لئے تیرے اور میرے درمیان علیحدگی ہو چکی ہے۔ میری بیوی نے فوراً کہا اے میرے خاوند سن لو میں بھی تمہارا دین اسی وقت سے اپناتی ہوں اور پھر کلمہ پڑھ کر دائرہ اسلام میں داخل ہوگئی۔ اسکے بعد متواتر کئی روز تک اپنے اہل قبیلہ کو اسلام کی دعوت دیتا رہا مگر کسی نے بھی اس دعوت کو قبول نہ کیا سوائے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے۔

وفد اہلِ دوس کی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات

کچھ عرصہ بعد طفیل دوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا میں کافی عرصے سے اہلِ قبیلہ کو دعوتِ اسلام دے رہا ہوں مگر وہ لوگ ٹس سے مس نہیں ہوئے ان کے لئے دُعا فرمائیں۔ آپ نے دُعا فرمائی اے اللہ قبیلہ دوس کے لوگوں کو سیدھی راہ دکھا۔ پھر مجھے حکم دیا کہ واپس جا

کر ان لوگوں کو پھر دعوتِ حق دو میں واپس لوٹا اہل قبیلہ کو دوبارہ دعوت حق دی جس کے نتیجے میں ستّر (70) اسّی (80) گھرانے دائرہ اسلام میں داخل ہوئے اور یہ گھرانے میرے ہمراہ حاضری کے لئے مدینہ منورہ آئے جب ہم لوگ مدینہ منورہ پہنچے تو معلوم ہوا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیبر میں تشریف فرما ہیں اور یہودیوں کے ساتھ برسرِ پیکار ہیں۔ اس وفد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شامل تھے وہ فرماتے ہیں کہ ہم نے مدینہ منورہ میں پہنچ کر نماز فجر سباح بن عرفط رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے ادا کی انہوں نے نماز کی پہلی رکعت میں سورۂ تحریم اور دوسری رکعت میں سورۂ مطففین (آیت 2) یعنی جب انہوں نے اِذَا اکْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ پڑھا تو میں نے دِل میں ہی کہا کہ میں نے اسی وقت اپنے چچا کو چھوڑ دیا۔ کیونکہ اُسکے دو کیل (ترازو) ہیں جب وہ خود کسی سے چیز لیتا ہے تو اس کا تول پورا لیتا ہے اور جبکہ وہ کسی دوسرے کو دیتا ہے تو ناقص کیل دیتا ہے۔ جب ہم لوگ نماز سے فارغ ہوئے تو ہم نے فیصلہ کیا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں خیبر جا کر ہی حاضر ہوتے ہیں چنانچہ ہم خیبر روانہ ہوئے تو آپ قلعہ نطاۃ فتح کر چکے تھے اور کتیبہ کا محاصرہ کئے ہوئے تھے ہم اسوقت تک حاضرِ خدمت رہے جب تک کہ وہ دوسرا قلعہ بھی فتح نہ ہو گیا آپ نے وہاں سے حاصل ہونے والے مالِ غنیمت میں سے ہم کو بھی حصہ عطا فرمایا (اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے ہی اسلام لا چکے تھے اور اس دفعہ اہل وفد کے ہمراہ ان کی دوسری حاضری تھی۔ (واللہ اعلم)

(از: بخاری شریف، ابن خزیمہ، طحاوی، امام بیہقی روایت از: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

(مواہب لدنیہ جلد 2 صفحہ 432)

(زرقانی جلد 4 صفحہ 37)

(مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 593)

(الوفا باحوال المصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از: امام عبدالرحمٰن ابن جوزی)

(14) وفد نصارائے نجران

نجران عرب کا مشہور اور بہت بڑا علاقہ ہے۔ اب سعودی عرب کا جنوبی خطے کا صوبہ ہے اس کی سرحدیں یمن سے ملتی ہیں اور نجران صوبائی دارالحکومت ہے۔ نجران، صنعاء سے تقریباً 250 کلومیٹر شمال میں ہے۔

یہ بڑا شہر مکّہ مکرمہ سے سات منزل کی دوری پر ہے۔ اس شہر کے زیر تسلط 73 بستیاں تھیں۔ علاقہ اس قدر وسیع تھا کہ اگر ایک تیز رفتار گھوڑا متواتر اس علاقے کو عبور کرنا چاہے تو وہ ایک پورے دن میں متواتر سفر کرنے کے بعد اس شہر کی حدود سے باہر نکل سکتا تھا۔ یہاں تقریباً ایک لاکھ جنگجو عیسائی مذہب کے پیروکار رہتے تھے۔ سب سے پہلے

نجران بن زید بن یشجب بن یعرب بن قحطان اس علاقے میں آ کر آباد ہوا اس لئے یہ شہر اسی کے نام سے مشہور ہوا۔
(از: شرح مواہب لدنیہ جلد 4 صفحہ 41، فتح الباری جلد 8 صفحہ 94)

نجران کے عیسائیوں کا یہ وفد 9ھ میں مدینہ منورہ آیا اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ اس وفد میں ساٹھ اراکین قبیلہ تھے جن میں سے چوبیس آدمی وہ تھے جو اپنے علاقہ کے رؤساء معزز اور اشراف کہلاتے تھے۔ اُن میں تین آدمی نجران کے سارے علاقے کے سردار تھے۔ عبدالمسیح جس کا لقب عاقب تھا اُسکے ذمہ حکومت کی امارت کا کام تھا جبکہ ایہم کے ذمہ ثقافت، سیاسی امور، مشیر اور منتظم قافلے کی نگرانی تھی۔ تیسرے شخص کا نام ابوحارثہ بن علقمہ تھا یہ شخص اصل میں عرب سے تعلق رکھتا تھا اس کے قبیلے کا نام بکر بن وائل تھا یہ شخص عیسائی مذہب اختیار کر چکا تھا شہنشاہِ روم نے اسکے علم وفضل اور مذہبی سوجھ بوجھ کی وجہ سے گرجے کا پادری مقرر کرنے کے ساتھ ساتھ بہت بڑی جاگیر عطا کر رکھی تھی گویا دوسرے الفاظ میں ابوحارثہ ان لوگوں کا اسقف (یعنی لاٹ پادری) تھا۔ اس طرح یہ ان کا دینی سربراہ اور روحانی پیشوا تھا۔

جب یہ وفد مدینہ منورہ پہنچا تو حضورِ اکرم ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کو مسجدِ نبوی میں ٹھہرا دیا۔ عصر کی نماز ہو چکی تھی کچھ دیر کے بعد ان لوگوں کی نماز کا وقت ہو گیا۔ چنانچہ وہ سب ابوحارثہ کہ پیشوائی میں اپنی نماز پڑھنے لگے مسجد کے صحن میں ہی اُن لوگوں نے مشرق کی طرف منہ کر کے نماز کی تیاری شروع کی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے ان لوگوں کو ایسا کرنے سے روکنے کا ارادہ کیا مگر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو روک دیا کہ وہ نجران کے وفد کو اپنے مذہب کے مطابق ہی عبادت کرنے دیں۔ عبادت سے فارغ ہو کر سلسلہ گفتگو شروع ہوا۔ مختلف مسائل پر بحث ہوئی۔

(از: فتح الباری جلد 8 صفحہ 73)
(شرح مواہب لدنیہ جلد 4 صفحہ 41)

وفد کے اراکین نے کچھ سوالات حضور اکرم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھے اسی طرح آپ علیہ السلام نے کچھ سوالات اہل وفد سے دریافت فرمائے جو یہ تھے۔

وفد نجران: وفد نے سب سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیّت اور نبوت کے بارے میں مباحثہ کا آغاز کرتے ہوئے پوچھا آپ کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے نہیں تو پھر ان کا باپ کون تھا؟

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: نے ارشاد فرمایا کہ "تم لوگ اچھی طرح جانتے ہو کہ بیٹا باپ کے مشابہ ہوتا ہے"

وفد نجران: اہلِ وفد نے جواب دیا بالکل بیٹا باپ کے مشابہ ہوتا ہے اور اس بات میں

کسی قسم کا شک وشبہ نہیں ہے۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ''اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہرگز ہرگز خدا کے بیٹے نہیں ہیں کیونکہ بیٹے کو تو باپ کے مثل اور مشابہ ہونا چاہیئے جبکہ آپ لوگوں کو اچھی طرح معلوم ہے کہ خدا تعالیٰ بے مثل اور بے مثال ہے تم یہ بھی جانتے ہو کہ پروردگار عالم حیی لایموت یعنی زندہ ہے اس پر کبھی موت طاری نہیں ہو سکتی جبکہ عیسیٰ علیہ السلام پر موت آنیوالی ہے اور وہ ابتک زندہ ہیں۔''

وفد نجران: بے شک ہم آپ کے اس خیال وایمان سے مکمل اتفاق کرتے ہیں۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ''تم لوگوں کو معلوم ہے کہ ہمارا پروردگار ہر چیز کا قائم رکھنے والا اور تمام جہانوں کا محافظ ونگہبان ہے۔ وہ ہی تمام جہانوں کا رازق ہے کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی ان میں سے کسی چیز کے مالک ہیں۔''

وفد نجران: ہرگز حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان میں سے کسی چیز کے مالک نہیں ہیں۔ ہم آپ سے مکمل اتفاق کرتے ہیں۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ''تم لوگ اچھی طرح جانتے ہو کہ اللہ کریم پر آسمان اور زمین کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔ جبکہ اسکے برعکس حضرت عیسیٰ علیہ السلام وہ کچھ ہی جانتے ہیں جو ان کو اللہ تعالیٰ کی ذات نے سکھایا و بتایا ہے۔''

وفد نجران: ہم اس عقیدہ میں بھی آپ سے مکمل اتفاق رکھتے ہیں۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ''تم لوگ اچھی طرح جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کی والدہ کے رحم میں جس طرح چاہا بنایا پھر تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نہ کچھ کھاتا ہے نہ پیتا ہے اور نہ ہی اسکو کسی قسم کی کوئی حاجت ہے۔''

وفد نجران: اس میں کوئی شک نہیں ہے آپ نے بالکل ٹھیک فرمایا۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ''تم لوگ یہ بھی خوب جانتے ہو کہ حضرت مریم علیہا السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اُسی طرح حاملہ ہوئیں اور ان کو اسی طرح جنم دیا جس طرح عورتیں جنتی ہیں پھر بچوں کی طرح ہی ان کو غذا بھی دی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بچوں کی طرح کھاتے پیتے اور دیگر حاجات ادا کرتے ہیں۔''

وفد نجران: آپ کی یہ بات بھی بالکل حق و سچ ہے۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ''اب بتاؤ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کس طرح ہوئے، وہ پیدا ہوئے۔

غذا استعمال فرماتے تھے۔شکم مادر میں رہے دیگر ضروریات زندگی پوری فرماتے تھے جبکہ خدا ان تمام چیزوں سے پاک صاف ہے۔تم لوگوں نے میری ہر بات کی تصدیق کی اتفاق کیا ہے اب بتاؤ پھر بھی وہ خدا تھے؟ ہرگز نہیں۔''

حضور اکرم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہلِ وفد کو قرآنی آیات بھی پڑھ کر سنائیں ان لوگوں پر گو حق عیاں ہو گیا لیکن انہوں نے دانستہ ہٹ دھرمی کا ثبوت دیتے ہوئے حق ماننے سے انکار کیا اس پر قرآن کی آیات نازل ہوئیں۔(سورۃ آل عمران آیات 2 تا 6)

اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ﴿٢﴾ نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ﴿٣﴾ مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ۗ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۗ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿٤﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ﴿٥﴾ هُوَ الَّذِيْ يُصَوِّرُكُمْ فِي الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ ۗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿٦﴾

ترجمہ آیات مبارکہ

''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ زندہ ہے اور اس نے ہی سارے جہانوں کی حیات و وجود کو قائم کیا ہوا ہے۔اس نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر حق کے ساتھ ایک کتاب یعنی قرآن کریم نازل کیا جو تمام گزشتہ نازل ہونیوالی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے۔قرآن سے پہلے تورات وانجیل اس نے لوگوں کی ہدایت کے لئے نازل فرمائیں۔اس نے معجزات بھی اتارے۔تحقیق جن لوگوں نے اللہ کی آیتوں کا انکار کیا اُن لوگوں کے لئے سخت عذاب ہے۔اور اللہ تعالیٰ ہی غالب ہے اور بدلہ لینے والا ہے۔تحقیق اللہ تعالیٰ پر آسمان اور زمین کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں وہی ہے جو مادر کے رحم میں تمہاری صورتیں اور شکلیں بناتا ہے۔اسکے سوا کوئی معبود نہیں وہی غالب اور حکمت والا ہے۔

تفسیر درمنثور جلد 2 صفحہ 3

ان آیات کے نزول کے بعد سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہلِ وفد سے فرمایا کہ ''تم لوگ اب اسلام

لے آؤ'' یہ سُن کر وہ کہنے لگے ہم تو پہلے ہی مسلمان ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''تم لوگ پہلے ہی کس طرح مسلمان ہو سکتے ہو جبکہ تم لوگ خدا کے بیٹے کا عقیدہ رکھتے ہو۔ صلیب کی پوجا کرتے ہو۔ خنزیر کا گوشت کھاتے ہو''۔ یہ سُن کر نصارائ نجران نے کہا آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بندہ کہتے ہیں کیا آپ نے آج تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسا کسی کو دیکھا یا سُنا ہے ان کی مثل کوئی اور بھی ہے۔ نصرانیوں کے اس جواب کے نتیجہ میں بذریعہ وحی اسوقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ (سورۃ آل عمران آیات 59 تا 61)

إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ ۖ خَلَقَهُ مِن تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُن فَيَكُونُ ﴿٥٩﴾ الْحَقُّ مِن رَّبِّكَ فَلَا تَكُن مِّنَ الْمُمْتَرِينَ ﴿٦٠﴾ فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِن بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنفُسَنَا وَأَنفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَل لَّعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ ﴿٦١﴾

ترجمہ آیات مبارکہ

''تحقیق بے شک حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی اللہ کے نزدیک مثال حضرت آدم (علیہ السلام) جیسی ہے۔ آدم کو مٹی سے پیدا کیا پھر فرمایا کہ ہو جا تو وہ ہو گیا۔ حق تیرے ربّ کی طرف سے ہے پس شک کرنیوالوں میں سے نہ ہو۔ پس اے حبیب (علیہ السلام) اس علم اور حقیقت کے بعد بھی آپ سے عیسیٰ (علیہ السلام) کے بارے میں حجت کریں تو یہ فرما دیں کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں اور اپنی عورتوں اور تمہاری عورتوں کو اور اپنی جانوں کو اور تمہاری جانوں کو بلاتے ہیں اور مباہلہ کریں۔ اللہ سے گڑگڑا کر دُعا کریں بس جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ڈالیں۔''

دعوتِ مُباہلہ

جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے وفد کے اراکین نے اسلام لانے سے انکار کر دیا تھا اب اس آیت کے نزول کے بعد اگلے روز سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت امام حسن، امام حسین، حضرت علی و حضرت فاطمہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو ہمراہ لے کر گھر سے باہر تشریف لائے جب وفد نے ان تمام نورانی چہروں کو دیکھا تو سخت مرعوب ہو گئے تنہائی میں جا کر مشورہ کیا۔ عاقب اور سید یعنی ابو حارثہ دونوں نے ایک دوسرے کے ساتھ مشورہ کرنے کے بعد اہل

وفد کو کہا اے لوگو یاد رکھو ان کے ساتھ مباہلہ مت کرنا اگر یہ نبی ہوئے تو خدا کی قسم ہمارے پیچھے آنے والے اور ہم سب تباہ و برباد ہو جائیں گے کرہ ارض پر ہمارا ایک بال اور ناخن تک تباہی و بربادی سے نہیں بچ سکے گا کیونکہ نبی کے منہ مبارک سے نکلی ہوئی بات کبھی ردّ نہیں ہوتی اور اب تو انہوں نے مباہلہ کا چیلنج دے دیا ہے جس کا مطلب تم لوگ خوب جانتے ہو۔ پس ہمارا مشورہ یہ ہے کہ اگر تم لوگ اپنے ہی دین پر قائم رہنا چاہتے ہو تو مباہلہ مت کرو اور آرام سے واپس چلے جاؤ ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ چنانچہ ان لوگوں نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں گذارش کی کہ ہم آپ کے ساتھ مباہلہ نہیں کرتے بلکہ آپ کو اپنا حاکم مانتے ہیں جو فیصلہ فرمادیں ہمیں قبول ہوگا۔ اس پیشکش کے نتیجہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وفد سے جزیہ لینا قبول فرمایا اور ارشاد فرمایا:

''مجھے اس خدائے قدوس کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ اہلِ نجران کے سروں پر عذاب آ گیا تھا اگر یہ لوگ میرے ساتھ مباہلہ کر لیتے تو ان کو بندر اور سؤر بنا دیا جاتا ان کی وادی آگ بنا کر ان پر برسائی جاتی جس کی وجہ سے تمام اہلِ نجران ہلاک ہو جاتے یہاں تک کہ درختوں پر ایک پرندہ تک باقی نہ بچتا۔''

(از: شرح مواہب جلد 4 صفحہ 43)

اہلِ نجران کے لئے عہد نامہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم

نصارائے نجران نے جب اقرار کیا کہ وہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا حاکم تسلیم کرتے ہیں اور حکم کے مطابق جزیہ دینے پر راضی ہیں تو آپ نے ایک عہد نامہ تحریر کرایا جس کا مقصد و متن یہ تھا۔

1: ''اہل نجران ہر سال مسلمانوں کو دو ہزار جوڑے کپڑے ادا کیا کریں گے۔ ان میں سے ایک ہزار جوڑے ہر سال ہر ماہ رجب میں اور باقی ایک ہزار جوڑے ہر سال ماہِ صفر میں ادا کیا کریں گے۔ ہر جوڑے کی قیمت ایک اوقیہ (یعنی 152 گرام چاندی) ہوگی۔

2: اہل نجران قاصدِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اپنے پاس ایک ماہ تک مہمان رکھیں اور قاصد کی ہر قسم کی مہمانی ان پر لازم ہوگی۔

3: یمن میں اگر کوئی بغاوت، فتنہ یا شورش برپا ہو جائے تو اہل نجران تیس زرہیں تیس گھوڑے اور تیس اونٹ مسلمانوں کو عاریتاً یعنی بطور اُدھار دیں گے جو بعد میں واپس کر دیئے جائیں گے ان میں سے اگر کچھ گم ہو جائے تو اس نقصان کو پورا کرنا مسلمانوں پر لازم ہوگا۔

4: جو شخص اہلِ نجران سے حق حاصل کرنے کا مطالبہ کرے گا۔ تو مسلمان ظالم و مظلوم کے درمیان انصاف کریں گے۔

5: اللہ اور اسکے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان لوگوں کے جان ومال کے ذمہ دار ہوں گے۔اہل نجران کے اموال، املاک، جائیداد، زمین اُن کے مذہبی حقوق ان کے راہب غرض ان کے اندرون خانہ اور بیرونِ خانہ معاملات میں کوئی تبدیلی نہیں کی جائے گی۔کسی کے خون کا ان سے مطالبہ نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی کوئی لشکر ان کی سرزمین میں داخل ہوگا۔

6: اگر کوئی شخص سودی کاروبار کرے گا یا سود کھائے گا تو اس فعل کی ذمہ داری سے میں بَری ہوں۔

7: اگر کوئی شخص ظلم اور زیادتی کرے گا تو اس کا بدلہ لینے کے سلسلے میں دوسرا شخص ماخوذ نہ ہوگا۔

مذکورہ معاہدہ میں اللہ اور اسکے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس وقت تک ذمہ دار ہیں جب تک یہ لوگ اس معاہدے کی پابندی کریں گے۔''

حضرت ابوسفیان، حضرت عیلان بن عمر، حضرت مالک بن عوف، حضرت اقرع بن حابس اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے اس عہدنامے پر دستخط کئے جو کہ بطور گواہان کے تھے۔

(از: زادالمعاد جلد3 صفحہ40)

(اصابہ جلد3 صفحہ292 وغیرہ)

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بطورِ قاصد

نصارائے نجران کا وفد جب مدینہ منورّہ میں قیام اور معاہدہ تحریر ہوجانے کے بعد واپس وطن روانہ ہونے کو تیار ہوا تو ان لوگوں نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کی کہ آپ کسی ایماندار شخص کو ہمارے ساتھ روانہ فرمائیں تاکہ وہ ہم لوگوں سے سارا مال حفاظت کے ساتھ وصول کرنے کے بعد آپ تک پہنچادے۔سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا''میں نہایت ہی متقی اور ایماندار شخص کو تمہارے ساتھ روانہ کردوں گا'' پھر حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس وفد کے ساتھ جانے کا حکم دیا اور فرمایا یہ شخص میری اُمّت کا امین (امین الامت) ہے جو سارا مال مجھ تک حفاظت کے ساتھ پہنچائے گا۔

(از: شرح مواہب جلد4 صفحہ43)

ابوحارثہ اور عاقِب کا قبولِ اسلام

اہل سیَر نے لکھا ہے کہ جب یہ وفد نجران واپس پہنچ گیا تو چند روز بعد ہی اسی وفد میں شامل اہلِ نجران کے لاٹ پادری وسردار ابوحارثہ اور عاقب نے فیصلہ کیا کہ وہ مدینہ منورہ جاکر حاضرِ خدمت ہوں تو دست حق پرست پر اسلام قبول کریں۔چنانچہ یہ خیال نیک دل میں لے کر یہ دونوں یعنی ابوحارثہ اور عبدالمسیح عاقب مدینہ منورہ بارگاہ بے کس پناہ (علیہ السلام) میں حاضر ہوئے اور کلمہ شریف پڑھ کر دائرہ اسلام میں داخل ہوگئے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ و

آلہ وسلم نے ان دونوں کو حضرت ابوایوب خالد بن زید بن کلیب نجاری خزرجی انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان میں ٹھہرایا۔ جب یہ لوگ واپس ہونے لگے تو آپ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان لوگوں سے صدقات اور جزیے لانے کے لئے روانہ کیا یہاں ایک بات قابل توجہ ہے کہ صدقات انہی لوگوں سے حاصل کئے جاتے ہیں جو مسلمان ہوں۔

کچھ ہی دنوں بعد ابو حارثہ کا بھائی بشر بن معاویہ جس کی کنیت ابوعلقمہ تھی جو کہ علم وفضل اور عزت وتوقیر میں اسقف کے ہم پلہ تھا۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر مشرف بہ اسلام ہوگیا۔

(از: فتح الباری جلد 8 صفحہ 87)

(شرح مواہب جلد 4 صفحہ 43)

(مواہب لدنیہ جلد 2 صفحہ 433)

(مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 430)

(تاریخ ابن سعد، زادالمعاد جلد 3 صفحہ 40 وغیرہ)

(15) فردہ بن عمرو جذامی کا پیغام

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فردہ بن عمرو جذامی کو جب دعوتِ اسلام کا نامہ مبارک بھیجا تو یہ مسلمان ہوگئے۔ اسلام لانے کے بعد یہ خوشخبری دینے کے لئے مدینہ منوّرہ اپنا ایک قاصد روانہ کیا تاکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو خبر دے کہ فردہ بن عمرو جذامی آپ کا پیغامِ حق سُن کر دائرہ اسلام میں داخل ہوگیا ہے۔ اس نے قاصد کے ہاتھ آپ علیہ السلام کے لئے سفید رنگ کا ایک خچر ہدیہ کے طور پر روانہ کیا۔

فردہ بن عمرو جذامی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) رومی افواج میں شامل عربی سپاہ کے دستوں کا کمانڈر (سالار) تھا۔ آپ کو رومیوں نے اپنی حدود جو کہ عرب علاقوں کے ساتھ لگتی تھیں وہاں کا گورنر (ناظم) لگا رکھا تھا۔ فردہ بن عمرو جذامی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) معان جو کہ جنوبی اردن کا علاقہ ہے وہاں بطورِ گورنر سکونت پذیر تھے۔ اردگرد کا سارا علاقہ ان کی زیرنگرانی تھا۔ جنگ غزوہ موتہ میں مسلمانوں کی ہمّت استقلال اور مذہبی پختگی دیکھ کر 8ھ میں دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ ان کا علاقہ معان ایک پہاڑ کے قریب ہے جس کے اطراف میں شام کی سرزمین ہے معان وہ جگہ ہے جہاں گھوڑے اور اونٹ روکے جائیں۔

(از: ابن اسحٰق وسیرۃ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 728)

رومیوں کا حضرت فردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ظُلم

رومیوں کو جب علم ہوا کہ حضرت فردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمان ہوگئے ہیں تو اُن لوگوں نے فردہ (رضی اللہ

تعالیٰ عنہ) کو قید کر دیا اور قید میں یہ اختیار دیا کہ یا تو مرتد ہو جاؤ یعنی دوبارہ عیسائی ہو کر اسلام چھوڑ دیں یا پھر مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ قید کی حالت میں حضرت فردہ بن عمرو جذامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو اشعار کہے ان کا ترجمہ تحریر کیا جاتا ہے۔

ترجمہ اشعار

''جس وقت رومی میرے قید خانے کے دروازے اور اپنے ان برتنوں کے درمیان گھوم رہے تھے جو جانوروں اور کتوں کے پانی پینے کے لئے مخصوص ہوتے ہیں۔ اسوقت سلمیٰ شب کے ابتدائی حصّے میں چل کر اپنی پریشانی کا اظہار کرنے کے لئے میرے دوستوں اور ساتھیوں کے یہاں پہنچی''۔

''محبوبہ کی اس خیالی تصویر نے جسے اس منظر نے پریشان کر رکھا تھا جو اس نے میری قید کے وقت دیکھا تھا اس وقت مجھے نیند سے روک دیا۔ جبکہ میرا دل چاہتا تھا کہ میں نیند کی ایک جھپک لے لوں اور اس حالت نے مجھے اشکبار کر دیا''

''اے سلمیٰ میرے بعد اپنی آنکھوں میں سُرمہ نہ لگانا اور انسان کی کیفیت، (جون) میں ہی رہنا۔ اے ابو کبشہ، تجھے معلوم ہے کہ سخت گیر لوگوں کے درمیان بھی میری زبان کاٹی نہیں جا سکتی۔''

''اگر میں ہلاک ہو گیا تو تم اپنے بھائی کو ڈھونڈتے پھرو گے اور اگر میں زندہ رہ گیا تو تمہیں میرا مقام ضرور اور ضرور معلوم ہو جائے گا۔''

''ایک نوجوان آدمی اپنے اندر کھرا پن، شجاعت و دلیری اور فصاحت و بلاغت کے جوہر رکھتا ہے، اس سے کہیں عظیم یہ جوہر میرے اندر موجود ہیں۔''

فردہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت

رومیوں نے کافی روز تک حضرت فردہ بن عمرو جذامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پابندِ سلاسل رکھا اور اپنی لگائی ہوئی شرائط میں سے کسی ایک شرط کو منوانے پر زور دیتے رہے رومیوں کا خیال تھا کہ فردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ موت کے خوف سے دینِ اسلام کو چھوڑ کر مرتد ہو جائیں گے اور یوں وہ لوگ اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کر سکیں گے مگر آپ سختی سے دینِ حق پر قائم رہے۔ آخر کار رومیوں نے ان کو سزائے موت کا حکم سُنا دیا اور اس مقصد کیلئے فلسطین میں ایک مقام عفراء پر ان کو حق قبول کرنے کے جرم میں سُولی پر چڑھا دیا۔ جب رومی حضرت فردہ بن عمرو جذامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کرنے کے لئے چشمے کے کنارے لے گئے تو انہوں نے اس وقت بھی شعر کہے۔

بَلِّغ سِرَاۃَ الْمُسْلِمِینَ بِاَنَّنِی سَلَم '' لِرَبِّی اَعظَمِی وَ مَقَامِی

ترجمہ اشعار

"یارو! مسلمانوں کے سردار (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ خبر ضرور پہنچا دینا کہ میں کیا میری ہڈیاں اور میرا وجود تک اپنے پروردگار کے حوالے ہے۔"

(از: زہری بن شہاب)

رومیوں نے بدبختی کی انتہاء کرتے ہوئے پہلے تلوار سے حضرت فردہ بن عمرو جذامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا پھر انکا جسم اطہر چشمے کے کنارے سولی پر لٹکا دیا انہوں نے شہادت کا منصب عظیم پایا۔

(از: مواہب لدنیہ جلد 2 صفحہ 435)

(زادالمعاد جلد 3 صفحہ 44)

(سیرت ابن ہشام جلد 2 صفحہ 729)

(زہری بن شہاب)

(16) قدوم ضمام بن ثعلبہ

حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے کہ قبیلہ بنوسعد بن بکر کی طرف سے 9ھ میں قدوم ضمام بن ثعلبہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ملاقات کی غرض سے مدینہ منورہ حاضر ہوئے مسجد نبوی کے دروازے پر پہنچ کر اونٹ سے نیچے اُترے اسکو زمین پر بٹھایا اونٹ کے زانو رسی سے باندھے اور مسجد نبوی میں داخل ہوئے۔

ضمام بن ثعلبہ ایک سخت جسم والا سُرخ وسپید مرد تھا اس نے دو زلفیں رکھی ہوئی تھیں۔ مسجد میں داخل ہو کر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے دریافت کیا کہ تم میں سے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کون ہیں۔ اس وقت فخر دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تکیہ لگائے تشریف فرما تھے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے فرمایا یہ عظیم شخصیت جو تکیہ لگائے تشریف فرما ہیں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہی ہیں۔

ضمام کے سوالات اور قبولِ اسلام

ضمام بن ثعلبہ نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے عرض کیا اے عبدالمطلب کے بیٹے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے جواباً فرمایا "جو کچھ تو نے کہا وہ میں نے سُن لیا ہے" اس پر ضمام نے کہا میں آپ سے سختی کے ساتھ کچھ سوالات کرنا چاہتا ہوں جن کی وجہ سے آپ دِل میں بھی مجھ پر ناراض نہ ہوں۔ آپ نے فرمایا "تم جو کچھ مجھ سے پوچھنا چاہتے ہو پوچھو"۔ ضمام نے کہا آپ اور آپ سے پہلے لوگوں کے ربّ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں

کہ کیا ربّ نے آپ کو تمام لوگوں کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا:

اَللّٰھُمَّ نَعَمْ ("اے اللہ بے شک")

ضمام بن ثعلبہ: میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ دن میں پانچ وقت فرض نمازیں پڑھا کریں۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: نے ارشاد فرمایا اَللّٰھُم نَعَمْ "بیشک اللہ نے ایسا ہی حکم دیا ہے"۔

ضمام بن ثعلبہ: میں پھر آپ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا اللہ کریم نے آپ کو یہ حکم دیا ہے کہ سال میں ماہِ رمضان کے روزے رکھیں۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: نے فرمایا اَللّٰھُمَّ نَعَم "بیشک اللہ نے یہی حکم دیا ہے"۔

ضمام بن ثعلبہ: میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ کیا اللہ نے آپ کو یہ حکم دیا ہے کہ آپ مال دار لوگوں سے زکوٰۃ و صدقات وصول فرمائیں اور یہ رقوم غریبوں میں تقسیم فرمادیں۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اَللّٰھُمَّ نَعَمْ "بیشک مجھے یہی حکم دیا گیا ہے"۔

قبولِ اسلام

مذکورہ سوالات کے جوابات سُن کر ضمام بن ثعلبہ نے عرض کیا، گواہ رہیں آپ جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لے کر آئے ہیں اُن سب پر ایمان لایا۔ میں اپنی قوم کی طرف سے قاصد ہوں میرا نام ضمام بن ثعلبہ ہے۔ مجھے اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ لوگوں کی طرف بھیجا ہے جو کچھ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا میں اپنی طرف سے اس میں کسی قسم کی کمی یا زیادتی نہیں کروں گا۔ اسکے بعد وہ دربارِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت لے کر رخصت ہوا۔ مسجد نبوی سے باہر آیا اپنا اونٹ کھولا اور اپنے قبیلے کی طرف روانہ ہوگیا۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے ارشاد فرمایا "اگر اس شخص نے سچ کہا ہے اور وہ اپنے ارادے پر قائم رہا تو ضرور جنت میں داخل ہوگا"

ضمام بن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدھے اپنے قبیلہ میں پہنچے۔ اہل قبیلہ کو اکٹھا کیا اور ان کے سامنے تقریر کی پہلا جملہ جو ارشاد فرمایا وہ یہ تھا۔ لات اور عُزّیٰ بہت بُرے ہیں۔ اہلِ قبیلہ نے یہ جملہ سُن کر کہا اے ضمام (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ایسے جملے زُبان سے مت نکال کہیں ایسا نہ ہو کہ تو مجنوں و کوڑھی ہو جائے۔ ضمام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا خدا کی قسم لات اور عُزّیٰ نہ کسی کو نفع دے سکتے ہیں اور نہ ہی کسی کو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ اے لوگو گواہ رہو میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ہماری طرف بھیجا ہے وہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم) ہیں اور اللہ کے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں ہے۔ میں اس رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے یہ احکام سیکھ کر آیا ہوں۔ پھر تمام احکامات اہلِ قبیلہ کو سُنائے شام نہ ہونے پائی تھی کہ قبیلہ کا کوئی مرد اور عورت ایسا باقی نہ رہا جو دائرہ اسلام میں داخل نہ ہوگیا ہو۔

حضرت عمر فاروق اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے بنوسعد بن بکر کے وفد اور قاصد ضمام بن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شرف اور عظمت کی دو عظیم ترین شہادتوں والا پایا۔

(از: بخاری شریف، مُسلم شریف، ابن اسحاق)

(مواہب لدنیہ جلد 2 صفحہ 437)

(شرح مواہب جلد 4 صفحہ 47)

(فتح الباری جلد 1 صفحہ 139 وغیرہ)

(17) طارق بن عبداللہ محاربی و بنی محارب کا وفد

جامع بن شداد محاربی سے امام بیہقی نے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے طارق بن عبداللہ نے بیان کیا کہ ایک دفعہ میں ذی المجاز کے بازار میں کھڑا تھا میں نے دیکھا کہ سامنے سے ایک مرد چلا آ رہا ہے اور وہ کہہ رہا ہے۔

''اے لوگو لاَ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کہو فلاح پاؤ گے''

اسکے پیچھے ایک اور مرد تھا جو پہلے والے مرد کو پتھر مار رہا تھا اور ساتھ ساتھ یہ کہتا جا رہا تھا۔

''اے لوگو یہ کذاب (نعوذ باللہ) جھوٹا ہے تم اسکی تصدیق نہ کرو''

پہلے والے مرد کے پاؤں (مبارک) اور ٹخنے (مبارک) خون آلود تھے۔ میں نے لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ کون شخص ہے جو لاَ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کہہ رہا ہے اور دوسرا کون ہے جو پتھر مار رہا ہے۔ لوگوں نے مجھے بتایا کہ پہلا شخص بنو ہاشم کا مرد ہے اور دوسرا پتھر مارنے والا اس کا حقیقی چچا ابولہب ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ جب لوگ جوق در جوق اسلام لانے لگے اہلِ حق ہجرت کرنے کے بعد مدینہ منورہ چلے گئے تو میں اپنے اہل قبیلہ کے چند لوگوں کے ہمراہ مدینہ منورہ سے کھجوریں خریدنے کے لئے زبدہ سے چلے۔ جب ہم لوگ مدینہ منورہ کے باغوں کے پاس پہنچے تو ہم نے ارادہ کیا کہ کچھ دیر آرام کریں کپڑے وغیرہ تبدیل کرلیں پھر شہر میں داخل ہوں گے۔ چنانچہ ہم لوگ اپنی سواریوں سے اُتر پڑے۔

ہم نے دیکھا کہ ایک شخص دو پرانی چادریں اوڑھے سامنے سے ہمارے پاس آیا اور ہمیں سلام کیا اور ہم سے پوچھا کہ کہاں سے آرہے ہیں اور کہاں جانے کا ارادہ ہے ہم نے جواب دیا زبدہ سے آئے ہیں اور مدینہ منورہ جانا چاہتے ہیں تا کہ اپنے لوگوں کے لئے مدینہ کی کھجوریں خرید کرلے جائیں۔ طارق کا بیان ہے کہ ہمارے پاس ایک

سُرخ اونٹ تھا اس چادر پوش شخص نے کہا کیا تم لوگ اس سرخ اونٹ کو اتنی کھجوروں کے عوض میرے ہاتھ فروخت کرتے ہو۔ اس شخص نے سرخ اونٹ کی مہار پکڑی اور مدینہ منورہ کی طرف چل پڑا۔ جب وہ ہماری نظروں سے اوجھل ہو گیا تو ہم لوگوں نے آپس میں کہا یہ ہم سے کیا غلطی ہو گئی ایک اجنبی شخص جسکو ہم میں سے کوئی جانتا پہنچانتا تک نہیں اور اس نے اونٹ کی قیمت کے بارے میں ہم سے کوئی بحث نہیں کی ہماری بتائی ہوئی قیمت پر ہی اونٹ خرید لیا ہے اور چلا گیا ہے ہم نے ایک اجنبی شخص پر بھروسہ کر کے غلطی کی ہے۔

ہمارے قافلہ میں ایک ہودج نشین عورت تھی اس نے کہا خدا کی قسم میں نے اس شخص کے چہرے کو غور سے دیکھا ہے جو کہ چودھویں رات کے چاند سے بھی زیادہ روشن تھا ایسا چہرہ کسی دھوکے باز کا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ تم لوگ گھبراؤ مت وہ قیمت ادا کرنے ضرور آئے گا۔ میں اسکی جگہ قیمت ادا کرنے کا ذمہ لیتی ہوں۔ ابھی یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ ایک شخص ہمارے پاس آیا اور کہنے لگا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قاصد ہوں۔ آپ نے اونٹ کی قیمت کے عوض یہ کھجوریں بھیجی ہیں ان کو کھاؤ اور ناپ لو حسبِ وعدہ پوری ہیں۔ ہم نے ان کھجوروں کو ناپا تو وہ حسب وعدہ پوری تھیں۔ ہم نے خوب سیر ہو کر ان کو کھایا۔ اسکے بعد جب ہم مدینہ منورہ میں داخل ہوئے تو وہی شخص منبر پر جمعہ کا خطبہ ارشاد فرما رہے تھے:

ترجمہ خطبہ مبارک

''صدقہ اور خیرات کرو اونچا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے۔ ماں اور باپ اور بہن اور بھائی اور قریبی رشتہ داروں کا زیادہ خیال رکھو۔''

اس وفد کے تمام افراد مسلمان ہو گئے اور پھر اپنے گھروں کی طرف لوٹ گئے۔

(از: زادالمعاد جلد 3 صفحہ 46 بیہقی)

(مواہبِ لدنیہ جلد 2 صفحہ 439 وغیرہ)

(18) وَفدِ تُجیب

تُجیب کا وفد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں مدینہ منورہ حاضر ہوا۔ تجیب سکون سے تھے یہ یمن میں قبیلہ کندہ کی ایک شاخ ہے۔ اس وفد کے تیرہ ارکان تھے۔ یہ لوگ یمن سے صدقات و زکوٰۃ کا مال لے کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔

اہلِ وفد کو جب شرفِ باریابی حاصل ہوا تو ان لوگوں نے سارا مال خدمتِ اقدس میں حاضر کر دیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''یہ سارا مال واپس لے جا کر اپنے غریبوں، یتیموں اور مسکینوں میں تقسیم کر دینا''۔ اہلِ وفد نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم آپ کے پاس وہی مال لے کر حاضر ہوئے ہیں جو

ہمارے قبیلے کے فقراء کو تقسیم کرنے کے بعد باقی بچا ہے۔ یہ سُن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وفد جیسا آج سے پہلے کوئی وفد آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر نہیں ہوا۔ آپ نے فرمایا ''بے شک ایسا ہی ہے کیونکہ ہدایت اللہ کے ہاتھ میں ہی ہے وہ جس کے لئے خیر کا دروازہ کھولنے کا ارادہ فرماتا ہے اس کا سینہ کھول دیتا ہے''

اہلِ وفد نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متعدد دینی مسائل پوچھے آپ نے ہر ہر سوال کا جواب ان لوگوں کو بتانے کے بعد تحریر کروایا۔ پھر سیدنا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ ان لوگوں کے ٹھہرنے کا بہترین انتظام کیا جائے اور ان کی مہمان داری میں کسی قسم کی کسر باقی نہ رہے۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان لوگوں کے ٹھہرنے کا شاندار بندوبست کیا اور ہر قسم کی سہولت بہم پہنچائی۔

چند روز مدینہ منورہ میں ٹھہر کر رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میزبانی کا شرف حاصل کیا اور پھر واپس جانے کی اجازت چاہی۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''تم لوگوں کو واپس جانے کی اس قدر جلدی کیوں ہے'' ان لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارا دِل چاہتا ہے کہ یہاں ٹھہر کر آپ کی صحبت سے جو انوار وتجلیات فیوض وبرکات ہم لوگوں نے حاصل کئے ہیں واپس جاکر ان برکات سے اپنے قبیلے والوں کو باخبر کریں۔

حضورِ اکرم ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کو بہت سا انعام واکرام عطا فرمایا جب وہ لوگ رخصت ہونے لگے تو آپ نے اُن سے دریافت فرمایا ''کیا تم میں سے کوئی ایسا باقی تو نہیں رہ گیا جس کو انعام واکرام نہ ملا ہو'' اہل وفد بولے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم میں سے ایک نوجوان لڑکا باقی رہ گیا ہے جس کو ہم لوگوں نے اپنے اونٹوں اور سامان کی حفاظت کے لئے چھوڑ دیا ہے۔ آپ نے فرمایا ''اس لڑکے کو بھی میری خدمت میں حاضر کریں''۔ وفد والوں نے اس لڑکے کو بلا کر خدمتِ اقدس میں پیش کیا۔ لڑکے نے چہرۂ انور دیکھ کر عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میری ایک حاجت ہے آپ علیہ السلام نے فرمایا ''کہو کیا حاجت ہے'' وہ بولا میں اپنے گھر سے فقط اس لئے چلا تھا۔ کہ آپ علیہ السلام سے عرض کروں کہ میرے لئے دُعا فرمائیں کہ اللہ کریم میری مغفرت فرمائے مُجھ پر رحم کرے اور میرے دِل کو غنی بنادے۔ یہ حاجت سُن کر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس لڑکے کے لئے خصوصی دُعا فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''اے اللہ اسکو بخش دے اور اس پر رحم فرماتے ہوئے اس کے دِل کو غنی بنا''

دعا کے بعد اس لڑکے کو بھی بہت سا انعام واکرام دے کر رخصت کیا۔ اس طرح یہ وفد رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار سے رحمتوں، بخششوں، فیوض وبرکات وانوار وتجلیات کے خزانے اپنے دامنوں میں سمیٹ کر واپس اپنے وطن کو روانہ ہوا۔

10ھ میں حج کے دوران منیٰ میں اس قبیلے کے لوگ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں

حاضر ہوئے۔ آپ نے ان لوگوں سے اس نوجوان کا حال دریافت فرمایا۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کریم نے آپ علیہ السلام کی دُعا قبول کی اور اب اس نوجوان کا عجیب حال ہے ہم نے اس سے بڑھ کر زہد وتقوٰی والا اور کوئی شخص نہیں دیکھا۔ کتنا ہی مال ودولت اس کے سامنے ڈھیر کر دیں اُسکے سامنے تقسیم ہو رہا ہو وہ کبھی نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا۔ اور اب وہ قوم کا امیر ہے۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد جب اہلِ یمن اسلام سے پھرنے لگے تو اسی نوجوان نے ان لوگوں کے سامنے نہایت ہی مدلل تقریر کی جس کو سن کر لوگ اپنے اس برے ارادے سے باز رہے یہاں تک کہ ایک شخص بھی اسلام سے نہ پھرا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکثر آنے جانے والوں سے اس نوجوان کا حال دریافت فرماتے رہتے تھے۔

(از: مواہبِ لدنیہ جلد 2 صفحہ 439)

(زادالمعاد جلد 3 صفحہ 42)

(مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 431)

(19) وفد بنی سعد ہذیم

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جو وفود آئے ان میں سے ایک وفد بنی سعد ہذیم کا بھی تھا۔ واقدی نے ابن النعمان سے اور انہوں نے آگے اپنے والد سے روایت کی ہے یہ خود بنی سعد ہذیم سے تعلق رکھتے تھے، کہتے ہیں کہ ہم اپنی قوم کے ایک گروہ کے ہمراہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضری دینے کے لئے مدینہ منورہ پہنچے ہم لوگ مدینہ منورہ کے ایک کنارے میں اُترے پھر ہم اپنی جگہ سے چل کر مسجد نبوی میں داخل ہوئے۔ جب یہ وفد مسجد نبوی میں داخل ہوا تو اس وقت فخرِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی صحابی کا نمازِ جنازہ پڑھانے میں مشغول تھے۔ اہلِ وفد الگ ہو کر بیٹھ گئے نمازِ جنازہ میں شریک نہ ہوئے۔ نماز جنازہ سے فارغ ہو کر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کو پاس بلایا اور فرمایا کہ ''کیا تم لوگ مسلمان نہیں ہو'' انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم مسلمان ہیں۔ آپ نے ان لوگوں سے پوچھا ''پھر تم اپنے بھائی کی نمازِ جنازہ میں شریک کیوں نہیں ہوئے؟'' اہلِ وفد نے جواب دیا یا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم لوگوں کا خیال تھا کہ جب تک ہم آپ علیہ السلام سے بیعت نہ کرلیں ہمارے لئے نمازِ جنازہ میں شرکت جائز نہیں۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''تم جہاں کہیں بھی ہو مسلمان ہی ہو اس لئے آئندہ اگر ایسا موقع آجائے تو نماز جنازہ میں ضرور شرکت کریں''۔ اس کے بعد اہلِ وفد نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ حق پرست پر بیعت کی، رخصت ہونے سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک نوجوان کو جو عمر میں ہم سب

سے چھوٹا تھا اسکو اپنے پاس طلب فرمایا نوجوان آگے بڑھا تو آپ علیہ السلام نے اسکو اپنے ہاتھ مبارک پر بیعت کیا ہم سب نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ ہم میں سب سے چھوٹا اور ہمارا خادم ہے۔ ہم نے تو اسکو اپنے اونٹوں کی نگرانی کے لئے پیچھے چھوڑ دیا تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔

"اصغر القوم خادمهم بارك الله عليك"

ترجمہ: "قوم میں چھوٹا اپنے بزرگوں کا خادم ہوتا ہے اللہ تجھ پر اپنی برکتیں نازل فرمائے۔"

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس لڑکے کو قریب طلب کیا اور اسکو اپنے دستِ حق پرست پر بیعت کرنے کے بعد دائرہ اسلام میں داخل کیا اس کے لئے دُعائے خیر کی۔ چنانچہ بعد میں آپ علیہ السلام کی دُعا مبارکہ کی بدولت وہ لڑکا ہم سب سے بہتر اور سب سے اعلیٰ قرآن کریم کا حافظ و عالم ہوا۔ اسی لڑکے کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل وفد پر حاکم مقرر فرمایا اور رخصت کرتے وقت سیدنا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ اہلِ وفد کو انعام واکرام دیں اس طرح یہ وفد اپنے دامن دو جہانوں کی برکتوں رحمتوں اور خوشیوں سے بھر کر واپس وطن روانہ ہوا۔

(از: زادالمعاد جلد 3 صفحہ 47)

(واقدی روایت از ابن النعمان)

(مواہبِ لدنیہ جلد 2 صفحہ 440 وغیرہ)

(20) وفد بنی فزارہ

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب 9ھ میں غزوہ تبوک سے واپس تشریف لائے تو یہ وفد خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ وفد میں اراکین کی تعداد کے بارے میں اختلاف ہے کچھ صاحبِ سِیَر تعداد چودہ تحریر کرتے ہیں چند کے نزدیک دس سے کچھ زیادہ اور اکثر بیس کی تعداد کے قائل ہیں۔ یہ سب کے سب اسلام لا چکے تھے۔

اس وفد میں خارجہ بن حصین اور حر بن قیس، عیینہ بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی شامل تھے ان سب کا تعلق عیینہ بن حصین فزاری کے قبیلے سے تھا۔ جو کہ مؤلفہ القلوب یعنی وہ مسلمان جو نئے نئے دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے تھے اور ان پر آپ کی خصوصی نظرِ عنایت تھی۔ اس وفد میں سب سے کم عمر جوان عیینہ بن حصین کا برادر زادہ تھا۔ یہ لوگ سخت قحط زدہ تھے اور ایسے اونٹوں پر سوار ہو کر آئے تھے۔ جو نہایت ہی لاغر اور ضعیف تھے سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں سے اُن کے شہر کی بابت دریافت فرمایا انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارا شہر سخت قحط کی زد میں ہے ہمارے مویشی ہلاک ہو گئے ہیں اور جانوروں کے کھانے کو چارہ تک میسر نہیں اب تو اس قحط نے ارد گرد کا علاقہ بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ ہمارے اہل وعیال اس قدر بھوک کے ہاتھوں تنگ آچکے ہیں کہ ان کے پاس کھانے تک کو کچھ نہیں بچا۔ کرم فرماتے ہوئے ہمارے لئے خوشحالی اور بارانِ رحمت کی دُعا فرمائیں۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باران رحمت کے لئے دُعائے مبارکہ

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے اور باران رحمت کے لئے دُعا کے واسطے دونوں ہاتھ مبارک اُوپر اٹھائے یہاں تک کہ حضور اکرم رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دونوں بغلوں کی بیاض مبارکہ نظر آنے لگی جو کہ نہایت ہی صاف وشفاف اور نورانی تھی اسکی سپیدی کو سب لوگوں نے خود دیکھا۔

(از: دلائل النبوۃ امام بیہقی (رحمۃ اللہ تعالیٰ) روایت حضرت ابن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اے اللہ اپنے ملک اور اپنے چوپایوں کو سیراب کر، اپنی رحمت ہر سو پھیلا، اپنے مردہ شہر کو زندہ کر، اے اللہ ہم پر ایسی بارش برسا جو ہماری فریاد رسی کرے، ہمیں رحمت پہنچائے، خوشگوار ہوا، پھیلی ہوئی ہو، ہمہ گیر ہو اور جلد برسے، برسنے میں دیر نہ کرے، نفع بخش ہو نقصان رساں نہ ہو، اے اللہ! رحمت کی بارش ہو، عذاب کی بارش نہ ہو اور نہ ہی ڈھانے والی ہو نہ غرق کرنے والی، اور نہ ہی مٹا دینے والی۔ اے اللہ! ہمیں بارش سے سیراب کر اور دشمنوں کے خلاف ہماری مدد فرما۔" آمین۔

(از: زادالمعاد جلد 3 صفحہ 48)

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دُعا فرما کر ابھی منبر شریف سے نیچے بھی نہیں تشریف لائے کہ چاروں طرف کالی گھٹائیں چھا گئیں اور آن کی آن میں مُوسلا دھار بارش شروع ہوگئی۔ بارش کا یہ سلسلہ پورے سات یوم تک جاری رہا اگلے جمعہ ان لوگوں میں سے ہی ایک شخص پھر حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دُعا فرمائیں یہ بارش رُک جائے اس نے تو ہر جگہ جل تھل کر دیا ہے اور اب سیلاب کی کیفیت پیدا ہوگئی ہے، آپ علیہ السلام نے پھر دُعا کے لئے ہاتھ مبارک اٹھائے اور فرمایا اے اللہ! پہاڑوں، وادیوں، چشموں، کھیتوں اور باغات پر بارش جاری رکھ اور آبادی پر سے بارش روک دے دُعا ختم ہی فرمائی تھی کہ آبادی پر بارش ہونا فوراً رُک گئی بادل چھٹ گیا آفتاب نکل آیا جبکہ دیگر مقامات پر بارش جاری رہی۔ (واللہ اعلم)۔

اہل وفد جب اپنے قبیلے میں واپس پہنچے تو دیگر لوگوں کو اسلام کے احکامات بتائے جس کے نتیجہ میں سارا قبیلہ مسلمان ہو گیا۔

(از: زرقانی جلد 4 صفحہ 52)

(زادالمعاد جلد 3 صفحہ 48)

(مدارج النبوت جلد2 صفحہ 578)

(مواہبِ لدنیہ جلد2 صفحہ 443 وغیرہ)

(21) وفد بنی اسد بن خزیمہ

9ھ میں بنو اسد بن خزیمہ کا ایک وفد مسجد نبوی میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ یہ وفد دس افراد پر مشتمل تھا۔ اہلِ وفد نے حاضرِ خدمت ہو کر سب سے پہلے سلام عرض کیا اسکے بعد اُن میں سے ایک شخص نے کہا:

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ وحدہٗ لاشریک ہے اور آپ علیہ السلام اسکے بندے اور رسول ہیں۔''

اس کے بعد سارے کا سارا وفد دائرۂ اسلام میں داخل ہو گیا۔ بعد میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہٗ وآلہ وسلم پر احسان جتلاتے ہوئے کہنے لگے ہمارے ہاں سخت خشک سالی ہے ہر سو قحط سالی ہے اس کے باوجود ہم لوگ اتنی سخت مسافت طے کرنے کے بعد حاضرِ خدمت ہوئے ہیں ہم لوگوں کی حالت یہ ہے کہ راتوں کو بھوکے ہی سو جاتے ہیں کھانے کے لئے ہمارے پاس کچھ بھی نہیں مگر پھر بھی ہم لوگ اپنے ذوق وشوق کی وجہ سے یہاں حاضر ہو کر آپ کے دست حق پرست پر بیعت کرنے کے بعد دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے ہیں۔ ہمارے پاس تو آپ کا کوئی پیغام بھی نہیں پہنچا۔

ان لوگوں کی اس گفتگو کے فوراً بعد حضرت جبریل علیہ السلام حاضرِ خدمت ہوئے اور خداوند کریم کا پیغام سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں پہنچایا۔ اور یہ آیت نازل ہوئی: (سورۃ الحجرات آیت 17)

يَمُنُّونَ عَلَيْكَ أَنْ أَسْلَمُوا ۖ
قُلْ لَا تَمُنُّوا عَلَيَّ إِسْلَامَكُمْ ۖ بَلِ اللَّهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ أَنْ
هَدَاكُمْ لِلْإِيمَانِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿١٧﴾

(ترجمہ) ''اے حبیب یہ لوگ آپ پر اپنے اسلام لانے کا احسان جتلاتے ہیں کہ مسلمان ہو گئے آپ ان سے فرما دیں مجھ پر اسلام لانے کا احسان مت جتلاؤ بلکہ اللہ تم پر احسان رکھتا ہے، کیونکہ اس نے تم کو اسلام وایمان کی توفیق دی اگر تم سچے ہو۔''

اہلِ وفد اگر نادانی کی وجہ سے کم علم وعقل ہونے کی وجہ سے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر احسان جتلا رہے تھے تو یہ احسان بے سود، بے فائدہ اور بغیر وجہ کے تھا کیونکہ دنیا وآخرت میں ایمان لانے کا فائدہ تو ان لوگوں کو ہی تھا نہ کہ اللہ یا اسکے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو، اللہ اور اس کا حبیب علیہ السلام تو ان لوگوں کے ایمان لانے اسلام

قبول کرنے کے فائدہ سے منزّہ و مستغنی ہیں۔ان کی ذاتِ مقدسہ تو اہلِ وفد کے فعل سے پاک اور برتر ہے۔

منت واحسان ایسی نعمت ہے کہ منعم کوئی عوض انہ اور جزاء کا طالب نہیں ہوتا: یاد رکھیں بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو اصل میں بارگاہِ ربوبیت کی مظہر ہے۔اگر خدمت ونصرت کے اعتبار سے وہ احسان ظاہر کررہے تھے تو پھر یہی حکم ہے۔البتہ یہ امکان ہے کہ ان لوگوں نے برائے حصول نوازش، خدمت ورحمت وعنایت وشفقت کے پیشِ نظر ایسا کیا ہو۔یہ طلب بھی چونکہ مؤدبانہ، عاجزانہ نہ تھی جسکی وجہ سے احسان ومنت کہلائی۔اللہ کریم نے اس تنبیہ کی طرف اپنے حکم ان کنتم صٰدِقین فرما کر اشارہ کردیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ بھی اس صورت میں ممکن ہے کہ اگر تمہارے اسلام میں صحت واستقامت ہو یا اس کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان لوگوں کا اپنے اسلام لانے کے بارے میں خبر دینا سچ پر مبنی ہو مگر پھر بھی اسلام قبول کرلینے پر احسان ظاہر کرنا اپنا حال وغیرہ بتانا بھی ان کے اسلام لانے کے خلاف تھا۔

اسکے بعد اہل وفد نے کہانت اور رمل کے بارے میں آپ سے دریافت کیا مگر آپ نے ان لوگوں کو اس چیز سے منع فرمادیا۔

(از: مواہب لدنیہ جلد2 صفحہ443)
(عیون الاثر جلد2 صفحہ125)
(مدارج النبوت جلد2 صفحہ577 وغیرہ)

(22) وفد بہرآء

بہرآء کا وفد بھی مدینہ منورہ میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر عنایت سے اپنی جھولیاں رحمت، بخشش اور ایمان کی دولت سے بھر کر اپنے وطن کو واپس ہوا۔

بہراء یمن کے ایک قبیلہ کا نام ہے۔اس قبیلے کے 13 افراد مدینہ منورہ آئے اور حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان پر ٹھہرے۔حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس وفد کو خوش آمدید کہا اور ان لوگوں کے لئے ہر قسم کی سہولت کا بندوبست فرمایا بہرآء کے وفد کی آمد سے قبل حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک بڑے برتن میں حلیس تیار کیا تھا۔

حلیس اہلِ عرب کے نزدیک نہایت ہی عمدہ اور خوش ذائقہ غذا ہے یہ کھجوروں، ستّو، اور پنیر وغیرہ کو ملا کر تیار کی جاتی ہے۔حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ خوش ذائقہ خوراک جس کو بہراء کے لوگ بہت ہی پسند کرتے تھے کھانے میں ان لوگوں کو پیش کی اہل وفد نے خوب شکم سیر ہو کر اس عمدہ ولذیذ کھانے سے لطف اندوز ہوئے۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ مُبارک

حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ لذیذ کھانا اپنی لونڈی سِدرہ کے ہاتھ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں ایک چھوٹے برتن میں ڈال کر بھیجا۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت اُمّ المومنین حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں تشریف فرما تھے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کھانے کو قبول فرماتے ہوئے خود بھی تناول فرمایا اور پھر اپنے سب اہل بیت کو بھی کھانے کا حکم فرمایا سب نے شکم سیر ہوکر کھانا تناول فرمایا اور پھر وہ پیالہ اسی طرح بھرے کا بھرا حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی باندی حضرت سدرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاتھ واپس اُن کے آقا حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیج دیا۔

اہلِ وفد جب تک حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں بحیثیت مہمان ٹھہرے رہے وہ لوگ اپنی پسندیدہ غذا کو ہر کھانے کے وقت پیٹ بھر کھاتے رہے۔ آخر ایک روز مہمانوں نے میزبان سے بڑے تعجّب کے ساتھ کہا کہ ہم لوگوں نے تو سُنا تھا کہ اہلِ مدینہ منورہ بڑا ہی سادہ کھانا کھاتے ہیں مگر اے ابا معبد (حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ کنیت تھی) تم ہمیں ہر روز دو دفعہ کھانے میں اسقدر لذیذ اور عمدہ کھانا کھلاتے ہو جو ہم لوگوں کو اپنے گھروں میں بھی روزانہ میسّر نہیں آپ کِس طرح ہم لوگوں کو روزانہ یہ کھانا مہیا کرتے ہیں۔

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا میں نے یہ کھانا سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں بھیجا تھا آپ علیہ السلام نے اس میں سے تناول فرما کر مجھے واپس بھیج دیا اور یوں رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگلیوں مقدسہ کی برکت سے یہ کھانا جس قدر دِل چاہے کھالیں کم نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہ معجزہ مُبارک ہے۔ اہلِ وفد نے اسی وقت یک زبان ہوکر کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اسکے بعد اہل وفد نے اسلامی احکامات ومسائل سیکھے آپ علیہ السلام کے دستِ حق پرست پر بیعت کی اور دائرہ اسلام میں داخل ہوئے رخصت کرتے وقت آپ علیہ السلام نے اہلِ وفد کو انعامات واکرامات سے نوازا اور یوں اہل وفد ایمان کی دولت لئے ہوئے اپنے وطن کو واپس ہوئے۔

(از: مواہبِ لدنیہ جلد2 صفحہ445)

(مدارج النبوت جلد2 صفحہ592)

(زاد المعاد جلد3 صفحہ48،49 وغیرہ)

(23) وفد عذرا

مُلک شام میں عذرا نام کی ایک جگہ ہے۔ اس جگہ کا وفد 9ھ میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں مدینہ منورہ حاضر ہوا یہ لوگ تعداد میں بارہ نفوس تھے۔ اہلِ عذرا عشق کے مرض میں بُری طرح مبتلا

تھے اور اکثر اوقات اسی عشق میں مر جاتے تھے۔

عذرا کا وفد جو کہ بارہ افراد پر مشتمل تھا۔ 9ھ میں مدینہ منورہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ حضرت حمزۃ بن النعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وفد میں شامل تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وفد کو خوش آمدید کہتے ہوئے شرف باریابی بخشا۔ اس وفد سے دریافت فرمایا کہ ''آپ لوگ کون ہیں کہاں سے آئے ہیں''؟ انہوں نے جواب دیا ہم مقام عذرا سے حاضرِ خدمت ہوئے ہیں۔ ہم قصیٰ کے اخیانی (وہ بھائی جن کی ماں ایک ہو اور باپ الگ الگ) بھائی ہیں۔ ہم نے ہی قصیٰ کی تائید کی تھی اور مل کر بنو بکر اور بنو خزاعہ کو مکہ مکرمہ سے باہر نکالا تھا۔

مدینہ منورہ میں اہل وفد کی قرابت داریاں تھیں اور رشتے دار رہتے تھے جب سرور عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ پتہ چلا تو آپ نے ان لوگوں کو اھلاً و سھلاً و مرحباً فرماتے ہوئے عزت بخشی۔

اہلِ وفد نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ لوگوں کو کس چیز کی طرف بلاتے ہیں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ جو کہ وحدہٗ لاشریک ہے اسکی عبادت کرو اور اس بات کی شہادت و گواہی دو کہ میں اللہ کا رسول ہوں''۔ اس کے بعد اہلِ وفد نے ارکان و فرائض اسلام دریافت کیے۔ آپ نے ان لوگوں کو تفصیل سے فرائض اسلام سے آگاہ کیا۔ یہ سُن کر وہ سب یک زباں بولے کہ ہم سب گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ بے شک اللہ کے آخری اور سچے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں۔ آپ نے ہم لوگوں کو دعوت حق دی جس کو ہم نے صدقِ دل سے قبول کیا اب ہم آپ کے انصار اور مددگار ہیں۔ پھر وہ لوگ بولے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم لوگ اکثر تجارت کی غرض سے مُلکِ شام جاتے رہتے ہیں جہاں ہرقل شاہِ روم (610ء تا 641ء) کی حکومت ہے۔ اسکے بارے میں آپ علیہ السلام پر کوئی وحی نازل ہوئی ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''عنقریب ملکِ شام مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہوگا اور ہرقل اپنے ملک سے بھاگ کر اپنی جان بچائے گا''

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہلِ وفد کو تمام احکامات و فرائض اور سوالات کے جوابات ارشاد فرمانے کے بعد فرمایا ''اے اہل وفد تم کاہنہ عورتوں سے سوال مت کیا کرو اور نہ ہی ان لوگوں کا ذبیحہ کھایا کرو۔ مذہب اسلام نے صرف قربانی تم لوگوں کے لئے رکھی ہے'' یہ وفد چند روز تک آپ علیہ السلام کا مہمان رہا جاتے وقت حضور اکرم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کو انعام واکرام سے نوازا اور یوں یہ وفد ایمان کی دولت سے اپنے دامن بھر کر واپس اپنے وطن روانہ ہوا۔

یہاں یہ بات بتا دینا بھی نہایت ضروری ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملکِ شام کے بارے میں جو ارشاد فرمایا تھا وہ پیش گوئی کچھ عرصہ بعد ہی حرف بحرف سچ ثابت ہوئی اور مسلمانوں نے ہرقل کا سارا ملک فتح

کرلیا۔

(از: مواہب لدنیہ جلد2 صفحہ246)
(مدارج النبوت جلد2 صفحہ595)
(زادالمعاد جلد3 صفحہ48،49)

(24) قبیلہ بَلّی کا وفد

بلی قبیلہ کا وفد جو کہ اپنے قبیلہ کے چند چیدہ چیدہ افراد پر مشتمل تھا۔ مدینہ منورہ 9 ہجری ربیع الاول کے مہینے میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں ہر وقت حاضر رہنے والے خادم حضرت ابو رویفع ثابت بلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی قبیلے کے فرد تھے۔

جب یہ وفد مدینہ منورہ پہنچا اور حاضری کی اجازت طلب کی تو حضرت ابو رویفع ثابت بلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا کہ حضور یہ لوگ میرے قبیلے کے ہیں آپ نے یہ سُن کر اہل وفد کو خوش آمدید کہا۔ یہ وفد تین روز تک حضور اکرم ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہا۔

وفد کے قائد ابو الضیف نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم لوگ آپ علیہ السلام کی خدمت میں اسلام قبول کرنے کا اقرار کرتے ہیں۔ اور اپنی باقی قوم کے اسلام لانے کے کفیل بن کر حاضر ہیں۔ یہ سُن کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا مَنْ یُّرِدِاللّٰہِ خیراً یَھْدِہٖ لِلاِسْلَام

ترجمہ: ''اللہ جب کسی کی بھلائی چاہے تو اسکو اسلام کی طرف پھیر دیتا ہے۔''

حضرت ابو الضیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ضیافت اور مہمان نوازی کا بڑا شوقین ہوں کیا مجھے اپنے اس فعل کا اجر ملے گا۔ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''تجھے اس نیک فعل کا اجر ضرور اور ضرور ملے گا۔ کیونکہ یاد رکھیں مسلمان جو بھی نیکی یا برائی کرتا ہے چاہے وہ مفلس ہو یا غنی اللہ کے ہاں اس کا فعل ضرور قبول ہوتا ہے''۔ اسی شخص نے دوبارہ سوال کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس مہمان نوازی کی مدت کتنی ہے۔'' آپ علیہ السلام نے جواباً ارشاد فرمایا مہمان نوازی کی مدّت تین روز ہے اگر کوئی مہمان اس مدّت سے زیادہ کہیں ٹھہرے تو میزبان کے لئے اس کا ٹھہرنا صدقہ ہوتا ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ مہمان کا زیادہ دن ٹھہرنا میزبان کے لئے باعث تکلیف نہ ہو۔''

وفد کے قائد نے پھر سوال کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر کسی لا پتہ شخص کی گمشدہ بھیڑ بکریاں کسی کو اچانک مل جائیں تو ان کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب فرمایا ''وہ بھیڑ بکریاں تمہارے لئے ہیں یا تمہارے بھائی کے لئے یا پھر اگر دونوں میں سے کسی کو نہ ملیں تو وہ بھیڑیے کی خوراک کے

لئے ہیں''۔ اسکے بعد پھر سوال کیا کہ اگر کسی کو گمشدہ اونٹ مل جائے تو اس کیلئے کیا حکم ہے فرمایا ''تمہیں اس اونٹ سے کوئی تعلق و واسطہ نہیں ہے اُسے چھوڑ دو یہاں تک کہ اس اونٹ کو اس کا مالک پالے''۔

یہ وفد تین روز مدینہ منورہ میں ٹھہر کر ایمان کی دولت سے اپنا دامن بھرنے کے بعد جب واپس وطن رخصت ہونے لگا تو رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وفد کے لوگوں کو انعام واکرام سے نواز کر رخصت کیا۔

(از: مواہب لدنیہ جلد2 صفحہ 445)

(مدارج النبوت جلد2 صفحہ 585)

(عیون الاثر جلد2 صفحہ 251،252)

(25) وَفدبنی مُرّہ 9ھ

9ھ میں غزوہ تبوک کے بعد جب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس مدینہ منورہ تشریف لائے تو قبیلہ بنی مُرّہ کا ایک وفد جو کہ تیرہ مردوں پر مشتمل تھا حاضرِ خدمت ہوا۔ اس وفد کے سردار کا نام حارث بن عوف تھا جو کہ زمانۂ جاہلیت میں عرب کا ایک نامور اور مشہور ترین سوار تھا۔ جاہلیت کے دور میں اس شخص کی گردن پر لوگوں کے خون تھے۔ حضور اکرم رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُسے وہ تمام خُون معاف فرمادیئے۔

اہلِ وفد نے فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں شرف باریابی حاصل کرنے کے بعد عرض کیا ہم لوگ آپ علیہ السلام ہی کی قوم کے افراد ہیں یعنی ہم لوگ لُوی بن غالب کی اولاد ہیں۔ یہ سُن کر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبسّم فرمایا اور ان لوگوں سے پوچھا کہ ''اہل بلاد کیسے ہیں''۔ اہل وفد نے جواب دیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب لوگ قحط سالی کی وجہ سے تباہ وبرباد اور پریشان حال ہیں۔ آپ علیہ السلام نے اُسی وقت اہل بلاد کے لئے دُعا فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا ''اے اللہ ان لوگوں کو بارانِ رحمت سے نواز دے''۔ جب یہ لوگ کچھ روز مدینہ منورہ ٹھہر کر واپس وطن پہنچے تو پتہ چلا کہ ٹھیک اُسی روز جب رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بارش کے لئے دُعا فرمائی تھی اُن کے علاقے میں خوب پانی برسا جس کے نتیجہ میں تمام بلاد چار سو سرسبز وشاداب ہوگیا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ معجزہ مبارک تھا جس کے نتیجہ میں اہلِ بلاد کی قحط سالی ختم ہوئی اور ان لوگوں کو اللہ کریم نے اپنے محبوب علیہ السلام کی دُعا کے نتیجہ میں سرسبز وشادابی عطا فرمائی چلتے وقت اہل وفد کے ہر رکن کو دس دس اوقیہ چاندی اور حارث بن عوف سردارِ وفد کو 12 اوقیہ چاندی عطا فرما کر رخصت کیا۔

(از: مواہب لدنیہ جلد2 صفحہ 445)

(عیون الاثر جلد2 صفحہ 251،252) وغیرہ

(26) وفدِ خولان

خولان یمن کے ایک قبیلہ کا نام ہے۔اس قبیلے کے جدِّ امجد کا نام عمر تھا۔10ھ ماہِ شعبان کو اس قبیلے کے دس افراد سرکار دو عالم ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کے لئے دور دراز کا سخت اور مشکل ترین سفر طے کرنے کے بعد مدینہ منورہ پہنچے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجدِ نبوی میں تشریف رکھتے تھے۔اہلِ وفد نے مسجدِ میں ملاقات کی سعادتِ عظیم حاصل کی۔

خولان کے وفد میں شامل افراد نے خدمتِ اقدس میں عرض کیا کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہم لوگ اللہ تعالیٰ پر مکمل یقین رکھتے ہیں۔اسکو وحدہٗ لاشریک مانتے ہیں اسکے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ایمان رکھتے ہیں، ان کو خدا کا برحق نبی مانتے ہیں۔اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہم پر بڑا احسانِ عظیم ہے کہ اس نے ہم لوگوں کو ایمان کی دولت سے مالا مال فرمایا۔ہم لوگوں نے دور دراز کا پُر مشقت سفر طے کیا ہے راستے میں سخت نرم اور ناہموار راستے عبور کئے ہیں ہم لوگوں نے یہ تمام محنت اور تکلیف اس لئے برداشت کی کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشنودی حاصل ہو اور اللہ کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہو جو کہ ہمارے نزدیک کائنات کی ہر خوشی اور نعمت سے افضل چیز ہے۔

سرکارِ دو عالم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کا حال سُن کر ارشاد فرمایا ''تم لوگ خاطر جمع رکھو تمہارا یہ مشکل سفر جس کی تم لوگوں نے مشقت اٹھائی ہے ضائع نہیں ہوا بلکہ تم لوگوں نے جتنے قدم میری طرف اٹھائے ہیں تمہارے اونٹ جتنے قدم میری زیارت کے لئے تمہیں لے کر مدینہ منورہ کی طرف آئے ہیں ہر قدم پر تمہارے لئے نیکی ہے۔''

پھر ارشاد فرمایا ''جو شخص میری زیارت کا شوق اپنے دِل میں لے کر مدینہ منورہ حاضر ہوتا ہے قیامت کے دِن وہ میری امان اور پناہ میں ہوگا''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں سے دریافت فرمایا ''وہ بت خولان جسکو خولانی خدا مانتے ہوئے پوجتے تھے اب اسکی کیا کیفیت ہے کیا حال ہے'' (جس بت کو اہلِ خولان پوجتے تھے اس کا نام عم انس تھا) اہلِ وفد نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الحمد للہ آپ کی ہدایت وتعلیم جو ہم تک پہنچیں بُت پرستی کا نعم البدل ہو گئی ہے۔صرف چند بوڑھے مرد اور چند بوڑھی عورتیں ایسی رہ گئی ہیں جو کہ اس بُت کی پرستش کرتی ہیں باقی تمام لوگوں نے بُت پرستی ترک کر دی ہے۔انشاء اللہ واپسی پر ہم لوگ اس بت کا نام ونشان بھی نہیں چھوڑیں گے۔

اس گفتگو کے بعد رحمتِ عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہلِ وفد کو دینِ حنیف کے فرائض سکھائے یعنی نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور دیگر فرائض وغیرہ پھر کچھ نصیحتیں فرمائیں کہ عہد کو پورا کرنا، امانت کو اس کے حقدار کو ہی واپس

کرنا، پڑوسیوں کا خیال رکھنا، کسی پر ظلم نہ کرنا اور پھر جب اہلِ وفد وطن واپس ہونے لگے تو ہر ایک کو بارہ اوقیہ چاندی عطا فرمائی۔ جب یہ وفد واپس اپنے وطن پہنچا تو ان لوگوں نے سب سے پہلے یہ کام کیا کہ بت خولان (عم انس) کو منہدم کر دیا۔ اہلِ وفد چند روز مدینہ منورہ میں ٹھہرنے کے بعد اپنے دامن دونوں جہانوں کی رحمتوں سے بھر کر واپس ہوئے۔

(از: مواہب لدنیہ جلد 2 صفحہ 447)

(زاد المعاد جلد 3 صفحہ 50)

(عیون الاثر جلد 2 صفحہ 253 وغیرہ)

(27) وفد محارب

ابو وجزہ سعدی سے روایت ہے کہ 10ھ ہجری میں اہلِ محارب کا ایک وفد سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ یہ وفد دس افراد پر مشتمل تھا۔ قبیلہ محارب کے لوگ نہایت ہی تند خو اور درشت مزاج تھے ان کو اغلاظ عرب کہتے ہیں یعنی نہایت درجہ بد خلق اور جفا میں اشد النّاس۔ اس وفد میں سواء بن حارث اور اس کا بیٹا خزیمہ بھی شامل تھا ان دونوں باپ بیٹے سے بڑھ کر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں زبان دراز سخت دِل اور بد خلق کوئی دوسرا نہ تھا۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب حج کے ایام میں سکونت مکہ مکرمہ کے دوران لوگوں کو دینِ اسلام کی طرف بلاتے۔ لوگوں کو حق اور باطل کا فرق بتاتے تو یہ لوگ بڑی شدّت اور سختی سے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کرتے یہ لوگ ہر قسم کی ممکن اذیت پہنچا کر سکون اور عزّت ووقار حاصل کرنے کا سبب خیال کرتے۔ وقت کے ساتھ ساتھ رحمتِ عالم کی شفقت آپ کا کریمانہ حُسنِ سلوک اور دینِ حنیف کی سچائی نے اس قسم کے پتھر دِل لوگوں کو بھی موم کی طرح نرم کر دیا۔ مذہبِ اسلام کی روشنی ان لوگوں کے دِل ودماغ پر اثر کر گئی اور یہ لوگ حاضرِ خدمت ہو کر دستِ حق پرست پر بیعت کرنے کے بعد ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دائرہ امن میں داخل ہو گئے یعنی مسلمان ہو گئے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خزیمہ کے چہرے پر دستِ رحمت پھیرا تو وہ نورانی ہو کر چمکنے لگا۔ اسکی جبیں فیضانِ انوارِ محمدیہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے جگمگا اٹھی۔ حضور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلے سے جانتے تھے ایک ایسے شخص کو جو وفد کے ساتھ حاضرِ خدمت تھا۔ یہ شخص کافی عمر کو پہنچ چکا تھا۔ ملاقات سے قبل آپ کی مخالفت کرنیوالے گروہ میں یہ شخص بھی شامل تھا اور ہر وقت آپ علیہ السلام کو نقصان پہنچانے اور تنگ کرنے پر کمر بستہ رہتا تھا۔ اس ملاقات میں عرض کرنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ کی زندگی میں اپنے تمام ساتھیوں میں سے سخت ترین اور اسلام دشمنی میں میرا کوئی ثانی نہ تھا۔ اب میرے وہ تمام ساتھی مر چکے ہیں صرف میں زندہ ہوں۔ اللہ کریم کا

لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے مجھے زندہ رکھا ہے تاکہ میں اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لاکر اپنی آخرت سلامت رکھ سکوں۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسکی گفتگو سُن کر ارشاد فرمایا ''دِل اللہ کے قبضۂ قدرت میں ہیں''۔ اس نے پھر عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے دِل کے لئے اللہ کریم سے استغفار فرمائیں کہ ماضی میں جو کچھ آپ علیہ السلام کی شانِ اقدس میں مجھ سے گستاخیاں سرزد ہو چکی ہیں ان کو معاف فرمادے۔ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''یادرکھو اسلام کُفر اور جو کچھ زمانہ یا حالتِ کفر میں ہو چکا اُن سب کو ختم کردیتا ہے''۔ رخصت کرتے وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وفد کو بھی دیگر وفود کی طرح انعام واکرام سے نوازا اور یوں اہلِ محارب ایمان کی دولت سے مالا مال ہو کر اپنے وطن کو واپس ہوئے۔

(از: مواہب لدنیہ جلد 2 صفحہ 448)

(زادالمعاد جلد 3 صفحہ 50)

(عیون الاثر جلد 2 صفحہ 253)

(الوفا باحوال المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلد 1 صفحہ 776)

(مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 588)

(سیرۃ النبی کامل از ابن ہشام المعروف سیرت ابن ہشام جلد 2 صفحہ 545 وغیرہ)

(28) وفد صُدآء

صدآء ایک قبیلے کا نام ہے جو کہ یمن کے علاقہ میں ہے اس قبیلے کے جداعلیٰ کا نام صداء بن حرب بن علہ تھا یہ وفد 8ھ میں مدینہ منورہ میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ اس وفد کا حاضرِ خدمت ہونا ایک خاص وجہ سے تھا۔ جو کہ یوں ہے:

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب جعرانہ سے واپس مدینہ منورہ واپس تشریف لائے تو آپ نے مہاجر بن ابی امیہ کو صنعاء کی طرف زیاد بن لبید کو حضرموت کی سمت اور قیس بن سعد بن عبادہ خزرجی رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو چار سو سواروں کے ہمراہ قناۃ کی جانب روانہ فرمایا اور حُکم دیا کہ یمن کے علاقہ صُدآء کو نیست و نابود کردینا۔ حضرت قیس بن سعد بن عبادہ خزرجی رضی اللہ تعالیٰ عنہ چار سو مجاہدین کے ہمراہ وادی قناۃ کے سرے پر ہی خیمہ زن تھے کہ حضرت زیاد بن حارث صدائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ اس قبیلے سے تعلق رکھتے تھے اس مہم کی آمد سے باخبر ہو گئے۔ وہ فوراً بھاگم بھاگ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ علیہ السلام بنی صُدآء کو تباہ کرنیوالے لشکر کو واپس طلب فرمائیں میں اپنی قوم کے اسلام کی ضمانت دیتا ہوں۔

واقدی کا بیان ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زیاد بن حارث کی ضمانت کو منظور فرمالیا یاد رہے یہ زیاد وہ شخص ہیں جو ایک دفعہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ کسی سفر میں شریک تھے، دورانِ سفر آپ علیہ السلام نے پیاس محسوس فرماتے ہوئے حضرت زیاد بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا ''اے صُداء کے بھائی کیا تیرے پاس پانی ہے''۔ زیاد بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس چھاگل میں تھوڑا سا پانی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اس پانی کو کسی برتن میں ڈال کر میرے پاس لاؤ'' انہوں نے حسبِ حکم ایسا ہی کیا زیاد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس برتن میں اپنا دست مبارک رکھدیا میں نے دیکھا کہ آپ علیہ السلام کی انگشتان مبارکہ سے پانی جوش مار کر یعنی ایسے باہر نکل رہا تھا جس طرح چشمے سے پانی زور کے ساتھ باہر نکلتا ہے۔ یاد رہے حضورِ اکرم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ معجزہ مُبارک کئی بار ظہور میں آیا۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت قیس بن سعد بن عبادہ خزرجی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس مہم سے واپس طلب فرمالیا۔ کچھ عرصہ بعد حضرت زیاد بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے قبیلے کے پندرہ آدمیوں کا وفد لے کر بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ مسجد نبوی میں ان پندرہ آدمیوں نے حضور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ اقدس پر بیعت کرتے ہوئے اسلام قبول کیا۔ اہلِ وفد واپس اپنے وطن گئے اور ان لوگوں نے اہل قبیلہ کو احکامات اسلام وتعلیمات اسلامی کی متواتر تبلیغ کی جسکے نتیجہ میں سو آدمیوں کا وفد حجۃ الوداع کے موقع پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور اسلام قبول کیا۔ اس طرح حضرت زیاد بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محنت رنگ لائی جس کے نتیجہ میں ان کے قبیلے کے کئی لوگ مسلمان ہوئے اور یوں ان کی وہ ضمانت جو خدمتِ اقدس میں پیش کی اُسی طرح اللہ اور اُسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے ثابت ہوئی۔

اہل وفد میں سے ایک نے عرض کیا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں ایک کنواں ہے جاڑوں کے موسم میں تو اس کا پانی ہمیں کفایت کرتا ہے لیکن گرمی کے موسم میں کم پڑ جاتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہم ادھر ادھر کے گھاٹوں پر متفرق ہو جاتے ہیں۔ خدائے عزوجل سے دعا فرمائیں کہ ہمارا کنواں بھر جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''سات کنکریاں لا کر مجھے دو'' وہ پیش کر دی گئیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اپنے ہاتھ سے رگڑا پھر واپس کر دیا اور فرمایا۔ ''جب وہاں پہنچو تو ایک ایک کر کے انہیں کنویں میں ڈال دینا اور بسم اللہ کہہ لینا'' ایسا ہی کیا گیا۔ وہ کنواں پانی سے بھر گیا۔ وہ کنواں پانی سے بھرا ہوا (اندازاً حد سے زیادہ پانی سے بھرا ہوا) بن گیا جواب تک موجود ہے۔

(از: مواہب لدنیہ جلد 2 صفحہ 447)

(عیون الاثر جلد 2 صفحہ 254)

(مدارج النبوت جلد2 صفحہ595)

(29) وفد بنی غسّان

10ھ ماہِ رمضان میں جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف فرما تھے کہ بنی غسان کے تین افراد کا وفد حاضرِ خدمت ہوا۔ اہل وفد نے حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ حق پرست پر بیعت کی اور دائرہ اسلام میں داخل ہوئے اُن لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہم تو مسلمان ہو گئے ہیں لیکن ہمیں معلوم نہیں کہ ہماری قوم اسلام لانے میں ہمارا ساتھ دے گی یا نہیں۔ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کی حوصلہ افزائی فرماتے ہوئے ان کو انعام واکرام سے نوازا اور یوں یہ لوگ اسلام قبول کرنے کے بعد وطن واپس ہوئے۔

بنی غسان کے لوگوں نے اسلام قبول نہیں کیا تھا یہ لوگ قیصر روم ہرقل کے مذہب کو اپنائے ہوئے تھے یعنی عیسائی تھے اور ہر حال میں قیصر کی خوشنودی چاہتے تھے۔ اہل وفد کے تینوں اشخاص نے اپنے اسلام لانے کو لوگوں سے مخفی رکھا یہاں تک کہ اُن میں سے دو انتقال کر گئے، تیسرے صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگِ یرموک تک زندہ تھے جب انہیں معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی فوج رومیوں کے خلاف صف آراء ہیں تو وہ لشکرِ اسلام میں داخل ہوئے اور سپہ سالار لشکر حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا اسلام ظاہر کیا۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کا بڑا احترام کرتے اور ہر قسم کی سہولت ان کے لئے بہم پہنچاتے تھے۔

(از: زرقانی جلد4 صفحہ61)

(مواہب لدنیہ جلد2 صفحہ448)

(مدارج النبوت جلد2 صفحہ598)

(30) وفد سلامان

حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ میں ہی تشریف فرما تھے کہ سلامان قبیلے کے سات افراد حاضرِ خدمت ہوئے۔ سلامان قبیلے کے جدّ اعلیٰ جس کی وجہ سے یہ قبیلہ مشہور ہوا اس کا نام سلامان بن سعد بن زید بن لوث بن اسود بن اسلم بن العاف بن قضاعہ تھا۔

واقدی کے نزدیک یہ وفد شوال 10ھ میں مدینہ منورہ آیا۔ اس وفد میں حبیب بن عمرو نامی ایک صحابی تھے جو پہاڑوں میں رہنے والے تھے۔ اہلِ وفد کے تمام ارکان مسجدِ نبوی میں تشریف فرما آقائے کل فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست، حق پرست پر بیعت کرنے کے بعد دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے۔ ان لوگوں نے خدمتِ اقدس میں عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم لوگ سخت قحط سالی کا شکار ہیں۔ ہمارے لئے خُصوصی دُعا

فرمائیں آپ علیہ السلام نے ان لوگوں کے لئے خصوصی دُعا کرتے ہوئے ارشادفرمایا:

''اے اللہ ان کی بارانِ رحمت کے ساتھ مدد فرما۔''

پھر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ اہل وفد کے ہر رکن کو پانچ پانچ اوقیہ چاندی دیں انہوں نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ہر فرد کو پانچ پانچ اوقیہ چاندی عطا کی۔ اس کے بعد یہ وفد اپنے دامن رحمتوں سے بھر کر واپس اپنے وطن روانہ ہوا۔

جب اہل وفد اپنے وطن پہنچا تو وہاں جا کر معلوم ہوا کہ ٹھیک اسی روز جس دن آپ علیہ السلام نے بارش کی دُعا مانگی تھی اللہ تعالیٰ نے اہل سلامان کو بارانِ رحمت سے خوب نوازا اور ہر طرف سبزہ ہی سبزہ نظر آنے لگا۔

(از: مواہب لدنیہ جلد 2 صفحہ 448)

(زرقانی جلد 4 صفحہ 61)

(31) وفد بنی عبس

قبیلہ بنی عبس کا وفد جو کہ تین افراد پر مشتمل تھا سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شرفِ ملاقات حاصل کرنے اور اسلام کی دولت سے اپنی آخرت کو کامیاب بنانے کے لئے مدینہ منورہ میں حاضر ہوا۔

گفتگو کے دوران اہل وفد نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو لوگ ہمارے وطن میں اسلام کی روشنی لے کر تشریف لائے تھے انہوں نے بیان فرمایا کہ ہجرت کے بغیر کسی کا اسلام لانا مقبول ومعتبر نہیں ہے۔ ہمارے پاس کچھ مال مویشی اور نقدی موجود ہے۔ جس پر ہم لوگوں کا گذارا ہوتا ہے۔ اگر اسلام لانا ہجرت کے بغیر قبول نہیں معتبر ہی نہیں تو ہمارا یہ مال واسباب مویشی وغیرہ ہمارے کس کام کے ہماری دلی خواہش ہے کہ ہم لوگ اپنا سارا مال و اسباب ومویشی وغیرہ فروخت کر کے مدینہ منورہ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں ہجرت کر کے آباد ہونے کے لئے آجائیں تاکہ ہمارا اسلام تو مقبول ومعتبر ہو جائے اگر ہم لوگوں نے ایسا نہ کیا تو ہمارا یہ مال واسباب ومویشی وغیرہ کس کام کے ہمیں تو ہر حال میں اپنی آخرت محفوظ کرنے کے لئے کوشش کرنا ہے۔

اہل وفد کی یہ بات سُن کر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا:

ترجمہ:

''اللہ سے ڈرو جہاں کہیں بھی رہو کیونکہ اللہ کریم تمہارے اعمال کے اجر میں کوئی کمی نہیں کرے گا۔''

(از: مواہب لدنیہ جلد 2 صفحہ 449)

(زادالمعاد جلد 3 صفحہ 53)

(32) وفد بنی غامہ

10 ھ میں بنی غامہ کا ایک وفد جو کہ 10 افراد پر مشتمل تھا بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا۔ اس وقت حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجدِ نبوی میں تشریف فرما تھے۔ بنی غامہ قبیلہ غامہ کے نام سے اس لئے مشہور تھا کہ اس قبیلے کے جدِّ اعلیٰ کا نام غامہ تھا اور عرب کے دستور کے مطابق ہر قبیلہ اپنے جدّ اعلیٰ کے نام سے ہی شہرت رکھتا تھا۔

یہ وفد جو کہ دس افراد پر مشتمل تھا جب حدودِ مدینہ منورہ میں داخل ہوا تو ان لوگوں نے سب سے پہلے بقیع غرقد میں قیام کیا۔ اپنی سواریوں سے اُترے لباس وغیرہ تبدیل کیئے کچھ دیر آرام کیا اور اپنے سامان وسواریوں کی حفاظت کے لئے وفد میں سے جو سب سے کم عُمر لڑکا تھا اسکو نگران کی حیثیت سے چھوڑ کر مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت مسجد میں تشریف فرما تھے۔ اہل وفد سیدھے مسجد نبوی میں داخل ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ اہلِ وفد نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کیا اور باادب بیٹھ گئے۔ سلسلہ کلام شروع کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''تم لوگ مقام بقیع غرقد میں اپنے مال اور سواریوں کی حفاظت کے لئے کِس کو چھوڑ کر آئے ہو؟''

اہلِ وفد نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم اپنے ساتھیوں میں سے جو سب سے کم عمر لڑکا تھا اسکو سامان وسواریوں کی حفاظت کے لئے اس مقام پر چھوڑ آئے ہیں۔ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''تمہارے سامان میں سے ایک جامہ دانی (تھیلہ) چوری ہو گیا ہے''۔ وفد کے لوگوں میں سے ایک صاحب بولے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ تھیلہ میرا تھا جو میں پیچھے چھوڑ آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا ''گھبرانے کی ضرورت نہیں وہ تھیلہ واپس مِل گیا ہے''۔ اہلِ وفد واپس اپنے سامان کے پاس پہنچے تو معلوم ہوا کہ جب یہ تمام لوگ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضری کے لئے چلے اور وفد میں سب سے کم سن لڑکے کو سامان کی حفاظت کے لئے پیچھے چھور آئے تھوڑی دیر بعد وہ لڑکا سو گیا جب وہ بیدار ہوا تو اس نے دیکھا کہ ایک اجنبی آدمی دور بیٹھا ہوا کچھ کر رہا ہے اور ادھر سامان میں تھیلہ موجود نہیں۔ لڑکے کو شک ہو گیا کہ تھیلہ وہی شخص چُرا کر لے گیا ہے لہٰذا لڑکا اجنبی آدمی کی طرف تیزی سے بھاگا وہ اجنبی تھیلے کو زمین میں دفن کر چکا تھا لڑکے کو اپنی طرف آتا دیکھ کر وہ بھاگ گیا۔ لڑکے نے زمین کو تازہ کھُدا ہوا دیکھا تو مٹی ہٹا کر دیکھا تو تھیلہ وہاں دفن تھا تھیلے کو باہر نکال کر واپس سامان کے پاس آ گیا۔ یہ سارا قصّہ جب لڑکا اہل وفد کو سُنا چکا تو سب یک زبان ہو کر بولے:

''بے شک محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے برحق رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں۔ اُسکے بعد وہ لڑکا بھی حاضر خدمت ہو کر مُسلمان ہو گیا۔''

''تھیلہ واپس مل جائے گا'' فرمانا سرکار علیہ السلام کا معجزہ ہے۔ بعد میں آپ علیہ السلام نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ ان لوگوں کو قرآن کریم سکھلائیں اور جب وفد واپس جانے لگا تو ان کو شرائع اسلام لکھوا کر عطا فرمائے تا کہ احکامِ اسلام خود بھی سیکھیں اور اہل قبیلہ کو بھی ان کی تعلیم دیں۔ حسبِ عادت مبارکہ اہلِ وفد کے ہر ہر آدمی کو انعام واکرام سے نوازا اور یوں یہ لوگ اپنی جھولیاں رحمتِ عالم کے انوار وتجلیات سے بھر کر اپنے وطن واپس ہوئے۔

(از: مواہب لدنیہ جلد 2 صفحہ 500)
(زادالمعاد جلد 3 صفحہ 53)
(مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 601)
(زرقانی جلد 4 صفحہ 63، وغیرہ)

(33) وفد بنی المنتفق

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجدِ نبوی میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے ہمراہ تشریف فرما تھے کہ بنی المنتفق کا یہ وفد حاضر خدمت ہوا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کو شرفِ ملاقات سے نوازا۔ قبیلہ المنتفق اپنے جدِ اعلیٰ کے نام سے موسوم تھا۔

عبداللہ بن امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد کی مسند میں روایت کیا ہے۔ کہ حضرت عاصم بن لقیط بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وفد کے ہمراہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اس وقت بنی المنتفق کا ایک اور آدمی بھی ان کے ہمراہ تھا۔ جس کا نام نہیک بن عاصم بن مالک بن المنتفق تھا۔ جب یہ لوگ مسجدِ نبوی میں داخل ہوئے اس وقت فجر کی نماز ہو چکی تھی اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی طرف رُخِ انور فرما کر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''اے لوگو تم اچھی طرح جان لو کہ میں نے اپنی آواز کو چار روز تک پوشیدہ رکھا آج میں تم لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے سنا رہا ہوں''۔ پھر فرمایا ''کیا اپنی قوم کی طرف سے بھیجا ہوا کوئی قاصد تم میں موجود ہے'' صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے حضرت عاصم بن لقیط رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا سنو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا ارشاد فرما رہے ہیں۔

فخرِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''قیامت کے دن اللہ کریم مجھ سے پوچھے گا کہ کیا میں نے اللہ کے سب احکام جو مجھ پر نازل ہوئے تھے میں نے وہ سب تم لوگوں تک پہنچا دیئے ہیں۔ غور سے سنو! (پھر جنت، دوزخ، حشر ونشر کے تمام احوال تفصیل کے ساتھ بیان فرمائے)۔''

(خطبہ شریف جو کہ حدیث شریف میں ہے کافی طویل ہے) نیز رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "پانچ چیزیں ایسی ہیں جنہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

1. موت کا علم۔ اسے علم ہے کہ تم میں سے کسی کی موت کب ہوگی لیکن تمہیں اس کا علم نہیں۔
2. منی جب رحم میں ہوتی ہے تو اسے اس کا علم ہوتا ہے لیکن تمہیں علم نہیں۔
3. کل کو جو کچھ ہونے والا ہے اس کا علم۔ اور نہ تو کل کی امید رکھتا ہے اور نہ اسے جانتا ہے۔
4. بارش کے دن کا علم
5. اور قیامت کے دن کا علم"۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب خطبہ مکمل کر چکے تو حضرت عاصم بن لقیط رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم لوگ کس چیز پر آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کریں؟

آپ نے فرمایا "تم لوگ اس بات کی بیعت کرو کہ روزانہ پانچ وقت نماز ادا کرو گے اپنے مال میں سے اللہ کریم کا حصہ زکوٰۃ باقاعدگی سے ادا کرتے رہو گے تاکہ تمہارا باقی مال پاک وصاف ہو جائے"۔

حضرت عاصم بن لقیط رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم لوگ آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کرتے ہوئے مذکورہ احکام پر عمل کرنے کا وعدہ کرتے ہیں۔

آخر میں اہلِ وفد نے سرورِ عالم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ مبارک پر بیعت کی اور یوں یہ وفد اپنے دامن کو کائنات کی رحمتوں و برکتوں سے بھر کر اپنے وطن کو روانہ ہوا۔

(از: مواہب لدنیہ جلد 2 صفحہ 453)
(مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 517)
(شرح زرقانی ومسند امام احمد رحمۃ اللہ علیہ)

(34) وفد بنی نخع

بنی نخع یمن کے قبائل میں سے ایک قبیلہ ہے۔ اس قبیلے کا ایک وفد جو کہ دو سو افراد پر مشتمل تھا محرم الحرام 11ھ میں یہ وفد بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا۔ دو سو افراد کا یہ وفد دار الاخیاف میں اترا (یہ مکان حضرت رملہ بنت الحارث النجار یہ صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تھا جو کہ حضرت معاذ بن عفرا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ تھیں)

یہ وفد مسجدِ نبوی میں داخل ہوا اس وقت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ

اجمعین کے ہمراہ تشریف فرما تھے۔ یہ لوگ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر پہلے ہی بیعت کر چکے تھے یاد رہے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے سے ہی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے یمن میں بطورِ قاصد و مبلغ تشریف فرما تھے۔ اس وفد میں زرارہ بن عمرو بھی شامل تھا اس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے راستے میں رات کو ایک عجیب خواب دیکھا آپ علیہ السلام نے فرمایا "تو نے رات کو خواب میں کیا دیکھا"۔ زرارہ بن عمرو نے عرض کیا میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک مادہ خر (گدھی) نے جس کو میں اپنے قبیلے میں پیچھے چھوڑ آیا تھا ایک ایسا بچہ جنا جو سرخ رنگ مائل بہ سیاہی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زرارہ بن عمرو سے دریافت فرمایا کہ "جب تم سفر پر روانہ ہوئے تھے اس وقت تمہاری بیوی حاملہ تھی؟" اس نے جواب دیا ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اس نے تیرا بچہ جنا ہے اور یہ اس کا رنگ ہے"۔ پھر آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "میرے نزدیک آجاؤ" جب وہ بالکل قریب آگئے تو آپ نے فرمایا "تمہارے بدن میں کوئی برص کا نشان ہے۔ جسکو تم عوام سے پوشیدہ رکھتے ہو"۔ اس نے فوراً کہا خدا کی قسم جس نے آپ علیہ السلام کو حق کے ساتھ دنیا میں بھیجا ہے۔ میرے اس نشان کا علم اور کسی کو نہیں اور اسکے بارے میں آپ علیہ السلام کے علاوہ اور دوسرا کوئی نہیں جانتا۔ آپ کا فرمانا حق اور حقیقت پر مبنی ہے میرے جسم پر واقعی برص کا نشان ہے جس کو میں نے کبھی بھی عوام الناس پر ظاہر نہیں کیا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "بس اُسی نشان کی وجہ سے ہی تیرے بیٹے کا یہ رنگ ہے۔"

اس کے بعد زرارہ بن عمرو نے پھر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے ایک سفید بالوں والی بڑھیا دیکھی جو زمین سے نکل کر میرے اور میرے بیٹے کے درمیان حائل ہوئی۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا "اس سے مراد فتنہ ہے جو کہ آخر زمانے میں ظاہر ہوگا"۔ زرارہ بن عمرو نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ کیسا فتنہ ہوگا؟ آپ نے ارشاد فرمایا "لوگ اپنے امام اور خلیفہ کو قتل کر ڈالیں گے۔ بدکار لوگ اپنے آپ کو نیک خیال کریں گے۔ ایک مومن کا قتل پانی پینے سے زیادہ لذیذ خیال کیا جائے گا۔ یاد رکھو اگر تمہارا بیٹا پہلے مر گیا تو تم اس فتنے کا زمانہ پاؤ گے اور اگر تم پہلے مر گئے تو پھر تمہارا بیٹا اس زمانے کو پائے گا"۔

حضرت زرارہ بن عمرو (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دُعا فرمائیں کہ اللہ کریم مجھے اس فتنے کے زمانہ سے پہلے ہی اس دنیا سے اٹھا لے۔

فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی "اے اللہ زرارہ بن عمرو (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اس فتنے کو نہ پائے"۔ بعد میں اس کا وصال ہو گیا۔ اور اس کا بیٹا زندہ رہا۔ اس نے سیّدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے زمانہ میں ان کی شہادت کے فتنہ میں باغیوں کے ساتھ مل کر حصّہ لیا۔ (واللہ اعلم)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان درفشاں سے جو بات نکلی حرف بحرف سچ ثابت ہوئی جو کہ معجزاتِ

نبوی کے باب میں بیان کی جائے گی۔

(از: مواہبِ لدنیہ جلد2 صفحہ 454)
(زادالمعاد جلد3 صفحہ 59)
(زرقانی جلد4 صفحہ 67)
(مدارج النبوت جلد2 صفحہ 597)

(35) وفد زید الخیل

وفد زید الخیل اپنے اسی سردار زید الخیل کی زیرِ نگرانی مدینہ منورہ میں حاضرِ خدمت ہوا۔ یہ لوگ قبیلہ طے سے تعلق رکھتے تھے۔ اہل وفد کی تعداد گیارہ افراد پر مشتمل تھی۔ یہ وفد مسجدِ نبوی میں ملاقاتِ مقدسہ کے شرف سے باریاب ہوا۔

اہل وفد کے تمام لوگوں نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ حق پرست پر بیعت کی اور یوں سب کے سب دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔

زید الخیل (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کا ہم لوگوں پر احسانِ عظیم ہے کہ اس نے آپ کے ذریعے ہمیں قوت وتائید عطا فرمائی اور ہم لوگوں کو اسلام قبول کرنے کی توفیق بخشی۔ آپ علیہ السلام جس اخلاقِ حمیدہ کی ہمیں تعلیم دے رہے ہیں اس سے بہتر اخلاق پہلے میرے علم میں نہیں تھا۔ میں اپنی اس عقل پر حیران ہوں کہ اسقدر ناقص تھی کہ ہم سے اپنے ہاتھوں تراشے ہوئے بتوں کی پوجا کرواتی اور پتھر بھی وہ جو اگر گم ہو جائیں تو ان کو تلاش کرتے پھریں۔ خدا ہمیں گذشتہ گناہوں کی معافی دے۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''اے زید الخیل تمہارا یہ حلم اور مال مزید بڑھے گا''۔ اس کے بعد سوال کرنیوالے کو انعام واکرام سے نوازا۔ اہلِ وفد میں سے بعض کو اراضی کے قطعات بھی عطا فرمائے۔ اہلِ وفد کے لئے ایک تحریر مبارکہ لکھوا کر دی۔ زید الخیل کا نام تبدیل فرما کر زید الخیر رکھ دیا اور فید کا علاقہ اور ملحقہ وادی ان کو جاگیر میں عطا فرمائی اور اس کے لئے فرمان اقدس عطا فرمایا۔ ایک روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

> ''میرے سامنے جو اہل عرب کی عادات وخصائل بیان کئے جاتے ہیں وہ زید الخیر میں پائی جانے والی عادات وخصائل سے کم ہیں۔ زید الخیر کی ذات میں ان تمام خوبیوں کی نسبت زیادہ خوبیاں و خصائل موجود ہیں۔''

اور یوں یہ وفد ایمان کی دولت سے مالا مال واپس لوٹا۔

(از: مدارج النبوت جلد2 صفحہ598)

(36) وفد زہادیین

یہ قبیلہ اپنے جدامجد زہاد (مدلج) کے نام سے مشہور تھا۔ اس قبیلے کے پندرہ افراد مدینہ منورہ آئے اور حضرت رملہ بنت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر قیام پذیر ہوئے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب اس وفد کے مدینہ منورہ میں آنے کی اطلاع ملی تو آپ علیہ السلام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی ایک جماعت کو ہمراہ لے کر بہ نفسِ نفیس حضرت رملہ بنت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لے گئے۔

اہلِ وفد سے بہت ہی کم وقت میں گفتگو فرمائی۔ اہلِ وفد نے اپنے زادِ راہ سے کچھ نکال کر خدمتِ اقدس میں پیش کیا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری میزبانی قبول فرماتے ہوئے اسے تناول فرمائیں آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ ''میرا روزہ ہے'' البتہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین جو ہمراہ تھے۔ ان کو حکم دیا کہ ''تم لوگ اہل وفد نے جو کچھ مجھے پیش کیا ہے تناول کرلو''

اہلِ وفد کا اپنے زادِ راہ سے کچھ نکال کر میزبان کے طور پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیش کرنا ایک قسم کی بے ادبی تھی جو آپ علیہ السلام کی طبیعتِ مقدسہ پر گراں گزری اسی کی تائید سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ الفاظ مبارکہ کرتے ہیں کہ فرمایا ''میرا روزہ ہے'' اگر وہ لوگ آپ کی خاطر چاہتے تو اپنا نفلی روزہ چھوڑ دیتے مگر ان لوگوں کی اس طرف توجہ نہ گئی۔ کیونکہ نفلی روزوں کا حکم اقدس پر چھوڑ دینا کئی دفعہ ثابت ہے۔ دوسرا حضور رسول کریم ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے ساتھی صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کو یہ فرمانا کہ ''تم لوگ اس پیش کردہ چیز کو تناول کرلو''۔ صحابہ پر خصوصی لطف وکرم کے لئے تھا۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہلِ وفد کے ساتھ خصوصی طور پر لطف وکرم فرمایا اہلِ وفد اپنے ہمراہ تحائف کے طور پر صرف گھوڑے لے کر آئے تھے جن کو وہ لوگ اپنی زبان میں مراح کہتے تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا'' یہ گھوڑے سبک رفتار معلوم ہوتے ہیں کسی گھوڑے پر سوار ہو کر گھوڑ سواری کا مظاہرہ کریں۔''

اہلِ وفد میں سے ایک شخص بولا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس جو گھوڑا ہے اس کا نام بحر ہے حکم کے مطابق اگر میں نے اس پر سواری کا مظاہرہ کیا تو شاید اچھا مظاہرہ نہ کرسکوں کیونکہ میرا یہ گھوڑا تھکا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا اسکی مزید پرورش اور نگہداشت اچھی طرح کرو۔ اسکے بعد اہلِ وفد نے دیگر گھوڑوں پر سوار ہو کر دوڑ کا مظاہرہ کیا جو گھوڑا سب سے آگے نکل گیا اُسے دوڑتا دیکھ کر حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''میں نے اس گھوڑے کو دریا پایا''۔ بعد ازاں اس گھوڑے کو بطورِ تحفہ قبول فرمایا اور جس شخص کا وہ گھوڑا تھا اسکو بدلے

میں اپنی طرف سے نہایت ہی عمدہ نسل کا گھوڑا عطا فرمایا۔ وفد کے باقی اراکین کو بھی خوب تحائف اور انعام واکرام سے نوازا۔ یوں یہ وفد اپنے دامن رحمتِ عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بخششوں اور عنایتوں سے بھر کر اپنے وطن کو واپس ہوا۔

(از: مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 599)
(تاریخ مدینہ منورہ جلد 1 صفحہ 97 وغیرہ)

(37) وفد بجیلہ

اہلِ بجیلہ کا وفد جنکی تعداد ڈیڑھ سو افراد پر مشتمل تھی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ اہلِ وفد میں جریر بن عبد اللہ بجلی یمن کے شاہی خاندان کے رکن اور قبیلہ بجیلہ کے سردار تھے بھی شامل تھے۔

اہلِ وفد کی مدینہ منورہ میں آمد سے قبل حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو اس وفد کی آمد کے بارے میں خبر دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ''اس وفد میں ایک ایسا شخص بھی شامل ہے جس کے چہرے کو فرشتے نے مسح کیا ہے''۔ اس فرمان مُبارک سے مراد حضرت جریر بن عبد اللہ بجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حُسن و جمال کا تذکرہ کرنا مقصود تھا۔ حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرے پر کیوں کہ فرشتے نے اپنا نورانی ہاتھ پھیرا تھا اسلئے وہ بہت بارعب اور حسین تھے۔

حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے کہ میں نے حضرت جریر بن عبد اللہ بجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ کسی اور کو حسین وجمیل نہیں دیکھا سوائے اس حقیقت وخبر کے جو میں نے سیدنا حضرت یوسف علیہ السلام کے حُسنِ لازوال کے بارے میں سُنی ہوئی ہے۔ حضرت جریر بن عبد اللہ بجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (المتوفی 54ھ قرقیسیا) اس قدر حسین وجمیل اور پروقار تھے کہ ان کو یوسف امّت کہا جاتا ہے۔

اہلِ وفد نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمتِ اقدس میں مسجد نبوی کے صحن میں ملاقات کا شرف حاصل کیا اور یوں یہ لوگ دستِ حق پرست پر بیعت کرنے کے بعد دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ اور وطن واپسی پر اپنے دامن دونوں جہانوں کی رحمتوں، برکتوں سے بھر کر گئے۔

(از: مدارج النبوت شریف جلد 2 صفحہ 600)

(38) وفد قبیلہ لخم

قبیلہ لخم کا وفد جس میں دس افراد شامل تھے اپنے سردار ہانی بن حبیب کی زیر قیادت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہونے کے لئے مدینہ منورہ آیا۔

وفد کے سردار نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں تحفہ کے طور پر چند گھوڑے، زربفت کی قبا اور شراب کا ایک مٹکا پیش کیا۔ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر شراب کو حرام قرار دے دیا ہے"۔ ہانی نے عرض کیا کہ اگر شراب مذہب میں حرام ہے تو میں اس مٹکے کو فروخت کر کے رقم حاصل کر لیتا ہوں جسکو آپ استعمال فرمائیں۔ آپ نے فرمایا "جس مالک نے شراب کو حرام قرار دے دیا ہے۔ اس نے اسکی خرید وفروخت کو بھی حرام ٹھہرایا ہے۔" حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قباء اور گھوڑے قبول فرمالئے۔

اہلِ سیَر کا بیان ہے کہ آپ نے قباء حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرمائی انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ تو مردوں پر حرام ہے اسلئے میں قباء لے کر کیا کروں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اے عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اس میں سے سونا نکال لینا کچھ کا اپنی بیوی کے زیور بنا لینا اور باقی سونا فروخت کر کے اپنے خرچ میں لے آنا۔ اسی طرح قباء سے جو ریشمی کپڑا حاصل ہوگا اسکو فروخت کرنے کے بعد حاصل شدہ رقم بھی اپنے مصرف میں لے آنا"۔ چنانچہ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ زربفت کی قباء سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم مبارک کے مطابق ایک یہودی کے ہاتھ فروخت کر دی اور یوں قباء کے عوض آٹھ ہزار درہم حاصل کر کے حسب ارشاد رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے استعمال میں لائے۔
(از: مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 586)

(39) وفد کنانہ

بنی کنانہ کا ایک وفد مدینہ منورہ میں حاضرِ خدمت ہوا اور سب مسلمان ہوگئے۔ اس وفد کے سردار کا نام واثلہ بن اسقع لیثی تھا۔ وفد قبولِ اسلام کی سعادت حاصل کرنے کے بعد وطن واپس روانہ ہوگیا۔ جس وقت سردار وفد اسقع لیثی مدینہ منورہ پہنچے تو فخر دو عالم ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوہ تبوک کی تیاریاں فرما رہے تھے۔

واثلہ بن اسقع لیثی اسلام قبول کرنے کے بعد اہلِ وفد کے ہمراہ اپنے قبیلے میں واپس تشریف لے گئے اور اہلِ قبیلہ کو اسلام کی حقانیت اور احکام کے بارے میں بتایا کہ باقی لوگ بھی اسلام قبول کرنے کے بعد اپنی آخرت کو محفوظ کر سکیں۔ اسقع لیثی نے جب سُنا کہ میرا بیٹا مسلمان ہو چکا ہے تو اس نے حضرت واثلہ بن اسقع لیثی کو مخاطب ہو کر کہا: خدا کی قسم میں ساری عمر تمہارے ساتھ کلام نہیں کروں گا میں تم سے سخت بیزار ہوں۔ والد کی نسبت ان کی ہمشیرہ بہت ہی خوش قسمت ثابت ہوئیں انہوں نے اسلام کی حقانیت دیکھتے ہوئے مذہب حنیف کو اختیار کر لیا۔

واثلہ بن اسقع لیثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ منورہ میں اسلام قبول کرتے ہوئے دیکھ لیا تھا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوہ تبوک کی تیاریوں میں مصروف ہیں چنانچہ انہوں نے اسی وقت فیصلہ کر لیا تھا کہ میں وطن

سے فوراً واپس آ کر مسلمانوں کے ہمراہ اس جہاد میں شریک ہوں گا۔اسی مقصد کے لئے انہوں نے جلد از جلد تیاری مکمل کی اور مدینہ منورہ کی طرف چل دیئے۔ جب حضرت واثلہ بن اسقع لیثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ پہنچے تو معلوم ہوا کہ حضور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے ہمراہ تبوک کی طرف روانہ ہو چکے ہیں۔جبکہ مجاہدین کا لشکر آپ علیہ السلام کے پیچھے جارہا تھا۔حضرت واثلہ بن اسقع لیثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کیا کوئی نیک دِل مجاہد ہے جو مجھے اپنے ساتھ سوار کرے مالِ غنیمت میں سے جو حصہ ملے گا وہ اس کا ہوگا۔

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو سوار کر لیا۔مقام تبوک پہنچ کر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت واثلہ بن اسقع لیثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس لشکر کے ہمراہ روانہ کر دیا جو سیدنا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیر قیادت اکیدر کے خلاف جنگ لڑنے جارہا تھا۔خداوند کریم نے اپنے حبیب علیہ السلام کے صدقے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کامیابی و کامرانی سے نوازا۔اہلِ حق کے حصے میں جو مالِ غنیمت آیا اسکو مجاہدین میں تقسیم کر دیا گیا تو ہر ایک کے حصہ میں چھ یا اس سے بھی کچھ زائد اونٹ آئے۔حضرت واثلہ بن اسقع لیثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حسبِ وعدہ اپنے حصے کا مالِ غنیمت حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پیش کر دیا۔لیکن انہوں نے یہ مال لینے سے انکار کرتے ہوئے فرمایا میں نے تجھے اپنے ساتھ اسلئے ہرگز سوار نہیں کیا تھا کہ فتح کے بعد تمہارے حصے کا مالِ غنیمت مل جائے گا میں نے تو تمہیں سوار صرف اور صرف اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے کیا تھا۔اب میں مال کے لالچ میں آ کر اپنا نیک عمل برباد نہیں کرنا چاہتا۔

اہلِ سیر بیان کرتے ہیں کہ یہی حضرت واثلہ بن اسقع لیثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اصحابِ صفہ میں شامل تھے۔ جو اکثر اوقات مسجد میں ہی بسر کرتے تھے۔کچھ عرصہ بعد یہ ہجرت کر کے بصرہ چلے گئے پھر تھوڑی سی مدت گزر جانے کے بعد ملک شام روانہ ہوئے اور یوں بقایا عمر دمشق میں گزاری اور اٹھانوے برس کی عمر میں 85ھ یا 86ھ میں وصال پایا۔دمشق میں وصال پانے والے آخری صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔

(از: مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 579)

(40) وفد بنی البکاء

بنی البکاء کا وفد بھی اسلام کی دولت سے مالا مال ہونے کے لئے مدینہ منورہ حاضرِ خدمت ہوا۔اس وفد کی ایک خاص بات یہ تھی کہ اہل وفد میں ایک ایسا شخص شامل تھا جسکی سو سال عمر تھی۔اس کا نام معونہ بن نور بن عبادہ بن البکاء (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تھا۔اُسکے ساتھ اس کا بیٹا بشر بھی وفد میں شامل تھا۔

حضرت معونہ بن نور رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے بیٹے پر اپنا دستِ شفقت پھیر دیں تاکہ میرے ساتھ اچھا سلوک کیا کرے۔حضور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بشر کے چہرے پر اپنا دستِ رحمت پھیرتے ہوئے برکت کے

لئے دُعا فرمائی۔ پھر کچھ بکریاں بھی ان لوگوں کو عطا کیں۔ وفد ایمان کے خزانے حاصل کرنے کے بعد واپس اپنے وطن لوٹ گیا۔

اس ملاقات کے بعد اگر کبھی بنی البکاء کے ہاں قحط سالی کی صورت پیدا ہو جاتی مگر یہ قوم تنگی سے محفوظ رہتی۔ اس وفد میں ایک اور آدمی بھی شامل تھا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا نام پوچھا تو اس نے عرض کیا میرا نام عمرو ہے۔ حضور علیہ السلام نے اس شخص کا نام بدل کر عبدالرحمٰن رکھ دیا۔ اسکو بھی زمین کا ایک قطعہ عطا فرمایا۔

(از مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 579)

(41) وفد بنی ہلال بن عامر

بنی ہلال بن عامر کا وفد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضری کے لئے مدینہ منورہ آیا۔ اس وفد میں حضرت زیاد بن عبد اللہ بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عبد بن احرم اور قبیصہ بن مخارق وغیرہ شامل تھے۔ حضرت زیاد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) رشتے میں اُم المؤمنین سیّدہ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھانجے تھے۔ اس لئے وہ وفد کے لوگوں سے الگ اپنی خالہ جان کے گھر ٹھہرے۔

اربابِ سِیَر بیان کرتے ہیں کہ فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت سیدۃ اُمّ المؤمنین میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لائے۔ وہاں زیاد کو بیٹھا دیکھ کر واپس تشریف لے جانے کے لئے مڑے۔ آپ علیہ السلام کی واپسی کے ارادے کا اندازہ لگا کر اُمّ المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا فوراً بول پڑیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ میری سگی بہن کے بیٹے ہیں یہ سُن کر آپ واپس مُڑے اور گھر میں تشریف فرما ہوئے۔ کُچھ دیر کے بعد جب آپ مسجدِ نبوی میں تشریف لائے تو حضرت زیاد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آپ علیہ السلام کے ہمراہ تھے۔ تاجدار عرب وعجم ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کمالِ شفقت سے ان کو اپنے پاس بٹھایا اور بہت سی دعائیں دیں۔ پیار سے حضرت زیاد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر پر دستِ شفقت پھیرا۔ بنی ہلال کے لوگ کہتے ہیں کہ اس کے بعد ہم نے ہمیشہ حضرت زیاد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرے پر برکت ونور کا اثر ہی جلوہ فگن دیکھا ان کا چہرہ روشن اور چمکدار رہتا تھا۔

مسئلہ: یہاں سے ایک مسئلہ معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کہ سرتا پا رحم وکرم، شفقت اور مکمل اوصافِ حمیدہ کا سرچشمہ ہیں آپ علیہ السلام اپنی ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے عزیزوں سے بھی ہمیشہ پیار، محبت، شفقت اور خصوصی کرم نوازی سے پیش آتے۔ اُمّت کے لئے آپ کا یہ فعل مبارک سنت ہے جس پر ہر کلمہ گو کو عمل کرنا چاہیئے تا کہ اجرِ عظیم کا مستحق قرار پائے۔

جیسا کہ اُوپر بیان ہو چکا ہے اس وفد میں عبد بن احرم نام کے ایک صاحب بھی تھے۔ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا نام تبدیل فرما کر عبداللہ رکھ دیا۔ اسی طرح بنو البکاء کے وفد میں عبد عمرو نام کے شخص کا نام بھی

تبدیل فرما کر عبدالرحمٰن رکھدیا تھا۔ اہل سیر کے مطابق یہ وفد 9 ہجری میں بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا۔

مسئلہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس عمل شریف سے نہایت ہی اہم مسئلہ معلوم ہوا کہ غیر خُدا کی طرف نسبت کرنا کسی صُورت میں بھی جائز نہیں اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبد عوف وعبد عمرو۔ غیر اللہ کی طرف منسوب ناموں کو تبدیل فرما کر ان کی نسبت اللہ وحدہٗ لاشریک کی طرف کردی۔

آپ ہمیشہ جب کسی کا ایسا نام سُنتے جسکی نسبت غیر اللہ کی طرف ہوتی تو اس کا نام تبدیل فرما کر اچھا نام رکھ دیتے، ایسی بے شمار دیگر مثالیں موجود ہیں۔ آپ بار بار صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو تعلیم کے لئے ارشاد فرماتے تھے کہ اپنا اور اپنی اولاد کا ایسا نام رکھا کرو جس میں کسی نبی اللہ یا عظیم اسلامی شخصیت کی طرف نسبت نکلتی ہو کیونکہ ایسا کرنا صاحبِ نام کے لئے رحمت اور بخشش کا ذریعہ ہے۔

اہلِ وفد میں سے قبیصہ بن مخارق نے خدمتِ اقدس میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے اُوپر قرض کا ایک بوجھ ہے جسکی وجہ سے میں بہت پریشان ہوں اس قرض کو میں نے اپنے اوپر خود لازم قرار دیا تا کہ قوم کو خون خرابے سے بچا سکوں میں اپنے اس مقصد میں کامیاب تو ضرور ہو گیا مگر اب اس قرض کو ادا نہ کرنے کی وجہ سے بہت پریشان ہوں۔ واقعہ بیان کرتے ہوئے انہوں نے کہا میری قوم میں سے ہی ایک شخص نے دوسرے ہم قوم کا خون کر دیا اور اس طرح مقتول کی طرف سے قاتل پر دیت واجب ہوئی۔ مقتول کے ورثہ دیت لینے کے لئے خُون خرابہ تک کرنے کو تیار تھے اگر دیت ادا نہیں کی جاتی تو بہت نقصان ہوتا میں نے موقعہ کی نزاکت کو سامنے رکھتے ہوئے کسی سے قرض حاصل کیا اور یوں مقتول کی دیت اسکے ورثہ کو ادا کر دی اور اس طرح خود عاقلہ کا فرض تو ادا کر دیا مگر اب قرض خواہ رقم کی واپسی کا تقاضا کر رہا ہے جبکہ میں قرض واپس کرنے کی حیثیت میں نہیں ہوں۔ میں آپکی خدمتِ اقدس میں گزارش کرتا ہوں کہ رحمت کا سایہ مجھ پر کرتے ہوئے میرے ذِمے جو قرض ہے ادا فرما دیں۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبیصہ بن مخارق کی گفتگو سُن کر ارشاد فرمایا ''گھبراؤ نہیں یہاں میرے پاس ٹھہرو ابھی کوئی صدقہ یا عطیہ آتا ہے تو تمہارا قرض ادا کرنے کا بندوبست کر دیا جائے گا''۔ پھر رحمتِ عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''تین حالتوں کے سوا کسی سے سوال کرنا یا مانگنا حلال نہیں ہے۔ وہ تین حالتیں یہ ہیں۔

1: اگر کسی پر قرض کا بوجھ ہو تو کسی دوسرے سے سوال کر لینا جائز وحلال ہے مگر نیت یہ ہو کہ اس سے مال لے کر قرض ادا کروں گا۔ اور جب قرض کی رقم ادا ہو جائے تو اس کے بعد کسی سے سوال کرنا حلال نہیں یعنی یہ نہ ہو کہ مانگنے کو اپنی عادت ہی بنالے۔

2: دوسری صُورت یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی حادثے کا شکار ہو جائے اور یوں حادثے میں اس کا سارا مال تباہ و برباد ہو جائے ختم ہو جائے وہ کسی صُورت میں بھی اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کے قابل نہ رہے تو ایسی حالت

میں کسی سے سوال کر لینا جائز ہے تا کہ ملنے والے مال سے وہ دوبارہ اپنا جائز کاروبار شروع کر سکے اور یوں اپنے اور اہل وعیال کے لئے باعزّت رزق حاصل کر سکے۔ یاد رہے اپنے اچھے حال پر دوبارہ آجانے کے بعد اس شخص کے لئے قطعًا جائز نہیں کہ پھر بھی وہ کسی اور سے سوال کرے۔

3: تیسری صُورت یہ ہے کہ حالات کی وجہ سے کسی شخص پر فاقوں کی نوبت آجائے۔ اور پھر تین عقل منداور ہوشیار آدمی جو اس شخص کے اہلِ قوم وقبیلہ ہوں یہ گواہی دیں کہ واقعی فُلاں آدمی فاقہ زدہ ہے تو ایسے شخص کے لئے اپنی حاجت پوری کرنے کے لئے سوال کرنا جائز ہے تا کہ وہ حاصل شُدہ مال سے فاقہ کشی کی اذیت سے نجات حاصل کر سکے یہاں تین عقلمند اور ہوشیار لوگوں کی گواہی فقر وفاقہ کے ثبوت کے لئے ہے جس میں مبالغہ موجود ہے مطلب یہ ہے کہ سائل کا فقر وفاقہ دوسرے پر عیاں ہو جائے''۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزید ارشاد فرمایا ''اے قبیصہ ان تین حالتوں کے علاوہ سوال کرنا حرام اور اس طرح حاصل شدہ چیز کو استعمال کرنیوالا حرام کھاتا ہے۔''

(از: صحیح مسلم شریف)

گداگری جو کہ معاشرے کے لئے لعنت بن چکی ہے اسکی مذمت میں بہت سی احادیث آئی ہیں۔ علماءِ کرام رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جس کے پاس ایک دن کا بھی کھانا موجود ہو اس کے لئے حرام ہے کہ وہ کسی دوسرے سے سوال کرے اور دیگر کسی کے پاس ایک دن سے کم خوراک یا اس کے پاس کوئی ایسی چیز بھی نہ ہو جس سے وہ اپنی شرمگاہ ہی چھپا سکے تو اس کے لئے کسی دوسرے سے سوال کرنا جائز ہے تا کہ حاصل شدہ چیز سے وہ اپنی شرمگاہ کو چھپا سکے۔ ایسا فقیر جس کے پاس ایک دن کی خوراک موجود ہو یا وہ اتنی طاقت رکھتا ہو کہ محنت ومزدوری کر کے اپنا پیٹ پال سکے پھر بھی اگر وہ سوال کرے تو اس کا یہ فعل حرام ہے۔ بغیر حاجت کسی سے دست سوال دراز کرنا جملہ علماء کرام کے نزدیک بالاتفاق جائز نہیں ہے۔ ہاں البتہ علماء میں اس بات پر اختلاف ہے کہ آیا ایسا کرنیوالے کا یہ فعل حرام ہے یا کہ مکروہ۔ (واللہ اعلم)

(از: صحیح مُسلم شریف)

(مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 581)

(42) وفد قبیلہ بنی تمیم

دربارِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جتنے بھی وفود آئے بڑی عقیدت، عاجزی اوراحسن طریقے سے پیشِ خدمت ہوئے ان میں تکبر، غرور وغیرہ نام کی کوئی چیز نہ تھی۔ قبیلہ بنی تمیم کا وفد گو اسلام قبول کرنے کے لئے ہی حاضرِ خدمت ہوا تھا۔ لیکن اس وفد کی آمد کا طریقہ وہی اہل عرب کی پرانی روش کے مطابق متکبرانہ اور سروں میں فخر وغرور کا نشہ ابھی تک چھایا ہوا تھا گفتگو اور علمی مکالموں کے جواب میں یہ تکبّر، غرور اور سرکشی سب کچھ دور ہوگئی اور یہ لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد واپس روانہ ہوئے۔

وفد تمیم میں اہل قوم کے سب بڑے بڑے رؤسا و سرداران شامل تھے۔ اقرع بن حابس، زبرقان، عمرو بن الاہتم اور نعیم بن یزید وغیرہ۔ اس وفد میں ایک خاص بات یہ بھی تھی کہ عیینہ بن حصین فزاری جو مدینہ منورہ کی حدود تک مسلمانوں پر حملہ آور ہوا کرتا تھا اس وفد میں شامل تھا۔ جب یہ مدینہ منورہ میں داخل ہو کر مسجد نبوی کے سامنے پہنچا اس وقت فخرِ دو عالم تاجدار مدینہ سُرورِ سینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھر تشریف فرما تھے۔ اہل وفد آستانہ عالیہ کے دروازے پر پہنچ کر پکارے اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) باہر آؤ۔ ان لوگوں کی آواز سُن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آستانہ مقدسہ سے باہر تشریف لائے اہلِ وفد نے آپ علیہ السلام کو دیکھ کر کہا ہم لوگ یہاں اس لئے آئے ہیں کہ آپ کے ساتھ مفاخرہ (عظمت ومقام) کریں۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفد کے ہمراہ مسجدِ نبوی میں تشریف لائے اور اہل وفد نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ کر کہا کہ مفاخرہ کی اجازت عطا فرمائی جائے۔ آپ نے اجازت فرمائی تو عطارد بن حاجب جوان لوگوں اور اس علاقے کا شعلہ بیان خطیب تھا اس نے نوشیرواں کے دربار سے حُسنِ تقریر کے میدان میں کمخواب (زربفت) کی خلعت حاصل کی تھی اٹھا اور اپنی قوم کے مفاخرہ (عظمت ومقام) پر ایک زوردار تقریر کی جس کا اُردو ترجمہ خلاصے کی صُورت میں پیش کیا جاتا ہے۔

عطارد بن حاجب نے فنِ خطابت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا:

> ''خُدا کا شکر ہے جس کے الطاف کی بدولت ہم صاحب تاج وتخت خزانہ ہائے گراں قدر کے مالک ومختار اور مشرق میں تمام اقوام سے زیادہ معزز ترین ہیں۔ ہماری برابری کرنیوالا آج کوئی نہیں ہے۔ جو ہماری برابری یا ہم پلہ وہم رتبہ ہونے کا دعوٰی کرتا ہو پہلے وہ یہ اوصاف ہمیں بتائے جن کے ہم مالک ہیں اور جو میں بھی بتا چکا ہوں۔''

عطارد بن حاجب بڑے فخریہ انداز سے اپنے اوصاف وخصائص بتا کر بیٹھ گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطارد کے سوالوں کا جواب دینے کا حکم فرمایا۔ حضرت ثابت بن قیس

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حسبِ حکم نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو جواب ارشاد فرمایا اس کا اُردو خلاصہ یہ تھا:

''اس مالکِ حقیقی کی سب تعریفیں جس نے زمین و آسمان بنائے۔ اُسی نے ہم کو بادشاہت عنایت فرمائی اپنے بندوں میں سے بہترین شخص کو منتخب کیا جو سب سے زیادہ شریف النفس و شریف النسب، سب سے زیادہ راستباز و راست گفتار، سب سے زیادہ شریف اور احسن اخلاق والا اور سارے جہانوں کا وہی انتخاب ہیں۔ پھر اللہ کریم نے اپنے اس محبوب بندہ پر اپنی آخری آسمانی کتاب قرآن کریم نازل فرمایا۔ انہوں نے لوگوں کو دینِ حنیف اسلام کی دعوت دی تو سب سے پہلے مہاجرین اور ان کے بعد ہم (انصار) نے اس دعوتِ حق کو لبیک کہتے ہوئے اسلام قبول کیا ہم لوگ وزرائے رسالت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور انصارِ الٰہی ہیں۔''

اس مدلّل تقریر کو سُن کر اہل وفد پہلی تقریر کا سحر ہی بھول گئے تقریر کے جواب میں تقریر سُن لینے کے بعد اشعار کی باری آئی اہلِ وفد کی طرف سے تمیم کے مشہور زمانہ شاعر اور خطیب زبرقان ابن بدر نے اُٹھ کر اپنا لکھا ہوا قصیدہ پڑھا جس میں صرف اپنی قوم کی ہی تعریف کی گئی تھی صاحبِ سیر بیان کرتے ہیں کہ زبرقان اس قدر شعلہ بیان تھا کہ اسکی تقریر سُن کر حاضرین حیرت زدہ رہ گئے۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''(بعض تقریروں میں جادو ہوتا ہے)'' جو شعر پڑھا اس کا ترجمہ یہ تھا۔

''ہم شرفا قوم ہیں کوئی قبیلہ ہمارا ہم مقابلہ وہمسر نہیں ہوسکتا ہم میں تخت نشین ہیں اور ہم کلیسا کے بانی ہیں''

زبرقان کے اشعار کا جواب دینے کے لئے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ارشاد فرمایا کہ ''اس کا جواب دو''۔ شاعرِ رسالت کھڑے ہوئے اور انہوں نے برجستہ فرمایا:

''شرفا نے قبیلہ فہر و برادرانِ فہر نے لوگوں کو وہ راستہ بتایا ہے جس کی وہ پیروی کرتے ہیں''

اہلِ وفد میں اقرع بن حابس بھی شامل تھا۔ یعنی یہ شخص ہر قسم کے مقدمات و جھگڑوں کا فیصلہ کرنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا۔ اس کے فیصلے کو حرفِ آخر خیال کیا جاتا اور لوگ اس کا فیصلہ سُن کر گردنیں خم کر دیتے تھے۔ یہ شخص اسلام قبول کرنے سے پہلے مجوسی تھا۔ اُس نے کھڑے ہو کر ایک دعویٰ کیا اور یوں بولا:

''میرا یہ دعویٰ ہے کہ میں جس شخص کی تعریف کردوں وہ ہر سو چمک جاتا ہے اور جس کی برائی کردوں اس کو ہمیشہ کے لئے داغ لگ جاتا ہے۔''

اس دعویٰ کے جواب میں خادمانِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ پُرمغز جواب ارشاد فرمایا جس کو سُن کر اہلِ وفد نے یہ اعتراف کرلیا کہ دربارِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خطیب، شاعر، علماء، ہم لوگوں سے ہر میدان میں افضل ترین ہیں۔ اس لئے آج کے بعد ہم اس دین حنیف کی حقانیت کا اقرار کرتے ہیں۔

اہلِ وفد کے سب اراکین نے فخرِ کونین شافع یوم النشور احمد مختار سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ

حق پرست پر بیعت کی اور یوں چندروز مدینہ منورہ میں ٹھہرنے کے بعد یہ وفد اسلام کی دولت سے مالا مال واپس اپنے وطن کو روانہ ہوا۔

(43) عدی بن حاتم

تاریخِ عالم کا ہر طالب علم اس بات سے بخوبی آگاہ ہے کہ سخاوت کے میدان میں حاتم طائی کا نام ضرب المثل ہے اس شخص نے سخاوت کے میدان میں وہ کارہائے نمایاں سرانجام دیئے جن کی نظیر نہیں ملتی۔ تاریخِ اسلام میں جس قدر وفود سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے ان میں سے ایک وفد قبیلہ بنی طے کا بھی تھا۔ حاتم طائی اسی قبیلے سے تعلق رکھتا تھا۔

عدی اس مشہور زمانہ سخی حاتم طائی کے فرزندِ ارجمند تھے۔ مذہبی اعتبار سے وہ عیسائی تھے۔ اور دیگر مغربی بادشاہوں کی طرح لوگوں کی آمدنی سے چوتھا حصّہ وصول کرتے تھے۔ مجاہدین اسلام نے جب یمن پر حملہ کیا تو یہ عدی بن حاتم طائی بھاگ کر شام چلے گئے البتہ ان کی بہن گرفتار ہو کر مدینہ منورہ میں آئیں۔ سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حاتم طائی کی بیٹی پر احسان فرماتے ہوئے اسکو آزاد کردیا وہ سیدھی ملکِ شام میں اپنے بھائی کے پاس چلی گئی اور عدی بن حاتم طائی سے کہا تمہارے لئے جس قدر جلد ممکن ہو سکے مدینہ منورہ چلے جاؤ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بادشاہ ہیں یا پیغمبر غرض جو کچھ بھی ہیں ان کی خدمت میں حاضر ہونا تمہارے لئے بہت مفید ہے۔

عدی بن حاتم (عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حاتم عبداللہ بن سعد بن مشرج بن امراء القیس بن عدی بن ربیعہ بن جزول بن ثعل بن عمرو بن یغوث بن طے بن اود بن زید بن کہلان۔ قبیلہ طے التوفی 55ھ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے 29 احادیث مروی ہیں) بہن کی گفتگو سُن لینے کے بعد شام سے سیدھے 10 ہجری میں مدینہ منورہ پہنچے عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں اس وقت فخرِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجدِ نبوی میں تشریف فرما تھے۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور علیہ السلام نے (عدی بن حاتم) کو دیکھ کر فرمایا کہ ''تم کون ہو'' میں نے عرض کیا میں حاتم طائی کا بیٹا ہوں۔ عدی۔ آپ یہ سُن کر بہت خوش ہوئے اور مجھے ہمراہ لے کر اپنے آستانہ عالیہ کی طرف چل پڑے۔ راستے میں ایک بڑھیا ملی جس نے حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنی حاجت عرض کی۔ آپ علیہ السلام اس بوڑھی عورت کی حاجت سُننے کے لئے راستے میں ہی کھڑے ہوگئے۔ بوڑھی عورت جب اپنی حاجت بیان کر چکی تو سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسکی حاجت پُوری کی اور پھر آستانہ عالیہ کی طرف چل پڑے۔ عدی بن حاتم کہتے ہیں جس وقت آپ علیہ السلام اس بوڑھی عورت کی حاجت وہیں راستے میں کھڑے رہ کر سُن رہے تھے تو میں نے دِل میں کہا اے عدی تو نے بڑے بڑے بادشاہوں کو دیکھا ہے اُن کے ساتھ وقت گزارا ہے وہ لوگ اس طرح راستے میں کھڑی کسی عورت سے گفتگو کرنا تو ایک طرف دیکھنا بھی پسند نہیں کرتے لیکن جس بلند اخلاق کا مظاہرہ حضور اکرم صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے ہیں یہ بادشاہ کا طریقہ نہیں ہوتا ایسا اخلاق تو صرف نبی کا ہی ہوسکتا ہے۔ پھر آستانہ عالیہ میں داخل ہوئے تو میرے لئے ایک بچھونا اٹھا کر بچھا دیا۔ جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ پھر کافی اصرار کے بعد مجھے اس بچھونے پر بیٹھنے کا حکم دیا اور خود میرے سامنے زمین پر تشریف فرما ہوئے۔ میں نے دِل میں سوچا کہ یہ سیرت و کردار اور اخلاق حسنہ بادشاہوں کی ہرگز نہیں ہوتی یہ یقیناً پیغمبر برحق ہی ہیں۔

گفتگو کے دوران حضورِ اکرم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اے عدی تم اسلام قبول کرنے سے اس لئے ہچکچاتے ہو کیونکہ تمہارے خیال میں مسلمانوں میں مال کی کثرت نہیں یہ غریب لوگ ہیں دوسرا طاقت اور افرادی قوت کے اعتبار سے بھی یہ کمزور ہیں۔ مسلمانوں کے حامی و مددگار تعداد میں کم ہیں۔ خدا کی قسم بہت تھوڑے وقت میں ہی مسلمانوں کے پاس اسقدر مال آجائے گا پھر اہلِ حق مزید مال اکٹھا کرنا اپنی شان کے خلاف خیال کریں گے۔ تم اپنی عمر میں ہی دیکھ لو گے کہ مسلمان تعداد میں اسقدر زیادہ ہو جائیں گے اور دوسری طرف غیر مسلموں کی تعداد اس قدر قلیل رہ جائے گی کہ اگر کوئی عورت اکیلی قادسیہ سے اونٹ پر سوار ہو کر مکہ مکرمہ میں کعبہ شریف کا حج کرنے کے لئے آئے تو اس کو راستے میں کسی قسم کا خوف و خطرہ نہیں ہوگا۔ ہاں البتہ اسکے دِل میں اللہ تعالیٰ کا خوف ضرور ہوگا۔ تم بہت جلد یہ دیکھ لو گے کہ بابل کے سفید محلّات جو ان لوگوں کے نزدیک عظیم ترین ہیں مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہونگے۔''

عدی بن حاتم سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گفتگو ختم ہو جانے کے بعد دستِ حق پرست پر بیعت کرنے کے بعد دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بہت مہربان تھے۔ عدی کیونکہ شکار کھیلنے کے بہت شوقین تھے اس لئے جب وہ شکار کے لئے روانہ ہوئے تو حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وادی عقیق تک ان کے ہمراہ آئے۔ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شکار کے سلسلے میں بہت سی احادیث ملتی ہیں۔

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام لانے کے بعد اس پر سختی سے کاربند رہے کہ ردّہ کے زمانہ میں بھی ان پر کچھ اثر نہ ہوا اور وہ متواتر دینِ حق کی اشاعت میں مصروف رہے۔ اپنے والد حاتم طائی کی سخاوت کا ان پر اس قدر اثر تھا کہ سخاوت کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔ ایک دفعہ کسی شخص نے ان سے سو دینار طلب کئے سائل کا سوال سُن کر ناراض ہو گئے اور فرمایا تم نے حاتم طائی کے بیٹے سے اس قدر حقیر رقم طلب کی ہے خدا کی قسم اتنی تھوڑی رقم سخاوت میں کبھی نہیں دوں گا۔ اور پھر واقعی سائل کو وہ تھوڑی سی رقم نہ دی۔ (واللہ اعلم)

(از: مدارج النبوت شریف جلد 2 صفحہ 598)

(44) کعب بن زہیر بن ابی سلمٰی کی حاضری

کعب بن زہیر بن ابی سلمٰی کا تعلق عرب کے ایک شاعر خاندان سے تھا۔ یہ بذاتِ خود عرب کے عظیم ترین شاعروں میں سے مانا جاتا تھا۔ اسلام قبول کرنے سے پہلے عرصہ دراز تک سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجو کرنے کو اپنا طرہ امتیاز سمجھتا تھا۔

امام حاکم کہتے ہیں کہ فتح مکہ کے وقت جن لوگوں کے بارے میں یہ حکم دیا گیا تھا کہ اگر وہ بیت اللہ شریف کا پردہ پکڑے ہوئے بھی پائے جائیں تو ان کو قتل کر دیا جائے۔ کعب بن زہیر بھی ان لوگوں میں سے ایک تھا۔ فتح مکہ کے موقع پر یہ شخص کسی نہ کسی طریقے سے جان بچا کر بھاگ جانے میں کامیاب ہو گیا۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب 8ھ میں غزوہ طائف سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ واپس تشریف لائے تو کعب بن زہیر کے بھائی نے اس کو خط لکھا کہ مکہ مکرمہ کے کئی ایسے افراد جو حضور رسول کریم خاتم النبیّین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجو لکھا کرتے تھے قتل کر دیئے گئے ہیں۔ اگر تم اپنی زندگی چاہتے ہو تو ہر حال میں مدینہ منورہ آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معافی مانگ لو کیونکہ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت مبارکہ ہے کہ معافی مانگنے والے کو قتل نہیں کرتے۔ اگر تم میری اس تجویز سے اتفاق نہیں کرتے یہ تجویز تمہیں منظور نہیں تو پھر تم جدھر بھی جان بچا کر بھاگ سکتے ہو بھاگ جاؤ کیونکہ تم سے پہلے بہت سے اور شاعر بھی بھاگ چکے ہیں۔

کعب بن زہیر اور اُسکے بھائی بجیر بن زہیر کے درمیان کچھ عرصہ خط و کتابت جاری رہی آخر کعب اس نتیجے پر پہنچا کہ اسکو مدینہ منورہ حاضر خدمت ہو کر معافی مانگ لینی چاہیئے۔ چنانچہ وہ مدینہ منورہ آ گیا اور جہنیہ کے ایک آدمی کے ہاں مہمان کی حیثیت سے ٹھہرا۔ میزبان کے ساتھ نمازِ فجر ادا کی۔ میزبان کے کہنے پر اٹھ کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب جا بیٹھا۔ اپنا ہاتھ آپ علیہ السلام کے دستِ حق پرست پر رکھ دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو پہنچانتے نہ تھے۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعب بن زہیر توبہ کرنے کے بعد مسلمان ہو گیا ہے وہ آپ سے معافی مانگنا چاہتا ہے اگر میں اس کو آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر کر دوں تو کیا آپ اُسے معاف کر دیں گے؟ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''میں اس کو معاف کر دوں گا''۔ یہ سُن کر کہنے لگا ''میں ہی زہیر ہوں''۔ کعب بن زہیر کی یہ بات سُن کر ایک انصاری صحابی اس پر جھپٹ پڑے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کو قتل کرنے کی اجازت طلب کی۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا ''اس کو چھوڑ دو یہ اپنے گزشتہ گناہوں سے تائب ہو گیا ہے۔ اور میں نے اس کو معاف فرما دیا ہے''

اس کے بعد کعب بن زہیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اپنا مشہور قصیدہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پڑھ کر سُنایا جس کے ابتدائی اشعار کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے:

(ترجمہ) سُعاء دور ہوگئی تو میرا دِل بے قرار ہے۔اس کے پیچھے وارفتہ اور بیڑیوں میں جکڑا ہوا ہے۔اس کا فدیہ نہیں دیا گیا۔'' پھر کعب بن زہیر نے اپنے قصیدے کے وہ اشعار پڑھ کر سُنائے جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت و مدح بیان کی تھی۔ان کا ترجمہ تحریر کیا جارہا ہے۔

(اردو ترجمہ)''مجھے بتایا گیا ہے کہ اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مجھے دھمکی دی ہے جبکہ اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے درگزر کی امید ہے۔آپ ٹھہریں اور چغل خوروں کی بات نہ سنیں وہ ذات آپ کی رہنمائی کرے جس نے آپ پر نصیحتوں اور تفصیل سے بھرپور قرآن کریم کا تحفہ نازل کیا ہے۔اگرچہ میرے بارے میں بہت سی باتیں کہی گئی ہیں۔لیکن میں نے جرم نہیں کیا ہے۔میں ایسی جگہ کھڑا وہ باتیں سُن اور دیکھ رہا ہوں کہ اگر وہاں ہاتھی بھی کھڑا یہ باتیں سُن رہا ہوتو وہ بھی تھرتھرا کر رہ جائے سوائے اس کے کہ اس پر اللہ اور اُسکے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نوازش ہو۔حالانکہ میں نے اپنا ہاتھ کسی نزاع کے بغیر اس ہستی محترم کے ہاتھ میں رکھ دیا ہے جسے انتقام پر پوری قدرت وطاقت ہے جسکی بات پُر مغز ہے۔جب میں اس ہستی سے بات کرتا ہوں حالانکہ مجھ سے کہا گیا ہے کہ تمہاری طرف فلاں فلاں باتیں منسوب ہیں اور تم سے اُن کے بارے میں باز پرس کی جائے گی۔ تو وہ میرے نزدیک اس شیر سے بھی زیادہ خوفناک ہوتے جس کا کچھار کسی ہلاکت خیز وادی کے درمیان میں واقع کسی ایسی سخت زمین پر ہو جس سے پہلے بھی ہلاکت ہی ہو۔یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک نور ہیں جن سے روشنی حاصل کی جاتی ہے۔اللہ کی تلواروں میں سے ایک سونتی ہوئی ہندی تلوار ہیں۔''

اس کے بعد کعب بن زہیر نے مہاجرین قریش کی بہت تعریف کی۔اسکی وجہ یہ تھی کہ مہاجرین قریش نے کعب بن زہیر کی آمد پر خیر کے سوا کوئی دوسری بات یا حرکت نہیں کی تھی۔کعب بن زہیر نے مہاجرین قریش کی مدح کے دوران انصار مدینہ پر طنز کیا کہ انصار کے آدمی نے کعب کی آمد پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کی گردن مار دینے کی اجازت مانگی تھی۔چنانچہ کعب بن زہیر نے جو شعر کہا اس کا اردو ترجمہ تحریر کیا جاتا ہے۔

اردو ترجمہ

''وہ قریش خُوبصورت مٹکتے اونٹ کی چال چلتے ہیں اور شمشیر زنی ان کی حفاظت کرتی ہے۔جبکہ ناٹے، کھوٹے، کالے کلوٹے لوگ راستہ چھوڑ کر بھاگتے ہیں۔''

مگر جب کعب بن زہیر کو معافی مل گئی اور وہ دستِ حق پرست پر بیعت کرنے کے بعد دائرۂ اسلام میں داخل ہوگیا اور ان کے اسلام میں عُمدگی، پختگی اور مکمل سُتھرا پن آگیا تو اس نے انصارِ مدینہ منورہ کی تعریف میں بھی ایک قصیدہ کہا۔ماضی میں انصار کی شان میں جو اس نے غلطی کی تھی۔اس طرح اس غلطی کی تلافی کی۔

کعب بن زہیر نے اپنے اس قصیدے میں انصار کی تعریف ان الفاظ میں کی۔یہاں ان الفاظ کا اُردو ترجمہ

تحریر کیا جاتا ہے: (اُردو ترجمہ قصیدہ درشانِ انصار)

''جسے کریمانہ ورحم کی زندگی بسر کرنا پسند ہو وہ ہمیشہ نیک وصالح انصار کے کسی دستے میں شامل رہے۔ انہوں نے یہ خوبیاں اپنے باپ دادا سے ورثہ میں پائی ہیں۔ اصل میں وہی لوگ اچھے ہیں جو اچھوں کی اولاد ہوں۔''

(45) عمرو بن معدی کرب کی آمد۔ 9ھ (10ھ)

ابن اسحاق نے بیان کیا کہ عمرو بن معدیکرب نے اس وقت جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم ان کے پاس پہنچا تو قیس بن مکشوح مرادی سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے کہا مگر وہ نہ مانا۔ چنانچہ عمرو بن معدیکرب حاضر خدمت ہوا اور مشرف بہ اسلام ہو گیا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں بہت سی فتوحات میں شامل ہوا وہ مشہور بہادروں اور بہترین شاعروں میں سے تھا۔ اور فتح نہاوند کے بعد 21ھ میں اس کی وفات ہوئی۔

(46) اہل جرش کے وفود کی آمد

اہل ازد کے ایک وفد میں صرد بن عبداللہ ازدی رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور مسلمان ہو گیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی قوم میں سے مسلمان ہونے پر اسے امیر بنا دیا اور اسے حکم دیا کہ ''وہ مسلمانوں کے ساتھ قبائل یمن کے اُن مشرکوں کے ساتھ جہاد کرے جو اس کے قریب رہتے ہیں''۔ پس اس نے جا کر جرش کا محاصرہ کر لیا وہ قلعہ بند ہو کر محفوظ ہو گئے۔ پھر وہ انہیں چھوڑ کر جبل شکر کے قریب پہنچا تو اہل جرش نے اس پر حملہ کر دیا لیکن شکست کھائی۔ بعد میں اہل جرش کا وفد ان کے اپنے دو آدمیوں کی ترغیب پر جنہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ میں اُن کی قوم کی تباہی کی خبر دی تھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسلام قبول کر لیا۔

(47) شاہانِ حمیر کے ایلچی کی آمد

ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ شاہانِ حمیر کا خط ان کے ایلچی رمضان المبارک 9ھ میں اپنے اسلام کے ساتھ آپ علیہ السلام کے غزوہ تبوک سے واپس تشریف لانے پر آپ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہ حارث بن عبد کلال۔ نعیم بن عبد کلال اور نعمان تھے اور بعض کا قول ہے کہ ذی رعین۔ معافر اور ہمدان تھے اور زرعہ ذی یزن نے مالک بن مرہ الرھاوی کو آپ کی طرف ان کے اسلام لانے اور شرک اور مشرکین سے الگ ہو جانے کا پیغام بھیجا اور مکتوب ارسال فرمایا۔ (جس کا ذکر مکتوبات اقدس میں کرنے کی سعادت حاصل کر چکے ہیں)

(48) یمن کے بادشاہ وائل بن حجر بن ربیعہ بن وائل بن یعمر الحضرمی ابن ہنید کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں آمد

ابوعمر بن عبدالبر جوحضر موت کا ایک سردار تھا اوراس کا باپ ان کے ملوک میں سے تھا۔ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی آمد سے قبل اپنے اصحاب کو بشارت دی تھی اور فرمایا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بادشاہوں کے بیٹوں کی اولاد میں سے ایک آدمی آئے گا پس جب وہ آیا تو آپ علیہ السلام نے اسے خوش آمدید کہا اوراس کی نشست کو اپنے قریب کیا اس کے لئے اپنی چادر بچھائی اور فرمایا:

''اے اللہ! وائل، اس کی اولاد اور اولاد در اولاد کو برکت دے''

اور آپ علیہ السلام نے اسے حضر موت کے سرداروں پر افسر مقرر کیا اور اسے تین فرمان لکھ کر دئے ان میں سے ایک فرمان مبارک مہاجر بن ابی امیہ کی طرف تھا اور ایک مکتوب سرداروں اور بادشاہوں کی طرف تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے جاگیر دی اور اس کے ساتھ حضرت معاویہ بن ابوسفیان کو بھیجا۔

(49) بنی ثعلبہ کا وفد

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب 8ھ میں الجعرانہ سے تشریف لائے تو بنی ثعلبہ کے چار آدمیوں پر مشتمل وفد نے آپ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا اور کہا کہ ہم اپنی قوم کے ان لوگوں کے جو ہمارے پیچھے ہیں ایلچی ہیں اور وہ اسلام کو تسلیم کرتے ہیں۔

(50) وفد بنی کلاب

تیرہ آدمیوں پر مشتمل وفد بنی کلاب میں سے 9ھ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے جن میں مشہور شاعر لبید بن ربیعہ اور جبار بن سلمی شامل تھے اور اسکے اور کعب بن مالک کے درمیان دوستی تھی پس اُس نے انہیں خوش آمدید کہا اور وہ اس کے ساتھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے انہوں نے آپ علیہ السلام کو اسلام کا سلام کہا اور عرض کی کہ ضحاک بن سفیان کلابی ان میں اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنّت کو لے کر گیا تھا۔ تو انہوں نے اس کی بات قبول کر لی اور اُس نے ان کے اغنیاء سے صدقات وصول کر کے فقراء ومساکین پر صرف کر دیئے ہیں۔

(51) بنی عقیل بن کعب کا وفد

بنی عقیل بن کعب کا وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس حاضر ہوا اور اسلام کی دولت سے مالا مال ہوا آپ علیہ السلام نے انہیں العقیق یعنی عقیق بن عقیل میں جاگیر عطا فرمائی اس زمین میں کھجوروں کے درخت اور چشمے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے متعلق تحریری فرمان جاری فرمایا:۔

ترجمہ:۔ ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم''

''محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہے ربیع، مطرف اور انس کو عطا کیا ہے اور جب تک وہ نماز پڑھیں۔ زکوٰۃ دیں اور سمع وطاعت اختیار کریں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان کو جاگیر عطا کی ہے اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان کو کسی مسلمان کا حق نہیں دیا۔''

(52) بنی قشیر بن کعب کا وفد

حجۃ الوداع اور حنین سے پہلے بنی قشیر بن کعب نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضری دی اور مشرف بہ اسلام ہونے کا اعلان کیا اس وفد میں قرۃ بن ہیرہ بن عامر بن سلمہ الخیر ابن قشیر بھی تھا جسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی چادر زیب تن کرائی۔

(53) اشجع کا وفد

ایک سو افراد کا یہ وفد غزوۂ خندق کے سال حاضر ہوئے وہ سلع کی گھاٹی میں اترے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے اور ان کے لئے کھجوروں کے بوجھوں کا حکم دیا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ لوگ بنی قریظہ سے آپ علیہ السلام کی فراغت کے بعد آئے تھے اور یہ سات سو آدمی تھے پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے مصالحت کی اور وہ واپس چلے گئے پھر اس کے بعد مسلمان ہو گئے۔ ان کے وفد کا سردار مسعود بن رخیلہ تھا۔

(54) باہلہ کا وفد

قبیلہ باہلہ کا سردار مطرف بن الکاہن رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسلام لایا اس نے اپنی قوم کے لئے امان حاصل کی اور آپ علیہ السلام نے اس کے لئے ایک تحریر لکھی جس میں اسلام کے فرائض واحکام کا ذکر تھا اور جسے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تحریر کیا تھا۔

(55) بنی سلیم کا وفد

بنی سلیم کا سردار قیس بن نشبہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور مشرف بہ اسلام ہوا۔ واپس اپنی قوم میں جا کر اسلام کی تبلیغ کی جب فتح کا سال آیا تو بنو سلیم نکلے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قدید میں ملے اور وہ سات سو اور بعض روایات کے مطابق ایک ہزار تھے اِن میں عباس بن مرداس اور ان کے سرداروں کی ایک جماعت بھی تھی اور کہنے لگے ہمیں ہراول میں رکھیے اور ہمارا جھنڈا سرخ بنایئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں یہی کچھ بنا دیا اور وہ فتح مکّہ۔ طائف اور حنین میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شامل ہوئے۔ راشد بن عبدربہ سلمی ایک بت کی پوجا کیا کرتا تھا اس نے ایک روز دیکھا کہ دو بلیاں اس پر پیشاب کر رہی ہیں تو اس نے کہا۔ ''کیا وہ رب ہے جس کے سر پر دو لومڑ (بلیاں) پیشاب کر رہے ہیں اور جس کے سر پر لومڑ پیشاب کرے وہ کمزور ہوتا ہے۔'' پھر اس نے اس پر حملہ کر کے اس کو توڑ دیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے پاس آ کر مسلمان ہو گیا۔ اسے رہاط نامی جگہ پر زمین اور چشمہ عطا فرمایا۔ جسے چشمہ رسول کہا جاتا تھا اور فرمایا ''یہ بنی سلیم کا بہترین آدمی ہے'' اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے اپنی قوم کا سردار بنا دیا۔ وہ فتح مکہ اور اس کے بعد کے معرکوں میں شامل ہوا۔

(56) بنی بکر بن وائل کا وفد

اس وفد میں بشیر بن الخصاصیہ، عبداللہ بن مرثد اور حسان بن خوط بھی تھے۔ جب وہ آئے تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حسن بن ساعدہ کے متعلق پوچھا آپ علیہ السلام نے فرمایا ''وہ مسلمان ہو چکا ہے''۔ پس اسلام کی دولت سے مالا مال ہو کر واپس لوٹا۔

(57) الصوف کا وفد

یہ وفد پندرہ سواروں پر مشتمل تھا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس وقت ملا جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر خطبہ دے رہے تھے۔

(58) خشین کا وفد

ابوثعلبہ الخشنی اس وقت آیا جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیبر جانے کی تیاری کر رہے تھے پس وہ خیبر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شامل ہوا پھر اس کے بعد ان میں سے پندرہ آدمی آئے اور مسلمان ہو گئے۔

(59) وفد عبس

بنی عبس کے نو (9) شخص بطور وفد رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اسلام لائے۔ ان میں میسرہ بن مسروق، حارث (یہی حارث کامل بھی کہلائے تھے) ابن الربیع، قنان بن دارم، بشیر بن الحارث بن عبادہ، ہدم بن مسورہ، سباع بن زید، ابوالحصن بن لقمان، عبداللہ بن مالک، فروہ بن الحصین بن فضالہ شامل تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لئے دعائے خیر فرمائی اور طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جھنڈا دے کر ان کے ساتھ روانہ کیا۔

(60) وفد جعدہ

بنی عقیل کے ایک شخص سے روایت ہے کہ الرقاد بن عمرو بن ربیعہ بن جعدہ ابن کعب بطور وفد رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقام ''فلج'' میں انہیں ایک جائیداد عطا فرمائی اور فرمان مبارک تحریر فرما دیا جو اُن لوگوں کے پاس ہے۔

(61) وفد تغلب

بنی تغلب کے سولہ مسلمانوں کا اور نصاریٰ کا جو سونے کی صلیبیں پہنے ہوئے تھے ایک وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا یہ لوگ رملہ بنت الحارث کے مکان میں اترے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصاریٰ سے اس شرط پر صلح کر لی کہ آپ (علیہ السلام) اُنہیں نصرانیت پر رہنے دیں گے اور وہ لوگ اپنی اولاد کو نصرانیت میں نہ رنگیں گے۔ ان میں سے مسلمانوں کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انعامات سے نوازا۔

(62) وفد حضرموت

حضرموت کا وفد کندہ کے وفد کے ہمراہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور اسلام لایا۔ اِن لوگوں میں بنی ولیعہ شاہان حضرموت حمدۃ ومخوس ومشرح والصفہ تھے آپ علیہ السلام نے ان کے لئے دعا فرمائی۔

(63) وفد ثمالہ والحدان

عبداللہ بن عنس الشمالی ومسلیمۃ بن ہزان الحدانی اپنی اپنی قوم کے گروہ کے ساتھ فتح مکہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور اسلام لائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنی

قوم کی جانب سے بیعت کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جوز کوۃ ان کے اموال پر مقرر فرمائی اس کے متعلق ایک حکم نامہ ان لوگوں کو تحریر فرما کر دیا جس کو ثابت بن قیس بن شماس نے لکھا اس پر سعد بن عبادہ و محمد بن مسلمہ کی گواہی ہوئی۔

(64) وفد مراد

فردہ بن مسیک المرادی شاہان کندہ کو چھوڑ کر اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطیع بن کر بطور وفد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں ٹھہرے۔ وہ قرآن اور فرائض و احکام شرع اسلام سیکھا کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں بارہ اوقیہ چاندی عطا فرما کر ایک اچھی نسل کا اونٹ سواری کے لئے اور عمان کا بنا ہوا ایک جوڑا پہننے کے لئے عنایت فرمایا۔

انہیں قبیلہ مراد، مذحج اور زبید پر عامل بنایا ان کے ہمراہ خالد بن سعید ابن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صدقات پر مامور فرما کر بھیجا ایک فرمان تحریر فرما دیا جس میں فرائض تحریر فرمائے۔ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے وصال شریف تک وہیں مقیم رہے۔

(65) وفد زبید

عمرو بن معدی کرب الزبیدی قبیلہ زبید کے دس آدمیوں کے ساتھ مدینہ آئے اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ٹھہرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش ہو کر اسلام لائے۔ جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلّم کے وصال شریف کے بعد مرتد ہو گئے اس کے بعد پھر اسلام کی طرف رجوع کیا جنگ قادسیہ وغیرہ میں خوب شجاعت دکھائی۔

(66) وفد سعد العشیرہ

بنی سعد العشیرہ کے ایک شخص ذباب نے سعد العشیرہ کے بت جس کا نام ''فراض'' تھا ریزہ ریزہ کر دیا اس کے بعد وہ بطور وفد رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہو گئے اور یہ شعر کہے:۔

تبعت رسول اذجاء بالھدیٰ وخلقت فراضا بدارھوان

شدوت علیہ شدۃ فترکتہ کان لم یکن والدھر ذوجن

فاصبحت الاسلام ماعشت ناصحوا والقیت فیھا کلکلی و جوانی

ترجمہ:۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کر لی جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہدایت لائے اور فراض کو میں نے ذلت کے مقام میں چھوڑ دیا۔

میں نے ان پر حملہ کیا اور اسے اس حالت میں چھوڑا کہ گویا وہ تھا ہی نہیں زمانہ تو انقلاب والا ہے ہی۔
میں جب تک زندہ رہوں گا اسلام کا مددگار رہوں گا اور اسی میں اپنا تمام زور لگاؤں گا۔

(67) سرزمین ہندوستان کے وفود اور خوش نصیب صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین

اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآنِ کریم آنحضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مستقل ہر زمانہ میں جاری وساری نورانی معجزہ ہے اور قیامت تک بنی نوع انسان اس کی نورانی کرنوں سے حق اور ہدایت اسلام کی روشنی سے فیضیاب ہوتا رہے گا۔ انشاءاللہ۔

معجزاتِ نبوی میں سے معجزہ شق القمر خصوصی اہمیت کا حامل ہے۔ جسے قرآن کریم کی سورۃ القمر میں بیان فرمایا گیا ہے۔ نیز اکابر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین جن میں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ حضرت عبداللہ بن عباس۔ حضرت عبداللہ بن مسعود۔ حضرت حذیفہ۔ حضرت ابن عمر اور حضرت انس بن مالک وحضرت جبیر بن مطعم جیسے مقتدر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور ان سے مروی احادیث میں تمام ائمہ اور محدثین نے مفصل بیان کیا ہے۔ جس معجزہ مبارکہ نے آپ علیہ السلام کی نورانی کرنیں دنیا کے گوشے گوشے خصوصاً ہندوستان اور چین تک فوری طور پہنچا دیں اور جس سے ہندوستان کے خوش بخت وخوش نصیب انسان فیضیاب ہوئے۔

معجزہ شق القمر کا تفصیلی واقعہ تو انشاءاللہ سیرتِ سرورِ کونین کے باب معجزاتِ نبوی میں تحریر کرنے کی سعادت حاصل کروں گا۔ اس وقت صرف اتنا تحریر کر دینا ہی کافی ہے کہ جب کفارانِ مکہ مکرمہ کے اس معجزہ کو طلب کرنے پر آپ نے انگلی کے اشارہ سے چاند کو دو ٹکڑے فرما دیا تو چاند کا ایک ٹکڑہ پہاڑ کے ایک طرف تھا اور دوسرا دوسری طرف۔ یہ معجزۂ شق القمر نہ صرف سرزمین عرب میں ہی دیکھا گیا بلکہ دنیا کے تمام خطوں خصوصاً ہندوستان اور چین میں چاند کو دو ٹکڑوں میں دیکھا گیا۔ کفارانِ مکہ نے جب اعتراض کیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا یہ امر جادو ہے معجزہ نہیں تو فیصلہ کیا گیا کہ بیرون مکہ مکرمہ سے آنے والے تجارتی قافلوں سے اس کی تصدیق کی جائے کہ انہوں نے بھی اس وقت شق القمر ملاحظہ کیا ہے؟ تو تمام آنے والے قافلوں اور سیاحوں نے اس بات کی تصدیق کی کہ انہوں نے چاند کو دو ٹکڑے دیکھا ہے۔ چنانچہ یہ اہم واقعہ (معجزہ) نہ صرف ملکی بلکہ غیر ملکی کتب اور کتبات میں بھی تحریر کیا گیا۔ جن میں مدارج النبوۃ، مذاہب عالم اور اللسان العربیہ اور چینی زبان میں چین میں واقع کتبہ بھی شامل ہے۔

یہ معجزہ مبارکہ ہجرت سے پانچ سال قبل پیش آیا۔ حیات القلوب از آغا محمد باقر مجلسی (مرتبہ 1087ھ = 1676ء) کے حوالہ سے منتخب التواریخ (مولفہ عبدالقادر بدایونی 1590ء) کے انگریزی مترجم جارج رینکینگ

نے اپنے ترجمہ میں اضافی بیان تحریر کیا ہے جس میں حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے اس معجزہ مبارکہ کی تاریخ 14 ذی الحج تحریر کی ہے۔

اللسان العرب میں تحریر کیا گیا ہے کہ اُس کے مؤلف نے چین میں ایک قدیم عمارت دیکھی ہے۔ اُس پر ایک پرانا کتبہ کندہ ہے جس میں تحریر کیا گیا ہے کہ یہ کتبہ اُس سال تحریر کیا گیا جس سال آسمان پر چاند کو دو ٹکڑے ہوتے دیکھا گیا۔ جب کتاب کے مؤلف نے چینی محررہ تاریخوں کے حوالہ سے زمانے کا تعین کیا تو صحیح طور پر وہی سال تھا جس سال شق القمر کا واقعہ پیش آیا۔

بیت اللہ شریف میں واقع صفا پہاڑی کی طرف محلہ جیاد میں ایک پہاڑی کی چوٹی پر مسجد ہلال تھی جہاں یہ معجزہ پیش آیا۔ راقم کو اس مسجد ہلال میں نوافل ادا کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ مگر اب وہاں تقریباً 1990ء میں شاہی محل کی تعمیر کی وجہ سے مسجد ہلال کا نشان باقی نہیں ہے۔ محلہ جیاد بھی انہیں تعمیراتی سلسلوں میں ملیا میٹ کر دیا گیا ہے۔

"مذاہب عالم" میں تحریر کیا گیا ہے کہ مالابار (جنوبی ہند) کے پلاوار اجپوت سلسلہ شاہی کے حکمران راجہ زمورن چکرورتی سماری نے 617 عیسوی میں اپنی آنکھوں سے چاند کو دو ٹکڑے (شق القمر) دیکھا۔ حقائق معلوم کئے تو نبی آخر الزماں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کا معلوم ہوا۔ اُس کے اندر اسلام کی روشنی کی چمک پیدا ہوئی۔ جس پر اُس نے اپنی بادشاہت اپنے جانشین کے سپرد کی خود بحری جہاز کے ذریعے مکہ مکرمہ روانہ ہو گیا اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر کے صحابیت کے درجے پر فائز ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے اسلامی نام عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سرفراز فرمایا۔ آپ علیہ السلام کی اجازت سے واپسی کا سفر شروع کیا۔ واپسی کے سفر کے دوران راجہ عبد الرحمٰن کا یمن کی بندرگاہ ضفار (موجودہ اومان کی بندر گاہ ضفار Dhafar) کے مقام پر انتقال ہو گیا تو اسے وہیں دفن کر دیا گیا۔ جس کا مزار اب بھی وہاں پہ موجود ہے۔ اور عوام عقیدت واحترام سے حاضری دیتے ہیں۔ مالابار، کوچین (جنوبی ہند) کے سابق حکمران 1947ء میں تقسیم ہند تک راجہ عبدالرحمٰن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے نائب السلطنت (Viceroy) کے طور پر حلف اٹھاتے رہے ہیں اور یہ اقرار ان کے حلف کا لازمی حصہ ہوتا تھا کہ راجہ (عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ) چکرورتی کے نائب کے طور پر اقتدار سنبھال رہے ہیں اور اُن کے عرب سے واپس آتے ہی حکمرانی ان کے سپرد کر دی جائے گی۔ اُن کے نائب السلطنت راجاؤں کی پوشاک خالصتاً اسلامی ہوتی تھی جبکہ تقریب حلف برداری موپلا سر انجام دیتا تھا۔ وہ لوگ نہ تو ہندومت کے قائل تھے اور نہ ہی مکمل طور پر اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا تھے۔ بلکہ مخلوط عقائد کی پیروی کرتے تھے۔

(از: مذاہب عالم صفحہ 611۔ نقوش کا رسول ؐ نمبر جلد دوم صفحہ 217 تا 266)

(منتخب التواریخ مؤلف عبدالقادر بدایونی 1590ء انگریزی ترجمہ جارج رینکنگ جلد اوّل صفحہ 110)

امپیریل گزیٹیئر آف انڈیا میں غالباً ایک دوسرا واقعہ تحریر کیا گیا ہے کہ ''مالا بار کا خطہ جنوبی ہند (مدراس۔کیرالہ۔تامل ناڈو۔کرناٹک۔آندھراپردیش) کے علاقے کا خوبصورت ترین اورانتہائی زرخیز علاقہ ہے جس کا قدیم نام کیرالہ تھا جس میں کہ کوچین اورٹراونکور کی خودمختار ریاستوں کے علاوہ جنوبی ہند کے علاقے شامل ہیں۔ ''بار'' کا لفظ عربی ماخذ سے اخذ کیا گیا ہے۔جس کے معنی ملک(Country) کے ہیں۔قدیم زمانے سے ہی بحیرہ عرب۔بحرروم اور مالا بار کے درمیان تجارتی تعلقات قائم تھے۔عرب۔شام۔مصر۔روم۔اطالوی اور فارس کے ممالک کے تاجروں کے مالا بار (جنوبی ہند۔مدراس وغیرہ) سے براہ راست بحری تجارتی تعلقات قائم تھے۔مالا بار کا بادشاہ چرمن پیرومل اپنی زیرحکمرانی مملکت کو اپنے جانشینوں میں تقسیم کرکے مذہب اسلام قبول کرنے کے لئے مکہ مکرمہ روانہ ہوگیا۔اسکی مالا بار سے روانگی کی تاریخ کا تعین 25 اگست 825ء کیا گیا ہے۔وہ 212 ھجری یعنی 827 عیسوی کو مکہ مکرمہ پہنچ کر مشرف بہ اسلام ہوا۔مکہ مکرمہ سے واپسی کے سفر کے دوران اُس کا بحیرہ عرب کے ساحل پہ واقع بندر گاہ ''سھائی'' کے مقام پر انتقال ہوگیا اور وہیں ان کا مزار موجود ہے۔اُس (مرحوم) کے مزار پر تاریخ وفات 216 ھجری یعنی 831 عیسوی کندہ کی گئی ہے۔

(از:امپیریل گزیٹیئر آف انڈیا اشاعت 1908ء جلد 17)

سیدنا حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی (بغدادی) رحمۃ اللہ علیہ کے ''صحیفۂ غوثیہ'' کے اردو مترجم جناب قلندرعلی سہروردی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 1958ء) نے ''صحیفہ غوثیہ'' کے اردو ترجمہ اور شرح الموسومہ ''قصیدہ غوثیہ'' میں تحریر فرمایا ہے کہ:۔

''پنجاب میں بٹھنڈہ کے رہنے والے ایک بزرگ حاجی رتن بابا رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ بزرگ ہیں جن کو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں بہ نفس نفیس باریابی کا موقعہ ملا ہے۔چنانچہ وہ دربار رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اپنی حاضری کا تذکرہ یوں بیان فرماتے ہیں کہ ''بندہ زمانہ ابتدائے اظہار نبوت میں حاضر حضور (علیہ السلام) ہوا اور دیدار سے شرف بخشا گیا۔جب میں آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے حضور میں جا کر بیٹھا تو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے دو دو کھجوریں جوڑ کر گٹھلی نکال کر تین بار (کل چھ کھجوریں) میرے منہ میں ڈالیں اور ہر بار فرمایا ''بارک اللہ لک فی عمرک'' یعنی ''اللہ تعالیٰ تیری عمر میں برکت فرمائے''۔اس تین بار حضور علیہ السلام کے ایسا ارشاد فرمانے کا اثر یہ ہوا کہ حاجی صاحب بابا رتن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر چھ سو بتیس (632 سال) کی ہوئی۔ہندوستان یا پنجاب کے یہ ایک وہ بزرگ ہیں جن کو شانِ صحابیت حاصل ہے۔ اور آپ کا مزار بٹھنڈہ (شرقی پنجاب) میں مشہور ومعروف ہے۔سبحان اللہ ایسے نبی دوعالم سرور اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظلّ بھی ایسے ہی ہونے چاہئیں تھے''۔

(''صحیفہ غوثیہ'' اردو ترجمہ وشرح از قلندرعلی سہروردیؒ۔صفحہ 165-166)

امپیریل گزیٹیئر آف انڈیا (اشاعت 1908 عیسوی) میں بھی رتن بابا کے بہت بڑے مزار کا بھٹنڈہ میں تحریر کیا گیا ہے۔ اور یہ کہ مزار کا انتہائی گھنے درخت احاطہ کئے ہوئے ہیں۔

مکتوباتِ اقدس میں تحریر کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قاصد کے طور پر ہندوستان کے بادشاہوں (راجاؤں) کی طرف روانہ فرمایا کہ ''وہ دین اسلام کی پیروی کریں اور اللہ وحدہٗ لاشریک کی عبادت کریں''۔

(از: مکتوباتِ اقدس اشاعت 1989ء صفحہ 43)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی وھاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار شریف چین میں کینٹن (Canton-Guangzhou-China) کے مقام پر آج بھی موجود ہے اور عقیدت واحترام کا مظہر ہے۔

صحابیِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت تمیم انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار شریف مدراس (چنائے۔ بھارت) سے بارہ (12) میل جنوب میں واقع میلا پور کے مقام پر ہے جہاں عقیدت واحترام کے پھول آج بھی چڑھائے جاتے ہیں۔ ایک اور صحابی حضرت عکاش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار شریف محمود بندر میں آج بھی موجود ہے جہاں پہ عوام عقیدت سے حاضری دیتے ہیں۔

حیات القلوب از آغا محمد باقر مجلسی مذاہب عالم

گلاسری آف کاسٹ اینڈ ٹرائب میں مرقوم ہے کہ ''یمن کے حکمران اھوتاس (Ahutas) نے صحابی رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت وجیہ کلبی (Wajih Kalbi) کی ہمراہی میں کشمیر فتح کیا۔

(از: گلاسری آف کاسٹ اینڈ ٹرائب (اشاعت 1911ء جلد دوم۔ صفحہ 312)

غزوہ خیبر 7 ہجری

غزوہ خیبر کا پس منظر

تاریخ اسلام اور خصوصاً تاریخ عالم میں غزوہ خیبر بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ خیبر کے یہود جو ہمیشہ سے ہی اہلِ حق کے خلاف شب و روز سازشوں اور ذلیل حرکات کی وجہ سے بدنام زمانہ ہیں اس غزوہ میں بہت بُری طرح ذلیل ورسوا ہوئے۔ ان لوگوں نے مسلمانوں کو مجبور کر دیا کہ وہ طاقت کے استعمال سے اس قوم کی ناپاک حرکتوں سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے عملی نجات حاصل کریں۔ دوسرا حکمِ خداوندی بھی آ گیا کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم آپ کو فتح وکامرانی سے ہمکنار کریں گے اس لئے آپ نے خیبر پر حملہ کیا۔ تاریخ اسلام میں یہ پہلا غزوہ تھا جس میں مسلمانوں نے دفاعی جنگ کی بجائے خود دشمن پر حملہ کیا اور اس کو عبرتناک شکست سے دوچار کر دیا۔ غزوہ خیبر کی فتح کے بعد جہاں اسلام کے ازلی وابدی دشمن یہودیوں کی قوّت کا تقریباً خاتمہ ہو گیا۔ وہاں عرب میں آباد دیگر قبائل وقوتیں عملی طور پر

اسلام کی صداقت وحقانیت کو تسلیم کرنے کے بعد دائرہ اسلام میں داخل ہوگئیں اور یوں اللہ کریم نے اپنے حبیبِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت وشہرت اور سچائی کا عرب ہی نہیں دُنیا میں ہر سو بول بالا فرمایا:

محلِ وقوع

مقام خیبر ایک بہت بڑی بستی یا آبادی یعنی شہر کا نام ہے۔ خیبر غالباً عبرانی زبان کا لفظ ہے۔ جس کے معنی قلعہ کے ہیں۔ یہ مقام مدینہ منورہ کے شمال میں آٹھ منازل یعنی تقریباً ایک سو چوراسی (184) کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے اور سطح سمندر سے بلندی 2800 فٹ ہے۔ اس جگہ اہلِ یہود کے بہت سے قلعے اور بستیاں آباد تھیں۔ یہ نہایت ہی زرخیز علاقہ ہے کھیتی باڑی اور اجناس خورد ونوش اس جگہ کثرت سے پیدا ہوتی ہیں۔ اس علاقے کی آب و ہوا قدرے غیر صحت مند ہے۔ کچھ اہل سیر نے تحریر کیا ہے کہ قوم عمالیق میں ایک شخص کا نام خیبر تھا وہ شخص اس جگہ آ کر آباد ہو گیا تھا۔ یہ خیبر بن قانیہ بن مہلائل نامی شخص اس شخص کا بھائی تھا جس کا نام یثرب تھا اور اس کے نام پر شہر یثرب آباد ہوا۔ یہی شہر بعد میں مدینۃ الرسول کے یعنی مدینہ منورہ کے نام سے موسوم ہوا۔

(از: مواہب لدنیہ)

قاموس میں لکھا ہے کہ خیبر عبرانی زبان کا لفظ ہے۔ جس کے معنیٰ قلعہ کے ہیں۔ اہل سِیَر بیان کرتے ہیں کہ بہت سے گھروں کے مجموعہ کا نام شہر (مدینہ) ہے جو کہ عمارتوں اور اپنی بڑائی کے اعتبار سے ایک گاؤں سے بڑا ہوتا ہے۔ سب سے چھوٹے گاؤں کو ''قریہ'' کہتے ہیں۔ اسی طرح جو سب سے بڑا ہو اس کو ''مِصر'' کہا جاتا ہے۔ اسی طرح ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ قریہ اور مصر کے درمیان والا درجہ ''مدینہ'' کہلاتا ہے۔ بعض کے نزدیک قلعوں کے مجموعہ کو خیبر کہا جاتا ہے۔

خیبر سرزمین عرب پر یہودیوں کا سب سے بڑا مرکز تھا جہاں بہت سے مضبوط قلعے بنے ہوئے تھے۔ جن میں سے چند ایک کے آثار ابھی تک موجود ہیں۔ اہلِ حق نے جب یہودیوں کو بدعہدی اور شب وروز کی سازشوں، فریب وجھوٹ کے جرم میں مدینہ منورہ سے جلاوطن کیا تو یہ رؤسائے بنونضیر خیبر میں آ کر آباد ہوئے۔ یہاں آ کر ان لوگوں نے اپنی فطری گندی اور سازشی ذہنیت کے مطابق تمام عرب کو مسلمانوں کے خلاف اکٹھا کر لیا اور اس طرح غزوۂ احزاب یعنی غزوہ خندق ظہور میں آیا جو کہ یہودیوں کی اسلام دشمنی کا ثبوت ہے۔ یوں تو تمام یہودی ہی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمن تھے مگر چند ایک سرداران یہود تو اسلام دشمنی میں اس قدر غرق ہو چکے تھے کہ ان کو شب وروز اسلام کے خلاف نئی نئی سازشیں کرنے کے علاوہ گویا اور کوئی کام ہی نہیں تھا۔ ان سرداران میں حیی بن اخطب سرِفہرست تھا جو غزوۂ بنوقریظہ میں واصلِ جہنم ہوا۔ حیی بن اخطب کی موت کے بعد ابورافع سلام بن ابی الحقیق اس کا جانشین بنا۔ یہ شخص بہت بڑا تاجر اور علاقہ کا نہایت ہی بااثر آدمی تھا۔ خیبر کے پڑوس میں غطفان قبیلہ آباد تھا۔ یہ

طاقت، ثروت اور اثر ورسوخ کے اعتبار سے عرب کا سب سے بڑا قبیلہ تھا۔ یہ قبیلہ ہمیشہ سے قریش کا حلیف چلا آرہا تھا۔

6ھ میں ابورافع سلام نے خود قبیلہ غطفان اور اسکے اردگرد آباد دیگر قبائل کا دورہ کیا اور ان لوگوں کو اسلام کے خلاف لڑنے کے لئے آمادہ کیا اور اس طرح ایک ٹڈی دل لشکر مسلمانوں کے خلاف جمع کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ ان لوگوں نے مدینہ منورہ پر چڑھائی کی مکمل تیاریاں کرلی تھیں۔

(از: ابن سعد صفحہ 66)

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب ان لوگوں کی تیاریوں کے بارے میں معلوم ہوا تو آپ علیہ السلام نے حضرت عبداللہ بن عتیک خزرجی انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صورتحال سے مکمل آگاہی حاصل کرنے کے لئے خفیہ طور پر خیبر بھیجا۔ انہوں نے وہاں پہنچ کر رات کو خاموشی سے ابورافع سلام بن ابی الحقیق نضری کا خاتمہ کردیا جس کا مکمل بیان گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے۔

ابورافع سلام بن ابی الحقیق کی ذلیل موت کے بعد یہود نے اتفاق رائے سے اُسیر بن زارم کو اپنا سردار منتخب کرلیا۔ اس شخص نے تمام یہود اور اردگرد کے قبائل کو اکٹھا کیا اور تقریر کرتے ہوئے یوں کہنے لگا مجھ سے پہلے سب سردارانِ یہود نے مسلمانوں کے خلاف جو تدبیریں اختیار کی تھیں میں ان سے سخت اختلاف رکھتا ہوں۔ کیونکہ وہ سب کی سب غلط اور حالات سے ناواقفی کا عملی ثبوت تھیں۔ میری تجویز یہ ہے کہ ہم براہ راست مسلمانوں کے مرکز مدینہ منورہ پر حملہ کریں گے اس غرض سے وہ قبیلہ قبیلہ گھوما اور ایک بڑا لشکر تیار کرنے کے بعد مدینہ منورہ پر حملے کی تیاریاں کرنے لگے۔ اِدھر مدینہ منورہ میں حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہود خیبر کے اس اجتماع کی اطلاع ملی تو آپ علیہ السلام نے مزید تحقیق کے لئے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ چند سوار خیبر روانہ کئے ان لوگوں نے حسنِ تدبیر سے کام لیتے ہوئے خود اُسیر کی زبانی اس حملے کی بابت سُنا اور واپس آکر آپ کو اطلاع دی۔ اُسیر بن زارِم تو سریہ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بطرف خیبر (شوال 6ہجری) میں اپنے کچھ ساتھیوں کے ہمراہ قتل ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے یہود کو سبق دینے کے لئے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو خیبر پر حملے کے لئے تیاری کا حکم فرمایا:

(از: زرقانی)

غزوہ خیبر 7ھ (628ء) میں رونما ہوا۔ ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کے ساتویں سال محرم کے آخری ہفتہ میں خیبر پر حملہ آور ہوئے۔ اور دس بارہ روز تک خیبر میں مقیم رہے۔ یہاں تک کہ اللہ کریم نے آپ علیہ السلام کو فتح سے ہمکنار کیا۔

(از: ابنِ اسحٰق)

چند صاحبِ سیر بیان کرتے ہیں کہ یہ واقعہ 6ھ کا ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی خیال ہے جبکہ حافظ ابنِ حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ابنِ اسحٰق کا قول ہی درست ہے۔ پھر، دونوں اقوال کو اکٹھا کر کے فرماتے ہیں کہ جس نے آخر سَن کو اپنایا اسکے نزدیک ہجری سال کا شروع کیونکہ ربیع الاوّل کے مہینہ سے ہے اس طرح سال کے آخر میں محرم رہتا ہے۔

(از: ابن سعد وابن ابی شیبہ، مواہب لدنیہ)

مختصراً سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چودہ سو مجاہدینِ اسلام کا لشکر جس میں بارہ سو پیادہ اور دو سو گھوڑ سوار تھے ہمراہ لے کر خیبر کی طرف روانہ ہوئے۔

غزوہ خیبر کی وجوہات

غزوہ خیبر واقعہ ہونے کی ویسے تو کئی ایک وجوہات ہیں یہاں ان وجوہات کو رقم کیا جاتا ہے جو نہایت اہم ترین تھیں اور جن پر تقریباً تمام صاحبِ سِیَر اتفاق رکھتے ہیں۔

(1) خیبر کے یہودی شب وروز مسلمانوں کو ناکام کرنے اور ان کو صفحہ ہستی سے ہی مٹانے کے لئے سازشوں میں مصروف رہتے تھے۔ نیز فلسطین سے جلاوطن ہو کر یہودی قبیلے خیبر اور یثرب میں بھی آباد ہو گئے تھے۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہودِ مدینہ منورہ بنونضیر وغیرہ کو انہی جرائم کی پاداش میں جلاوطن کیا تھا۔ مگر یہ لوگ اپنی حرکات سے باز نہ آئے اور خیبر جا کر پھر وہی کمینی حرکات شروع کر دیں۔

(2) یہودِ خیبر نے ہی عرب کے تمام قبائل اور مشرکین مکّہ قریش وغیرہ کو ہمراہ لیکر مدینہ منورہ پر چڑھائی کی جس کے نتیجہ میں غزوہ احزاب (خندق) واقع ہوا۔ اس غزوہ میں اللہ تعالےٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فتح سے ہمکنار کیا جبکہ یہود، دیگر کفار ومشرکینِ مکّہ کا منہ کالا ہوا اور وہ لوگ ذلیل ورسوا ہو کر رات کی تاریکی میں بھاگ گئے۔

(3) خیبر کیونکہ یہودیوں کی سازشوں اور سیہ کاریوں کا گڑھ، فوجی مرکزِ جنگ وجدل کی آگ ہر سو بھڑکانے والی بھٹی کا کام کر رہا تھا۔ اور ہر وقت مُسلمانوں کو نیست ونابود کرنے کے لئے برسرِ پیکار رہتا تھا اس لئے مسلمانوں نے فیصلہ کیا کہ ان لوگوں کو ایسا سبق سکھانا چاہیئے کہ پھر ساری عمر اسلام کے خلاف قدم اٹھانا تو درکنار سوچ بھی نہ سکیں۔

(4) یہ یہودِ خیبر ہی تھے جنہوں نے بنوقریظہ کو خیانت پر آمادہ کیا تھا۔ یہ لوگ نہ صرف خود مسلمانوں کو ختم کرنے کی تیاریاں کر رہے تھے بلکہ ان لوگوں نے بنوغطفان اور بدوؤں کو بھی اس مقصد کے لئے اپنے ساتھ شامل کر لیا تھا۔

(5) خیبر کے یہودیوں نے اپنی مکروہ سازشوں کو یہاں تک پھیلا دیا کہ (نعوذ باللہ) سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہید کرنے کا منصوبہ تک بنایا۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان بار بار اس علاقے کی طرف پیش قدمی کرتے رہے اور آخر کار اس دفعہ یہودِ خیبر کو ہمیشہ کے لئے سبق سکھانے کے واسطے بھرپور حملے کی تیاری کی۔

(6) سب سے اہم ترین وجہ یہ تھی کہ اسلام کے ابتدائی سالوں میں تو مسلمان اپنے سب سے سخت اور بڑے دشمن قریش کے ساتھ ہی برسرِ پیکار رہے اور یہودیوں کی طرف مکمل توجہ نہ دے سکے مگر صُلح نامہ حدیبیہ کے بعد عرب میں اسلام کے سب سے بڑے دشمن کی طرف سے مطمئن ہو جانے کے بعد سرکارِ دو عالم خاتم النبیّین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہودیوں اور دیگر قبائل نجد سے پُرانا حساب بے باک کرنے کا فیصلہ فرمایا تاکہ ان لوگوں کو سبق سکھانے کے بعد عرب میں ہر طرف سکون کا دور دورہ قائم ہو سکے اور یوں مسلمان امن وسکون حاصل کرنے کے بعد اس دعوتِ حق کو عرب سے باہر لے جاسکیں۔ اسلام کو ہر سو پھیلا سکیں۔ پھر جب مسلمان حدیبیہ سے واپس آرہے تھے تو سورۂ فتح نازل ہوئی۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے عموماً اور اصحاب بیعت الرضوان سے خصوصاً یہ وعدہ فرمایا کہ (سورۃ الفتح آیت 20) ''مسلمانو تم کو بہت سی فتوحات نصیب ہوں گی اور کثرتِ غنائم جن کو تم حاصل کرو گے اور ہم نے یہ غنائم تمہاری خاطر مقرر فرما دیئے۔'' حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وعدہ غنائم کو فتح خیبر پر محمول فرمایا۔ اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو خیبر پر حملے کا حکم فرمایا۔

(7) خیبر کے یہودی بنو غطفان اور دیگر ہمسایہ قبائل کو اپنے ساتھ ملا کر مسلمانوں پر حملے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ اِدھر مدینہ منورہ میں منافقین یہود کو مسلمانوں کی تیاریاں اور ان کے حالات کی خبریں پہنچاتے رہتے تھے۔ یہ لوگ جن میں عبداللہ بن اُبی پیش پیش تھا۔ یہود کو یقین دلا رہے تھے کہ انفرادی، اجتماعی، اسلحہ اور مال و دولت کے اعتبار سے مسلمان تمہارے سامنے کچھ بھی نہیں اس لئے ان سے ڈرنے کی ضرورت نہیں بلکہ فوراً مکمل تیاری اور پوری قوت سے حملہ کر کے ان کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم کر دو۔ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو منافقین کی ہر ہر حرکت کا علم تھا اس لئے آپ علیہ السلام نے کفار و مشرکین، منافق اور یہود کے زور و طاقت کو ختم کرنے کے لئے خیبر پر حملے کا فیصلہ فرمایا:

مذکورہ وجوہات کے علاوہ چند ایک اور اسباب بھی تھے جنکی وجہ سے حضور اکرم ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر پر فوج کشی کا ارادہ فرمایا وہ اسباب اگر تحریر کریں تو مزید کئی صفحات درکار ہوں گے دوسرا سیرت کی کتب میں جو ضروری وجوہات تھیں تحریر کر دی ہیں۔

لشکرِ اسلام کی روانگی اور مدینہ منورہ کا انتظام

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چودہ سو مجاہدین کے ہمراہ جن میں سے دو سو گھوڑ یا اونٹ سوار تھے ذی الحجہ اور محرّم کے کچھ حصّے تک مدینہ منورہ میں آرام کرنے کے بعد محرم کے آخری ہفتہ میں خیبر کی طرف روانہ ہوئے۔ یعنی مدینہ منورہ میں تشریف آوری ذی الحجہ 6ھ یعنی 12 مارچ 628ء کو ہوئی اور محرّم 7ھ (11 مئی 628ء) کو خیبر کا سفر شروع ہوا۔ جب مجاہدینِ اسلام حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیرِ کمان خیبر کی طرف روانہ ہوئے۔ تو اُدھر مکہ مکرمہ میں امسال بھی حج کا انتظام مشرک قریش متولیوں ہی کے قبضے میں تھا۔

حضرت سباع بن عرفط رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ منورہ کا نظم ونسق چلانے کے لئے اپنا قائم مقام بنا کر مجاہدین کے اس لشکر کو لے کر خیبر کا رُخ فرمایا۔ امّہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنھن میں سے حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس غزوہ میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھیں۔ ان کے علاوہ اور بیس عورتیں بھی آپ کے ہمراہ تھیں جو زخمیوں کی مرہم پٹی اور مجاہدین کو پانی وغیرہ پلانے کے لئے ساتھ شامل ہوئیں۔ اس طرح فوجی نقطہ نظر سے مقدمہ (ہراول) پر عکاشہ بن محصن اسدی میمنہ (دایاں) پر حضرت عمر فاروق اور اسی طرح ساقہ اور میسرہ وغیرہ پر دوسرے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو مقرر کیا گیا۔ غزوۂ خیبر کے موقعہ پر آپ علیہ السلام نے کئی پرچم تقسیم فرمائے تھے۔ جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت حباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن منذر اور سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیئے گئے۔ لشکر میں تین گھوڑے صرف آپ علیہ السلام کی ذات کے لئے مخصوص تھے۔

(از: فتح الباری جلد 7 صفحہ 465، زاد المعاد جلد 2 صفحہ 133)

جہاد کی اصل حقیقت اور آپ علیہ السلام کا اعلان فرمانا

تاریخ اسلام کا غور سے مطالعہ کریں تو یہ بات کُھل کر سامنے آجاتی ہے کہ غزوہ خیبر سے پہلے جس قدر غزوات و سرایا یا جنگیں لڑی گئیں وہ محض دفاعی جنگیں تھیں۔ یہ پہلا غزوہ ہے جس میں غیر مُسلم رعایا بنائے گئے اور باقاعدہ ایک طرزِ حکومت کی بنیاد قائم ہوئی۔ یاد رکھیں اسلام کا اصل مقصد دینِ حق کی تبلیغ کرنا ہے اگر کوئی طاقت یا قوم اس مقصد کی راہ میں کسی قسم کی رکاوٹ نہ ڈالے تو اسلام ان کے ساتھ جنگ کرنے کی اجازت نہیں دیتا اور نہ ہی مسلمانوں کو ایسی قوم کے افراد کو رعایا بنانے کی ضرورت ہے۔ ایسی قوم کے ساتھ صرف صلح کا معاہدہ کر لینا ہی کافی ہے جس کی بیشمار مثالیں موجود ہیں۔ مگر جب کوئی ملک، طاقت یا قوم اسلام کو ہی مٹانے کے درپے ہو تو ایسی حالت میں تلوار اُٹھا کر ان کا مقابلہ کرنا ضروری ہے۔ چنانچہ غزوہ خیبر اسی وجہ سے پیش آیا۔

یہ پہلا غزوہ ہے جس میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''ہمارے ساتھ کوئی ایسا شخص

شریک سفر یا جہاد نہ ہو جو محض دنیاوی مال حاصل کرنے کی لالچ میں تلوار اٹھا رہا ہو۔ اس جہاد میں وہی شریک ہو جو صرف اور صرف کلمۂ حق کی سربلندی کے لئے اپنی جان کا نذرانہ پیش کر سکے"۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حکم اس لئے فرمایا کہ منافقین اور کمزور ایمان والے مسلمان سفرِ حدیبیہ میں آپ علیہ السلام کے ہمراہ نہیں چلے تھے کیونکہ ان لوگوں کو اپنی جانیں زیادہ عزیز تھیں اسلئے ان لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفاقت حاصل کرنے کی بجائے گھروں میں بیٹھے رہنے کو پسند کیا چنانچہ ان لوگوں کے بارے میں قرآن کریم میں حکم نازل ہوا جو یہ تھا۔ سورۃ الفتح آیت 15

سَيَقُولُ الْمُخَلَّفُونَ إِذَا انطَلَقْتُمْ إِلَىٰ مَغَانِمَ لِتَأْخُذُوهَا ذَرُونَا نَتَّبِعْكُمْ ۖ يُرِيدُونَ أَن يُبَدِّلُوا كَلَامَ اللَّهِ ۚ قُل لَّن تَتَّبِعُونَا كَذَٰلِكُمْ قَالَ اللَّهُ مِن قَبْلُ ۖ فَسَيَقُولُونَ بَلْ تَحْسُدُونَنَا ۚ بَلْ كَانُوا لَا يَفْقَهُونَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿١٥﴾

ترجمہ آیت قرآنی

"جو لوگ (حدیبیہ کے سفر میں) پیچھے رہ گئے تھے وہ عنقریب جب آپ (خیبر کی) غنیمتیں لینے چلیں گے تو یہ طالع آزما لوگ تم سے یہ کہیں گے کہ ہم کو بھی ساتھ چلنے کی اجازت دیں (تا کہ ہم بھی آپ کے ساتھ خیبر چل سکیں)۔ (اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے کہ) یہ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے کلام کو بدل ڈالیں آپ فرما دیں تم ہرگز ہمارے ساتھ نہیں جا سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے سے ہی یہ حکم دے دیا ہے پھر یہ لوگ اعتراض کریں گے کہ تم ہم سے حسد کرتے ہو (حالانکہ حقیقت یہ ہے) کہ یہ لوگ بات کو ہی بہت کم سمجھتے ہیں"

منافقین کی یہ سوچ کس قدر نادانی اور بے وقوفی کی دلیل تھی۔ جن عظیم ہستیوں کی نظر میں دنیا کی قیمت مچھر کے ایک پر کے برابر نہیں ان کے متعلق یہ کہنا کہ یہ ہم سے حسد کرتے ہیں کیا ہی نادانی ہے۔

(از: فتح الباری جلد 7 صفحہ 356، زرقانی جلد 2 صفحہ 217)

منافقین کی سرگرمیاں

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجاہدین کے ہمراہ جب مدینہ منورہ سے خیبر کی طرف روانہ ہوئے اور منافقین کو اپنے ہمراہ لے جانے کی بجائے ان کو مدینہ میں ہی چھوڑ دیا گیا کیونکہ وہ لوگ تو غزوات میں صرف مال و دولت کے حصول کے لئے ہی حصّہ لیتے تھے جبکہ اس دفعہ حکمِ خداوندی نازل ہو چکا تھا کہ اس غزوہ میں صرف وہی حصہ لے سکتا ہے جو صرف اللہ کی رضا کے لئے جہاد کرتے ہیں۔ مدینہ منورہ میں رہتے ہوئے منافقین نے اپنی گھٹیا سوچ

کے مطابق اہلِ اسلام کے خلاف سازشیں شروع کر دیں۔ سردار المنافقین عبد اللہ بن اُبی نے یہود کی حمایت کرتے ہوئے خیبر میں پیغام پہنچایا ہوشیار ہو جاؤ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے خیبر کا رُخ کیا ہے۔ ڈر نا مت خوب تیاری کر لو تم لوگوں کے پاس سامانِ جنگ اور افرادی قوت مسلمانوں کے مقابلے میں بہت زیادہ ہے یہ مٹھی بھر لوگ ہیں اور ان کے پاس ہتھیار بھی بہت کم ہیں۔

اہل خیبر (یہود) کو جب یہ خبر ملی تو ان لوگوں نے کنانہ بن ابی الحقیق اور ہوزہ بن قیس کو بنوغطفان کے پاس بھیجا اور درخواست کی کہ تم ہماری مدد کرتے ہوئے مدینہ منورہ پر حملہ کرو تو فتح کی صورت میں خیبر کی نصف پیداوار تم لوگوں کو دی جائے گی۔ بنوغطفان یہودیوں کے حلیف اور مسلمانوں کے شروع سے ہی دشمن تھے۔

خیبر کی طرف سفر

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب خیبر کی طرف سفر شروع فرمایا تو راستے میں جبلِ عصر کو عبور کیا پھر وادی صہبا سے گزرتے ہوئے وادی رجیع میں تشریف لے گئے۔ یہاں اس امر کی وضاحت کر دینا نہایت ضروری ہے کہ یہ وادی رجیع وہ مقام نہیں جہاں عضل وقارہ کی غداری کی وجہ سے بنولحیان کے ہاتھوں آٹھ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین شہید ہوئے تھے بلکہ یہ دوسری وادی ہے حُسنِ اتفاق سے اس وادی کا نام بھی رجیع ہے۔

حضور اکرم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ سے چلتے وقت دو ایسے آدمی ہمراہ لئے تھے جو خیبر تک نزدیک اور آسان راستہ بتانے کے ماہر تھے۔ سفر میں آپ علیہ السلام نے ان دونوں سے ایسا آسان اور نزدیک ترین راستہ دریافت فرمایا جس پر سفر کرتے ہوئے خیبر میں شمال کی جانب مدینہ منورہ والے راستے کی بجائے شام کی جانب سے آنیوالے راستے سے داخل ہوا جائے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اس حکمتِ عملی سے یہودیوں کا شام کی طرف بھاگنے والا راستہ بند کرنا چاہتے تھے اور دوسری طرف یہود کے حلیف بنوغطفان اور خیبر کے درمیان حائل ہو کر ان دونوں کو ایک دوسرے کی مدد کرنے سے روکنا چاہتے تھے آپ علیہ السلام کی یہ حکمت عملی سو فیصد کامیاب رہی۔

راستے کے ماہرین میں سے ایک جس کا نام حسیل تھا کہنے لگا میں آپ کو اُسی راستے سے لے چلوں گا جس کا آپ علیہ السلام نے ارادہ فرمایا ہے۔ پھر وہ لشکر کے آگے ایک راستے پر چل پڑا جب لشکر ایسی جگہ پہنچا جہاں سے کئی راستے نکلتے تھے تو عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سب راستوں سے جسکو بھی آپ اختیار کریں منزلِ مقصود تک پہنچ سکتے ہیں آپ علیہ السلام نے فرمایا ''مجھے ہر ایک راستے کا نام بتاؤ''۔ اس نے عرض کی ایک راستے کا نام حزن (سخت اور ناہموار) ہے آپ علیہ السلام نے فرمایا ''اس راستے کو اختیار نہیں کیا جائے گا''۔ پھر اس نے دوسرے راستے کا نام بتایا شاش (تفرق واضطراب) آپ نے اس راستے کو بھی منظور نہ فرمایا۔ تیسرے راستے کا نام حاطب

(لکڑ ہارا) تھا آپ علیہ السلام نے اس راستے کو بھی اختیار کرنے سے منع فرمایا اب صرف ایک ہی آخری اور چوتھا راستہ باقی رہتا تھا۔ حُسیل نے عرض کیا اس راستے کا نام مرحب (کشادگی) ہے۔ آخری راستے کا نام سُن کر خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''یہ راستہ ہی ہمارے لئے بہتر ہے'' اور پھر اس راستے پر چلنے کا حکم فرمایا۔

راستے کے چیدہ چیدہ واقعات

حضرت سلمہ بن الاکوع (رضی اللہ تعالیٰ عنہ (سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عبداللہ) بن قشیر بن حزیمہ بن مالک بن سلامان بن اسلم اقصی 6ھ میں مشرف باسلام ہوئے 74ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے 77 احادیث مروی ہیں) فرماتے ہیں کہ ہم سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ خیبر کی طرف روانہ ہوئے۔ سفر کے دوران ایک رات حضرت عامر بن سنان بن الاکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہم لوگوں نے درخواست کی کہ ہمیں اپنے اشعار اور رجز سناؤ۔ عامر اپنے وقت کے مشہور شاعر اور حُدی خواں تھے۔ ان کی آواز نہایت بلند اور اونچی تھی اور پڑھتے بھی خوب تھے۔ اہلِ عرب کا شروع سے یہ معمول تھا کہ جب وہ کسی سفر پر روانہ ہوتے راستے کی تھکن اور سفر کی کوفت محسوس ہونے لگتی تو ان میں سے جو شخص حُدی کا ماہر ہوتا وہ اونچی آواز سے حدی پڑھنے لگتا یہاں تک کہ اسکی سُریلی آواز سے اونٹ تک بھی مست ہو کر اپنی رفتار تیز کر دیتے تھے۔ اور یوں سفر بہت جلد ختم ہو جاتا۔ عامر کے اشعار کا ترجمہ ملاحظہ کریں:

عامر کے اشعار اور ترجمہ

اہلِ لشکر کے کہنے پر عامر بن سنان بن الاکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حُدی خوانی یعنی رجز یہ اشعار پڑھنا شروع کر دئے۔

واللہ لو لا اللہ ما اھتدینا

ولا تصدقنا ولا صلّینا

(ترجمہ) ''اے اللہ اگر تو ہمیں ہدایت نہ فرماتا تو ہم کبھی بھی ہدایت نہ پاتے اور نہ ہی کوئی صدقہ اور خیرات کر سکتے اور نہ ہی ایک نماز پڑھ سکتے۔''

اِنّا اِذا قوم بَغَوْا عَلَیْنَا

وَاِنْ اَرَادُوا فِتْنَۃً اَبَیْنَا

فَاَنْزِلَنْ سَکِیْنَۃً عَلَیْنَا

وَثَبِّتْ الْاَقْدَامَ اِنْ لَا قَیْنَا

''اے خدا ہم تجھ پر قربان ہم جو تیرے احکام بجا نہیں لائے ان کو معاف فرمادے۔ اور ہم پر تسلی اور سکینت

نازل فرما۔ تاکہ دِل کو قرار اور سکون حاصل ہو اور ہمارے دِل ہر قسم کی بے چینی اور پریشانی سے آزاد ہوں۔''

''اے خدا جب ہماری دشمن سے مڈبھیڑ تو ہمیں ثابت قدم رکھ۔ اور استقلال عطا فرما''

(یہ اشعار صحیح بخاری غزوہ خیبر کے باب میں مذکور ہیں، فتح الباری جلد 7 صفحہ 357)

مسند امام احمد میں چند مزید رجزیہ اشعار تحریر ہیں جن کا اُردو ترجمہ یہ ہے۔

(ترجمہ) ''تحقیق جن لوگوں نے ہم پر ظلم کیا ہم سے دست درازی کی اور جب وہ لوگ ہمیں کفر اور شرک کے فتنہ میں مبتلا کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں تو ہم اُن سے دبتے نہیں ہیں اے خدا ہم تیری عنایت وفضل وکرم سے بے نیاز نہیں ہیں۔''

(از: صحیح بخاری باب غزوہ خیبر جلد 2 صفحہ 603)

(صحیح مُسلم شریف باب غزوہ ذی قرد جلد 2 صفحہ 115)

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب ان رجزیہ اشعار کی آواز سُنی جسکی وجہ سے اونٹ تک مست ہو کر تیز چلنے لگے تھے تو فرمایا ''یہ کون شخص ہے جو حدی پڑھ رہا ہے''۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ عامر بن اکوع ہے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا ''یرحمہ اللہ'' ''اللہ تعالیٰ اس پر اپنا رحم فرمائے''۔ مسند امام احمد میں یہ الفاظ آئے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''غفرلک ربّک'' پروردگار اس کی مغفرت فرمائے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین جانتے تھے کہ جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی شخص کے لئے خصوصی مغفرت کی دُعا فرماتے تو اسکو ضرور شہادت نصیب ہوتی۔

(از: صحیح مُسلم شریف جلد 2 صفحہ 115)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ علیہ السلام کی یہ دُعا سُن کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عامر بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی درازیٔ عمر کے لئے دُعا فرماتے تاکہ ہم لوگ چندروز مزید ان کے وجود اور شجاعت سے مستفید ہوتے۔

(از: فتح الباری جلد 7 صفحہ 35)

روضۃ الاحباب میں مذکور ہے کہ عامر بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب حُدی پڑھ لی تو حضور اکرم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا ''تم ہمارے لئے حدی نہیں پڑھو گے تاکہ اونٹوں کی رفتار تیز ہوجائے'' اس حکم کی تعمیل میں انہوں نے حدی پڑھنا شروع کر دی اور وہی اشعار پڑھے جو پہلے حضرت عامر بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھے تھے۔ اشعار کے اختتام پر آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ''رحمہ اللہ'' پس حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ غزوہ موتہ میں شہید ہوگئے۔ قربان جائیں

کیسا عظیم الشان دربار ہے کہ یہاں خدمت بجالانے کے نتیجہ میں اجر وثواب اور رحمت میسر آتی ہے کہ اپنی جان ان پر قربان کردیں اور یوں شہادت کا درجہ حاصل ہو۔ اس طرح لطف وکرم کے صدقے اس فانی دنیا کے عذاب، تنگی اور مصیبت سے نجات حاصل ہو۔

(از: مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 388)

یہاں لفظ حُـدِی کی وضاحت کردینا بھی مناسب ہوگا۔ حُدی سے مراد نرم شیریں اور گداز آواز میں رجز مباح کی تحسین ہے۔ جو کہ بالاتفاق اباحت (اجازت) میں داخل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود حُدی سماعت فرمایا کرتے تھے آپ علیہ السلام کا ایک مخصوص حدی خواں بھی تھا جس کا نام انجشہ تھا۔ حدی کا مقصد سفر کی تھکان دُور کرنا اور انسانی دِل ودماغ کو سکون پہنچانا ہے۔ حُدی کی سُریلی آواز سے اونٹ تیز رفتاری سے چلتے ہیں اور یہ جانور اپنی طاقت سے زیادہ وزنی بوجھ اٹھالیتا ہے۔ وغیرہ۔

سرکارِ مدینہ سُرورِ سینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ساتھیوں کے ہمراہ چلتے چلتے جب ایک بلند مقام پر پہنچے تو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے بلند آواز سے نعرہ تکبیر کہا۔ حضور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آواز سُن کر فرمایا ''لوگو اپنے اوپر رحم کرو تم جس کو پکار رہے ہو وہ کوئی بہرہ یا غائب نہیں بلکہ تم جس ذاتِ مقدسہ کو پکار رہے ہو وہ دور نزدیک سے سننے والا اور ہر وقت تمہارے ساتھ ہے''۔ صحابیِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں آپ کی سواری کے بالکل نزدیک تھا۔ آپ علیہ السلام نے مجھے لاحــول پڑھتے ہوئے سُنا تو فرمایا ''اے عبداللہ بن قیس اِدھر آؤ'' میں نے عرض کیا حکم یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاضرِ خدمت ہوں آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا'' کیا میں تجھے جنّت کے خزانے کے بارے میں نہ بتاؤں'' میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ علیہ السلام پر قربان ضرور ارشاد فرمائیں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا'' لَاحَوْلَ وَلَا قُوۃَ اِلَّا بِاللہ پڑھنا جنّت کا خزانہ حاصل کرنا ہے۔''

(از: صحیح بخاری شریف)

بنوغطفان کا واپس چلے جانا

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوب اچھی طرح علم رکھتے تھے کہ بنوغطفان جو کہ یہود کے پُرانے حلیف ہیں ان کی مدد کے لئے ضرور میدانِ جنگ میں مسلمانوں کے خلاف صف آرا ہوں گے اس لئے آپ علیہ السلام نے مجاہدین کو مقامِ رجیع پر خیمہ زن ہونے کا حکم دیا۔ یہ مقام بنوغطفان اور خیبر کے درمیان ہے۔ اس جگہ پڑاؤ ڈالنے میں یہ حکمت تھی کہ یہودِ خیبر اور بنوغطفان ایک دوسرے کی مدد نہ کرسکیں کیونکہ ان کے علم میں ہوگا کہ مسلمان ہمیں دو الگ الگ حصوں میں تقسیم کرکے نیست ونابود کردیں گے۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حکمتِ عملی کا نتیجہ یہ نکلا

کہ بنوغطفان مسلمانوں کے اس طرح مقامِ رجیع پر پڑاؤ ڈالنے سے اس چیز کو اچھی طرح جان گئے کہ اگر ہم یہودیوں کی مدد کے لئے آگے بڑھے تو خود اپنی جانوں سے ہاتھ دھوبیٹھیں گے۔ چنانچہ وہ لوگ یہودیوں کی مدد کو جانے کی بجائے اپنی جانیں بچا کر واپس ہوگئے۔

(از: سیرۃ ابنِ ہشام جلد2 صفحہ185)

لشکرِ اسلام اور مقام خیبر

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیبر کے بالکل نزدیک پہنچے تو آپ علیہ السلام نے وادی صہبا میں عصر کی نماز ادا فرمائی۔ پھر کھانے میں صرف ستو جو اس وقت موجود تھے ان کو خود بھی تناول فرمایا اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو بھی کھانے کے لئے حکم فرمایا۔ کھانے سے فارغ ہو کر نمازِ مغرب ادا فرمائی کچھ دیر آرام کیا اور پھر اہلِ لشکر سمیت نمازِ عشاء سے فراغت پائی۔ آپ علیہ السلام نے تینوں نمازیں ایک ہی وضو سے ادا فرمائی تھیں۔

(از: بخاری شریف جلد2 صفحہ603، مغازی الواقدی باب خیبر صفحہ112)

لشکرِ اسلام نے جس روز صُبح کے وقت اہل خیبر پر حملہ کرنا تھا وہ رات مقام منزلہ پر ایسی خاموشی سے بسر کی کہ یہودِ خیبر کو ان کی اس قدر نزدیک آمد کا بھی کانوں کان پتہ نہ چلا۔

فخر دو عالم نور مجسّم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ دستور تھا کہ ہمیشہ دشمن کا دن کی روشنی میں مقابلہ کرتے۔ صبح ہونے سے پہلے کبھی رات کی تاریکی میں حملہ نہیں فرماتے تھے۔ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب خیبر کے قلعے اور مکانات دیکھے تو لشکر کو روکنے کا حکم دیا اور یہ دُعا فرمائی۔

''اَللّٰهُمَّ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَمَا اَظْلَلْنَ وَرَبُّ الْاَرْضِيْنَ وَمَااَقْلَلْنَ وَرَبُّ الشَّيَاطِيْنَ وَمَا اَظْلَلْنَ وَرَبُّ الرِّيَاحِ وَمَا اَذْرَيْنَ فَاِنَّا نَسْئَالُکَ مِنْ خَيْرِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ وَخَيْرَ اَهْلِهَا وَخَيْرِمَا فِيْهَا وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ هَا وَشَرِّ اَهْلِهَا وَشَرَّ مَافِيْهَا.''

ترجمہ:۔ ''اے اللہ ساتوں آسمان اور وہ مقامات جن پر یہ آسمان سایہ کئے ہوئے ہیں ان کے پروردگار اور ساتوں زمینوں جن کو وہ اٹھائے ہوئے ہیں ان کے مالک اور شیاطین اور جن کو انہوں نے گمراہ کیا ہوا ہے ان کے مالکِ حقیقی ہم تجھ سے اس بستی اور بستی کے باشندوں کی بھلائی کا سوال کرتے ہیں۔ اس بستی کے شر اور اس میں رہنے والوں کے شر اور جو کچھ اس بستی میں ہے اسکے شر سے تیری پناہ چاہتے ہیں۔''

(از: سیرۃ ابن ہشام جلد2 صفحہ329)

مسئلہ: کسی شہر یا گاؤں کو دیکھ کر یہ دُعا پڑھنا منقول ہے کیونکہ یہ سُنّت سے ثابت ہے اور تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین اس دعا کو پڑھا کرتے تھے۔

خیبر کے قلعوں کی تعداداور اُن کے نام

خیبر کے یہودکیوں کہ اس زمانے میں طاقت اور دولت کی وجہ سے عرب کے مشہور ترین لوگ اور سیاہ وسفید کے مالک بنے ہوئے تھے ان لوگوں نے اپنی ذاتی حفاظت کے لئے الگ الگ قلعوں میں رہائش رکھی ہوئی تھی تا کہ کسی دشمن کے حملے سے محفوظ رہتے ہوئے اس کا مقابلہ کرسکیں۔ خیبر کے یہودیوں کے قلعوں کی تعداد سات تھی جن کے نام یہ تھے۔

1: قلعہ قموص

یہ سب سے بڑا قلعہ تھا جو کہ نہایت ہی مضبوط اور ہر اعتبار سے محفوظ تھا اس قلعہ کا مال یا سردار مشہور یہودی مرحب تھا جو ایک ہزار جوانوں کی طاقت رکھتا تھا۔

2: قلعہ صعب بن معاذ

یہ خیبر کا دوسرا مضبوط ترین قلعہ تھا جہاں یہود کی کافی نفری موجود تھی۔ سامانِ رسد اور خوراک کے ذخیرے اسی قلعہ میں سب سے زیادہ تھے۔

3: قلعہ زبیر

یہ قلعہ بہت محفوظ تھا اور اس قلعے کی خوبی یہ تھی کہ پہاڑ کی بلندی پر واقع ہونے کی وجہ سے محفوظ ترین خیال کیا جاتا تھا۔

4: قلعہ اُبَی

یہ قلعہ حصنِ اُبَی یہود کی طاقت کا سرچشمہ خیال کیا جاتا تھا۔ خیبر کے یہودی قلعہ زبیر سے مسلمانوں کے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد اس قلعہ کو اپنا محفوظ مسکن خیال کرتے ہوئے قلعہ بند ہو گئے۔

5: قلعہ نزار

یہود کے نزدیک پہاڑی پر ہونے کی وجہ سے یہ ان کا مضبوط ترین قلعہ تھا۔ ابی کے بعد شکست خوردہ یہودی یہاں پناہ گزیں ہوئے۔

6: قلعہ سلالم یا سالم یا سلالیم

یہ قلعہ بنونضیر کے ایک یہودی ابوالحقیق کی ملکیت تھا اہلِ خیبر اس قلعہ کو ناقابلِ تسخیر خیال کرتے تھے۔

7: قلعہ ناعم

سب سے پہلے ناعم کا قلعہ فتح ہوا۔ اہل سیر کا بیان ہے کہ یہ قلعہ مرحب کے بھائی یاسر کا ملکیتی تھا۔

لشکرِ اسلام کی خیبر پر یلغار

لشکرِ اسلام جب خیبر کے یہودیوں کے سروں پر پہنچ گیا تو رات کا وقت تھا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی آمد کو اسقدر خفیہ رکھا کہ دشمن لشکر اسلام کی آمد کے بارے میں باخبر نہ ہوسکا۔ آپ علیہ السلام نے تہجد کی نماز ادا فرمائی اور پھر اہلِ لشکر کے ہمراہ فجر کی نماز بہت سویرے ہی پڑھ لی کیونکہ عادتِ مبارکہ کے مطابق آپ صُبح سُویرے ہی پیش قدمی فرمایا کرتے تھے۔ اللہ کریم نے اہلِ خیبر پر غفلت کی نیند طاری کر دی۔

اہلِ خیبر کو اس بات کا علم تھا کہ مسلمان ان کی طرف لشکر کے ساتھ آرہے ہیں اس لئے انہوں نے اپنی حفاظت کی غرض سے ہر رات اپنی بستیوں کی دیکھ بھال کے لئے سواروں کی ٹولیاں مقرر کر رکھی تھیں۔ اس رات اللہ کریم نے ان پر ایسی غفلت طاری کر دی کہ تمام اہلِ خیبر بے پروائی کی میٹھی نیند سوئے رہے یہاں تک کہ یہودیوں کے چوپایوں نے بھی کوئی حرکت نہ کی اور نہ ہی ان کے مرغوں نے حسب عادت اذان دی۔ جب سُورج سر پر چڑھ آیا تو اہلِ خیبر گھبرا کر اٹھے ان لوگوں نے اپنے اپنے بیلچے اور کدال سنبھالے اور باہر کھیتوں میں کام کرنے کے لئے روانہ ہوئے۔ اچانک ان لوگوں نے لشکرِ اسلام کو اپنی طرف بڑھتے دیکھا تو واپس گھروں کو یہ کہتے ہوئے بھاگے (واللہ محمد والخمیس) یعنی اللہ کی قسم یہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور خمیس ہیں۔

عربی زبان میں لشکر کو خمیس کہتے ہیں کیونکہ اسکے پانچ حصے ہوتے ہیں۔

1۔ مقدمہ 2۔ میمنہ 3۔ میسرہ 4۔ قلب 5۔ ساقہ

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر والوں کو اس حال میں دیکھ کر تکبیر بلند فرمائی اور دعا مانگی۔

اللہ اکبر خربت خیبر انا اذا انزلنا بساحة قوم فساء صباح المنذرین.

(ترجمہ: اللہ اکبر۔ خیبر ویران ہو گیا۔ ہم جب کسی قوم کے میدان میں اترتے ہیں تو ان لوگوں کی چیخیں بہت بری ہوتی ہیں جنہیں انذار (ڈرانا) کیا گیا ہو)

(از: صحیح بخاری و فتح الباری جلد 7 صفحہ 359)

خیبر کے یہودیوں نے جب دیکھا کہ مسلمان اُن کے سروں پر ہی آن پہنچے ہیں تو یہ لوگ اپنے لشکر کے ہمراہ

قلعہ بند ہو گئے۔ یہاں اس بات کی وضاحت کر دینا بھی نہایت ضروری ہے کہ خیبر کی آبادی اس وقت دو منطقوں یعنی حصّوں میں تقسیم تھی ایک حصّہ وہ تھا جس میں درجِ ذیل پانچ قلعے تھے۔

1۔ قلعہ حصن ناعم　　2۔ قلعہ حصن صعب بن معاذ

3۔ قلعہ حصن زبیر (قلہ)　　4۔ قلعہ حصن ابی

5۔ قلعہ حصن نزار۔

ان مذکورہ قلعوں میں سے پہلے تین مشہور قلعوں پر مشتمل علاقہ ''نطاۃ'' کہلاتا تھا جبکہ دوسرے دو قلعے جہاں تھے وہ علاقہ ''شق'' کہلاتا تھا۔

اس طرح خیبر کی دوسری آبادی کا علاقہ ''منطقہ کیتبہ'' کہلاتا تھا جہاں صرف تین قلعے تھے اور ان تینوں میں سے صرف ایک مشہور اور مضبوط قلعہ تھا۔ باقی دوسرے دو قلعے بس وقتی ضرورت کو ہی پورا کرتے تھے۔

1: قلعہ حصن قموص: یہ قلعہ بنی نضیر کی ملکیت تھا۔ اور ان کے سردار کا نام ابوالحقیق تھا۔

2: قلعہ حصن وطیح۔ قلعہ وطیح کا نام وطیح ابن مازن نامی شخص کے نام پر رکھا گیا تھا جو قوم ثمود کا ایک شخص تھا۔

3: قلعہ حصن سلالم وغیرہ۔

مذکورہ آٹھ قلعوں کے علاوہ خیبر میں مزید قلعے اور گڑھیاں بھی تھیں مگر وہ قوت کے اعتبار سے ان قلعوں کے ہم پلہ نہ تھیں۔ غزوہ خیبر میں جنگ صرف پہلے علاقے کے صرف تین قلعوں میں لڑی گئی باقی علاقہ اور قلعے لڑائی کے بغیر ہی مسلمانوں کے قبضے میں آ گئے تھے۔ اسلامی لشکر نے جب حملے کی ابتداء کی تھی تو سب سے پہلے جس قلعہ کی باری آئی اس کا نام قلعہ ناعم تھا۔

قلعہ ناعم کی فتح

اہلِ خیبر مسلمانوں کی آمد سے باخبر ہوتے ہی اپنے اپنے قلعوں میں پناہ گزین ہو گئے اسلام بن مشکم جو کہ یہودیوں کا سردار تھا اسکو لشکرِ اسلام کی آمد کا پتہ چلا تو اس نے اہلِ خیبر کو جنگ کی ترغیب دلا کر مسلمانوں کے مقابلہ میں تیار کر لیا۔ اہل قلعہ نے اپنے اہل وعیال کو حفاظت کی غرض سے قلعہ کیتبہ میں پہنچا دیا اور خود خوراک اور سامانِ حرب کے ساتھ اس قلعہ میں سخت حفاظتی انتظامات کرنے کے بعد قلعہ بند ہو گئے۔ یہودیوں کا سردار اسلام بن مشکم جس نے لوگوں کو جنگ کی ترغیب دی تھی۔ بیماری کے باوجود قلعہ میں مشتعل ہو گیا۔ اور جہنم رسید ہوا۔

جب سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکمل یقین ہو گیا کہ یہود جنگ کے لئے ہی آمادہ ہیں اور ان لوگوں نے مکمل تیاری کر رکھی ہے تو آپ نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو جہاد کی ترغیب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''اے اہلِ حق تمہیں خوشخبری ہو کہ تمہارے لئے آخرت میں بڑا ثواب ہے تمہارے درجات بہت بلند ہوں گے'' پھر مزید ارشاد فرمایا ''فتح ونصرت آپ لوگوں کی ہے اگر تم اس جنگ میں ثابت قدم رہے''۔ ''نیز آپ نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو جہاد کی ترغیب دی۔''

(از: صحیح بخاری باب غزوہ خیبر)

آپ علیہ السلام نے دو زر ہیں، بکتر اور خود پہن رکھی تھی اور آپ علیہ السلام جس گھوڑے پر سوار تھے اِس کا نام ''ظرب'' تھا آپ علیہ السلام کے ہاتھ میں نیزہ اور ڈھال تھی۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے مجاہدین نے سب سے پہلے ناعم قلعہ پر حملہ کیا یہ قلعہ جلد ہی مسلمانوں نے فتح کر لیا۔ اس حملے میں حضرت محمود بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شریک تھے حملے کے روز کیونکہ سخت گرمی تھی اور پھر اہلِ حق بڑے جوش و جذبہ سے حملہ پہ حملہ کر رہے تھے حضرت محمود بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سخت گرمی اور تھکاوٹ کی وجہ سے کچھ دیر دم لینے کے لئے قلعہ کی دیوار کے سایہ میں بیٹھ گئے۔ کنانہ بن الربیع الحقیق یہودی نے قلعے کی فصیل سے چکی کا بھاری پاٹ ان کے سر پر گرا دیا اس شدید چوٹ کی وجہ سے وہ شہید ہو گئے۔

(از سیرۃ ابنِ ہشام)

جنگ کے وقت کی دعا

محمود بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی حضرت محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن مسلمہ (بن سلمہ بن خالد بن عدی بن مجدعہ بن حارثہ بن حارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس) (المتوفی 46ھ مدینہ منورہ۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے 16 احادیث مروی ہیں) اس واقعہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ یہودیوں نے میرے بھائی محمود ابن مسلمہ کو شہید کر دیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''دشمن سے مڈبھیڑ کی تمنا مت کرو بلکہ اللہ تعالیٰ سے عافیت اور سلامتی مانگو، کیونکہ تم نہیں جانتے دشمن تمہیں کیسی کیسی مصیبتوں میں مبتلا کر سکتا ہے۔ اگر دشمن سے مڈبھیڑ ہو جائے تو یہ دعا پڑھا کرو:

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبُّنَا وَرَبُّھُمْ وَنَوَاصِیْنَا وَنَوَاصِیْھِمْ بِیَدِکَ وَاِنَّمَا تَقْتُلُھُمْ اَنْتَ.

ترجمہ:۔ اے اللہ! تو ہی ہمارا رب ہے اور تو ہی ان کا رب ہے، ان کی گردنیں اور ہماری گردنیں تیرے ہی قبضہ میں ہیں۔ اور حقیقت میں تو ہی ان کو قتل کرنے والا ہے۔''

''یہ پڑھنے کے بعد زمین پر جم کر بیٹھ جاؤ پھر جب وہ لوگ تمہارے اوپر چڑھائی کریں تو ایک دم اٹھ کھڑے ہو اور تکبیر کہو۔''

قلعہ قموص کی فتح

قلعہ قموص اپنے محلِ وقوع کے اعتبار سے اہل خیبر کا سب سے مضبوط ترین اور نہایت ہی مستحکم تھا۔ اس قلعہ میں یہودیوں کی بہت زیادہ تعداد سامانِ حرب وخوراک کے ساتھ موجود تھی۔ پھر اس قلعے کو یہود نا قابل تسخیر خیال کرتے تھے کیونکہ اس کا سردار یہودیوں کا مشہور ترین اور علاقے کا سب سے بڑا شہ زور پہلوان مرحب تھا جسکی طاقت ہزار جوانوں کے برابر تھی حملے کے پہلے روز سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیر کمان مجاہدین نے قلعہ پر بڑا سخت حملہ کیا مگر شام تک سخت جدوجہد کے باوجود قلعہ فتح نہ ہوا اور یوں اسلامی لشکر واپس آ گیا۔

دوسرے روز سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو علم عطا فرما کر حملے کے لئے روانہ کیا اس دن بھی سخت معرکہ پیش آیا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہودیوں کا خوب قتال کیا شام ہوگئی مگر قلعہ پھر بھی فتح نہ ہوا لہٰذا لشکر اسلام واپس آ گیا۔

(از رواہ احمد والنسائی وحکم روایت از حضرت بریدۃ الخصیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور فتح قلعہ قموص

مالک ارض وسماء نے قلعہ قموص کی فتح کا اعزاز سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مخصوص کر رکھا تھا اور آپ سے اللہ کے فضل وکرم اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظرِ عنایت سے یہ قلعہ فتح ہوا اور یہودیوں کے نامور سردار مرحب کو واصلِ جہنم بھی کیا۔

قلعہ قموص کی فتح میں دیر ہوئی تو ایک رات فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے فرمایا کہ "میں صبح جھنڈا اس شخص کے ہاتھ میں دوں گا۔ جس کے ہاتھوں یہ قلعہ سر ہوگا اور وہ اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے محبت رکھتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس سے محبت رکھتے ہیں۔"

(از: صحیح بخاری باب غزوہ خیبر وفتح الباری صفحہ 365)

ساری رات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے سخت بے قراری میں کاٹی ہر ایک یہ جاننے کو بے تاب تھا کہ دیکھیں صبح فخر کا یہ تاج عظیم کس کی قسمت میں لکھا ہے اور کون اس کو حاصل کرتا ہے۔ سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی ہستی جنہوں نے قناعت پسندی اور بلند نظری کی وجہ سے حکومت شہرت اور سرداری کی کبھی تمنا نہیں کی تھی۔ فرماتے ہیں کہ اس دن میں بھی اپنی اس خودی پر قائم نہ رہ سکا میں نے اس امارت کو مل جانے کی تمنا کی تا کہ اس سعادت عظیم سے مستفیض ہوسکوں۔

تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین شب بھر اسی جستجو میں رہے کہ دیکھیں صبح کون خوش قسمت جھنڈا

حاصل کرتا ہے چنانچہ صبح ہوئی تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کہاں ہیں انہیں حاضر کیا جائے۔ ہر شخص اس غیر متوقع حکم کو سُن کر حیران رہ گیا کیونکہ سب جانتے تھے سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سخت آشوب چشم تھا جس کی وجہ سے وہ اپنے پاؤں کے سامنے بھی نہیں دیکھ سکتے تھے۔ آپ علیہ السلام کا یہ حکم سُن کر حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجلس سے اٹھے اور سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر خدمتِ اقدس میں لائے۔ آپ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر اپنی مبارک ران پر رکھا اور لعابِ دہن مبارک ان کی آنکھوں میں لگا کر دعا فرمائی۔ فوراً آنکھ کا مرض اور درد جاتا رہا اور مکمل شفایاب ہو گئے۔ روایات میں آتا ہے کہ اس کے بعد پھر کبھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آشوب چشم یا سر درد نہ ہوا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ عظیم معجزہ مبارک تھا۔ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی خاص زرہ پہنائی اور ذوالفقار ان کی میان میں باندھ کر فرمایا "جاؤ اللہ کریم تمہارے ہاتھوں یہ قلعہ فتح فرمائیگا"۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہلِ یہود کو لڑ کر مسلمان بناؤں آپ نے فرمایا "نہیں پہلے ان لوگوں کو نرمی کے ساتھ اسلام کی دعوت دینا یاد رکھو اگر ایک شخص بھی تمہاری ہدایت ونصیحت سے مسلمان ہو گیا تو یہ امر تیرے لئے سُرخ اونٹوں سے بھی کہیں بہتر ہے۔"

(از: صحیح بخاری باب غزوۂ خیبر و فتح الباری جلد 7 صفحہ 365، مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 396)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حسبِ حکم مجاہدین کا لشکر لے کر قلعے کے سامنے تشریف لے گئے۔ اسلام کا جھنڈا آپ کے ہاتھ میں تھا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مرحب کا مُکالمہ

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہل قلعہ کو اسلام کی دعوت دی مگر ان لوگوں نے اس دعوت کو مسترد کر دیا اور اپنے سردار مرحب کی کمان میں مسلمانوں کے خلاف لڑنے کو تیار ہو گئے۔ یہودیوں کا سردار مرحب قلعہ سے باہر آیا حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں مرحب بڑے تکبّر، غرور اور شان سے نمودار ہوا وہ یہ رجز پڑھ رہا تھا۔

"خیبر کو معلوم ہے کہ میں مرحب ہوں، ہتھیار پوش بہادر اور تجربہ کار ہوں۔"

مسلمانوں کی طرف سے مرحب کے مقابلہ میں حضرت عامر بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے بڑھے وہ یہ رجز پڑھ رہے تھے۔

"سارا خیبر جانتا ہے کہ میں عامر ہوں ہتھیار پوش، شہ زور اور جنگجو۔"

اس کے بعد دونوں نے ایک دوسرے پر وار کیا مرحب کی تلوار حضرت عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یعنی میرے چچا

کی ڈھال پر لگی جواب میں عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مرحب کو نیچے سے مارنا چاہا مگران کی تلوار چھوٹی تھی وہ مرحب کی پنڈلی پر وار کرنا چاہتے تھے لیکن تلوار کا سرا پلٹ کر ان کے گھٹنے پر آ لگا جسکی وجہ سے انہوں نے شہادت پائی۔ جنگ کے بعد میں یعنی سلمہ بن اکوع (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بہت غمگین تھا۔ مجھے اس حالت میں دیکھ کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے دریافت فرمایا ''کیا وجہ ہے تم غمگین ہو'' میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اپنے چچا حضرت عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وجہ سے غم زدہ ہوں کیونکہ لوگ کہہ رہے ہیں میرے چچا کے تمام اعمالِ گزشتہ خبط ہو گئے کیوں کہ وہ اپنی تلوار سے ہی فوت ہوئے ہیں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا ''لوگ غلط کہتے ہیں تمہارے چچا کے لئے تو دوہرا اجر ہے'' پھر اپنی دو انگلیوں کو اکٹھا فرما کر ارشاد فرمایا ''اس کے لئے تو دوہرا اجر ہے وہ تو بڑے جاں باز مجاہد تھے۔ ان جیسا روئے زمین پر کوئی کم ہی عرب گزرا ہوگا''۔ پھر ان کی نماز جنازہ پڑھی۔

(از: صحیح مُسلم باب غزوۂ خیبر جلد 2 صفحہ 122، صحیح بخاری جلد 2 صفحہ 603)

(طبقات ابن سعد جلد 2 صفحہ 80، مواہب لدنیہ جلد 2 صفحہ 470، وغیرہ)

حضرت عامر بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ خود مرحب کے مقابلے میں میدان میں تشریف لائے۔ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ اس وقت مرحب کے جواب میں سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ اشعار فرمائے۔

اَنَا الَّذِی سَمَّتنی اُمِّی حَیدرَة

ضَرغَامُ اٰجام وَلَیثُ قَسورَة

ترجمہ:۔ ''میں وہ ہوں کہ میری والدہ نے میرا نام حیدر (شیر) رکھا ہے۔ میں جنگل کے شیر کی طرح خوفناک ہوں۔ میں ضرغام (پھاڑنے والا شیر) ہوں، حملے کرنیوالا ہوں میں انہیں اونٹ کی کمر پر رکھے گدے کے بدلے نیزے کی ناپ مغلوب کروں گا۔''

(ایک روایت میں آتا ہے کہ مرحب نے اُسی رات ایک خواب دیکھا کہ ایک شیر پھاڑ رہا ہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کشف سے اس بات کا عِلم ہوگیا آپ نے فرمایا میں وہی شیر ہوں جس کو تو نے خواب میں دیکھا تھا پھر جب آپ کی رجز کا شعر مرحب نے سُنا تو کانپنے لگا اور بہادری کا سارا نشہ کافور ہوگیا۔ (واللہ اعلم)

(از: زرقانی جلد 2 صفحہ 224، ابن ہشام جلد 2 صفحہ 187)

(فتح الباری جلد 7 صفحہ 367 وغیرہ)

رجز پڑھنے کے بعد سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس زور سے مرحب کے سر پر تلوار ماری کہ اس کا سر دو ٹکڑوں میں تقسیم ہوگیا۔

مرحب کے بعد اس کا بھائی یاسر مقابلہ کیلئے آیا اِدھر سے حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے بڑھے اور یاسر کو قتل کر دیا۔ حضرت زبیر بن العوام آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی پھوپھی حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب کے بیٹے تھے۔

(از: صحیح مُسلم شریف، فتح الباری جلد 7 صفحہ 367، زاد المعاد، وغیرہ)

مرحب اور یاسر کے قتل کئے جانے کے بعد یہود قلعہ بند ہو کر تیروں اور کبھی کبھی باہر نکل کر مسلمانوں کا مقابلہ کرتے رہے بعض روایات میں آتا ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مرحب کو قتل کر دیا تو آپ قلعہ کی طرف بڑھے اتفاقاً ہاتھ سے ڈھال چھوٹ کر زمین پر گر گئی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک ہی جست میں خندق پھاند گئے اور یہودیوں کے حملوں سے بچنے کے لئے خیبر کے قلعہ کا دروازہ جس کو ستّر (70) آدمی اور بعض روایات میں ہے 7 آدمی مل کر کھولتے اور بند کرتے تھے۔ اکھاڑ کر ڈھال کے طور پر استعمال کیا پھر اس دروازے کو پھینک دیا۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ خیبر کا جو دروازہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اکیلے اکھاڑ پھینکا تھا بعد میں اس دروازے کو چالیس آدمیوں نے مل کر اُٹھانا چاہا مگر اٹھا نہ سکے۔ (واللہ اعلم)

(روایت از ابن اسحاق وحاکم وغیرہ)

مذکورہ روایت کا ذکر امام بخاریؒ نے باب غزوہ خیبر میں کیا ہے۔

غرض بیس روز کے سخت محاصرہ کے بعد آخر کار یہ قلعہ سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ فتح ہوا۔ اس معرکہ میں ترانوے (93) یہودی مارے گئے۔ جن میں خیبر کے چیدہ چیدہ امراء وسرداران شامل تھے یعنی حارث، مرحب، اُسیر، یاسر اور عامر وغیرہ زیادہ مشہور ہیں۔ مسلمانوں کی طرف سے پندرہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین ایسے تھے جنہوں نے جامِ شہادت نوش کیا۔ حضرت صفیہ بنت حُیَیّ بن اخطب قید ہو کر مسلمانوں کے پاس لائی گئیں۔

(از: فتح الباری جلد 7 صفحہ 36)

قلعہ صعب بن معاذ کی فتح

قلعہ قموص کے بعد قلعہ صعب قوت وحفاظت سامانِ حرب وغلہ چربی اور خورد ونوش کے اعتبار سے دوسرا مضبوط ترین قلعہ تھا جس پر اہل خیبر کو بڑا ناز تھا۔ مجاہدینِ اسلام نے حضرت حباب بن منذر انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیر کمان اس قلعہ پر حملہ کیا۔ مسلمانوں نے تین روز تک قلعہ کا بڑی سختی کے ساتھ محاصرہ کئے رکھا ادھر یہودی بھی اپنی پوری قوت سے مقابلہ کر رہے تھے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قلعہ کے فتح ہونے کے بارے میں خصوصی دُعا فرمائی۔

قبیلہ اسلم کی شاخ بنوسہم کے لوگ بھی اس غزوہ میں شریک تھے قلعہ کے محاصرہ کے دوران یہ لوگ سرکار

دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم بہت محتاج لوگ ہیں اور ہمارے پاس کچھ نہیں ہے دعا فرمائیں اللہ ہمارے حال پر رحم فرمائے۔ آپ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا:

''اے اللہ تو ان لوگوں کے حال کو اچھی طرح جانتا ہے تجھے علم ہے کہ ان لوگوں کے اندر قوت نہیں اور میرے پاس ان کو دینے کے لئے اس وقت کچھ نہیں ہے۔ یا اللہ ان لوگوں کو یہودیوں کے اس قلعے کو سر کرنے کی ہمت و طاقت عطا فرما۔ جہاں سب سے زیادہ چربی اور خوراک کے ذخائر موجود ہیں''۔ یہ قلعہ صعب خوراک اور چربی کے ذخائر کی وجہ سے خیبر کا سب سے بڑا قلعہ تھا باقی پورے قلعوں میں اسکے برابر خوراک اور چربی نہیں تھی۔

(از: سیرۃ ابن ہشام جلد2 صفحہ332)

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دُعا فرمانے کے بعد قلعہ پر حملہ کرنے کا حکم دیا اس حملے میں بنو اسلم ہی پیش پیش تھے۔ قلعہ کے سامنے عرب کے دستور کے مطابق پہلے مبارزت کی ابتداء ہوئی۔ اس قلعہ صعب میں پانچ سو (500) سے زائد یہودی جانباز قلعہ بند تھے۔ اس قلعہ میں سے ایک یوشع نامی یہودی شخص نکل کر سامنے آیا اور دعوت مبارزت دی۔ اسکے مقابلے کے لئے حضرت ابن منذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گئے اور اسے قتل کر آئے اس کے بعد دوسرا دیال نامی یہودی نکلا اور دعوتِ مبارزت دی۔ اس کے مقابلے کے لئے حضرت عمارہ ابن عقبہ غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نکلے انہوں نے ایک دم دیال کی کھوپڑی پر حملہ کرتے ہوئے کہا۔ ''لے اسے سنبھال۔ میں ایک غفاری کا لڑکا ہوں'' اور یہودی کی کھوپڑی اڑادی۔ اس کے بعد عام حملہ شروع ہوگیا۔ یہودی کافی دلیری کے ساتھ مقابلہ کرتے رہے۔ مسلمانوں نے منجنیق (بڑے بڑے پتھر مارنے کا قلعہ شکن آلہ) اور دبابے (قدیم قلعہ شکن مشین) کا استعمال کیا جس کے نتیجہ میں قلعے کی دیواروں میں شگاف پڑ گئے جن سے مسلمانوں نے اندر داخل ہو کر یہودیوں کو مولی گاجر کی طرح کاٹ دیا اور یوں اسی دن کا سورج غروب ہونے سے پہلے قلعہ فتح کرلیا گیا۔ مالِ غنیمت میں بے شمار چربی اور خوراک مسلمانوں کے ہاتھ آئی سب سامان مجاہدین میں تقسیم کر دیا گیا اور یوں بنو اسلم کے حق میں مانگی گئی دُعا فوراً اسی دن دربارِ خداوندی میں قبول ہوئی اور کس طرح قبول نہ ہوتی جبکہ دُعا مانگنے والی ذات فخرِ موجودات سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تھی۔

(از: عیون الاثر جلد 2 صفحہ 134 وابن اسحٰق)

قلعہ صعب جس روز فتح ہوا شام کو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ ہر طرف آگ کے بڑے بڑے لاوے روشن ہیں۔ آپ نے فرمایا ''یہ کیا ہو رہا ہے''۔ لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ گوشت پکا رہے ہیں۔ آپ نے دریافت فرمایا ''کس چیز کا گوشت پکا رہے ہو''۔ لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھریلو یعنی

(پالتو) گدھوں کا گوشت پکا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا ''گوشت کو زمین پر پھینک دو اب گدھے کا گوشت نجس قرار دے دیا گیا ہے اور آئندہ اس گوشت کو کھانے کی اجازت نہیں ہے۔ وہ ہانڈیاں جن میں گوشت پکایا جا رہا تھا ان کو بھی توڑ دو'' کسی نے عرض کیا بعض روایات میں آتا ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی تھے کہ جنہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر گوشت پھینک کر برتنوں کو دھولیں تو ایسا کرنے کی اجازت ہے۔ آپ نے فرمایا ''ٹھیک ہے گوشت پھینک دو اور برتن دھو لو تا کہ تمہارے کام آسکیں''۔

(از: ابن سحٰق، زاد المعاد وغیرہ)

قلعہ زُبَیر کی فتح

یہودِ خیبر جب ایک قلعہ سے شکست کھا کر بھاگتے تو دوسرے قلعہ میں جا کر پناہ لیتے پھر جب مسلمان دوسرے قلعہ کو بھی فتح کر لیتے تو یہودی تیسرے میں جا کر قلعہ بند ہو جاتے۔ اسی طرح قلعہ صعب کی شکست کے بعد یہ لوگ بھاگ کر قلعہ زبیر میں پناہ گزیں ہوئے یہ قلعہ یہودیوں کی محفوظ ترین پناہ گاہ تھی قلعہ کیونکہ پہاڑ کی چوٹی پر بنایا گیا تھا جو ہر طرف سے محفوظ تھا اہل خیبر کے نزدیک حفاظت، مضبوطی اور محلِ وقوع کے اعتبار سے یہ قلعہ نا قابل تسخیر تھا۔

اس قلعہ کا نام حصن قُلّہ تھا۔ قلہ کے عربی زبان میں معنٰی پہاڑ کی چوٹی کے ہیں فتح خیبر کے بعد یہ قُلّہ کیوں کہ مالِ غنیمت میں حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حصّے میں آیا اس لئے اس کا نام ہی قلعہ زبیر پڑ گیا۔

قلعہ زبیر کیونکہ پہاڑ کی چوٹی پر واقع تھا اور اسکو جانے والا راستہ اسقدر پر پیچ اور اتنا دشوار گزار تھا کہ سوار کی رسائی تو دور کی بات ہے پیادہ فوج بھی بڑی سخت جدوجہد کے بعد یہاں پہنچ سکتی تھی۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لشکرِ اسلام کو قلعہ کا محاصرہ کرنے کا حکم دیا۔ متواتر تین روز تک قلعہ کا سخت محاصرہ جاری رہا۔ چاروں طرف سے مکمل ناکہ بندی کر دی گئی مگر قلعہ فتح نہ ہو سکا۔

حسنِ اتفاق سے ایک یہودی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا اے ابوالقاسم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اہلِ قلعہ نے اس قدر عمدہ انتظامات کر رکھے ہیں اس قلعہ کو ایسی طرز پر تعمیر کیا ہے کہ اگر آپ لوگ متواتر ایک ماہ تک بھی اس کا محاصرہ جاری رکھیں۔ تب بھی اسکو سر نہیں کر سکتے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قلعہ کے انتظامات اور اسکی حفاظتی تدابیر کے بارے میں اس یہودی سے دریافت فرمایا کہ ''ہمیں بتاؤ تا کہ لشکرِ اسلام اس قلعہ کو فتح کرنے کے لئے یہود کی طرف سے حفاظتی تدابیر کو ختم کرنے کا بندوبست کر سکیں''۔ اس یہودی نے عرض کیا اے ابوالقاسم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اہل قلعہ کے پاس خوراک کے اس قدر ذخائر موجود ہیں کہ عرصہ دراز تک ختم نہیں ہو سکتے۔ پھر قلعہ کا محل وقوع اسکی بہترین دفاعی حفاظت کرتا ہے اور روز مرّہ استعمال کا پانی جس کے بغیر اس گرم ترین علاقے میں زندہ رہنا مشکل ہے کو حاصل کرنے کا ان کے پاس بہترین بندوبست ہے وہ یہ کہ قلعہ کے نیچے پانی کے

چشمے بہتے ہیں۔ اہل قلعہ سارا دن مسلمانوں کے خلاف جنگ میں مصروف رہتے ہیں خوب تیراندازی کر کے خود کو محفوظ رکھے ہوئے ہیں۔ جبکہ رات کے وقت قلعہ سے نکل کر ان قدرتی میٹھے پانی کے چشموں میں سے حسب ضرورت پانی حاصل کر کے پھر قلعہ بند ہو جاتے ہیں۔ اگر آپ لوگوں نے ان کا پانی بند نہ کیا تو قلعہ فتح ہونا بہت ہی مشکل ہے۔ اب اگر آپ لوگ اہل قلعہ کا پانی لینا بند کر لیں تو یہ بہت جلد لشکرِ اسلام کے سامنے گھٹنے ٹیک دیں گے اور یوں آپ آسانی کے ساتھ قلعہ فتح کر لیں گے۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ اطلاع ملتے ہی قلعہ زبیر میں مُقیم یہودیوں کے پانی کی ترسیل کو بند کرنے کا حکم دیا مجاہدین نے حکم ملتے ہی پانی کے چشموں سے اہل قبیلہ کا رابطہ منقطع کر دیا۔ یہود نے جب دیکھا کہ مسلمانوں نے ان کا پانی بند کر دیا ہے تو وہ قلعہ سے باہر نکل کر مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے سخت معرکہ میں کچھ مسلمان بھی شہید ہوئے۔ جبکہ دس یہودی بھی واصلِ جہنّم ہوئے اور یوں یہ قلعہ بھی مسلمانوں نے فتح کر لیا۔

قلعہ زبیر علاقہ نطاۃ کا آخری حصار تھا اسکی فتح کے بعد حضور اکرم ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علاقہ شق کی طرف روانہ ہوئے۔

(از: البدایۃ والنہایہ جلد4 صفحہ198)
(زادالمعاد جلد2 صفحہ136 وغیرہ)

قلعہ اُبَی کی فتح

قلعہ زبیر مسلمانوں نے فتح کر لیا تو یہودی بھاگ کر قلعہ حصنِ اُبَی میں پناہ گزین ہوئے۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ یہودِ خیبر ہر قلعہ کی شکست کے بعد اس سے اگلے قلعہ میں پناہ لیتے تھے۔ ادھر مسلمان بدستور ان کا پیچھا کرتے چلے آ رہے تھے۔ اہلِ حق نے قلعہ ابی کا محاصرہ کر لیا وہ یہ چاہتے تھے کہ اس عہد شکن قوم کو ایسا سبق سکھایا جائے کہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے یاد رکھے۔ محاصرہ کے دوران یہودیوں کے دو نام ور شمشیر زن یکے بعد دیگرے دعوت مبارزت دیتے ہوئے میدان میں نکلے مسلمانوں کی طرف سے بھی دو جانباز سرفروش ان کے مقابلے میں آئے اور دونوں کو قتل کر دیا۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشہور جاں نثار اور شہ زور صحابی حضرت ابو دجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ ہمیشہ میدانِ جنگ میں سُرخ پٹی استعمال کرتے تھے اس لئے سُرخ پٹی والے جاں باز کے نام سے مشہور تھے میدانِ جنگ میں نکلے۔ انہوں نے یہودیوں کا اس قدر تیزی سے قتال شروع کیا کہ وہ بھیڑوں کی طرح آگے آگے بھاگنے لگے تلوار بازی کے جوہر دکھاتے ہوئے حضرت ابو دجانہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قلعے میں جا گھُسے اُن کے پیچھے ہی اسلامی لشکر بھی قلعہ میں داخل ہو گیا قلعہ کے اندر کچھ دیر کے لئے سخت مقابلہ ہوا مگر جلد ہی یہودی ایک ایک کر کے خفیہ راستوں سے قلعہ چھوڑ کر بھاگ گئے اور یوں اس دفعہ بھی یہودیوں نے بھاگ کر دوسرے قلعوں میں پناہ لی۔ اس

طرح مسلمانوں نے خیبر کے نصف حصہ یعنی پہلے منطقے میں موجود تمام قلعے یکے بعد دیگرے فتح کر لئے۔ یعنی علاقہ نطاۃ اور شق پورا مسلمانوں کے زیرِ نگیں آ گیا۔ اس علاقے میں کچھ اور بھی چھوٹے چھوٹے قلعے موجود تھے مگر اہلِ خیبر نے پہلے مضبوط قلعوں کا حشر دیکھتے ہوئے ان تمام چھوٹے قلعوں کو خالی کر دیا۔ اور شہر کے دوسرے حصے یعنی کیتبہ کی طرف بھاگ کر اپنی جانیں بچانے کی کوشش کی۔ یہودیوں کا خیال تھا کہ اب صرف ایک ہی راستہ باقی ہے کہ آخری قلعہ جو بنونضیر کی ملکیت تھا۔ وہاں اپنی تمام بچی کھچی قوت جمع کر کے مسلمانوں کا آخری بار مقابلہ کیا جا سکے چنانچہ اس مقصد سے وہ لوگ وطیح سلالم میں قلعہ بند ہو گئے۔

قلعہ بری پر قبضہ

یہودیوں نے شق کے قلعہ بری میں زبردست حفاظتی انتظامات کر رکھے تھے ان لوگوں نے مسلمانوں پر شدید سنگ باری اور تیر اندازی کی یہاں تک کہ بعض تیر اس جگہ تک پہنچ کر گرے جہاں سرکارِ دوعالم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم تشریف فرما تھے ان میں سے کچھ تیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے کپڑوں میں بھی الجھ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے زمین سے ایک مٹھی بھر سنگریزے اٹھائے اور انہیں قلعہ کی طرف پھینک دیا ان سنگریزوں کے پھینکنے سے یہ قلعے لرز اُٹھے اور اس کے بعد زمین میں دھنسنے لگے۔ اسی وقت مسلمانوں نے جو کچھ بھی وہاں تھا تیزی سے قبضہ میں کر لیا۔

وطیح اور سلالم کی فتح

نطاۃ اور شق کا علاقہ فتح کرنے کے بعد سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیتبہ وطیح اور سلالم کی طرف لشکرِ اسلام کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ سلالم بنونضیر کے ایک مشہور یہودی سردار ابوالحقیق کا ذاتی قلعہ تھا۔ یہودیوں نے پے در پے شکست کھانے کے بعد اپنا پورا زور اس قلعے میں اکٹھے ہو کر اسکی حفاظت کے لئے استعمال کرنے کا فیصلہ کیا۔ یہودیوں نے یہاں نہایت ہی ٹھوس قلعہ بندی کر لی تاکہ مسلمانوں کا ہر اعتبار سے ڈٹ کر مقابلہ کیا جائے۔ یہ قلعہ یہودیوں کا آخری حصار اور ان کی موت و زندگی کا ضامن تھا۔

مسلمانوں نے یہاں پہنچ کر اس قلعے کا سختی سے محاصرہ کر لیا۔ محاصرہ اس قدر سخت تھا کہ کسی طرف سے اہل قلعہ کو بھاگنے یا مدد حاصل کرنے کا راستہ نہ چھوڑا گیا۔ مسلمانوں نے چودہ دن تک اس قلعے کا سخت محاصرہ جاری رکھا مگر ان ایام میں قلعہ بند یہود میں سے کوئی بھی باہر نکل کر مسلمانوں کے مقابلے میں نہ آیا آخر جب حضور اکرم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ یہودی تو قلعہ سے باہر نکل ہی نہیں رہے تو آپ علیہ السلام نے منجنیق استعمال کرنے کا فیصلہ فرمایا تاکہ قلعہ کی دیواروں میں شگاف ڈال کر مجاہدین اندر داخل ہو کر فتح حاصل کر سکیں۔ اُدھر جب یہود کو یہ یقین ہو گیا کہ اب تباہی ان کا مقدر بن چکی ہے کیونکہ مسلمان کسی صورت ان کو چھوڑنے والے نہیں تو ان لوگوں

نے آپ علیہ السلام سے صُلح کی درخواست کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صلح کی اس درخواست کو منظور فرما لیا۔

شرائطِ صُلح

قلعہ کے مالک ابن ابی الحقیق نے حضور اکرم رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیغام بھیجا کہ میں آپ کے پاس صُلح کی بات چیت کرنے آنا چاہتا ہوں آپ علیہ السلام نے اسکو اجازت دے دی۔ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس شرط پر صُلح کی کہ اہل قلعہ کی جان بخشی کر دی جائے۔ اُن کے بال بچوں کو بھی ان کے ہمراہ ہی جانے دیں یعنی ان کو لونڈیاں یا غلام نہ بنایا جائے گا۔ بلکہ ان کے اہل وعیال سرزمین خیبر سے نکل جائیں گے۔ اہل قلعہ اپنے تمام اموال۔ جائداد، زمین، سونا، چاندی، گھوڑے وتمام سامانِ حرب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے کردیں گے۔ اپنے ساتھ صرف اس قدر کپڑا لے جائیں گے جو ایک انسان اٹھا سکتا ہے۔

(از: سنن ابوداؤد جلد 2 صفحہ 76)

ابوداؤد میں اس شرط کی مزید وضاحت کے تحت رقم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہودیوں کو اتنی اجازت دی کہ وہ لوگ اس قدر کپڑا اپنے ساتھ لے جاسکتے ہیں جو ان کی سواریاں اٹھا سکیں۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابن ابی الحقیق سے فرمایا کہ ''اس شرط صلح کے بعد اگر تم لوگوں نے مجھ سے کچھ چھپایا تو یاد رکھنا اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بری الذمہ ہیں''۔ سردار قلعہ نے تمام شرائط منظور کر لیں اور یوں مسلمانوں اور یہود خیبر کے درمیان صلح طے ہوگئی۔

(از: زدالمعاد جلد 2 صفحہ 136)

کنانہ اور اُسکے بیٹوں کی بدعہدی اور ان کا قتل

یہود جو کہ اپنی فطرت کے مطابق ہمیشہ بدعہدی سازش اور دھوکہ فریب سے باز نہیں آتے تھے یہاں بھی شرارت کرنے سے باز نہ آئے۔ کنانہ بن ابی الحقیق کے پاس بنو نضیر کے سابقہ سردار حیی بن اخطب کا ایک بڑا چرمی تھیلا تھا۔ جس میں خاندان کے زیورات محفوظ رکھے جاتے تھے۔ اسی کنانہ کے دونوں بیٹوں نے اس تھیلے کو غائب کر دیا۔ (یاد رہے حیی بن اخطب مدینہ منورہ سے جلاوطنی کے وقت زروجواہر کو بلند کر کے یہ چرمی تھیلا اپنے ہمراہ لایا تھا جو کہ کنانہ کے پاس محفوظ تھا)

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کنانہ بن ابی الحقیق کو طلب فرما کر دریافت فرمایا کہ ''وہ چرمی تھیلہ جس میں زیورات تھے کہاں ہے''۔ کنانہ نے جواب دیا کہ وہ سارا مال جنگ میں خرچ ہو گیا ہے۔ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ''جنگوں کا زمانہ اس قدر طویل تو نہیں کہ اس قدر مال خرچ ہو جاتا''۔

(روایت از ابن سعد، ابوداؤد، بیہقی، از فتح الباری جلد 7 صفحہ 367)

کنانہ بن ابی الحقیق کا یہ جواب سُن کر حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''اگر ہم نے وہ تھیلہ برآمد کرلیا تو تمہاری خیر نہیں تمہیں قتل کر دیا جائے گا''۔ کنانہ نے جواب دیا مجھے منظور ہے۔ حضور پرنور شافع یوم نشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک انصاری صحابی کو حکم دیا کہ ''جاؤ فلاں درخت کی جڑوں میں وہ تھیلا دبا ہوا ہے اس کو نکال لاؤ'' وہ صحابی گئے اور چرمی تھیلا درخت کی جڑ کھود کر نکال لائے۔

(سبحان اللہ جو لوگ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علمِ غیب کو نہیں مانتے ان کے لئے یہ واقعی ایک سبق اور لمحہ فکریہ ہے کہ کیونکہ اللہ کے اذن سے آپ ہر عیاں اور پوشیدہ چیزوں کا علم رکھتے ہیں)

اس تھیلے میں موجود زیورات کی ملکیت تقریباً دس ہزار دینار تھی۔ اس جھوٹ کے عیاں ہو جانے پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کنانہ بن ابی الحقیق کو حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے کر دیا۔ انہوں نے اپنے بھائی کے قتل کی سزا کے طور پر کنانہ کو قتل کر دیا۔ (محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی حضرت محمود بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قلعہ ناعم پر حملے کے وقت دیوار کے سایہ میں آرام کر رہے تھے کہ اسی کنانہ نے اوپر سے چکّی کا پاٹ ان پر گرا دیا جس سے وہ شہید ہو گئے یہ واقعہ گزشتہ اوراق میں بیان کیا جا چکا ہے۔)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حیی بن اخطب کی صاحبزادی حضرت صفیہ کو بھی قیدیوں میں شامل کر لیا۔ آپ کنانہ بن ابی الحقیق کی 17 سالہ دلہن تھیں اور ان کی حال ہی میں رخصتی ہوئی تھی۔

(از: زرقانی جلد 2 صفحہ 129) و

(البدایۃ والنہایہ جلد 4 صفحہ 199) (سیرۃ ابنِ ہشام)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حاضری

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب یہود خیبر پر مکمّل فتح پاچکے اور کنانہ کو کیفرِ کردار تک پہنچانے کے بعد فارغ ہوئے تو اس موقعہ پر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ حاضر ہوئے اور دین و دنیا کی سعادت حاصل کی یہ مکمل واقعہ آمد وفود میں گزر چکا ہے۔

فدک کی فتح

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مجاہدین کو ہمراہ لے کر خیبر پہنچے تو آپ نے حضرت محیصہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اہل فدک کے یہودیوں کی طرف اسلام کی دعوت دے کر روانہ فرمایا۔ اہلِ فدک نے اِسلام قبول کرنے میں ٹال مٹول سے کام لے کر دیر کر دی۔ اُدھر اللہ کریم نے اہلِ حق کو یہودِ خیبر پر مکمل فتح عطا فرمائی۔ اہلِ فدک کو جب یہ علم ہوا تو انہوں نے حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں پیغام بھیجا کہ اگر ہمیں جان

کی امان مل جائے تو ہم لوگ سارا مال واسباب چھوڑ کر جلاوطنی کے لئے تیار ہیں۔ یہ ساری گفتگو قاصدِ رسالت کے واسطے سے ہوئی۔

فخرِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہلِ فدک کی یہ شرط منظور فرمائی۔ چونکہ فدک بغیر کسی جنگ کے فتح ہوا تھا یعنی مسلمانوں کو اس مقام کی فتح کے لئے فوج کشی کی ضرورت پیش نہیں آئی تھی اس لئے فدک خالصۃً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قبضۂ قدرت اور ذاتی تصرف میں رہا اور یہاں کا مالِ غنیمت خیبر کی طرح صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین میں تقسیم نہیں کیا گیا تھا۔ اس میں سے آپ علیہ السلام اپنے اوپر خرچ فرماتے تھے بنو ہاشم کے بچوں کی پرورش فرماتے تھے اور ان میں سے غیر شادی شدہ ضرورت مندوں کی شادی فرماتے تھے۔

(از: سیرۃ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 353،357)

(مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 407)

وادی القریٰ (العلا) اور تیماء کی فتح

فتح خیبر کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم وادی القریٰ تشریف لے گئے۔ جہاں دعوت مبارزت میں اُن کے گیارہ آدمی قتل ہوئے دو کو حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اور کچھ کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کیا۔ آخر اُن سے خیبر کی شرائط پر صلح ہوگئی اور اسی طرح اہل تیماء سے (جو کہ خیبر کے شمال میں تقریباً 230 میل دور ہے) بھی جزیہ کی ادائیگی پر صلح ہوگئی۔

حضرت جعفر اور صحابہ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی آمد

غزوہ خیبر میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیارے صحابی اور چچازاد بھائی حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اس وفد میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھی جن کو صحابۂ اشعری کہا جاتا ہے بھی شامل تھے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ یمن میں سکونت پذیر تھے کہ وہاں ہمیں فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور پرنور کا علم ہوا۔ میں میرے دو بھائی ابورحم اور ابوبردہ اور دیگر پچاس ساتھی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر دائرہ اسلام میں داخل ہونے کی سعادت لینے کے لئے ایک کشتی کے ذریعے مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے۔ سمندر کی لہریں ہماری کشتی کو دھکیل کر عرب کی بجائے شاہِ حبشہ نجاشی کے ملک لے گئیں۔ ان دنوں حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے رفقاء سمیت سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے مطابق ہجرت کرنے کے بعد مقیم تھے۔ انہوں نے ہمیں بھی اس وقت حبشہ میں ہی رہنے کی ہدایت کی جب تک کہ حالات سازگار نہیں ہوجاتے چنانچہ ہم اس وقت تک حبشہ میں ہی دوسرے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے ہمراہ مقیم رہے

یہاں تک کہ فتح خیبر کے موقعہ پر حاضرِ خدمت ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔

مزید ارشاد فرماتے ہیں کہ جب ہم خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے تو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مالِ غنیمت میں سے ہمیں بھی حصّہ عطا فرمایا اور ہمارے ساتھ تمام اہلِ کشتی بھی اس حصہ میں شامل کئے گئے۔ جبکہ ہم لوگوں کے علاوہ کسی ایسے شخص کو مالِ غنیمت میں سے کوئی حصّہ نہ دیا گیا۔ جو غزوہ خیبر میں شریک نہ تھا۔ ہمارے علاوہ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے تمام ساتھیوں کو بھی خیبر سے حاصل شدہ مالِ غنیمت میں سے حصّہ عطا فرمایا گیا۔

(از: صحیح بخاری جلد 1 صفحہ 443)

(فتح الباری جلد 7 صفحہ 484، 487 وغیرہ)

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو دیکھا تو ان کا شاندار استقبال کیا۔ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرے پر بوسہ دیا اور ارشاد فرمایا ''واللہ مجھے پتہ نہیں چل رہا کہ مجھے کس بات کی زیادہ خوشی ہو رہی ہے۔ خیبر فتح ہو جانے کی یا جعفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی آمد کی''۔

(از: زادالمعاد جلد 2 صفحہ 139)

(سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان الفاظ مبارکہ سے حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ دلی لگاؤ و پیار اور ان کی اہمیت وقدر کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے)

یہاں یہ بات بتا دینا بھی مناسب ہوگا کہ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو حبشہ سے مدینہ منورہ بلانے کے لئے حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہلے ہی شاہِ حبشہ کے پاس روانہ فرما دیا تھا اور یوں نجاشی نے اِس وفد کو آپ علیہ السلام کے حکم کے مطابق دو کشتیوں میں سوار کرا کے تحائف کے ہمراہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں روانہ کیا تھا۔

(از: تاریخ طبری جلد 1 صفحہ 128 اور بحوالہ مختلف کتب سیر)

خیبر کے اموالِ غنیمت کی تقسیم

خیبر کی فتح کے بعد جو مالِ غنیمت مُسلمانوں کو ملا اس میں سونا چاندی وغیرہ تو بہت ہی کم تھا البتہ گائے، بیل، اونٹ اور کچھ دوسرا سامان شامل تھا۔ اموالِ غنیمت میں سب سے اہم جو چیزیں تھیں وہ اس علاقے کے باغات اور زمینیں تھیں۔ باغات اور زمینوں کے علاوہ باقی سارا سامان فخرِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآنی حکم کے مطابق مجاہدین مین تقسیم فرما دیا۔

(از: شرح معانی الآثار جلد 1 صفحہ 316)

خیبر کے مالِ غنیمت کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکمِ خداوندی کے مطابق ان لوگوں میں تقسیم فرمایا جو صُلح حدیبیہ میں موجود تھے اسکی تفصیل یوں ہے۔

حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب عمرہ کا ارادہ فرمایا تو آپ علیہ السلام نے سب اہل مدینہ منورہ جو مسلمان تھے ان کو دعوت دی کہ وہ ان کے ساتھ شریکِ سفر ہوں۔ ایسا کرنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ آپ علیہ السلام جانتے تھے غزوہ بدر اور غزوہ اُحد میں قریش کا بڑا جانی اور مالی نقصان ہو چکا تھا۔ اب مسلمان کیونکہ مکہ مکرمہ عمرہ ادا کرنے کے لئے جا رہے تھے اس لئے اندیشہ تھا کہ کہیں وہ لوگ اپنے پرانے زخموں کو محسوس کرتے ہوئے اہل حق سے الجھ ہی نہ پڑیں اسلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاہتے تھے کہ مُسلمانوں کی جس قدر تعداد ساتھ ہو قریش پر اچھا اثر ڈالے اور وہ لوگ کسی قسم کی شرارت نہ کرسکیں۔

جب آپ علیہ السلام نے عمرہ ادا کرنے کے لئے لوگوں کو ہمراہ چلنے کا حکم دیا تو بہت سے لوگوں نے اپنی مصروفیات اور ضروری کام سرانجام دینے کا بہانہ بنا کر ساتھ چلنے سے معذرت چاہی چنانچہ آپ علیہ السلام کے ہمراہ وہ مخلص اور جاں نثار ساتھی ہی سفر پر جانے کے لئے آمادہ ہوئے جنکی زندگیوں کا مقصد صرف اور صرف حکم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ماننا تھا اور ان لوگوں کے دِلوں میں آپ علیہ السلام کا عشق اور محبت ہی موجزن تھا اور کچھ نہیں۔ پھر ان اہل حق کو مقامِ حدیبیہ پر جو واقعات پیش آئے اور جس طرح یہ لوگ بظاہر مغلوبانہ صلح کرنے پر مجبور ہوئے اور اس پر صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ جب سفر میں ان مخلص اور سچے لوگوں کے صبر کا امتحان ہو چکا جس میں وہ ہر اعتبار سے کامیاب ہوئے تو بارگاہِ خداوندی سے ان شکستہ دِل لوگوں کو ان کی افسردگی دُور کرنے کے لئے فتح خیبر کی بشارت دی گئی قرآن کریم میں بشارت نازل ہوئی کہ اے ایمان والو عنقریب خیبر کا علاقہ تمہارے ہاتھوں فتح ہوگا۔ اسطرح سے حاصل ہونے والا مالِ غنیمت صرف حاضرینِ حدیبیہ کیلئے ہی مخصوص کر دیا گیا کوئی دوسرا اس مال میں شریک نہیں ہو سکتا تھا۔

(از: ازالۃ الخفاء شاہ ولی اللہ جلد 1 صفحہ 38)

اس چیز کی تفصیل دیکھنے والے حضرات قرآنی تفاسیر میں سورہ فتح کی تفسیر پڑھکر مکمل تفصیل سے آگاہ ہو سکتے ہیں۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کی زمینوں کو اس طرح تقسیم فرمایا کہ خمس نکالنے کے بعد بقایا زمین کو چھتیس (36) حصوں میں بانٹ دیا گیا جن میں سے 18 حصّوں کو اس لئے الگ کر دیا گیا تا کہ مسلمانوں کی ضروریات پوری کی جاسکیں اور باقی اٹھارہ حصّوں کو مجاہدین پر تقسیم فرمایا ہر سہم (حصّہ بخرہ) میں سو سو کا حصہ مقرر کیا گیا جس کو حسب ارشاد خداوندی اصحابِ حدیبیہ میں تقسیم فرما دیا۔ خیبر کی وہ زمین جسکو آپ علیہ السلام نے تقسیم نہ فرمایا اس

میں الکتیبہ اور الوطیح اور السلام اور اس کے ملحقہ اراضی تھی۔

جو نصف حصہ اصحابِ حدیبیہ میں تقسیم کیا اس میں شق اور النطاۃ اور اسکے ملحقہ زمینیں تھیں۔

(راوی حضرت سہیل موصولہ بشیر بن یسار بالعی رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت ابوداؤد جلد 2 صفحہ 425)

(بذل الجبود جلد 4 صفحہ 145)

خیبر سے حاصل ہونیوالے اموال کو چھتیس حصّوں میں بانٹ دیا گیا ہر حصہ ایک سو حصوں پر مشتمل تھا اس طرح بحساب ضرب کل تین ہزار چھ سو حصّے بنے ان میں سے نصف یعنی اٹھارہ سو حصے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عام مسلمانوں کے لئے تھے باقی اٹھارہ سو حصّوں پر اسلئے تقسیم کیا گیا کہ یہ حصہ صلح حدیبیہ میں موجود ساتھیوں کے لئے عطیہ تھا۔ ان کی تعداد 1400 تھی اور وہ لوگ غزورہ خیبر میں شرکت کے لئے جب چلے تو ان کے ساتھ 200 (دوسو) گھوڑے بھی تھے۔ شرعی اعتبار سے سوار کے علاوہ ایک حصہ گھوڑے کے لئے بھی ہوتا ہے اور گھوڑے کا حصہ دوگنا یعنی ایک حصہ سوار کا اور دو حصّے گھوڑے کے بھی ملے جو کل تعداد میں چھ سو ہوئے اور بارہ سو پیدل مجاہدین کو بحساب ایک حصہ فی کس ملے۔

(از: زادالمعاد جلد 2 صفحہ 137، 138)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا ''ہم خیبر کی فتح کے بعد اصل معنوں میں آسودہ حال ہوئے'' اسی طرح سیّدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

''جب خیبر فتح ہوا تو ہم نے کہا کہ اب ہمیں پیٹ بھر کر کھجوریں ملیں گی''

(روایت از صحیح بخاری جلد 3 صفحہ 609)

مذکورہ روایات کو اگر غور سے پڑھا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ مسلمانوں کو خیبر کی فتح سے کس قدر مالِ غنیمت حاصل ہوا۔ فتح خیبر کے بعد اہلِ حق یہودیوں کی سازشوں سے ہی محفوظ نہ ہو گئے بلکہ اس رسوائے زمانہ قوم کا ہمیشہ کے لئے کم از کم عرب کی سرزمین سے زور ختم ہو گیا اور یوں مسلمانوں کو دینِ اسلام کی تبلیغ کے لئے کسی رکاوٹ کا خدشہ نہ رہا اور یوں صلح نامہ حدیبیہ جسکی تمام شرائط بظاہر مسلمانوں کے لئے نقصان کا باعث نظر آ رہی تھیں۔ کامیابی کا پیش خیمہ ثابت ہوئیں۔

یہودِ خیبر پر مسلمانوں کی مکمل فتح نے مشرکینِ مکہ اور خصوصی طور پر اہل قریش کے دِلوں پر رعب طاری ہی نہ کیا بلکہ یہ لوگ نہایت سنجیدگی سے اسلام کی حقانیت کے بارے میں گفتگو کرنے لگے ان لوگوں میں سے جو ان کے بردبار اور بزرگ تھے انہوں نے لوگوں کو دبے دبے الفاظ میں اسلام قبول کر لینے کے متعلق کہنا شروع کر دیا۔

اہلِ یہود کی مُسلمانوں سے خیبر میں ہی رہنے کی درخواست

مسلمانوں نے جب خیبر کا علاقہ مکمّل فتح کرلیا وہاں کی ساری زمین اللہ اوراس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہوگئی تو آپ علیہ السلام نے یہ ارادہ فرمایا کہ یہودی معاہدہ کے مطابق یہ علاقہ چھوڑ کر چلے جائیں۔ آپکا یہ ارادہ مبارک دیکھ کر یہود خیبر نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں درخواست کی۔

یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں اسی سرزمین پر رہنے کی اجازت عطا فرما دیں ہم لوگ یہاں کھیتی باڑی کریں گے اور جو پیداوار ہوگی اس کا نصف حصّہ آپ علیہ السلام کی خدمت میں پیش کر دیا کریں گے۔ ہم لوگ اس علاقے کی زمین اور چپے چپے سے واقف ہیں مسلمانوں کی نسبت اس علاقے کے بارے میں ہماری معلومات زیادہ ہیں۔

اُدھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے پاس نہ تو اتنے غلام تھے اور نہ ہی اُن کے پاس اتنا وقت تھا کہ اس سرزمین میں کھیتی باڑی کی نگہداشت کر سکتے اس لئے آپ علیہ السلام نے یہود کی یہ درخواست منظور کرتے ہوئے فرمایا ''جب تک ہم چاہیں گے تمہاری اس درخواست پر عمل ہوتا رہے گا یعنی اس عرض کو برقرار رکھنا یا نہ رکھنا ہمارے اختیار میں ہوگا''۔ چنانچہ جب فصل کی بٹائی کا وقت آتا تو آپ علیہ السلام پیداوار کا اندازہ اور بٹائی لینے کے لئے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خیبر بھیجا کرتے تھے۔

جب بٹائی کا موقعہ آتا تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خیبر تشریف لے جاتے ساری پیداوار کو دو برابر حصّوں میں تقسیم کرنے کے بعد یہودیوں سے فرماتے جس حصّے کو تم پسند کرو اپنے لئے رکھ لو۔ عدل وانصاف کی یہ عملی صورت دیکھ کر یہودی یہ کہتے کہ اسی عدل وانصاف کی وجہ سے زمین وآسمان قائم ہیں۔

(از: صحیح بخاری جلد 1 صفحہ 315)

(فتح الباری جلد 5 صفحہ 16، 239)

(سنن ابوداؤد جلد 2 صفحہ 128)

مُہاجرین کا انصار کو باغات وغیرہ واپس کرنا

مہاجرین جب ہجرت کے بعد مدینہ منورہ آکر آباد ہوئے تو سب بے سروسامانی کی حالت میں تھے بعض کے پاس تو صرف وہی کپڑے ہی تھے جو ان لوگوں نے پہن رکھے تھے مگر انصار مدینہ نے قربانی اور بھائی چارہ کی وہ عملی مثالیں پیش فرمائیں جنکی مثال ونظیر تاریخ عالم میں کہیں نہیں ملتی۔ انصار نے اپنی زمین، کاروبار اور باغات تک مہاجرین کے حوالے کردیئے اور عرض کیا آپ لوگ محنت سے کھیتی باڑی کریں اور جو پیداوار حاصل ہو خود بھی استعمال کریں اور بچ جائے تو اس میں سے کچھ حصّہ ہمیں بھی دے دیا کریں۔

فتح خیبر کے بعد اللہ کریم نے اپنے پیارے حبیب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین پر خاص کرم فرمایا اور مالِ غنیمت میں سے ہر ایک کو اس قدر حصّہ ملا کہ خیبر کے بعد مدینہ منورہ واپسی پر مہاجرین نے انصار کے تمام باغات اور زمینیں واپس کر دیں کیونکہ اب وہ خود مستغنی ہو چکے تھے۔

ہجرت کے موقع پر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا نے بھی چند درخت فخرِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کئے تھے۔حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُمِ سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دیئے ہوئے درخت اپنی دایہ اُم ایمن یعنی حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی والدہ کو ان کی گزراوقات کے لئے عطا فرمادیئے تھے۔

فتح خیبر کے بعد جب ان تمام مہاجرین نے جن کو انصار نے گزراوقات کے لئے اپنی زمینیں اور درختوں میں سے کچھ درخت دیئے تھے اصل مالکوں یعنی انصار کو واپس کر دیئے تو حضرت اُم سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنے درخت واپس طلب کئے۔آپ علیہ السلام نے کیونکہ وہ درخت پہلے ہی اپنی دایہ حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو عطا فرمادیئے تھے۔اس موقعہ پر آپ علیہ السلام نے اپنی دایہ سے فرمایا کہ'' اُم سلیم (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے درخت ان کو واپس کر دیں''۔اس پر حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وہ درخت واپس کرنے سے ہی انکار کیا اُمِ ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کیوں کہ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دایہ اور آپ علیہ السلام کے والد ماجد کی کنیز تھیں اسلئے آپ ان کو ناراض نہیں کرنا چاہتے تھے۔چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ملکیت میں سے ایک درخت کے بدلے دس دس درخت ان کو عطا فرمائے تب حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا اُمّ سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے درخت واپس دینے پر رضا مند ہوئیں۔

غزوہ خیبر میں کیونکہ کچھ غلام اور عورتیں بھی مجاہدین کے ہمراہ ان کی خدمت کے لئے شریک تھیں ان لوگوں کو حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدد واعانت کے طور پر خیبر کے مال میں سے کچھ عطا فرمایا۔البتہ باقی اراضی میں سے مردوں کی طرح ان کو کوئی حصّہ عطا نہیں فرمایا آپ علیہ السلام کے اس عمل مبارک کو ابو داؤد اور نسائی کے روایات میں پڑھا جاسکتا ہے۔

(از:زادالمعاد جلد2 صفحہ148،صحیح مُسلم شریف جلد2 صفحہ96)
(فتح الباری جلد5 صفحہ18،امام قسطلانی جلد4 صفحہ354)
(البدایہ والنہایۃ:جلد4 صفحہ204)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شادی مبارکہ

فتح خیبر کے بعد سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے عقد فرمایا حضرت صفیہ بنونضیر کے سردار حیی بن اخطب کی بیٹی تھیں۔ اس یہودی نے کیونکہ مسلمانوں کے ساتھ بدعہدی کی تھی اس لئے غزوہ خندق کے بعد غزوۂ بنوقریظہ (5 ہجری) میں مارا گیا یہ یہودی قبیلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے جلا وطن کر دیا گیا تھا اور یوں یہ لوگ خیبر میں آ کر آباد ہو گئے تھے۔ حضرت صفیہ کے مکمل حالات زندگی تو انشاء اللہ بطور اُمّ المومنین آگے چل کر امّہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے باب میں درج کئے جائیں گے یہاں موقع محل اور حالات وواقعات غزوۂ خیبر کے مطابق آپ علیہ السلام کے نکاح کا حال ہی درج کیا جاتا ہے۔

جیسا کہ گذشتہ واقعات میں گزر چکا ہے حضرت صفیہ بنونضیر کے سردار کنانہ بن ابی الحقیق کی زوجیت میں تھیں۔ خیبر کے موقع پر ان کی نئی نئی شادی ہوئی تھی۔ فتح خیبر کے بعد اپنے سردار کی طرح گندی اور سازشی یہودی ذہنیت کے مطابق سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بدعہدی کی وجہ سے قتل ہوا اور یوں اسیران خیبر میں حضرت صفیہ بھی شامل ہو کر مسلمانوں کے حصے میں آئیں۔ جب تمام قیدی عورتوں کو ایک جگہ اکٹھا کیا گیا تو آپ علیہ السلام کے صحابی حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسیرانِ خیبر میں سے مجھے بھی ایک عورت عنایت فرما دیجئے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا ''جاؤ ایک عورت اپنے لئے لے لو''۔ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ گئے اور انہوں نے عورتوں میں سے حضرت صفیہ کو اپنے لئے پسند کر لیا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین میں سے ایک صحابی نے خدمتِ اقدس میں آ کر عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ علیہ السلام نے بنوقریظہ اور بنونضیر کی سیدہ حضرت صفیہ کو دحیہ (رضی اللہ تعالےٰ عنہ) کے حوالے کر دیا ہے وہ تو یہودیوں کے سردار کی بیوہ اور بیٹی ہے۔ ان کا باپ حضرت ہارون علیہ السلام کی نسل سے ہیں۔ اس لئے وہ صرف آپ علیہ السلام کے شایانِ شان ہیں۔ جبکہ صحابہ کرام میں حضرت دحیہ کلبی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جیسے اور بہت ہیں۔ مگر غنیمت میں حضرت صفیہ جیسی کوئی دوسری عورت نہیں ہے۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''دحیہ کلبی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو صفیہ سمیت حاضر کیا جائے''۔ وہ حسب حکم حضرت صفیہ کو لے کر حاضرِ خدمت ہوئے۔ آپ نے دحیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے فرمایا کہ ''تم صفیہ کی بجائے قیدی عورتوں میں سے کسی دوسری عورت کو لے لو''۔ ایک روایت میں یوں بھی آیا ہے کہ آپ علیہ السلام نے صفیہ کی بجائے ان کی چچازاد بہن کو حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرمایا۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آزاد فرما کر ان کو اسلام کی دعوت دی جو انہوں نے قبول کر لی پھر آپ علیہ السلام نے حضرت صفیہ کو نکاح کی دعوت دی جو انہوں نے قبول کر لی اور یوں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس طرح حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو غزوہ بنی المصطلق کے بعد خاندانی مقام کے مطابق ان کے مرتبے اور وجاہت کے موافق آزاد فرما کر اُن سے عقد کیا تھا بالکل اسی طرح یہاں بھی حضرت صفیہ کو بادشاہ کی بیٹی، سردار کی بیوہ اور حضرت ہارون علیہ السلام کی ذریت میں سے ہونے کی وجہ سے عزّت و شرف بخشتے ہوئے اپنی زوجیت میں لے لیا۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حق مہر میں آزادی ان کا حق مہر مقرر فرمایا۔ مدینہ منورہ واپسی پر مقام سدِّ صہبا پہنچ کر جب وہ حیض سے پاک ہوگئیں تو آپ علیہ السلام نے ان کے ساتھ زفاف فرمایا پھر حلیس یعنی کھجور۔ گھی اور ستو ملا کر پکوان تیار کیا گیا۔ جو کہ صبح کو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو بطورِ ولیمہ پیش کیا گیا۔ آپ علیہ السلام نے راستے میں تین روز تک شب ہائے عروسی کے طور پر حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس قیام فرمایا۔ قیام کے دوران آپ علیہ السلام نے اُمّ المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے چہرے پر ایک نیلا نشان دیکھا تو دریافت فرمایا ”یہ کِس چیز کا نشان ہے“۔ انہوں نے عرض کیا آپ کی خیبر آمد سے پہلے ایک رات میں نے خواب دیکھا کہ چاند اپنی جگہ سے ٹوٹ کر میری گود میں آ گرا ہے۔ میں نے یہ خواب اپنے شوہر سے بیان کیا تو اس نے میرے چہرے پر تھپڑ مارتے ہوئے کہا تم مدینہ منورہ کے بادشاہ کو حاصل کرنے کی خواہش رکھتی ہو۔ (واللہ اعلم)

(از: صحیح بخاری جلد 1، 2 صفحہ 54، 606)

(زاد المعاد جلد 2 صفحہ 137)

(سیرۃ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 336)

(فتح الباری جلد 7 صفحہ 360)

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اُمِّ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح مُبارک

اس باب میں ہم کیونکہ ان تمام واقعات کو لا رہے ہیں جن کی ابتداء تو بے شک فتح خیبر سے پہلے ہی ہو چکی تھی۔ مگر ان واقعات کی تکمیل اس موقعہ پر ہوئی اس لئے گو حضرت اُمِّ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح شاہِ حبشہ نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ 6 ھجری میں ہی کر دیا تھا مگر آپ خیبر کے موقعہ پر حبشہ سے رخصت ہو کر حاضر خدمت ہوئیں اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اسی وفد میں شریک تھیں جس میں حضرت جعفر بن ابی طالب اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہم شامل تھے۔

اُمِ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اصل نام رملہ تھا۔ یہ سردارِ قریش ابوسفیان کی بیٹی تھیں اور رشتے کے اعتبار سے سیدنا حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پھوپھی لگتی تھیں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجیت میں آنے سے پہلے یہ عبیداللہ بن جحش کی بیوی تھیں۔ دونوں مکہ مکرمہ سے آپ علیہ السلام کے حکم پر ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے وہاں جا کر آپ کا پہلا شوہر عبیداللہ بن جحش مرتد ہو کر عیسائی مذہب میں چلا گیا اور پھر وہیں حبشہ میں مر گیا اس طرح آپ حبشہ میں بطورِ بیوہ زندگی بسر کر رہی تھیں۔ ایک رات انہوں نے خواب دیکھا کہ کوئی ان کو کہہ رہا ہے یا اُمِ حبیبہ یا اُمّ المومنین۔ خواب سے بیدار ہوگئیں اور اپنے اس خواب کی یہ تعبیر کی کہ مجھے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجیت کا شرف حاصل ہوگا۔ ازاں بعد ان کی یہ تعبیر بالکل حق ثابت ہوئی۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ ہجرت کے بعد 6ھ میں صُلح حدیبیہ کے بعد حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن خویلد بن عبداللہ بن ایاس بن عبید بن ناشرہ بن کعب بن جدی بن حمزہ بن بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ کنانی المتوفی 60ھ مدینہ منورہ۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے 20 احادیث مروی ہیں) کو شاہِ حبشہ نجاشی کے پاس اپنے نامہ ہائے مبارکہ دے کر روانہ کیا۔ قاصد نے یہ نامہ ہائے مبارکہ جن میں اسلام کی دعوت اور جو مسلمان وہاں مقیم تھے ان کی واپسی کا ذکر فرمایا تھا۔ نجاشی کے حوالے کئے اور پھر ایک اور خصوصی نامہ مبارک بھی اسکو دیا جس میں آپ علیہ السلام نے تحریر فرمایا تھا کہ "اے شاہ حبشہ مہاجرین میں ابوسفیان بن حرب سردار قریش کی بیٹی اُمِ حبیبہ ہیں ان کو میری طرف سے نکاح کا پیغام دیں اور مدینہ منورہ کی طرف مہاجرین کے وفد کے ہمراہ روانہ کریں"۔ اس تحریر کو پڑھنے کے بعد نجاشی نے بذاتِ خود اُمِ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آپ علیہ السلام کا پیغام دیا جسکو انہوں نے قبول کر لیا۔ روایت میں آتا ہے کہ نجاشی نے اپنی باندی جس کا نام ابرہہ تھا اسکو اُمِ حبیبہ کے پاس بھیجا تا کہ وہ کسی کو اپنا وکیل مقرر کر دیں یہ خوشخبری سُن کر حضرت اُمِ حبیبہ نے اپنے ہاتھ اور پاؤں کا سارا زیور اتار کر اس باندی کو بطورِ انعام دے دیا اور پھر حضرت خالد بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا وکیل نکاح مقرر کیا۔

شاہِ حبشہ نجاشی نے ایک خاص تقریب بلائی۔ جس میں حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو بھی مدعو کیا۔ بہترین قسم کے کھانے تیار کئے گئے۔ چار صد مثقال سونا یا چار ہزار درہم حق مہر مقرر کرنے کے بعد از گرہ خود سے ہی ادا کر دیئے اور یہ رقم اُمِ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بھیج دی تا کہ وہ اپنے سفر کی تیاری اور دیگر ضروریات کو پورا کر سکیں۔ اُمِ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس رقم میں سے پچاس مثقال سونا نجاشی کی باندی کو بھیج دیا۔ جب نجاشی کو اس بات کا علم ہوا تو اس نے پچاس مثقال سونا اور دیگر ادا شدہ زیورات اُمِ حبیبہ کو واپس بھیج کر عرض کیا آپ اپنے شوہر نامدار کے پاس تشریف لے جا رہی ہیں اسلئے ان زیورات پر آپ کا ہی حق ہے اور خود اپنی طرف سے باندی کو انعام دیا۔ اسکے علاوہ نجاشی نے اُمِ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو خصوصی درخواست کی کہ مدینہ منورہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر میری طرف سے عرض کرنا کہ نجاشی بھی آپ

علیہ السلام کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی فہرست میں شامل ہے اور آپ علیہ السلام کی ذاتِ مقدسہ پر ہمیشہ درود وسلام نچھاور کرتا رہتا ہے۔

حدیث صحیح میں آتا ہے کہ جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خبر پہنچی کہ نجاشی شاہِ حبشہ نے خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا نکاح حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پڑھا کر حق مہر کی رقم بھی اپنی گرہ سے ادا کر دی ہے تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سیّدہ حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو حبشہ سے مدینہ منورہ لانے کے لئے روانہ فرمایا۔

حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نجاشی کے پاس تشریف لے گئے اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام اس کو سنایا۔ شاہِ حبشہ نے حکم مبارک کے مطابق مہاجرین واُمّ المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سفر واپسی کا فوراً بندوبست کیا اور یوں یہ لوگ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں مدینہ منورہ حاضر ہوئے۔ آپ علیہ السلام نے حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مدینہ منورہ میں کچھ روز قیام کے بعد زفاف فرمایا۔

(یاد رہے حضرت اُمِ حبیبہ اُمّ المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر مبارک اس وقت چھتیس (36) سال سے کچھ اوپر ہی تھی۔ ہجرت کے چوالیسویں (44) سال میں ان کا وصال ہوا) (65 حدیثیں روایت فرمائیں)۔

اُمّ المومنین حضرت امّ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ملاقات کے وقت شاہِ حبشہ نجاشی کا پیغام سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں بیان کیا جسکو سُن کر آپ علیہ السلام نے نجاشی کے جواب میں یوں ارشاد فرمایا:

"وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ"

اُمِ حبیبہ کے نام کی وجہ تسمیہ

جیسا کہ بیان ہو چکا ہے کہ اُمِ حبیبہ کا اصل نام رملہ تھا خداوند کریم نے ان کے بطن سے ایک لڑکی پیدا کی جس کی نسبت سے آپ کی کنیت ہی اُمِ حبیبہ پڑ گئی کیونکہ آپ نے اس بیٹی کا نام حبیبہ رکھا تھا بعد میں اصل نام رملہ کی بجائے اُمِ حبیبہ ہی مشہور ہو گیا۔ حضرت امّ المومنین اُمِ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حالاتِ زندگی تفصیلاً انشاء اللہ باب ازواج مطہرات میں بیان ہوں گے۔ یہاں تو موقعہ کی مناسبت کے مطابق اختصار سے کام لیا گیا ہے۔

(از: مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 407)

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو (نعوذ باللہ) زہر دینے کا واقعہ

فتح خیبر کے بعد جب سرور دو عالم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام معاملات سے فارغ ہو چکے تو آپ علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں ایک یہودی عورت زینب بنت حارث جو کہ مرحب کی بھتیجی اور سلام بن مشکم یہودی کی

زوجہ تھی نے ایک بھُنی ہوئی بکری کا ہدیہ پیش کیا۔ اس عورت نے مسلمانوں سے پہلے ہی دریافت کرلیا تھا کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بکری کے کس حصّہ کا گوشت شوق سے تناول فرماتے ہیں اس کو بتایا گیا کہ دستی یا دستہ آپ علیہ السلام کو بہت پسند ہے۔ ان معلومات کے بعد اس یہودی عورت نے ایک بکری کا بچہ لیا اسکی دستی میں نہایت ہی خطرناک زہر جو کہ چند لمحوں میں ہی انسان کو موت کی نیند سلا دے اچھی طرح ملا دیا پھر بکری کے باقی حصّہ میں بھی زہر شامل کرنے کے بعد اسکو بھونا اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔

یہودی عورت زینب بنت حارث جب بکری کا بھنا ہوا بچہ لیکر حاضرِ خدمت ہوئی۔ تو اس وقت دسترخوان پر سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی ایک جماعت بھی حاضر تھی۔ آپ علیہ السلام نے دستی کا گوشت اپنے دانت مبارک سے کاٹ کر چبایا لیکن نگلنے سے پہلے ہی اسکو باہر تھوک دیا۔ پھر فرمایا ''کوئی بھی اس گوشت کو نہ کھائے کیونکہ دستی نے مجھے بتا دیا ہے کہ اس گوشت میں زہر ملا ہوا ہے''۔ دوسری طرف صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین میں سے حضرت بشر بن براء ابن معرور رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک لقمہ نگل لیا تھا انہوں نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا لقمہ نگل تو لیا ہے لیکن مجھے کراہت ونفرت محسوس ہو رہی ہے۔ بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابھی اپنی جگہ سے اٹھنے بھی نہ پائے تھے کہ ان کا رنگ فوراً نیلا پھر سیاہی مائل سبز ہو گیا اور وہ موقعہ پر ہی شہید ہو گئے۔

زہر آلودہ گوشت کا رسول کریم علیہ السلام سے کلام

اسی واقعہ کی طرف امام سبکی نے اپنے قصیدہ تائیہ کے ان شعروں میں اشارہ کیا ہے۔

وَاحییت عضُوُ الشَّاۃِ بَعْدَ مَمَاتِھَا

فَجَاءَ بِنُطْقٍ مُوْضَحٍ لِلّنَصِیْحَۃِ

ترجمہ:۔ ''بکری کے ایک عضو کو بکری کے مرنے کے بعد زندہ کر دیا گیا جس کے نتیجہ میں اس نے اپنی صاف گویائی سے نصیحت کی۔''

وقَالَ رَسُوْ لَ اللہ لانک اکلی

فَزَینَبُ سامتنیَ الھوان وسمت

ترجمہ:۔ ''آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تو میرا لقمہ نہیں بنے گی زینب نے ذلت کو حاصل کیا اور زہر ملا دیا۔''

جمادات کے کلام کی نوعیت

پہلے شعر سے اس قول کی تائید ہوتی ہے جس کے مطابق جمادات یعنی مٹی پتھر وغیرہ (جس میں گوشت بھی شامل ہے) اس وقت کلام کرتے ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ پہلے ان میں مکمل زندگی پیدا فرما دیتا ہے۔ مگر علامہ اشعری کا مسلک یہ ہے کہ جمادات وغیرہ میں حق تعالیٰ حروف اور آواز پیدا فرما دیتا ہے جو ان سے نکلتی ہے اسکے لئے زندگی پیدا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ جتنے یہودی سردار یہاں موقعہ پر موجود ہیں ان کو حاضر کیا جائے اور وہ عورت جو ہمارے لئے کھانا لے کر آئی تھی۔ یعنی زینب بنت حارث، اس کو بھی طلب فرمایا۔ جب سب لوگ حاضر ہو گئے تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ''میں تم لوگوں سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں کیا تم لوگ اس کا جواب سچ سچ بتاؤ گے''۔ انہوں نے عرض کیا اے ابوالقاسم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہم ضرور سچ جواب دیں گے۔ آپ علیہ السلام نے دریافت فرمایا ''اچھا بتاؤ تمہارا باپ کون ہے یعنی تمہارا جدِ اعلیٰ جسکی نسل سے تم لوگ ہو'' انہوں نے جواب دیا کہ فلاں شخص ہمارا باپ ہے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''تم جھوٹ بول رہے ہو فلاں شخص جس کو تم لوگوں نے اپنا باپ بتایا ہے وہ تمہارا باپ نہیں ہے بلکہ تمہارا باپ فلاں آدمی ہے پھر اس کا نام بتایا'' یہود یہ سُن کر کہنے لگے آپ علیہ السلام نے بالکل سچ فرمایا ہمارا باپ وہ شخص ہی ہے جس کا نام آپ نے لیا ہے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہودیوں سے یہ سوال اس لئے کیا تھا تا کہ ان کا امتحان لیا جا سکے کہ آیا وہ جھوٹ بولتے ہیں یا نہیں۔ پھر ان سے زہر کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

یہاں یہود کے جھوٹ بولنے کی دو وجوہات ہو سکتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ ان لوگوں نے جہل ونسیان کی وجہ سے یہ غلط جواب دیا یا پھر ان لوگوں کا خیال تھا کہ جان بوجھ کر جھوٹ بولا جائے تا کہ پتہ چل جائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واقعی رسولِ خُدا ہیں کیونکہ وہ لوگ اچھی طرح جانتے تھے کہ اللہ کے رسول کے سامنے اگر جھوٹ بولا جائے تو خُدا کی طرف سے ہی اپنے محبوب کو اس جھوٹ کے بارے میں اطلاع مل جاتی ہے۔ اس لئے ان لوگوں نے آپ علیہ السلام کے دریافت کرنے پر فوراً تسلیم کر لیا کہ ہم نے پہلے جھوٹ بولا تھا۔

صحیح بخاری شریف میں آتا ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر ان لوگوں سے سوال کیا کہ ''اگر اب پھر میں تم سے کوئی سوال پوچھوں تو اس کا جواب سچ سچ دو گے یا پھر پہلے کی طرح جھوٹ ہی بولو گے''۔ ان لوگوں نے جواب دیا کہ اے ابوالقاسم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اب ہم ہرگز جھوٹ نہیں بولیں گے کیونکہ ہمارا پہلا جھوٹ آپ پر منکشف ہو گیا ہے جو آپ کے برحق ہونے کی دلیل ہے۔ چنانچہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا ''تم لوگ بکری کو زہر آلود کر کے یہاں لائے تھے''۔ ان لوگوں نے کہا ہمارے اس فعل کا آپ کو کیسے عِلم ہو گیا۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''مجھے بکری کی دستی نے ہی بتا دیا تھا کہ اس میں زہر ہے'' (سبحان اللہ) یہ آپ علیہ السلام کا عظیم معجزہ تھا کہ بے جان گوشت بھی ہم کلام ہورہا ہے۔

زینب بنت حارث نے اقرار کیا کہ ہاں میں نے گوشت میں زہر شامل کیا تھا آپ علیہ السلام نے اس سے دریافت فرمایا کہ ''تو نے ایسا کیوں کیا'' عرض کرنے لگی میں نے یہ فعل اس لئے کیا تھا کہ اگر آپ صرف بادشاہ ہوئے تو اس زہر کے اثر سے وفات پا جائیں گے اور یوں ہم لوگ (نعوذ باللہ) آپ سے چھٹکارا حاصل کرلیں گے اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خُدا کے سچے نبی ہوئے تو یہ زہر ہرگز آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس عورت کو معاف فرما دیا یا نہیں اس بارے میں علماء کرام میں اختلاف ہے۔امام بیہقی کے نزدیک حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس عورت کو کچھ نہ فرمایا۔اسی طرح ابونصرہ نے روایت کی ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس عورت کو معاف کردیا۔مگر دیگر روایات میں ہے کہ اس عوت کو قتل کردیا گیا۔بیہقی کہتے ہیں کہ ہوسکتا ہے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پہلے اس عورت کو معاف کردیا ہو کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے بدل میں اسکو قتل کرنا نہ چاہتے ہوں مگر بعد میں حضرت بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل (شہادت) کی وجہ سے قصاص یا نظام شہری وسزا کے طور پر اس عورت کو قتل کردیا ہو۔

بہرحال معافی کے سلسلے میں امام زہری رحمۃ اللہ علیہ بھی یہی فرماتے ہیں کہ اس عورت کو معاف کردیا گیا۔

مواہب لدنیہ میں رقم ہے کہ سلیمان کی مغازی میں ہے کہ زینب بنت حارث یہودیہ کہنے لگی کہ اگر آپ (علیہ السلام) جھوٹے نبی ہیں (نعوذ باللہ) تو آپ (علیہ السلام) سے میں لوگوں کو چھٹکارا دلادوں گی مگر بے شک مجھ پر یہ بات عیاں ہوچکی ہے کہ آپ علیہ السلام اللہ کے برحق اور سچے نبی ہیں پھر کہنے لگی جملہ تمام حاضرین گواہ رہیں کہ میں آپ علیہ السلام کا دین قبول کرتی ہوں پھر اس نے کلمہ شریف پڑھا اور دائرہ اسلام میں داخل ہوگئی۔

(از: زادالمعاد جلد 2 صفحہ 139،140)

(فتح الباری جلد 7 صفحہ 497)

(زہر آلود گوشت کا اصل واقعہ صحیح بخاری میں موجود ہے جلد 1 صفحہ 610 وغیرہ)

(سیرۃ النبی از ابن ہشام جلد 2 صفحہ 336،337،338) (مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 481)

(مواہب لدنیہ جلد 2 صفحہ 480)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے سُورج کا لوٹ آنا

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب غزوہ خیبر سے واپس مدینہ منورہ تشریف لارہے تھے تو راستے میں

وادی صہبا پر پہنچے تو یہاں قیام فرمایا۔ نمازِ عصر کا وقت ہوا اتفاق سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی کام سے تشریف لے گئے تھے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نمازِ عصر ادا فرمائی تو وہ کام سے واپس آ کر حاضرِ خدمت ہوئے۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا سر مبارک حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زانو مبارک پر رکھا اور لیٹ گئے ایک روایت میں آتا ہے کہ آپ علیہ السلام سو گئے۔ اسی دوران وحی کا نزول ہوا۔ نزولِ وحی کا وقت حُسنِ اتفاق سے کافی لمبا ہو گیا۔ اُدھر سُورج غروب ہو گیا۔ نزولِ وحی کی کیفیت ختم ہوئی تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت فرمایا کہ ''کیا تم نے عصر کی نماز ادا کر لی ہے''۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں۔ آپ علیہ السلام نے دُعا کے لئے ہاتھ مبارک اٹھائے اور فرمایا ''یا اللہ اگر علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تیری اور تیرے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی فرمانبرداری میں مصروف تھے تو ان کے لئے سورج کو واپس لوٹا دے تاکہ یہ وقت مقررہ میں نماز ادا کر سکیں''۔ دُعا فوراً قبول ہوئی سُورج واپس لوٹا اور اسکی شعاعیں پہاڑوں اور ٹیلوں پر پڑنے لگیں۔ اس معجزہ مبارک کو کہ غروب شدہ سورج آپ علیہ السلام کی دُعا سے واپس پلٹ آیا مخلوقِ خدا نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اٹھ کر وضو کیا اور نماز ادا کی۔ صحابی کے لئے سُورج پلٹ آیا تاکہ وہ وقت میں نماز ادا کریں۔ آپ علیہ السلام کا عظیم معجزہ ہے۔ جسکی تفصیل انشاء اللہ آئندہ اپنے مقام معجزات پر آئے گی۔

(از: مدارج النبوّت جلد 2 صفحہ 410)

غزوۂ خیبر میں طرفین کے مقتولین

غزوہ خیبر میں کیونکہ مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان کئی معرکے لڑے گئے تھے جن میں سے بعض تو بہت ہی سخت تھے۔ فتح کے بعد حساب کے مطابق معلوم ہوا کہ اس غزوہ میں کل جتنے مسلمانوں نے جامِ شہادت نوش کیا ان کی تعداد سولہ تھی۔ جن میں سے چار صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین قریشی تھے۔ ایک کا تعلق قبیلہ اشجع سے تھا۔ ایک قبیلہ اسلم کا فرد تھا ایک مسلمان ایسے تھے جن کا تعلق اہلِ خیبر سے تھا اور باقی تمام انصارِ مدینہ منورہ میں سے تھے۔

بعض تحقیق کرنے والوں نے لکھا ہے کہ مسلمان شہداء کی تعداد پندرہ، چند کے نزدیک انیس بیان کی گئی ہے۔ حضرت زینف بن وائلہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی شہادت کا ذکر صرف واقدی نے کیا ہے جبکہ زینف بن حبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شہداء خیبر کی فہرست میں نام صرف طبری نے لکھا ہے۔ حضرت بشر بن براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ شہید ہیں جنہوں نے کسی معرکہ میں تو جام شہادت نوش نہیں فرمایا بلکہ ان کی شہادت اس گوشت سے ہوئی جس میں زینب بنت حارث نے زہر ملا دیا تھا۔

اس طرح فریق دوم اہلِ خیبر کے جو لوگ اس غزوہ میں مسلمانوں کے ہاتھوں مارے گئے ان کی تعداد

ترانوے (93) تھی جن میں سے سب کے سب ایک ہی قبیلے یا ایک ہی قلعہ سے تعلق نہیں رکھتے تھے بلکہ ان کا تعلق الگ الگ قبیلوں اور قلعوں سے تھا بہر حال مجموعی طور پر یہود کے مارے جانے والے لوگوں کی تعداد اکثر صاحبِ سیر حضرات کے نزدیک ترانوے (93) تھی۔ (واللہ اعلم)

(از: رحمۃ للعالمین جلد2 صفحہ 268، 269)

شہداءِ غزوۂ خیبر

ابن اسحاق نے کہا خیبر میں جو مسلمان شہید ہوئے ان کے اسماء یہ ہیں۔

قریش بنوامیّہ بن عبد شمس اور ان کے حلیفوں میں سے

1. ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن اکثم بن صخیرہ بن عمرو بن بکیر بن عامر بن غنم بن دودان بن اسد۔
2. ثقیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عمرو۔
3. رفاعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن مسروح
4. بنواسد بن عبدالعزّیٰ میں سے: عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن الہُبَیب (بنواسد کی بہن کے بیٹے)

انصار قبیلہ

5. انصار کے قبیلہ بنوسلمہ میں سے بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن براء بن معرور (یہ بکری کا گوشت کھا کر شہید ہوئے)
6. بنوزریق میں سے مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن سعد بن قیس بن خلدہ بن عامر بن زریق
7. قبیلہ اوس کی شاخ بنوعبدالاشہل میں سے محمود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن مسلمہ بن خالد بن عدلی بن مجدعہ بن حارثہ بن حارث۔
8. بنوعمرو بن عوف میں سے ابوضَیّاح رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ثابت بن نعمان بن امیہ بن امراء القیس بن ثعلبہ بن عمرو بن عوف۔
9. حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حاطب (بنوعمرو)
10. عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن مرّہ بن سراقہ (بنوعمرو)
11. اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن قائد (بنوعمرو)
12. اُنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حبیب (بنوعمرو)
13. ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن واثلہ (بنوعمرو)
14. طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بنوعمرو)

15. قبیلہ بنو غفار میں سے عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عقبہ کو ایک تیر مار کر شہید کیا گیا۔
16. قبیلہ بنو اسلم میں سے عامر بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ
17. اسود رائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (قبیلہ بنو اسلم) (ابن ھشام نے بیان کیا کہ اسود راعی ایک یہودی کا اجیر تھا)
18. ابن شہاب زُہری کے مطابق بنو زُہرہ کے مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ربیعہ۔
19. انصار بنو عمرو بن عوف میں سے اوس بن قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

لیلۃ التعریس کا واقعہ

غزوہ خیبر کے موقعہ پر لیلۃ التعریس کا واقعہ پیش آیا جس میں سرکار دو عالم ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تمام شریک مجاہدین کی نماز فجر قضاء ہوگئی۔ مسافر کا رات کے حصّے میں اترنا اور سو جانا دورانِ سفر تعریس کہلاتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوہ خیبر سے واپسی کے دورانِ راستے میں ایک جگہ شب بسری کے لئے قیام فرمایا اس رات سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نیند کا سخت غلبہ تھا۔ چنانچہ آپ علیہ السلام نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ ''ہم سونے جارہے ہیں تم رات کو جاگ کر نگہداشت کے فرائض سرانجام دینا اور صبح کے وقت ہم لوگوں کو نمازِ فجر ادا کرنے کے لئے جگا دینا ایسا نہ ہو کہ کہیں غفلت کی وجہ سے نمازِ فجر چھوٹ جائے''۔ آپ نے نماز تہجد سونے سے پہلے ہی ادا فرمائی اور فوراً آرام فرمانے کی غرض سے سو گئے۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ حسبِ حکم لشکر کی حفاظت کے لئے مستعد ہو گئے اور جب محسوس کرتے کہ مجھ پر بھی نیند طاری ہونے کی حالت ہو رہی ہے تو نماز اور نوافل میں مصروف ہو جاتے یہاں تک کہ آپ نے اس قدر نوافل ادا فرما لئے جتنی ربّ نے ان کو ہمت و توفیق عطا فرمائی۔ آہستہ آہستہ رات گزر رہی تھی رات کے آخری پہر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کے اکیلے کندھوں پر شب گزاری کا گراں بوجھ تھا اپنے اونٹ کے کجاوہ کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گئے تا کہ کچھ دیر آرام کر سکیں۔ بیٹھے ہوئے انہوں نے آنکھیں متواتر آسمان کی طرف لگا رکھی تھیں تا کہ جیسے ہی صبح صادق کے آثار نمودار ہوں وہ سرکار دو عالم رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو نمازِ فجر کے لئے اٹھا سکیں۔

انتظار کرتے کرتے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھیں نیند کی شدّت سے بوجھل ہوئیں اور یوں بے اختیاری میں بند ہو گئیں یعنی وہ بھی سو گئے۔ یہاں تک کہ جب سورج نکل آیا تو سب سے پہلے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جاگے دوسرے ساتھیوں کو اٹھایا کیونکہ نمازِ فجر کا وقت نکل چکا تھا جس کا آپ علیہ السلام کو بہت صدمہ ہوا فوراً حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو طلب فرمایا اور دریافت کیا ''تم کیوں سو گئے تھے'' انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے نیند کے غلبے نے اس قدر مجبور کر دیا کہ مجھے علم ہی نہیں رہا کب نیند آ گئی۔

ایک دوسری حدیث میں یوں آتا ہے کہ حضور اکرم ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ "بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پر شیطان آ گیا تھا اس نے بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے سینے پر ہاتھ مارا اور یوں ان کو تھپک تھپک کر سلا دیا"۔ پھر بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو طلب فرما کر پوچھا کہ "تم کیوں سو گئے تھے" انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی نے میرے سینے پر ہاتھ مارا۔ ازاں بعد مجھے تھپک تھپک کر سلا دیا۔ اسکے بعد سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو حکم دیا کہ "فوراً اپنا سامان باندھو اونٹوں کو اٹھاؤ اور اس جگہ سے روانہ ہو جائیں"

جب یہ لشکر اس وادی سے دور کسی دُوسرے مقام پر پہنچا تو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لشکر کو روکنے کا حکم دیا وضو فرمایا اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ اذان کہو پھر اقامت کے ساتھ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سمیت نماز ادا فرمائی۔

نماز سے فارغ ہوئے تو تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین بڑے پریشان اور غمگین تھے یہ دیکھتے ہی سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ "خداوندِ کریم نے ہماری روحیں قبض کر لی تھیں اور اگر وہ چاہتا تو ہمیں نماز کے وقت بیدار کر دیتا"۔ پھر ارشاد فرمایا کہ "اگر تم میں سے کسی کو نماز بھول جائے یعنی مقررہ وقت پر ادا نہ کر سکے تو جب اسکو یاد آ جائے ادا کر لیا کرے۔ نیند وغیرہ بھی اسی حکم میں آتی ہے"۔

علماء کرام اس امر کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

اس بات میں بھی اللہ کی حکمت تھی تا کہ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز قضاء کروادی جائے اور آیندہ قیامت تک کے لئے مسلمانوں کو اس بات کا حل بتا دیا جائے کہ اگر نیند کی غفلت سے انکی کوئی نماز رہ جائے تو اسکو سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق اس طرح ادا کرنا ہے۔ گویا آپ علیہ السلام کی نمازِ فجر کا قضاء ہو جانا گویا امت کی تعلیم کے لئے تھا ورنہ نبی تو اس بات سے پاک ومنزہ ہے کہ اس کی نماز قضاء ہو جائے۔ اس طرح کے کئی اور واقعات صرف اُمت کی تعلیم کے لئے ظہور میں آئے۔

شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دِل تو یقیناً بیدار ہی تھا۔ جس پر نیند یا خواب وغیرہ کا کوئی غلبہ نہ تھا ممکن ہے اس وقت آپ علیہ السلام مشاہدہ ربانی میں ہوں اور اس نعمتِ عظیم کی وجہ سے آپ علیہ السلام کا دھیان دنیا کی طرف نہ ہو۔ جیسا کہ اکثر اوقات نزولِ وحی کے وقت ایسی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ اس حالت کو جو کبھی کبھی سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر طاری ہوتی تھی اسکی حقیقت کو اللہ کریم کے سوا کوئی نہیں جان سکتا۔

(از: مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 417، 418)

گدھے کے گوشت کے بارے میں حکم

غزوہ خیبر کی فتح مکمل ہو چکی تو جہاں دُوسرے احکامات نازل ہوئے وہاں یہ حکم بھی دیا گیا کہ گھریلو گدھے کا گوشت جو کہ پہلے جائز تھا آج کے بعد حرام کر دیا گیا ہے۔ گدھے کے گوشت کو حرام قرار دینے کا واقعہ یوں ہے۔

فتح خیبر کے بعد ایک رات سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ اونچے اونچے آگ کے لاوے روشن ہیں آپ علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ "یہ آگ کیوں روشن کی گئی ہے" لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گدھے کا گوشت بھونا جا رہا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبداللہ ابن عوف اور ابوطلحہ کو فرمایا کہ "اعلان کر دیں گوشت ان ہانڈیوں سمیت زمین پر پلٹ دیا جائے اور ان ہانڈیوں کو توڑ دیا جائے۔ کیونکہ پالتو گدھا جو کہ پہلے حلال تھا اس کو اب حرام قرار دیا گیا ہے" کسی نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن ہانڈیوں میں گوشت پک رہا ہے گوشت نکال کر ان کو دھو ڈالیں تو ایسا کرنے کی اجازت ہے آپ نے فرمایا "ہاں ہانڈیوں کو دھو ڈالیں تا کہ آیندہ بھی کام آسکیں مگر گوشت استعمال نہ کیا جائے اسکو پھینک دیں کیونکہ وہ حرام ہو چکا ہے"۔ لوگوں نے حکم کے مطابق فوراً ہانڈیاں چولہوں سے اتار دیں کسی میں گوشت پک چکا تھا اور بعض میں ابھی آدھا کچا پکا تھا۔ ہانڈیوں کو صاف کر لیا گیا اور گوشت پھینک دیا گیا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن نضر بن ضمضم بن زید بن حرام بن جنب بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار۔ ان کی والدہ اُم سلیم سہلہ بنت لحان انصاریہ سے رشتہ میں وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خالہ ہوئی تھیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بصرہ میں 93ھ میں 103 سال کی عمر میں وفات پائی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 2286 احادیث روایت کی ہیں) فرماتے ہیں کہ ایک آدمی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا گدھے کا گوشت کھایا گیا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خاموشی اختیار فرمائی۔ اسکے بعد پھر ایک اور شخص حاضرِ خدمت ہوا اور عرض کیا گدھے کا گوشت استعمال کیا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر خاموشی اختیار فرمائی۔ اسکے بعد اُسی مجلس میں ایک اور شخص حاضر ہوا اور عرض کیا لوگوں نے گدھے کا گوشت کھا لیا ہے۔ سرکارِ علیہ السلام نے پھر سکوت فرمایا۔ اس کے بعد ایک اور شخص حاضرِ خدمت ہوا اور اس نے کہا گدھے ناپید اور فنا ہو گئے ہیں۔ یہ سُن کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گدھوں کے گوشت کی ممانعت فرماتے ہیں۔ لوگوں سے کہہ دیا جائے کہ اب گدھوں کا گوشت کھانا بند کر دیا گیا ہے"

اصل میں حق بات یہ ہے کہ گدھوں کا گوشت ان کی تعداد میں کمی یا وزن اٹھانے والی ضرورت کے تحت حرام نہیں کیا گیا بلکہ اسکی وجہ حرمت اس جانور کے گوشت کی نجاست تھی۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہی دوسری روایت میں ہے کہ جب لشکرِ اسلام خیبر میں داخل ہوا تو اہلِ خیبر جو صبح کے وقت زراعت کے آلات لے کر کھیتی باڑی

کے لئے باہر جا رہے تھے لشکرِ اسلام کو دیکھ کر کہنے لگے اللہ کی قسم محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ایک بہت بڑی فوج کو ساتھ لے کر آ گئے ہیں۔ اسکے بعد جب ہم لوگوں کو گدھے کا گوشت کھانے کے لئے دستیاب نہ ہوا تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''اعلان کر دیا جائے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے گدھوں کا گوشت منع فرما دیا ہے کیونکہ یہ گوشت ناپاک اور پلید ہے''۔

(از: مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 419)

(سیرۃ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 395)

(از: مواہب لدنیہ جلد 2 صفحہ 472، 473)

(مدارج النبوّت جلد 2 صفحہ 420، 421)

(سیرۃ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 396)

حضرت رُوَیفع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خُطبہ

ابن اسحاق کہتے ہیں مجھے یزید بن ابوحبیب نے اور انہوں نے اُبورزوق مولیٰ تجیب کے واسطے سے حنش صنعانی کی روایت یوں بیان کی ہے کہ ہم نے رویفع بن ثابت انصاری کے ساتھ بلادِ مغرب میں جنگ کی تو انہوں نے وہاں کے ایک شہر جس کا نام جربہ تھا (یہ خلیج قابس کے ایک جزیرے کا نام ہے) کو فتح کیا تو اس موقعہ پر لشکر کے مجاہدین اور دیگر لوگوں میں کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا:

''کسی ایسے آدمی پر جو اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو یہ ہرگز جائز نہیں کہ وہ تقسیم سے پہلے ایسے مال کو فروخت کر دے جو غنیمت میں اُسے ملا ہو (یعنی مالِ غنیمت) کسی ایسے آدمی کے لئے جو اللہ، اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہو جائز نہیں کہ مسلمانوں کے مالِ غنیمت کا کوئی جانور لے اسکو بطورِ سواری استعمال کرے اور جب وہ جانور لاغر و کمزور اور نحیف ہو جائے تو اسکو واپس کر دے۔ کسی ایسے آدمی کے لئے جو اللہ اور اس کے رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) و یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہو جائز نہیں کہ مسلمانوں کے مالِ غنیمت کا کپڑا کسی سے اُدھار لے کر زیب تن کرے اور جب وہ پرانا ہو جائے تو اسکو اصل مالک کو واپس کر دے۔''

پھر ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ مجھ سے یزید بن عبداللہ بن قسیط نے عبادہ بن صامت کی روایت بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کے مقام پر ارشاد فرمایا:

''کہ ہم خام سونا سنہری سکوں اور خام چاندی روپیلی سکوں کے عوض خریدیں یا فروخت کریں۔ فرمایا ''روپیلی سکوں کے عوض خام سونا اور چاندی، سنہری سکوں کے عوض خرید و فروخت کرو۔''

اسکے بعد سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ کے فضل وکرم سے اپنے مجاہد صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے ہمراہ خیبر میں یہودیوں کے قلعوں کو یکے بعد دیگرے فتح فرما کر پُورے خیبر کو اسلام کے تحت کر دیا اور شرپسند یہود قوم کی شرانگیزیوں سے مسلمانوں کو نجات حاصل ہوئی۔

(واللہ اعلم)

(از: سیرۃ ابن ہشام جلد2 صفحہ396)

حجّاج رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن علاط سُلّمی

فتح خیبر کے بعد حجاج بن علاط سُلمی بہزی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ میری بیوی اُمِ شیبہ بنت ابی طلحہ مکہ میں ہیں جس کے پاس میرا بہت سا مال ہے۔ میرا بیٹا جو اس کے بطن سے ہے یعنی معرض بن حجاج اسکے علاوہ مکّہ کے دُوسرے تاجروں کے پاس بھی میری بہت سی رقم ہے اگر مجھے اجازت دیں تو میں مکہ جا کر اپنا سارا مال حاصل کروں مگر مجھے ان لوگوں سے مال واپس لینے کے لئے آپ علیہ السلام کے خلاف گفتگو کرنا ہوگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسکو اجازت عطا فرما دی۔

حجاج رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مکّہ میں آمد

حجاج اجازت لے کر مکّہ مکرمہ پہنچے اہل مکہ جو ہر روز خیبر سے تازہ حالات معلوم کرنے کی جستجو میں رہتے تھے ان کی مکہ مکرمہ میں آمد پر ان کے ارد گرد اکٹھے ہو گئے اور خیبر کی تازہ صورتحال دریافت کرنے لگے حجاج کے مسلمان ہونے کا ان لوگوں کو علم نہ تھا۔ انہوں نے پوچھا ہمیں پتہ چلا ہے مسلمانوں نے خیبر پر حملہ کر دیا ہے۔ خیبر یہود کا سب سے بڑا مرکز اور تجارتی منڈی ہے تم کیونکہ سیدھے وہیں سے آرہے ہو اس لئے پُورے حالات ہمیں بتاؤ۔ حجاج نے اہلِ مکہ مکرمہ کو کہا میں تم لوگوں کو وہ بات بتانے جا رہا ہوں جسکو سُن کر تم لوگ خوش ہو جاؤ گے۔ سنو لوگو مسلمانوں کو ایسی ذلیل شکست ہوئی ہے جسکی مثال پہلے کبھی عرب کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ مسلمان کثیر تعداد میں مارے گئے ہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہودیوں نے گرفتار کر لیا ہے اہلِ خیبر نے اعلان کیا ہے کہ وہ مسلمانوں کو مکہ مکرمہ میں قیدیوں کی حیثیت سے لائیں گے اور قریش کے مارے جانے والے لوگوں کے عوض ان کو یہاں تمہارے سامنے قتل کیا جائے گا۔

اہلِ قریش نے اس خبر کو پُورے مکہ مکرمہ میں پھیلا دیا وہ لوگوں کو گھر گھر جا کر کہنے لگے خوش ہو جاؤ مسلمان یہود خیبر کے ہاتھوں ذلیل ورسوا ہو کر ایسی بُری شکست سے دوچار ہوئے ہیں جسکی مثال نہیں ملتی۔ یہودی ان لوگوں کو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ہمراہ یہاں گرفتار کر کے لا رہے ہیں اور تمہارے سامنے ان کو قتل کیا جائے گا۔

حجاج رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اہلِ مکّہ سے اپنا مال وُصول کرنا

حجاج نے اہل مکّہ کو یہ خوشخبری جوانہوں نے اپنی طرف سے ہی بیان کی تھی۔ سُنا کر لوگوں سے درخواست کی کہ مہربانی فرما کر جس جس کے ذِمے میرا مال ہے وہ مجھے جلد از جلد واپس لوٹا دیں تا کہ دوسرے لوگوں سے پہلے میں خیبر پہنچ کر مسلمانوں کے مال و اسباب میں سے اپنا حصّہ حاصل کر سکوں۔ لوگوں نے فوراً حجاج کے مال کی واپسی کا انتظام کیا۔ جس جس نے اس کا جو جو حصّہ دینا تھا حجاج کے سامنے لا کر ڈھیر کر دیا۔ پھر حجاج اپنی بیوی کے پاس آئے اسکو سارا قصہ بتا کر کہا میرا سارا مال جو تمہارے پاس ہے فوراً مجھے ادا کر دو تا کہ میں خیبر پہنچ کر اس سنہری موقعہ سے فائدہ اٹھا سکوں چنانچہ ان کی بیوی نے بھی سارا مال پیش کر دیا۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حجاج رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن علاط

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب علم ہوا کہ میں ایسی خبر لایا ہوں تو وہ میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا اے حجاج تم خیبر سے کیا خبر لے کر آئے ہو۔ میں نے عرض کیا حضرت اس وقت تاجر میرے اردگرد اکٹھے ہیں میں آپ کے ساتھ تنہائی میں گفتگو کرنا چاہتا ہوں مگر شرط یہ ہے کہ جب تک میں مکہ مکرمہ سے تین دن کے فاصلہ پر نہ پہنچ جاؤں آپ وعدہ کریں اصل خبر سے اہلِ مکہ مکرمہ کو آگاہ نہیں کرو گے کیونکہ مجھے اندیشہ ہے یہ لوگ حقیقت حال سے باخبر ہونے کے بعد میرا تعاقب کریں گے اور مجھے اپنی جان سے ہاتھ دھونے پڑیں گے۔

ابوالفضل نے میرے ساتھ مکمل راز داری کا وعدہ کیا تب میں نے ان کو بتایا کہ آپ کے بھتیجے نے یہودِ خیبر پر مکمل فتح حاصل کر لی ہے۔ رئیس یہود کی بیوی صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے پہلے شوہر کے قتل ہو جانے کے بعد اب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیوی ہیں۔ یہودِ خیبر کا سارا مال، جائداد، گھر بار سب کچھ اب مسلمانوں کی ملکیت ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سُن کر فرمایا اے حجاج کیا کہہ رہے ہو۔ میں نے عرض کیا مجھے اس خداوند قدوس کی قسم جس نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق کے ساتھ اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے میں نے جو کچھ کہا ہے وہ بالکل سچ ہے اور میں خود مسلمان ہو چکا ہوں۔ میں تو اپنا مال اور نقد رقم حاصل کرنے کے لئے یہاں آیا تھا اور یہ سب کچھ اسی صُورت میں حاصل کر سکتا تھا جب اہلِ مکّہ مکرمہ کو ان کی مرضی کے مطابق خبر سناتا اگر ان لوگوں کو اصل صورت سے آگاہ کر دیتا تو اپنا مال واپس لینا تو دور کی بات ہے زندہ ہی نہیں بچ سکتا ہے۔ یہ خبر سُن کر حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوش ہو گئے اور یوں انہوں نے حسبِ وعدہ تین روز تک اصل خبر کسی سے بیان نہ کی۔

مکّہ میں خیبر کی فتح کا اعلان

حجاج رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن علاط کو اپنا مال و دولت وصول کرنے کے بعد مکہ مکرمہ سے گئے ہوئے جب تین

روز کا عرصہ گزر گیا تو چوتھے روز حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا حلّہ پہنا خوب خوشبو لگائی اپنا عصا ہاتھ میں لیا گھر سے باہر تشریف لائے اور کعبہ کا طواف کرنا شروع کر دیا۔ قریش نے ان کو طواف کرتے ہوئے دیکھا تو قریب آکر دریافت کیا اے ابوالفضل تم پر کونسی ایسی مصیبت نازل ہوئی ہے کہ تم تحمّل کے لئے طواف کعبہ کر رہے ہو۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

''اے اہلِ مکہ خُدا کی قسم مجھے کوئی پریشانی یا تکلیف نہیں ہے تم لوگ کان کھول کر سُن لو کہ میرے بھتیجے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مکمل خیبر فتح کرلیا ہے خیبر کی شہزادی مسلمانوں کے قبضے میں ہے کہ اور اب میرے بھتیجے کی بیوی ہے۔ خیبر کی زمین، جائیداد، مال واسباب سب کچھ مسلمانوں کے پاس ہے اور اب ان کی ذاتی ملکیت بن چکا ہے۔ قریش نے پوچھا اے ابوالفضل یہ خبر کون لے کر آیا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ خبر وہی شخص لایا ہے جس نے تمہیں پہلے مسلمانوں کی شکست کا بتایا تھا وہ خود مسلمان ہے اور یہاں اپنا مال و دولت واپس لینے آیا تھا۔ جو وہ اپنی عقلمندی سے لے گیا ہے۔ یہ خبر سُن کر اہل قریش نے اپنا سر پیٹ لیا اور کہا اب کیا ہوسکتا ہے۔ تھوڑے عرصہ بعد اس خبر کی تصدیق بھی ہوگئی۔''

(از: سیرۃ ابن ہشام جلد2 صفحہ 397)
(تاریخ طبری جلد1 صفحہ 364،365)

خُودکُشی کرنیوالے کا واقعہ

غزوہ خیبر کے واقعات میں سے ایک ایسے شخص کا واقعہ بھی آتا ہے جسکی دلیری، شہ زوری، جذبہ جہاد اور کفار کو قتل کرنا اپنی مثال آپ تھا۔ اس شخص نے اتنی دلیری کیساتھ میدانِ جنگ میں گھوم پھر کر تلوار چلائی کہ جو بھی یہودی اسکے سامنے آ گیا تو گاجر مولی کی طرح اسکو کاٹ دیا یا شدید زخمی کیا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین اس شخص کی جرأت و بہادری اور جذبہ جہاد کو دیکھ کر اس قدر متاثر ہوئے کہ انہوں نے جا کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فلاں شخص کی دلیری قابل داد اور اسکے کارہائے نمایاں جو میدان میں اُس نے پیش کئے ہیں لافانی ہیں۔

آپ نے ارشاد فرمایا ''ہوشیار ہو جاؤ وہ شخص تو جہنمی ہے''

یہ حکم سُن کر مسلمان تعجب میں پڑ گئے کہ اس قدر دلیری سے کُفار کا قتل عام کرنے والا شخص اہل نار میں سے ہے ان لوگوں نے اس کی جستجو شروع کر دی مسلمان عنقریب تھا کہ آپ کے اس فرمان مُبارک کی وجہ سے شک میں پڑ جائیں ایک صحابی اس شخص کے قریب ہو کر لڑنے لگے تا کہ صورتحال سے واقف ہوسکیں وہ کہتے ہیں میں سائے کی طرح اس لڑنے والے شخص کے ساتھ ساتھ رہا یہاں تک کہ جنگ کرتے ہوئے شدید زخمی ہو گیا۔ زخموں کی شدت کو وہ

برداشت نہ کرسکا اور آخر کار ایک جگہ بیٹھ کر اپنی تلوار نکالی اسکو اپنے دونوں پستانوں کے درمیان رکھ کر زور سے دبایا وہ آر پار ہوگئی اور یوں اس شخص نے خودکشی کرلی جو کہ حرام موت ہے۔ پیچھا کرنیوالے صحابی بھاگم بھاگ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ شدید ترین جنگ وقتال کرنیوالا شخص شدید زخمی ہوگیا تھا۔ زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے اس نے اپنی ہی تلوار سے خودکشی کرلی ہے۔

یہ سُن کر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''بظاہر آدمی جنّت کے اعمال بجالاتا ہے جبکہ وہ اصل میں اہل نار میں سے ہوتا ہے'' یہاں مراد یہ تھی کہ انسان کو اپنے نیک اعمال پر غرور نہیں کرنا چاہیئے۔ (واللہ اعلم)

(از: سیرۃ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 398)

(مدارج النبوت شریف جلد 2 صفحہ 463)

غزوہ خیبر میں عورتوں کی شرکت

جیسا کی پہلے بیان کیا جاچکا ہے غزوہ خیبر میں کچھ عورتیں بھی شریک تھیں جو کہ میدان جنگ میں زخموں کی مرہم پٹی اور سپاہیوں کو پانی پلانے کے لئے ہمراہ تھیں۔ اہل سیر نے بیان کیا ہے کہ ان عورتوں کی تعداد بیس (20) تھی۔ ان میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، اُمِّ سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور اُمِّ عطیہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی شامل تھیں۔ ان عورتوں کو بھی مالِ غنیمت میں سے حصّہ عطا کیا گیا مگر مالِ غنیمت میں ان عورتوں کے لئے مجاہدین کی طرح حصّہ مقرر نہ تھا۔

سیرت ابن ہشام میں آتا ہے ابن اسحٰق نے بیان کیا کہ مجھے سلیمان بن سحیم نے امیہ بن صلت کے حوالے سے بتایا کہ غزوہ خیبر میں ایک انصاری عورت بھی شامل تھی جو اپنا واقعہ یوں بیان کرتی ہیں کہ میں بنو غفار کی عورتوں میں شامل تھی۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا آپ غزوہ خیبر میں یہودیوں کے خلاف جنگ کے لئے تشریف لے جارہے ہیں ہماری یہ شدید خواہش ہے کہ ہمیں بھی اپنے ہمراہ لے جائیں تا کہ ہم میدانِ جنگ میں زخمی مجاہدین کی مرہم پٹی کرسکیں ان کو دوا علاج اور وقت پر پانی وغیرہ دے سکیں اس طرح ہم اپنی ہمّت کے مطابق سپاہیوں کی مدد کرسکیں۔ ہماری عرض سُن کر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''علیٰ برکۃ اللہ '' اللہ برکت دے۔

جب خیبر فتح ہوگیا تو مجھے بھی غنیمت میں سے حصہ عطا کیا۔ یہ ہار جو میرے گلے میں دیکھ رہے ہو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اسی موقع پر عطا کیا تھا۔ اور خود میرے گلے میں پہنایا۔ خدا کی قسم اس روز سے یہ ہار کبھی میرے گلے سے دور نہیں ہوا۔ پھر جب تک وہ عورت فوت نہ ہوئی وہ ہار ہمیشہ اُسکے گلے میں ہی رہا۔ اس عورت نے زندگی میں ہی وصیت کی تھی کہ جب میں مرجاؤں تو ہار بھی میرے ساتھ ہی قبر میں دفن کیا جائے۔ غزوہ خیبر کے بعد

جب بھی ایاّم آئے ہمیشہ نمک ملا کر پانی سے غسل کرتی یہاں تک کہ وصیت کے مطابق ان کو مرنے کے بعد جس پانی سے غسل دیا گیا اس میں بھی نمک ملا ہوا تھا۔ (واللہ اعلم)

(از: سیرۃ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 408)

اسود راعی کا واقعہ

اسود راعی اہلِ خیبر میں سے ایک یہودی کا اجیر تھا یعنی دُوسرے لفظوں میں غلام یا ملازم کہہ سکتے ہیں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی قلعہ کا محاصرہ کئے ہوئے تھے کہ وہ شخص حاضر خدمت ہوا۔ اس کا نام اسود راعی تھا۔ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں اسلئے مجھ پر اسلام پیش کریں۔ آپ علیہ السلام کی یہ عادت کریمانہ تھی کہ کسی کو حقیر نہیں جانتے تھے۔ آپ نے اسود راعی کو اسلام پیش کیا وہ فوراً کلمہ شریف پڑھ کر دائرۂ اسلام میں داخل ہو گیا۔

اسلام لانے کے بعد اسود راعی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ایک یہودی کا اجیر ہوں جو کہ فلاں قلعہ میں مقیم ہے میرے پاس اسکی بکریاں بطورِ امانت ہیں۔ چاہتا ہوں کہ جام شہادت نوش کرنے سے پہلے اس یہودی کی امانت اسکو واپس کردوں اسود راعی کی یہ بات سُن کر آپ علیہ السلام نے فرمایا ''بکریوں کے منہ پر مارو'' چنانچہ اس نے ایک مٹھی کنکریاں بکریوں کو ماریں تو وہ فوراً اپنے مالک کے قلعے کی طرف ایسے چل پڑیں کہ گویا جیسے ان کو کوئی ہانک رہا ہے یہاں تک کہ وہ قلعے میں پہنچ گئیں۔

اس کے بعد اسود راعی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) قتال میں مصروف مجاہدین کے ساتھ شامل ہو گئے اور کفار سے جنگ شروع کر دی۔ اچانک ایک پتھر ان کے سر پر لگا جسکی ضرب سے وہ شہید ہو گئے انکو اُسی کے کپڑے سے ڈھانپ کر آپ علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ علیہ السلام نے مڑ کر میت کی طرف دیکھا اور پھر فوراً اپنا چہرہ مبارک پھیر لیا صحابہ نے وجہ دریافت کی تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''جب کوئی شہید ہو جاتا ہے تو فوراً اس کے پاس دو حوریں آجاتی ہیں جو اسکی جنتی بیویاں ہوتی ہیں وہ اس شہید کے چہرے سے مٹی صاف کرتی ہیں اور کہتی جاتی ہیں جس نے تیرے چہرے پر مٹی ڈالی ہے اللہ اس کے چہرے پر مٹی ڈالے جس نے تجھے قتل کیا ہے اللہ تعالیٰ اسکو قتل کرے''۔ (واللہ اعلم)

(از: سیرۃ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 410)

حضرت حسّان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اشعار

فتح خیبر کے موقع پر شاعرِ رسول حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ (حضرت حسّان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعلق انصاری قبیلہ خزرج کی معزز ترین شاخ بنونجار سے تھا سلسلہ نسب: حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ثابت بن منذر

بن حرام بن عمرو بن زید بن مناۃ بن عدی بن عمرو بن مالک بن نجار بن ثعلبہ بن عمرو بن خزرج) نے جو اشعار بیان کئے ان کو سُن کر اہلِ ایمان کی طاقت میں مزید اضافہ ہوا ان کے اشعار کا اُردو ترجمہ تحریر کیا جارہا ہے۔

ترجمہ اشعار

''اہل خیبر نے کاشت کی اراضی اور نخلستان وغیرہ جمع کئے تھے ان کی مدافعت میں جو قتال وخون ریزی ہوئی کیا وہ بالکل فضول تھی۔''

''ان لوگوں نے موت سے کراہت کی اور اس لئے ان کی حُمی (حُمی کسی کے اس مخصوص علاقے کو کہا جاتا ہے جس میں کسی دوسرے کو داخل ہونے کی اجازت نہ ہو) کو مباح منوالیا گیا اور اسی بنا پر انہوں نے ذلیل اور کمینے لوگوں کا رویہ اختیار کیا۔''

''کیا یہ لوگ موت سے بھاگتے ہیں اس موت سے جو دُبلی اور لاغر ہو ہو کر آئے کسی طرح اچھی موت نہیں ہوسکتی۔''

حضرت ایمن بن اُم ایمن بن عبید جو اس جنگ میں شریک نہیں ہوئے تھے۔ یہ ایمن بنو عوف بن خزرج میں سے ہیں۔ ان کی والدہ کا نام اُم ایمن تھا۔ جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کنیز تھیں اور یہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بھی والدہ کی طرف سے اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی تھے۔ یعنی یہ اسامہ بن زید کی والدہ ہیں۔ اس لئے ایمن ماں کی طرف سے اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی تھے۔ ان کی طرف سے جنگ میں شریک نہ ہونے کی وجہ یا عذر کو حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اشعار میں بیان کیا تا کہ لوگوں کے دِلوں سے ان کے بارے میں پیدا شدہ غلط فہمی دور ہو جائے۔

(ترجمہ اشعار)

''ایمن کی والدہ جس وقت ایمن سے کہہ رہی تھیں کہ تو نے بزدلی دکھائی اور غزوہ خیبر میں سواروں کے ہمراہ شریک نہ ہوا اس وقت ایمن نے حقیقت میں بزدلی نہیں دکھائی تھی بلکہ ان کے گھوڑے نے ایسا پانی لیا تھا جس میں آٹا ملا تھا اور پانی میں سے تعفن اٹھ رہا تھا۔ اس طرح پانی پینے سے جو بیماری اس گھوڑے کو ہوگئی تھی اگر نہ ہوتی تو وہ دوسرے سواروں کے ساتھ مل کر اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر ایسا لڑتا جو بایاں ہاتھ استعمال نہ کرتا ہوتا بلکہ اپنے داہنے ہاتھ سے خوب کام لیتا۔''

''لیکن اس گھوڑے کے معاملے نے اُسے روک دیا حالانکہ وہ گھوڑا اسکے پاس ایسا نہ تھا جو بالکل ہی جنگ کے سُدھا ہوا نہ ہو۔ مگر اسکے گھوڑے کی حالت نے اُسے جنگ میں حصّہ لینے سے روک دیا۔ اگر گھوڑے کی حالت خراب نہ ہوتی تو وہ جنگ میں شریک ہونے سے ہرگز کوتاہی نہ کرتا۔''

ابن اسحاق سے روایت ہے کہ غزوہ خیبر کے موقع پر جہاں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اشعار کہے وہاں ناجیہ بن جندب اسلمی نے چند اشعار کہے۔ جن کا اردو ترجمہ تحریر کیا جارہا ہے۔

ناجیہ بن جندب اسلمی کے اشعار کا ترجمہ

''خدا کے بندو یہ کس چیز میں رغبت کی جارہی ہے جو کہ اصل میں اکل وشرب کے سوا کچھ نہیں ہے حالانکہ اسکے مقابلے میں جنت نہایت پسندیدہ نعمتوں کی جگہ ہے۔''

''جو مجھے نیا یا اجنبی سمجھے تو میں ابن جندب ہوں اے بہت سے وہ لوگو جو دوڑتے ہو۔ جو جنگ کے معرکہ میں اندھے ہو گئے ہو اور ہلاک ہو کر گِدھوں اور لومڑیوں کا ناشتہ بن گئے ہو۔''

(از: سیرۃ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 414)

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اشعار

غزوہ خیبر کے موقع پر جہاں دوسرے شاعروں نے اپنی اپنی بساط کے مطابق اشعار کہے وہاں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن ابی کعب عمرو بن قیس بن سواد بن غنم بن کعب بن سلمہ بن سعد بن علی بن اسد بن ساردہ بن یزید بن جشم بن خزرج عقبہ ثانیہ میں 70 افراد کے ساتھ مکہ مکرمہ آ کر بیعت کی 50ھ میں وفات پائی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے 180 احادیث مروی ہیں) نے بھی کچھ اشعار بیان کئے۔

(اُردو ترجمہ اشعار)

''ہم نے خیبر اسکی نہروں اور اسکے گھاٹ پر جا کر اپنی پیاس بجھائی۔ ایسے جوانمردوں کو ساتھ لے کر جن کی ہتھیلیوں کی رگیں بوڑھوں کی طرح اُبھری ہوئی نہیں جو ہر برائی کو روک دینے والے ہیں۔''

''یہ لوگ سخی اور فیاض ہیں اپنے نصب العین میں اسکے حصوں میں ضعف القوٰی نہیں ہیں۔ یہ ہر میدان میں دشمنوں پر بھاری پڑتے ہیں۔''

''ہر سال جاڑے (موسمِ سرما) میں ان کے چولہوں میں (مہمان نوازی کی وجہ سے) راکھ کے ڈھیر لگے رہتے ہیں۔ یہ مشرقی اور ہندی تلواروں سے دشمنوں کی گردنیں کاٹ کر رکھ دینے والے ہیں۔''

''یہ لوگ قتل ہو جانا قابل تعریف کارنامہ سمجھتے ہیں۔ اگر انہیں احمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو جیت لینا اور اسے شہادت کا درجہ نصیب ہو جائے۔ جسکی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے امیدیں رکھتے

ہیں۔''

''محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے حقوق کے لئے ہر اعتبار سے مدافعت وحمایت کرتے ہیں اور خود ان کی مدافعت وحفاظت کے لئے اپنی زبان اور اپنے ہاتھ استعمال کرتے ہیں۔''

اور ہر چیز میں ان کا تعاون کرتے ہیں جس میں انہیں ذرا بھی شبہ ہو جاتا ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جان کی حفاظت کے لئے اپنی جان تک قربان کر دیتے ہیں۔''

''غیب کے اُمور اور غیب کی خبروں کی انتہائی خلوص کے ساتھ تصدیق کرتے ہیں کیونکہ وہ آنے والے کل کی عزّت وکامیابی چاہتے ہیں۔''

(از: سیرۃ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 415)

(روایت از ابوزید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

حسّان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اشعار

ابن اسحاق نے کہا: کہ واقعۂ خیبر پر جو اشعار کہے گئے ان میں حسانؓ بن ثابت (بن منذر بن حرام بن عمرو بن زید بن مناۃ بن عدی بن عمرو بن مالک بن نجار بن ثعلبہ بن عمرو بن خزرج۔ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں تقریباً 120 سال کی عمر میں مدینہ منورہ میں وفات پائی) کے یہ اشعار بھی ہیں:۔

بِئْسَمَا قَاتَلَتْ خَيَابِرُ عَمَّا جَمَعُوْا مِنْ مَزْرَعٍ وَ نَخِيْلٖ

ترجمہ:۔ ''اہل خیبر نے کاشت کی اراضی اور نخلستان وغیرہ جمع کیے تھے، ان کی مدافعت میں جو قتال کیا وہ قطعی فضول تھا۔''

كَرِهُوا الْمَوْتَ فَاسْتُبِيْحَ حِمَاهُمْ وَاَقَرُّوْا فِعْلَ اللَّئِيْمِ الذَّلِيْلِ،

ترجمہ:۔ ''انہوں نے موت سے کراہت کی اور اسلیے ان کی حمیٰ (کسی کا وہ مخصوص علاقہ جس میں دوسروں کو داخلے کی اجازت نہیں ہوتی) کو مُباح منوالیا گیا اور اسی بناء پر انہوں ذلیل اور کمین آدمیوں کا رویّہ اختیار کر لیا۔''

اَمِنَ الْمَوْتِ يَهْرِبُوْنَ فَاِنَّ الْمَوْتَ مَرْتَ الْهُزَالِ غَيْرِ جَمِيْلٍ،

ترجمہ:۔ ''کیا یہ لوگ موت سے بھاگتے ہیں؟ وہ موت، جو دُبلی اور لاغر ہو ہو کر آئے کسی طرح اچھی موت نہیں ہو سکتی۔''

(سیرۃ النبی کامل از ابن ہشام جلد 2 صفحہ 413)

خیبر کے حصّے الشق اور نطاۃ کی تقسیم

الشق اور نطاۃ کے کل قلعوں کے اٹھارہ بڑے حصّے کیے گئے ان میں سے پانچ حصّے نطاۃ اور تیرہ حصّے الشق کے

تھے پھر ہر فرد کے لحاظ سے الشق اور نطاۃ کو کل ایک ہزار آٹھ سو حصّوں میں تقسیم کیا گیا۔

ان صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے حصّوں کی تعداد جن پر خیبر تقسیم کیا گیا آدمیوں اور گھوڑوں کو ملا کر کل ایک ہزار آٹھ سو تھی ہر گھوڑے کے حصّے مقرر ہوئے ہر سوار کا ایک حصّہ اسی طرح ہر پیادہ کا ایک حصّہ یوں ہر حصّے کے لئے ایک نفری ہوگئی جس میں دوسو نفری گھوڑوں کی ہوئی (کل چار سو حصّے۔ یعنی دو حصّے فی نفری کے حساب سے) مجموعی طور پر اٹھارہ سو ہو گیا۔ آدمیوں کی تعداد چودہ سو اور گھوڑوں کی تعداد دو سو تھی۔

اٹھارہ سو حصّوں کے بڑے مجموعے قرار دیئے گئے یعنی فی مجموعہ سو (100) حصّے۔ مجموعے یہ تھے:۔

1. علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
2. زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ
3. طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
4. عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
5. عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ
6. عاصم بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اخو بنی العجلان)
7. اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
8. الحارث بن الخزرج رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
9. ناعم
10. بنی بیاضہ
11. بنی عبید
12. بنی حرام
13. عبید السہام (بنی سلمہ)
14. بنی ساعدہ
15. بنی غفار اور بنی اسلم
16. بنی نجّار
17. بنی حارثہ
18. بنی اوس

ان میں سے نطاۃ کا جو پہلا حصّہ نکالا گیا وہ زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن خویلد بن اسد بن عبد العزّیٰ بن قصی) کا تھا ان کے حصّے میں موضع خوع (خیبر کے نزدیک اور اس سے لگا ہوا موضع سریر) آیا۔ دوسرا حصّہ بنو بیاضہ کا

تھا۔ تیسرا اُسید کا۔ چوتھا بنو حارث بن خزرج کا۔ پانچواں ناعم کا جس میں بنو اوس بنی خزرج۔ مزینہ اوران کے شرکاء شامل تھے۔ وہیں محمود بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوئے یہ پانچ حصّے نطاۃ کے ہوئے۔

پھر الشق کی تقسیم یوں عمل میں آئی۔ پہلا حصّہ عاصم بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اخی بنی عجلان کا تھا ان کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی شریک تھے۔ دوسرا حصّہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا۔ تیسرا ساعدہ کا۔ چوتھا بنونجّار کا۔ پانچواں علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا۔ چھٹا طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا۔ ساتواں بنی غفار و بنی اسلم کا۔ آٹھواں عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا۔ نواں مسلمہ بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا۔ دسواں بنی حرام کا۔ گیارھواں حارثہ کا۔ بارھواں عبید السہام کا۔ تیرھواں اوس کا جس میں جہینہ اور باقی تمام عرب (جو غزوہ خیبر میں حاضر تھے) کے حصّے شامل تھے۔ ان کے مقابل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حصّہ تھا۔

الکتیبہ کی تقسیم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے الکتیبہ (خاص وادی) جو اہلِ حق نے فتح کی تھی۔ اپنے اہل قرابت اور ازواج مطہرات وُدوسرے مرد و زن میں تقسیم فرمایا۔ اس تقسیم کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دو سو وسق عطا فرمائے۔

سیّدنا حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک سو وسق دیا گیا۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک سو وسق عطا فرمایا اسکے لئے ان کو پچاس وسق کھجور کی گٹھلیاں بھی دیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دو سو وسق عطا فرمائے۔

سیدنا حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک سو وسق عطا فرمایا۔

حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک سو چالیس وسق عطا فرمائے۔

حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پچاس وسق دیئے۔

حضرت ربیعہ بنت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک سو وسق عطا فرمایا۔

حضرت صلت بن مخرمہ اوران کے دو بیٹوں رضوان اللہ تعالےٰ اجمعین کو ایک سو وسق اور حضرت صلت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چالیس وسق مزید عطا فرمائے۔

حضرت ابی نبعۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پچاس وسق دئے۔

حضرت رکانہ بن عبد یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو کہ قیس کے برادر بھی تھے چالیس وسق عطا فرمائے۔

حضرت ابوالقاسم بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو کہ قیس کے برادر بھی تھے چالیس وسق عطا فرمائے۔

حضرت قیس بن مخزمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوتیس وسوق عطا فرمائے۔
حضرت بنی عبیدہ بن الحارث کی بیٹیوں اور حصین بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی بیٹی کو ایک سو وسق عطا فرمایا:
حضرت بنی عبیدہ بن عبد یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ساٹھ وسق دیئے
حضرت ابن اوس بن مخزمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوتیس وسق عطا فرمائے۔
حضرت مسطح بن اثاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابن الیاس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو پچاس وسق دیئے۔
حضرت ام رمیثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو چالیس وسق عطا فرمائے۔
حضرت نعیم بن ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوتیس وسق عطا فرمائے۔
حضرت لحینہ بنت الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا کوتیس وسق عطا فرمائے۔
حضرت عجیر بن عبد یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوتیس وسق عطا فرمائے۔
حضرت امِ حکیم بنت الزبیر بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہا اور حضرت حمنہ بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کوتیس تیس وسق دیئے۔
حضرت ابن الارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پچاس وسق عطا فرمائے۔
حضرت ام الزبیر وحضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو چالیس چالیس وسق دیئے۔
حضرت ضباعۃ بنت الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چالیس وسق عطا فرمائے۔
حضرت ابن ابی خنیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوتیس وسق عطا فرمائے۔
حضرت امّ طالب وحضرت ابی بصرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بالترتیب تیس اور چالیس وسق عطا فرمائے۔
حضرت نمیلہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پچاس وسق عطا کیے۔
حضرت عبداللہ بن وہب اور ان کی دو بیٹیوں رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو نوے وسق عطا فرمائے۔
حضرت امّ حبیب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوتیس وسق عطا فرمائے۔
حضرت ملکو بن عبدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کوتیس وسق عطا فرمائے۔
ازواجِ مطہرات رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے لئے سات سو وسق رکھے گئے۔
اسکے علاوہ جو، گندم، کھجور کی گٹھلیاں وغیرہ بھی سب تقسیم کی گئیں۔ کیونکہ بنومطلب ہجرت کرنے والوں میں سب سے زیادہ مالِ غنیمت کے حقدار تھے اس لئے ان کو حصّہ بھی سب سے زیادہ ہی دیا گیا۔
(از: سیرۃ ابنِ ہشام جلد 2 صفحہ 417، 418)
(وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے۔ ہمارے حساب کے مطابق یہ چار من نو سیر یعنی 157 کلوگرام ہوتا ہے۔ عموماً

اسے ایک بار شتر قرار دیتے ہیں)

مُہاجرین حبشہ کے نام اور اُنکی مختصر خاندانی تاریخ

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم مبارک پر مکہ مکرمہ سے جن صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین اور صحابیہ خواتین رضی اللہ تعالیٰ عنہن نے حبشہ کو ہجرت کی ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

1: بنو ہاشم

حضرت جعفر بن ابی طالب بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کی بیوی حضرت اسماء بنت عمیس خشیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کے فرزند عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ ہجرت کے بعد حبشہ میں ہی پیدا ہوئے۔ یہی جعفر طیار بن ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوہ جنگِ مُوتہ میں عیسائیوں کے خلاف لڑتے ہوئے شہید ہوئے تھے۔ جب آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے لشکر کے امیر تھے۔

2: بنو عبدِ شمس

عبد شمس بن عبد مناف، خالد بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن العاص بن امیہ بن عبد شمسِ، انکی بیوی امنیہ بنت خلف (بن اسعد) اور ان کے دو بچے سعید بن خالد اور بیٹی امتہ بنت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہم یہ دونوں حبشہ میں ہی پیدا ہوئے۔ خالد بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہدِ خلافت میں مَرجُ الصفّر جو کہ دمشق کے قریب ایک مقام ہے وہاں شہید ہوئے۔ خالد بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی عمرو بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن العاص اور ان کی بیوی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت صفوان بن امیہ بن محرث کنانی، فاطمہ حبشہ میں ہی انتقال فرما گئیں۔ عمرو بن سعید بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عہدِ صدیقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں اجنادین جو کہ ملکِ شام میں ایک جگہ کا نام ہے جہاد کرتے ہوئے جامِ شہادت نوش فرمایا۔

3: بنو اسد

بنو اسد بن عبد العُزّٰی بن قصی کے لوگوں میں اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن نوفل بن خویلد اس ہجرت میں شریک تھے یہ واحد شخص تھے جو اپنے قبیلے کی طرف سے حبشہ گئے۔

4: بنو عبد الدّ ار

اس قبیلے میں سے جہم بن قیس بن عبد شرجیل اور ان کے دو بیٹے عمرو بن جہم اور خزیمہ بن جہم اور ان کی بیوی

ام حرملہ بنت عبدالاسود (رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین) بھی شریکِ ہجرت تھیں۔ یہ خاتون بھی حبشہ میں ہی انتقال کر گئیں۔
عامر بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شریکِ ہجرت تھے۔ جو کہ بنوزہر بن کلاب سے تھے۔

5: بنی تیم

بنوتیم بن مرہ بن کعب کے لوگوں میں حارث بن خالد بن صخر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اوران کی بیوی ریطہ بنت حارث بن جلیلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی شریکِ ہجرت تھیں۔ یہ بھی حبشہ میں ہی انتقال کر گئیں۔

6: بنوجمح

بنوجمح بن عمرو بن ہصیص بن کعب کے لوگوں میں سے عثمان بن ربیعہ بن اہیان اس ہجرت میں شریک تھے۔

7: بنوسہم

بنوسہم بن عمرو بن ہصیص بن کعب کے لوگوں میں سے محمیہ بن الجزء جو قبیلہ بنوزبید سے تھے اور بنوعمرو کے حلیف تھے یہ وہی لوگ ہیں جن کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مالِ خمس پر متعین فرمایا تھا۔

8: بنوعدی

بنوعدی بن کعب بن لوی میں سے معمر بن عبداللہ بن نفلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اُن کے ساتھ ایک اور شخص شامل تھا۔

9: بنوعامر

بنوعامر بن کعب بن لوی کے لوگوں میں سے ابوحاطب بن عمرو بن عبدشمس، مالک بن ربیعہ بن قیس بن عبد شمس اوران کے ساتھ ان کی بیوی عمرو بنت السعدی بن وقدان بن عبدِ شمس و دیگر دو اور شخص شامل تھے (رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین)۔

10: بنوحارث

بنوحارث بن فہر بن مالک کے قبیلہ میں سے حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عبدقیس بن لقیط۔
پس یہی وہ لوگ ہیں جنہیں نجاشی نے عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ دو کشتیوں میں سوار کرا کے بھیجا تھا۔ ان کشتیوں میں جو لوگ بیٹھ کر حبشہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مدینہ منورہ آئے وہ کل سولہ (16) تھے۔

(سیرت ابن ہشام جلد دوم صفحہ 428)

ہجرت حبشہ کے مہاجرین

یہاں ان مہاجرین کی مختصر تاریخ اور اسمائے گرامی کا ذکر کرنا ضروری ہے جو لوگ حبشہ کو پہلی دفعہ ہجرت کر گئے یا پھر دوسری ہجرت حبشہ میں شریک رہے مگر نجاشی نے ان لوگوں کو ذاتی درخواست پر بذریعہ کشتی واپس روانہ کردیا تھا۔ اِدھر مسلمان مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آباد ہو چکے تھے یہ لوگ سیدھے مدینہ منورہ پہنچے جب یہ قافلہ مدینہ منورہ پہنچا اس وقت اسلام کا پہلا معرکہ ''غزوہ بدر'' لڑا جا چکا تھا۔ ان لوگوں کے نام قبیلہ اور مختصر حالات تحریر کئے جا رہے ہیں

(از: سیرۃ ابنِ ہشام جلد 2 صفحہ 428)

بنوامیّہ

بنی امیہ بن شمس بن عبد مناف کے لوگوں میں سے عبید اللہ بن جحش بن رباب اسدی جو بنوامیہ کا حلیف تھا اسکے ہمراہ اسکی بیوی اُمّ حبیبہ بنت ابی سفیان اور اسکی بیٹی حبیبہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) بھی تھی۔ اسی بیٹی حبیبہ کے نام کی وجہ سے ان کی کنیت ہی اُمِ حبیبہ تھی۔

عبید اللہ بن جحش مکہ مکرمہ سے جب ہجرت کر کے حبشہ گیا تو اس وقت وہ مسلمان تھا مگر حبشہ جا کر وہ مرتد ہو گیا اور عیسائیوں کا مذہب اختیار کر لیا اور پھر اسی حالت میں مرتد ہی حبشہ میں مر گیا۔ بعد میں یہی اُمِ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن میں شامل ہوئیں پورا واقعہ گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے۔ تفصیل کے لئے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اُمِ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کے باب کا مطالعہ کریں۔

بنوامیہ کا دوسرا شخص قیس بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو بنو اسد بن خزیمہ سے تعلق رکھتے تھے شریک ہجرت تھے یہ امیہ بنت قیس کے والد تھے۔ یہ امیہ اُمّ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہمراہ تھیں۔ انہوں نے عبید اللہ بن جحش کو اور قیس بن عبد اللہ کی بیوی برکتہ بنت یسار مولدۃ ابوسفیان بن حرب نے ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت ابوسفیان کو دودھ پلایا تھا۔

بنی اسد اور بنی عبدالدّار

بنی اسد بن عبد العزّی بن قصّی کے لوگوں میں یزید بن رمعہ بن اسود بن مطلب بن اسد جو جنگ حنین میں شہید ہوئے اور عمرو بن اسد بن حارث بن امیہ یہ ملکِ حبشہ میں انتقال کر گئے (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)۔

بنو عبد الدار میں سے فراش رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن نضر بن حارث بن کلاۃ بن علقمہ بن عبد مناف بن عبد

الدار تھے ان کے علاوہ ایک اور شخص۔

بنی زہرہ، بنی تیم

بنی زہرہ بن کلاب بن مرّہ کے لوگوں میں سے مطلب بن ازہر بن عبدِ عوف بن عبد بن حارث بن زہرہ اور ان کی بیوی رملہ بنت عوف (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) بھی شامل تھیں۔ مطلب بن ازہر کا حبشہ میں ہی انتقال ہو گیا۔ عبداللہ بن مطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حبشہ میں پیدا ہوئے یہ عبداللہ بن مُطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام میں وہ پہلے شخص ہیں جو باپ کی جائداد کے وارث ہوئے اُن کے علاوہ اسی قبیلے کے ایک اور شخص بھی شامل تھے۔

بنو تیم بن مرہ بن کعب بن لوی میں سے عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم جو سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ماتحت جنگِ قادسیہ میں ایرانیوں کے خلاف جہاد میں شہید ہوئے۔

بنی مخزوم

بنی مخزوم میں سے ہبّار رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن سفیان بن عبدالاسد جو کہ زمانہ خلافت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ملک شام کے ایک مقام اجنادین میں کُفار کے خلاف جہاد میں شہید ہوئے۔ ان کے بھائی حضرت عبداللہ بن سُفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں جنگِ یرموک میں عیسائیوں کے خلاف جہاد کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ اِن کے علاوہ ابوحذیفہ بن مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شریکِ ہجرت تھے۔

بنو جمح

حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن معمر بن حبیب بن وہب اور ان کے دو بیٹے محمد اور حارث رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین اور حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی بیوی فاطمہ بنت مجلل رضی اللہ تعالیٰ عنہا شریکِ ہجرت تھیں۔ حضرت حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حالتِ اسلام میں حبشہ میں ہی انتقال فرما گئے جبکہ ان کے بچے اور بیوی حبشہ سے واپس مدینہ منورہ دُوسرے مہاجرین کے ہمراہ آئے۔ سفیان بن معمر بن حبیب اور ان کے دو بیٹے جنادہ اور جابر ان کی والدہ حنسۃ اور ماں کی طرف سے ان کے بھائی شرجیل بن حنسۃ۔ سفیان اور ان کے بیٹوں جناد اور جابر نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہدِ خلافت میں انتقال کیا یہ لوگ تعداد میں چھ تھے ان کے ساتھ حطاب بن حارث اور ان کی بیوی مکیہہ بنت یسار بھی تھیں۔ حطاب نے وہیں مسلمان ہوتے ہوئے انتقال فرمایا (رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین)۔

بنو سہم

بنو سہم میں سے عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حارث بن قیس بن عدی بن سعد بن سہم جو کہ شاعر تھے شریکِ ہجرت تھے انہوں نے حالتِ اسلام میں حبشہ میں ہی وصال فرمایا۔ قیس بن حذافہ وابوقیس بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہم دونوں سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔ عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حذافہ بن قیس، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد کی حیثیت میں شاہ کسریٰ کے پاس بھیجے گئے تھے۔ حارث بن حارث بن قیس اور معمر بن حارث بن قیس، بشر بن حارث اور ماں کی طرف سے ایک اور بھائی جن کا نام سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عمرو تھا۔ بھی اس قافلہ ہجرت میں شامل تھے۔ یہ سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں ملک شام کے ایک مقام اجنادین پر جہاد کرتے ہوئے شہید ہوئے۔

حضرت سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حارث بن قیس شریک ہجرتِ حبشہ تھے یہ صحابی سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں مقام یرموک پر عیسائیوں کے خلاف لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔

حضرت سائب بن حارث بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ سفر طائف میں شریک تھے وہاں زخمی بھی ہوئے۔ ہجرتِ حبشہ کے قافلے میں شریک تھے۔ پھر سیّدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں ملکِ شام کے ایک مقام فحل پر کفار کے خلاف جہاد کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ یہاں فتح دمشق کے سال بھی جنگ ہوئی تھی۔

ایک روایت میں یوں بھی آتا ہے کہ یہ صحابی فتح خیبر کے موقع پر یہود کے خلاف لڑتے ہوئے شہید ہوئے مگر یہ روایت قوی نہیں ہے۔

حضرت عمیر بن رئاب بن حذیفہ بن مہشم بن سعد بن سہم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شامل تھے جو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں جنگِ یمامہ میں شہید ہوئے۔ ان کو یمامہ سے واپسی پر مقام عین التمر پر شہادت کی دولت نصیب ہوئی۔

بنی عدی

بنی عدی بن کعب بن لوی کے قبیلے سے عروہ بن عبد العزّٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہجرت حبشہ میں شریک تھے جنہوں نے ملک حبشہ میں ہی وفات پائی۔ عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن نضلہ بن عبد العزی نے بھی حبشہ میں وفات پائی۔ عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ان کے بیٹے نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔ یہ حبشہ سے دوسرے ساتھیوں کے ہمراہ مدینہ منورہ واپس تشریف لائے۔

حضرت عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ان کے بیٹے نعمان بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شریک تھے۔

سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں ان کو بصرہ کے ایک مقام 'میسان' کا عامل مقرر کیا گیا۔ اس تقرر کے بعد کچھ اشعار کہے کیونکہ شاعر تھے اُن اشعار کا مضمون مناسب نہ تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب ان اشعار کے بارے میں علم ہوا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس فعل کو نہایت ہی ناپسند فرمایا اور نعمان بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیغام بھیج کر ان کے عہدہ سے معزول کر دیا۔

معزولی کے بعد وہ خلیفہ کے حضور پیش ہوئے اور عرض کیا مجھے ان اشعار کے لکھنے پر معاف فرمادیں۔ ساتھ ہی کچھ اشعار پھر کہے۔ جن کا ترجمہ یہ تھا۔

> ''اے خلیفہ میرے کہے ہوئے اشعار آپ تک پہنچے ہیں ان میں سے کوئی بھی چیز عملی طور پر میں نے کبھی بھی نہیں کی۔ مگر کیوں کہ میں شاعر ہوں اسلئے دُوسرے شاعروں کی طرح محض قول کی حد تک یہ اشعار کہہ دیئے تھے۔''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:۔

> ''خدا کی قسم جب تک میں زندہ ہوں تمہیں کسی کام پر بھی عامل نہیں بنایا جائے گا بہرحال یہ اشعار تو تم نے کہے ہیں۔''

بنی عامر

بنی عامر بن لوی بن غالب بن فہر میں سے سلیط بن عمرو بن عبد شمس بن عبدودّ بن نصر بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اس ہجرت میں شریک تھے۔ یہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے یمامہ میں ہوذہ بن علی حنفی کے پاس بطور قاصد بھیجے گئے۔

بنی حارث

بنو حارث بن فہر بن مالک کے لوگوں میں سے عثمان بن غنم، سعد بن عبد قیس۔ عیاض بن زہیر رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین حبشہ سے واپس مکہ مکرمہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر نہ ہو سکے وہ یا تو جنگ غزوہ بدر کے بعد یا پھر باقی تمام نجاشی کی عطا شدہ کشتیوں کے ذریعے مدینہ منورّہ حاضرِ خدمت ہوئے بہرحال ان ہجرت کرنے والوں کی تعداد چونتیس تھی۔

جو مہاجرین حبشہ میں ہی انتقال کر گئے

گو گذشتہ اوراق میں ان تمام مہاجر مرد و زن جو حبشہ میں انتقال کر گئے ان کا فرداً فرداً ذکر گزر چکا ہے مگر یہاں قبیلہ واران لوگوں کا پھر ذکر کیا جارہا ہے تاکہ سیرت پڑھنے والے اس مفید معلومات سے اگر فائدہ اٹھانا چاہیں تو

ان کو ورق گردانی کرنے کی بجائے ایک ہی جگہ سارے نام مل سکیں۔

بنوعبدِ شمس: میں سے عبید اللہ بن جحش جو مرتد ہو کر عیسائی مذہب پر مرا۔

بنو اسد بن عبد العزّٰی بن قصی میں سے عمرو بن امیہ بن حارث بن اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

بنوسہم بن عمرو بن ہصیص بن کعب کے ایک شخص عبد اللہ بن حارث قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

بنوعدی بن کعب لوی کے دو شخص عروہ بن عبد العزّی بن حرثان بن عوف اور عدی بن نضلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

بنی تیم سے موسیٰ بن حارث بن خالد بن صخر بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

بنوجمح کے لوگوں میں سے حاطب بن حارث اور ان کے بھائی حطاب بن حارث۔

گویا اس طرح وفات پانے والوں کی کل تعداد سات تھی۔

(از: سیرۃ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 430)

مُہاجر خواتین کے نام

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم مبارک سے مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے حبشہ جانے والی وہ عورتیں جو یا تو حبشہ میں ہی انتقال کر گئیں یا واپس مدینہ منورہ تشریف لے آئیں ان کی تعداد سولہ تھی۔ حبشہ میں جو بچیاں پیدا ہوئیں کچھ تو وہیں فوت ہو گئیں اور باقی واپس مدینہ منورہ قافلے کے ہمراہ آ گئیں ان کے نام اور قبیلے کے نام یہاں درج کئے جاتے ہیں۔

1: بنو قریش کے عظیم ترین خاندان بنو ہاشم میں سے سیّدہ حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھیں۔

2: بنو امیّہ میں سے جو خواتین ہجرتِ حبشہ میں شریک تھیں ان میں حضرت اُمِّ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت ابوسفیان۔ یہ مکہ مکرمہ سے اپنی بیٹی حبیبہ کے ہمراہ حبشہ ہجرت کر گئیں پھر اسی کے ہمراہ ہی واپس تشریف لائیں۔

3: بنو مخزوم کے خاندان میں سے اُمِّ سلمہ بنت ابو امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنی بیٹی زینب کے ہمراہ واپس آئیں۔ زینب بنت اُمِّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حبشہ میں ہی پیدا ہوئی تھیں۔ جو ابوسلمہ کی بیٹی تھیں۔

4: بنو تمیم بن مرّہ کے خاندان سے ریطہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت حارث بن جبیلۃ واپسی کے دوران سفر میں انتقال فرما گئیں۔ ان کی دو بیٹیاں عائشہ بنت حارث اور زینب بنت حارث دونوں حبشہ میں ہی پیدا ہوئیں ان کے بھائی موسیٰ بن حارث بھی وہیں پیدا ہوئے راستے میں تینوں نے پانی پیا اور وہیں مر گئے ان کی چوتھی بیٹی حضرت فاطمہ بنت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی حبشہ میں ہی پیدا ہوئیں یہ واحد اولاد ہے جو زندہ

رہی۔

5: بنو سہم بن عمرو میں سے حضرت رملۃ بنت ابوعوف بن ضہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

6: بنو عدی کے خاندان میں سے لیلیٰ بنت ابوحثمہ بن غانم رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی شریکِ ہجرت تھیں۔

7: بنو عامر بن لوی بن کعب کے خاندان میں سے حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت اسعہ بن قیس، سہلہ بنت سہیل بن عمرو اور ابنتہ المجلل، عمرہ بنت سعدی بن وقدان اور امِّ کلثوم بنت سہیل بن عمرو رضوان اللہ تعالیٰ عنہن ہجرت حبشہ کے قافلے میں شریک تھیں۔

8: غرائب العرب میں سے اسماء بنت عمیس بن نعمان خثعمیہ، فاطمہ بنت صفوان بن اُمیہ بن محرّث کنانیہ، فکیہہ بنت یسار، برکۃ بنت یسار، حسنہ اورام شرجیل بنت حسنہ رضوان اللہ تعالیٰ عنہن مہاجرین حبشہ میں شامل تھیں۔

مُلکِ حبشہ میں جو اولاد پیدا ہوئی انکے اسماءِ گرامی

مسلمان جب حبشہ ہجرت کر گئے تو وہاں جو لڑکے اور لڑکیاں پیدا ہوئیں انکے قبیلہ وار اسماءِ گرامی درج کئے جاتے ہیں:

1: محمد بن ابوحذیفہ، سعید بن خالد بن سعید اور ان کی بہن امۃ بنت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہم

2: حضرت عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

3: زینب بنت ابوسلمہ بن اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

4: حضرت عبداللہ بن مطلب بن ازہر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

5: حضرت موسیٰ بن حارث بن خالد اور انکی تین بہنیں عائشہ بنت حارث، فاطمہ بنت حارث، اور زینب بنت حارث رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین۔

6: حضرت امتہ بنت خالد، زینب بنت ابوسلمہ۔ عائشہ، زینب اور فاطمہ رضوان اللہ تعالیٰ عنہن اجمعین۔

(از: سیرۃ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 432)

تحریم مُتعہ

غزوہ خیبر کے موقع پر متعہ حرام قرار دیا گیا اسلام کے آغاز سے لیکر خیبر کی فتح تک متعہ مباح تھا۔ مگر غزوہ خیبر کی فتح کے بعد متعہ کو قطعی حرام قرار دیا گیا۔

''سیّدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ خیبر کے موقع پر متعہ حرام قرار دیا گیا۔''

(روایت از صحیح بخاری و صحیح مُسلم)

چنانچہ بخاری شریف کی حدیث میں مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔

''حَدَّثَنَا مَالِکُ بْنُ اِسْمَاعِیْلَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُیَیْنَۃَ اَنَّہٗ سَمِعَ الزُّھْرِیَّ یَقُوْلُ اَخْبَرَنِی الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِیٍ وَأَخُوہُ عَبْدُ اللہِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِیْھِمَا اَنَّ عَلِیًّا رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ لِابْنِ عَبَّاسٍ اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَھٰی عَنِ الْمُتْعَۃِ وَعَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ الْاَھْلِیَّۃِ زَمَنَ خَیْبَرَ''

ترجمہ:۔ ''مالک بن اسمٰعیل، ابن عیینہ، زہری، حسن بن محمد بن علی اور اس کے بھائی عبداللہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے بیان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زمانہ غزوہ خیبر میں نکاح متعہ اور گدھے کے گوشت سے منع فرمایا''

(بخاری شریف جلد سوم صفحہ 86)

اس کے علاوہ قرآن کریم فرقانِ حمید کی کئی آیات ایسی ہیں جن سے متعہ کی حرمت ثابت ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:۔ سورۃ المومنون آیات 7،6،5

وَالَّذِیْنَ ھُمْ لِفُرُوْجِھِمْ حٰفِظُوْنَ ۝ اِلَّا عَلٰٓی اَزْوَاجِھِمْ اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُھُمْ فَاِنَّھُمْ غَیْرُ مَلُوْمِیْنَ ۝ فَمَنِ ابْتَغٰی وَرَآءَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْعٰدُوْنَ ۝

ترجمہ: ''اور فلاح اور بہتری اسی میں ہے کہ اہل ایمان اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں سوائے اپنی بیوی اور شرعی باندی کے جماع حلال نہیں اور جو شخص ان دو شرعی طریقوں کے علاوہ کوئی اور طریقہ نکالے تو وہ حدودِ شریعت سے تجاوز کرنے والا ہے۔''

اب قرآن کریم فرقانِ حمید کی مذکورہ آیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہم سب کلمہ گو حضرات غور کریں کہ وہ لوگ جو اس آیت کی موجودگی میں ابھی تک متعہ کو حلال خیال کرتے ہوئے اس پر عمل پیرا ہیں ان کے نزدیک وہ عورت جس کے ساتھ متعہ کیا جارہا ہے نہ تو ان کی بیوی ہے اور نہ ہی شرعی باندی۔ اس جگہ غور کا مقام ہے کہ پھر اس عورت کی حیثیت کیا ہوئی اور متعہ کرنے والا کس گناہ کبیرہ کا مرتکب ہورہا ہے۔ جس عورت کے ساتھ متعہ کیا جائے اس پر تو شرعی اعتبار سے بیوی یا شرعی لونڈی کا اطلاق ہی نہیں ہوتا۔ متعہ کی عورت کے لئے نہ شہادت ہے نہ اعلان متعہ کیا جاتا ہے نہ ہی اس کا نان ونفقہ ہے نہ ہی اسکو طلاق ہوتی ہے اس کا نہ تو 'لعان' ہے اور نہ 'ظہار' ہے اسکی نہ عدت ہے اور نہ ہی میراث اب یہ فعل کس طرح جائز اور حلال ہوا۔ اللہ کریم سے دُعا ہے ان لوگوں کو ہدایت نصیب فرمائے جو اس ممنوع فعل کو جائز خیال کرتے ہوئے گناہِ کبیرہ یعنی ''زنا'' کے مرتکب ہوتے ہیں۔

(از: بخاری شریف ومسلم شریف)

سیرۃ حلبیہ میں تحریر کیا گیا ہے کہ جس متعہ کا ابتدائے اسلام میں جواز اور بعد میں ممانعت ثابت ہوتی ہے وہ یہ متعہ ہرگز نہیں ہے جو کچھ لوگ کم علمی کی بناء پر سمجھتے ہیں بلکہ احادیث سے صرف وہی نکاح موقت ثابت ہوتا ہے جو ایک متعین مدّت کے لئے عورت کے ولی کی اجازت سے دو گواہوں کے سامنے ہوتا تھا۔ یہ جواز بھی صرف اس لئے تھا کہ ہمیشہ سے ایسا ہوتا آرہا تھا اور اسلام نے ابھی تک اس بارے میں کوئی واضح اور صاف حکم پیش نہیں کیا تھا۔ یہ جواز اس معنی میں ہرگز نہیں تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے زبان مبارک سے اس کے جائز ہونے کی اطلاع دی ہو جیسے شراب اور سود کے متعلق ہوا کہ جاہلیت کے زمانے میں یہ طریقہ رواج میں تھا اسلام نے رفتہ رفتہ جہاں دوسری چیزوں کو منع کیا وہاں وقت آنے پر ان سے بھی روک دیا۔ جہاں تک متعہ کی حرمت کا تعلق ہے یہ بالکل واضح ہے کہ یہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے حرام کردیا گیا ہے۔

اسلام سے پہلے جاہلیت کے دور میں متعہ کی رسم و عادت اہلِ عرب کے موافق اور حالات کے اعتبار سے رائج تھی اس کے حرام ہونے کے بارے میں کوئی قطعی حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ اس لئے لوگ متعہ کیا کرتے تھے مگر جب فتح خیبر کے بعد 7ھ میں فخرِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعہ اور گدھے کے گوشت کی حرمت کا اعلان فرمادیا تو اب اس پر اگر پھر بھی کوئی عمل کرتا ہے تو جان لے کہ وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہورہا ہے جیسا کہ سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صحیح اسناد کے ساتھ مروی ہے۔

(از: بخاری ومُسلم شریف)

فخرِ دوعالم سرورِ کائنات حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب عمرہ ادا کرنے کی غرض سے مکہ مکرمہ تشریف لائے تو خانہ کعبہ کا غلاف دونوں بازوؤں مبارکہ سے پکڑ کر ارشاد فرمایا کہ ”متعہ قیامت تک کے لئے حرام قرار دے دیا گیا ہے“

اسی طرح فتح مکہ مکرمہ کے وقت ہزاروں لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ ان نئے مسلمان ہونے والوں کو اسلام کے تمام احکامات سے تو آگاہی تھی نہیں۔ اس لئے وہ لوگ متعہ کے حرام ہونے کے بارے میں بھی نہیں جانتے تھے اس لئے زمانہ جاہلیت کی رسم کے مطابق ان لوگوں نے اوطاس کے مقام پر متعہ کیا۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب ان لوگوں کے متعہ کے بارے میں علم ہوا تو آپ بابِ کعبہ پر کھڑے ہوئے اور سب لوگوں کو مخاطب فرما کر متعہ کی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حرمت یعنی حرام ہونے کا حکم فرمایا:

جب غزوہ تبوک کا موقع آیا تو ایک دن سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چند عورتوں کو مجاہدین کے خیموں کے نزدیک پھرتے دیکھا وہ عورتیں خیموں کے آس پاس گھوم پھر رہی تھیں۔ آپ علیہ السلام نے دریافت فرمایا یہ عورتیں یہاں کیوں گھوم پھر رہی ہیں۔ عرض کیا گیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان عورتوں سے کچھ لوگوں نے

متعہ کیا ہے۔ (ان لوگوں نے متعہ کی حرمت سے قبل یہ فعل کیا تھا یا بعد میں اس بارے میں کتب سیر میں کوئی وضاحت ہمیں نہیں مل سکی) حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب یہ خبر سُنی تو چہرہ مبارک غصّے سے سرخ ہو گیا فوراً خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا ''حمد اس خالق کی جو ہر چیز کا مالک ہے'' پھر فرمایا ''متعہ قیامت تک کے لئے حرام ہو چکا''۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین ارشاد فرماتے ہیں کہ اس دن کے بعد ہم نے ارادہ کرلیا کہ قیامت تک جو چیز حرام ہو چکی اسکے نزدیک بھی نہیں جائیں گے اور اب کبھی متعہ نہیں کریں گے۔

(از: کتاب الاعتبار لامام الحازمی صفحہ 180 روایت از حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

تیسری دفعہ سختی سے متعہ کی حرمت کے بارے میں خطبہ ارشاد فرمایا اور سخت تاکیدی الفاظ استعمال کئے کہ آئندہ کوئی اس فعل کا مرتکب نہ ہو۔ یہاں تک کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر پھر متعہ کے حرام ہونے کا ارشاد فرمایا تا کہ اس موقعہ پر موجود تمام خاص اور عوام اس حکم سے باخبر ہو سکیں۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال شریف کے بعد عہد فاروقی میں سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اطلاع ملی کی کچھ لوگ متعہ کے فعل کا ارتکاب کر بیٹھے ہیں آپ یہ خبر سُن کر سخت ناراض ہوئے۔ منبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا کہ ''لوگو غور سے سُن لو متعہ کو خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ظاہری زندگی مبارکہ میں ہی قیامت تک کے لئے حرام قرار فرما دیا تھا۔ آج میں اُسی حکم کو پھر تم لوگوں کی یاد دہانی کے لئے دُہرا رہا ہوں کہ متعہ مسلمانوں کے لئے قیامت تک حرام ہو چکا میرے اس اعلان کے بعد اگر پھر کسی نے متعہ کرنے کی حرکت و ہمت کی تو یاد رکھیں اس پر زنا کی حد جاری کروں گا۔ کیونکہ متعہ کی حرمت پر اجماع صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین ہے''۔

غزوہ وادی القریٰ

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوہ خیبر سے فارغ ہوئے تو وادی القریٰ میں تشریف لے گئے۔ وادی القریٰ کو موجودہ دور میں ''العلا'' کہا جاتا ہے۔ مدینہ منورہ کے صوبہ میں واقع تبوک کے ساحلی شہر ''الوجہ'' سے تقریباً 155 کلومیٹر مشرق میں واقع ہے۔ مذکورہ ''العلا'' سے تقریباً 42 کلومیٹر شمال مشرق میں ''مدائن صالح'' واقع ہے جہاں حضرت صالح علیہ السلام کی عذاب یافتہ قوم کے آثار ہیں۔ مدائن صالح کا ریلوے سٹیشن مدینہ منورہ سے دمشق جانے والی ریلوے لائن پر واقع تھا۔ اس وادی میں یہودیوں کی ایک جماعت موجود تھی۔ جنہوں نے اپنی مدد کے لئے اہلِ عرب کی ایک اور جماعت کو بھی وہاں اکٹھا کیا ہوا تھا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وادی کا چار روز تک سخت محاصرہ جاری رکھا۔ یہودیوں نے مسلمانوں کا زبردست تیر اندازی سے استقبال کیا یہ لوگ مسلمانوں کی آمد سے قبل ہی جنگ کی تیاری کے سلسلے میں صف بندی کئے ہوئے تھے۔ سب سے پہلے آپ علیہ السلام نے اہل

وادی کو اسلام کی دعوت دی مگر یہودیوں نے اس دعوت کو ماننے سے انکار کر دیا اور جنگ پر ہی کمر بستہ رہے۔
سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک غلام یہودیوں کی تیراندازی سے تیر لگنے سے شہید ہو گیا لوگوں نے کہا کس قدر خوش قسمت انسان ہے اس پر جنّت واجب ہو گئی اسکو مبارک ہو یہ سن کر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "ہرگز نہیں اس ذات کی قسم جس کی قبضہ قدرت میں میری جان ہے اس شخص نے جنگِ غزوہ خیبر میں مالِ غنیمت تقسیم ہونے سے قبل ایک چادر چرالی تھی وہ آگ بن کر اس پر بھڑک رہی ہے"۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد جب لوگوں نے سُنا تو ایک شخص ایک یا دو تسمے لیکے حاضرِ خدمت ہوا۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "یہ ایک تسمہ یا دو تسمے آگ کے ہی ہیں"۔

(از صحیح بخاری شریف جلد 2 صفحہ 608)

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو صف بندی کا حکم دیا پورے لشکر کا علم حضرتِ سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے فرمایا پھر ایک پرچم حضرت خباب بن منذر اور تیسرا پرچم حضرت عباد بن بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو عطا فرمایا۔ اُدھر سے یہودیوں کا ایک آدمی میدان جنگ میں آیا اور مسلمانوں کو دعوتِ مبارزت دی۔ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسکے مقابلے میں آگے بڑھے اور آن کی آن میں اس کا کام تمام کر دیا۔ یہودیوں کا دوسرا آدمی میدان میں نکلا حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا بھی کام تمام کر دیا۔ یہودیوں کے تیسرے آدمی کے مقابلے میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میدان میں تشریف لائے اور ایک ہی وار میں اس یہودی کو جہنم رسید کر دیا یوں یکے بعد دیگرے یہودیوں کے گیارہ آدمی مارے گئے جیسے ہی یہودیوں کا ایک آدمی مارا جاتا سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باقی یہودیوں کو دعوتِ اسلام دیتے مگر وہ بد بخت اپنی ضد پر قائم رہے۔
اس روز جنگ کے دوران جب نماز کا وقت آتا تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے ہمراہ نماز با جماعت ادا فرما کر دوبارہ پلٹ کر یہودیوں کے مقابلے میں تشریف لے جاتے ان کو اسلام، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت دیتے یوں لڑتے لڑتے شام کا وقت ہو گیا اور جنگ عارضی طور پر دُوسرے دن کے لئے روک دی گئی۔

دوسرے روز مسلمان پھر میدانِ جنگ میں تشریف لے گئے ابھی سُورج نیزہ برابر بھی بلند نہیں ہوا تھا کہ یہودیوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ اپنا سارا اسلحہ آپ علیہ السلام کے سپرد کر دیا گیا۔ اس طرح مسلمانوں نے بزورِ شمشیر یہودیوں پر فتح حاصل کی اور اللہ کریم نے اپنے حبیب پاک کے صدقے یہودیوں کے سارے اموال مسلمانوں کو غنیمت میں عطا کیئے۔ اس طرح بہت سا ساز و سامان مسلمانوں کے ہاتھ لگا اور وادی القریٰ فتح کر لی گئی۔
مالِ غنیمت صحابہ کرام میں تقسیم فرما دیا۔ البتہ یہودیوں کی زمین اور کھجوروں کے باغات اہلِ خیبر کی طرح یہود وادی القریٰ کے پاس اہلِ خیبر کی شرط پر ہی رہنے دیئے۔

(از: زادالمعاد جلد 2 صفحہ 146)

(زرقانی جلد 2 صفحہ 247) (مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 425)

فتح وادیِ تیماء

اہلِ تیماء کو جب اہل خیبر اور وادی القریٰ کے یہودیوں کی عبرتناک شکست کا پتہ چلا تو ان لوگوں نے بڑی عقلمندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے کی بجائے خود اپنا آدمی دربارِ اقدس میں بھیجا اور صلح کی درخواست کی اہل تیماء اس بات کو بڑی اچھی طرح سمجھ گئے تھے کہ جہاں ہماری اس قدر طاقتور بستیاں، علاقے مسلمانوں کے آگے خس وخاشاک کی طرح بہہ گئے وہاں ہماری کیا حیثیت ہے۔ چنانچہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پیش کش کو کمالِ شفقت اور اپنی عظیم کریمانہ عادت مبارکہ کے تحت قبول فرمایا۔ اور اس طرح اہل تیماء کا مال واسباب اور جانیں ہر طرح سے محفوظ رہیں۔ تیماء کا مقام خیبر کے شمال میں حفیرۃ العیدا کی جانب تقریباً 235 میل کے فاصلے پر ہے۔

(از: زادالمعاد جلد 2 صفحہ 147)

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل تیماء کو ایک تحریر لکھوا کر عطا فرمائی تا کہ وہ لوگ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مستقبل میں بھی اپنی جان ومال کے اعتبار سے محفوظ رہیں اس تحریر کا اردو ترجمہ تحریر کیا جارہا ہے۔

اُردو ترجمہ مکتوب شریف

''یہ تحریر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے بنو عادیا کے لئے ہے ان کے لئے ذمہ ہے اور ان پر جزیہ مقرر کیا جاتا ہے۔ ان لوگوں پر نہ زیادتی ہوگی اور نہ ان لوگوں کو جلاوطن کیا جائیگا۔ ان کے لئے رات مددگار ہوگی اور دن پختگی بخش یعنی یہ معاہدہ ان لوگوں کے لئے دائمی ہوگا۔''

اللہ رسول محمد

اس تحریر کو لکھنے کی سعادت حضرت خالد بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حصے میں آئی۔

(از: صحیح بخاری شریف جلد 2 صفحہ 605)

(طبقات ابن سعد جلد 1 صفحہ 279)

(فتح الباری جلد 5 صفحہ 17)

7 ہجری میں روانہ کئے گئے سرایا کی تفصیل

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب غزوۂ خیبر سے واپس مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ علیہ السلام نے

شوال 7 ہجری تک مدینہ منورہ میں ہی قیام فرمایا اس دوران ارد گرد بہت سے سرایا روانہ کئے جن میں سے چند خاص کی تفصیل یہ ہے۔ان سرایا کو روانہ کرنے کا مقصد ان شرارتی لوگوں کو کچلنا تھا جو شب وروز اسلام کے خلاف نئی نئی شراتیں کرتے رہتے۔خاص طور پر عرب کے اُن خانہ بدوشوں کی سرکوبی نہایت ہی ضروری تھی جو مدینہ منورہ کے قریب ہی عارضی طور پر آباد ہوتے۔موقع ملتے ہی لوٹ مار کرتے اور پھر صحرا میں غائب ہو جاتے۔

یہاں اس بات کی وضاحت کر دینا نہایت ضروری ہے کہ سیرت النّبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسے عالی شان نہایت ہی نازک اور انسانی زندگی یعنی وجہِ تخلیق کائنات کی حیات مقدسہ پر قلم اٹھانا کوئی آسان کام نہیں مگر پھر بھی مجھ جیسے نکمے اور کم علم بندے نے اس کام کو تو شروع کر دیا مگر اصحابِ سیر اور تاریخ دان حضرات جنکی لکھی ہوئی کتب پڑھنے کے بعد ہی انسان اپنے ٹوٹے پھوٹے الفاظ کا اظہار کر سکتا ہے بعض اوقات کچھ واقعات کے بارے میں اختلاف رکھتے ہیں اور وہ بھی۔مہینوں اور سن کا فرق۔اسلئے اگر کچھ واقعات تحریر کرتے ہوئے اور آپ حضرات کی پڑھائی کے دوران ایسے آجائیں جن میں کچھ مہینوں کا فرق نظر آرہا ہو یعنی کچھ اس واقعہ کو سال کے آخری ماہ میں تحریر کر رہے ہیں تو چند ایک نے وہی واقعہ اگلے سال کے ابتدائی مہینہ میں لکھ دیا تو ایسی معمولی سی کوتاہی کو تاریخ کے طالب علم کی مجبوری سمجھتے ہوئے معذرت قبول کر لینا چاہیے کیونکہ لکھنے والا اپنی ذاتی تحقیق اور گزشتہ لکھی جانے والی کتب کو ہی حوالے کے طور پر پیش کرتا ہے جن میں تھوڑا بہت اختلاف ہونا مجبوری اور تحقیقی پہلو سے امر مجبوری ہے یہاں بھی کچھ ایسی ہی مجبوری درپیش تھی اس لئے یہ چند سطور لکھنے کی ضرورت پیش آئی۔

سَریّہ حضرت غالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ 7 ہجری

یہ سریہ حضرت غالب بن عبداللہ لیثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیر کمان پندرہ (15) افراد پہ مشتمل سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقام کدید کی جانب قبیلہ بنی الملوّح کی سرکوبی کے لئے صفر یا ربیع الاوّل 7 ہجری میں روانہ فرمایا۔کچھ اصحاب سیر نے اس سریّہ کو 8 ہجری میں روایت کیا ہے۔کدید کا مقام مکہ مکرمہ سے تقریباً 40 میل کے فاصلے پر واقع ہے۔

اس سریہ کو روانہ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ بنوملوح نے بشر بن سوید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چند رفقار کو دھوکے سے قتل کر دیا تھا۔ان مقتولین کے انتقام کے لئے یہ سریہ روانہ کیا گیا (یہاں اس بات کی وضاحت کر دنیا بھی ضروری ہے کہ اسلام کسی دُوسرے پر ظلم وستم کی اجازت نہیں دیتا لیکن اگر کسی دوسری طرف سے مسلمانوں کے ساتھ ظلم کا سلوک کیا جائے تو پھر اس کا بدلہ لینا ضروری ہو جاتا ہے اسی لئے آپ علیہ السلام نے یہ سریہ روانہ کیا)۔حضرت غالب بن عبداللہ لیثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ رات کے وقت اہل قبیلہ پر شب خون مارا ان کے بہت سے آدمی قتل کر دئے اور بے شمار جانور ہمراہ ہانک کر واپس ہوئے۔جب یہ لوگ واپس آرہے تھے تو قبیلہ کے باقی لوگوں

نے بہت بڑے لشکر کے ساتھ انکا تعاقب شروع کیا جب تعاقب کرنے والے مسلمانوں کے قریب پہنچے تو زبردست بارش شروع ہوگئی جس نے چند لمحوں میں ہی سیلاب کی شکل اختیار کرلی۔

شدید بارش کی وجہ سے مسلمانوں اور کفار کے درمیان حائل وادی پانی سے اسقدر بھر گئی کہ تعاقب کرنا تو درکنار ان لوگوں کو پانی کے زور سے اپنی زندگیاں بچانا مشکل ہوگیا اور یوں غیبی امداد کی وجہ سے مسلمان تمام جانوروں اور مالِ غنیمت سمیت باقی راستہ خیر وعافیت سے طے کرتے ہوئے مدینہ منورہ حاضرِ خدمت ہوئے۔

(از: زرقانی جلد 2 صفحہ 266)

سَرِیّہ اخرم بن ابی العُوجاء

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اخرم بن ابی العوجاء کے ہمراہ پچاس صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو بنی سلیم کو دعوت اِسلام دینے کے لئے روانہ کیا۔ بنو سلیم نے مسلمانوں کی اس جماعت کو اسلام کی دعوت کے جواب میں کہا کہ ہمیں اسلام کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور ساتھ ہی شدید تیراندازی شروع کردی جس کے نتیجہ میں پچاس صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین میں سے انچاس موقع پر ہی شہید ہوگئے۔ صرف حضرت اخرم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ شدید زخمی ہوگئے تھے انکو بھی مردہ خیال کرتے ہوئے چھوڑ دیا۔ یہ بعد میں نیم جان حالت میں سخت زخمی ہونے کے باوجود مدینہ منوّرہ واپس پہنچ گئے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے ان جاں نثاروں کی شہادت کا بہت دکھ ہوا۔

(از: طبقات الکبریٰ از ابن سعد جلد 2 صفحہ 89)

سریہ حسمی جمادی الاخریٰ 7 ہجری

سریہ حسمی جمادی الاخریٰ 7 ہجری میں بھیجا گیا۔ سال کے اعتبار سے تو اس سریہ حسمی کا مفصل حال اسی باب میں آن چاہیئے تھا مگر موقع کی مناسبت سے اس سریہ کا مفصل حال گزشتہ باب میں جس میں شاہان عالم کے نام ارسال کئے خطوط کا ذکر کیا گیا ہے۔ اسی باب میں درج کردیا گیا ہے اس لئے یہاں دوبارہ تحریر کرنے کی حاجت نہیں رہ جاتی۔

سَرِیّہ حضرت عُمرِ فارُوق رضی اللہ تعالیٰ عنہ شعبان 7 ہجری

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیّدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شعبان 7 ہجری میں تیس سواروں کا امیر یعنی کمانڈر بنا کر مقامِ تربہ عبلاء بنو ہوازن کی طرف روانہ کیا تاکہ ان لوگوں کو روز روز کی شرارتوں کی سزا کے طور پر ان کی سرکوبی فرمائیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی حکمتِ عملی کے تحت دستے کے ہمراہ دن کو روپوش اور رات کو سفر

جاری رکھتے ہوئے بنو ہوازن کے علاقے میں پہنچ گئے لیکن اُدھر بنو ہوازن کو کسی نہ کسی طرح آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آمد کی اطلاع مل گئی چنانچہ وہ لوگ اپنا علاقہ ہی چھوڑ کر بھاگ گئے۔ جب یہ دستہ وہاں پہنچا تو بنو ہوازن کا علاقہ خالی پڑا ہوا تھا کوئی ذی رُوح بھی وہاں موجود نہ تھا اس طرح یہ دستہ مدینہ منورہ واپس لوٹ آیا۔ تربہ کا مقام طائف سے تقریباً 130 کلومیٹر مشرق میں ہے۔

(از: زادالمعاد جلد 2 صفحہ 310)

سَرِیّہ حضرت ابُو بکر صدّیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

شعبان 7ہجری

یہ سریہ سیّدنا حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیرِ قیادت ماہ شعبان 7ہجری میں بنی کلاب کی طرف نجد میں ضریہ کی نواح میں گیا (مقام ضریہ بنی کلاب کا ایک قریہ گلاب گاؤں میں بصرہ کے راستے پر مکہ مکرمہ کے قریب ہے)۔ اس سریہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک جماعت کو بردہ (قیدی) بنایا اور دوسری جماعت کو قتل کر دیا گیا۔ اس سریہ کو سریہ فزارہ بھی کہتے ہیں جس کا حال مسلم شریف میں درج ہے اور یہی نام صحیح ہے۔ (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ: عبداللہ بن عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مُرّہ بن کعب قرشی تیمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ابوبکر تھی۔ والد ابوقحافہ کا نام عثمان تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ساتھ ان کا نسب مُرہ بن کعب پر جا ملتا ہے)

(از: مواہب لدنیہ جلد 1 صفحہ 488، صحیح مسلم شریف)

سَرِیّہ اطرافِ فدک شعبان 7ہجری

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بشر بن سعد الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیرِ کمان تیس سواروں کا دستہ بنو مرہ کی سرکوبی کے لئے روانہ فرمایا۔ یہ شعبان 7ہجری میں ہی روانہ ہوئے۔

حضرت بشر بن سعد الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ دشمن کے علاقے میں اچانک پہنچ گئے اور ان کے تمام چوپائے جن میں بھیڑ، بکریاں اور اونٹ وغیرہ شامل تھے پکڑ لئے۔ ان جانوروں کو ہانک کر مدینہ منوّرہ کی طرف پلٹ رہے تھے کہ دشمن جو حملہ کے وقت کہیں چھپ گیا تھا اس نے رات کے وقت اس دستے کو گھیرے میں لے لیا۔ حضرت بشر بن سعد الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن ثعلبہ بن خلاص بن زید بن مالک بن ثعلبہ بن خزرج الانصاری) نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ شدید تیراندازی کرتے ہوئے سخت مقابلہ کیا مگر آخر کار مُسلمانوں کے پاس تیر ختم ہو گئے اب وہ سب خالی ہاتھ رہ گئے جس کے نتیجہ میں کُفار نے سخت حملہ کیا اور سب کے سب مسلمان سوائے سالار (کمانڈر) کے

شہید کر دیئے گئے۔

حضرت بشر بن سعد الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ دشمن کے ساتھ اس وقت تک لڑتے رہے جب تک اُن میں کھڑے ہونے کی طاقت باقی تھی آخر کار زخموں کی شدّت نے انہیں نڈھال کر دیا اور وہ شدید زخمی حالت میں تقریباً بے ہوش ہو گئے۔ دشمن میں سے کسی نے بے ہوشی کی حالت میں ان کی ٹخنے پر کوئی چیز ماری تا کہ یہ اطمینان کر سکے کہ وہ زندہ ہیں یا شہید ہو چکے ہیں۔ حضرت بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جسم میں حرکت نہ ہوئی اور یوں دشمن ان کو مردہ خیال کرتے ہوئے چھوڑ کر چلا گیا۔

بعد میں حضرت بشر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود ہی مشکل سے اٹھ کر فدک پہنچے اور کچھ عرصہ تک یہودیوں کے ہاں مقیم رہے۔ صحت مند ہونے کے بعد مدینہ منورّہ واپس آئے۔ اس دستے کے قتال کی خبر حضرت علیہ بن زید الحارثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ لائے تھے۔

(از: مواہبِ لدنیہ جلد 1 صفحہ 488)

سَرِیّہ میفعہ 7 ہجری رمضان المُبارک

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبد اللہ لیثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دوسوتیس پیادہ مجاہدین کا سردار بنا کر بنوعوال اور بنوعبد ثعلبہ کی تادیب کے لئے اور اکثر روایات میں قبیلہ جہینہ کی ایک شاخ حرقات کی تادیب کے لئے روانہ کیا یہ قبیلہ جہینہ کی شاخ مدینہ منورہ سے 98 میل کے فاصلے پر رہائش پذیر تھی (مدینہ منورہ سے مقام میفعہ کا فاصلہ بطن نخل سے آگے نجد کی جانب تقریباً 98 میل ہے)

حضرت عبد اللہ لیثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ساتھی مسلمانوں کے ہمراہ اچانک ان لوگوں پر زبردست شب خون مارا۔ جس شخص نے بھی مسلمانوں کی اس اجتماعی حملے کے سامنے سر اٹھایا اسکو اسی جگہ قتل کر دیا گیا۔ پھر اہلِ قبیلہ کے تمام چوپائے بھیڑ بکریاں ہانک کر مدینہ منورہ لے آئے۔

اہلِ سَیر بیان کرتے ہیں کہ اس سریہ میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہیک بن مرداس کو اسکے باوجود کہ اس نے حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے کلمہ شریف لاَاِلٰہَ اِلاّ اللہ پڑھا اسکو قتل کر دیا۔ واپسی پر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس بات کا پتہ چلا تو آپ علیہ السلام نے حضرت اسامہ بن زید سے دریافت فرمایا کہ ''تم نے ایک ایسے شخص کو قتل کر ڈالا جس نے کلمہ شریف (لاَاِلٰہَ اِلاَّ اللہ مُحَمَّد'' رَّسُوْلُ اللہ) پڑھ لیا تھا کیا تو نے اس شخص کا دِل چیر کر دیکھا تھا کہ وہ کاذب ہے یا نہیں''

بُخاری شریف میں حضرت ابی طبیال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے خود حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سُنا وہ کہتے تھے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم لوگوں کو حرقہ کی جانب روانہ کیا۔ ہم

دوسوتیس لوگ صبح کے وقت اچانک اجتماعی طور پر اہلِ حرقہ کے سروں پر پہنچ گئے جس نے تھوڑی سی بھی مزاحمت کی ہم نے اسکو فوراً ہی قتل کرڈالا۔حربی حملے کے دوران ایک انصاری مجاہد دشمن کے ایک آدمی کے سر پر جا پہنچا اس شخص نے جب ہم لوگوں کو اپنے اس قدر قریب دیکھا تو فوراً بولا لاالٰہ اِلا اللہ مُحمَّد'' رَّسُوْلُ اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) وہ انصاری مجاہد یہ سُن کر اس کے قتل سے باز رہا اور فوراً اپنا ہاتھ روک لیا مگر میں نے اپنے نیزے سے اس شخص پر وار کیا یہاں تک کہ وہ مرگیا۔اسکے بعد جب ہم لوگ مدینہ منورہ واپس آئے اور اس واقعہ کی خبر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ملی تو آپ نے مجھ سے فرمایا ''اے اُسامہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تو نے اس شخص کو اس وقت قتل کرڈالا جب کہ وہ تمہارے سامنے کلمہ شریف بھی پڑھ چکا تھا''۔میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیشک میں نے ایسا ہی کیا مگر وہ شخص کلمہ شریف صرف اسلیئے پڑھ رہا تھا تا کہ قتل ہونے سے بچ جائے۔اس پر سرکار علیہ السلام بار بار یہ کلمہ ارشاد فرمارہے تھے کہ''تو نے اس شخص کو اس وقت قتل کرڈالا جبکہ وہ لاالٰہ اِلا اللہ مُحمَّد'' رَّسُوْلُ اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پڑھ چکا تھا''۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ میں نے اس دن یہ تمنا کی کہ اے کاش! میں آج کے دن سے پہلے مسلمان نہ ہوتا۔حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ تمنا کرنا اسلیئے تھا کہ میں نے اس شخص کو قتل کر ڈالا جس کی وجہ سے شاید میرے گزشتہ تمام اعمالِ صالحہ ہی برباد ہوگئے۔اگر میں پہلے مسلمان نہ ہوتا تو اس قتل سے بچ جاتا اور یوں میرے تمام اعمالِ صالحہ تو برباد نہ ہوتے۔

اس سے بڑھ کر تقویٰ اور خوفِ خدا ہونے کی کیا مثال مل سکتی ہے کہ ایک طرف کافر کو صرف اس خیال سے کہ وہ شاید جان بچانے کے لئے کلمہ پڑھ رہا ہے خدا کے راستے میں قتل کرڈالا اور دوسری طرف محبوبِ کائنات کا فرمان سُنا تو اپنے سابقہ نیک اعمال ہی ہاتھ سے جاتے ہوئے لگے۔

(از: صحیح بخاری شریف)

(مواہبِ لدنیہ جلد 1 صفحہ 489)

سَرِیّہ حضرت بشیر بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ شوال 7 ہجری

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر ملی کہ بنوفزارہ اور بنوعذرہ و بنوغطفان مسلمانوں کے خلاف بہت بڑی فوج کے ساتھ مقام عذرہ پر جمع ہو رہے ہیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بشیر بن کعب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تین سو سواروں کے ہمراہ اس مقام کی طرف روانہ فرمایا تا کہ دشمنوں پر اچانک حملہ آور ہو کر ان کی طاقت کو منتشر کردیں اور یوں کُفّار کی طرف سے مدینہ منوّرہ پر حملہ کا خطرہ نہ رہے۔مجاہد مدینہ منوّرہ سے رات کے وقت روانہ ہوئے۔

حضرت بشیر بن کعب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سریّہ میں یہ حکمتِ عملی اختیار کی کہ رات کے وقت سفر جاری رکھتے اور دِن کو کسی پوشیدہ مقام پر آرام کرتے تا کہ دشمن انکی آمد سے باخبر نہ ہو جائے۔ اُدھر کُفّار کو بھی کسی نہ کسی طریقے سے مُسلمانوں کی آمد کی خبر ہوگئی خدا تعالیٰ نے ان لوگوں کے دِلوں پر مسلمانوں کا اس قدر رعب ڈال دیا کہ وہ اپنے مال مویشی وغیرہ بھی چھوڑ کر جدھر سینگ سمائے بھاگ کھڑے ہوئے۔ حضرت بشیر بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہت سے جانوروں پر قبضہ کرلیا اور ساتھ کُفّار کے دوؔ آدمی بھی گرفتار کر لئے اور یوں مالِ غنیمت اور قیدیوں کو ہمراہ لے کر مدینہ منورہ حاضرِ خدمت ہوئے۔ دونوں قیدیوں نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ حق پرست پر بیعت کرنے کے بعد اسلام قبول کرلیا۔ (واللہ اعلم)

عُمرۃُ القضاء ذِی قعدۃ 7 ہجری

باب صلح نامہ حدیبیہ میں گزر چکا ہے کہ شرائطِ صلح میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ مسلمان اس سال عمرہ ادا کئے بغیر واپس چلے جائیں اور آئندہ سال عمرہ کے لئے جب آئیں تو ان کو صرف تین روز مکہ مکرّمہ میں ٹھہرنے کی اجازت ہوگی اور مسلمان ہتھیار ساتھ لے کر نہیں آئیں گے صرف تلوار ہمراہ ہوگی اور وہ بھی نیام میں بند۔ چنانچہ غزوہ خیبر اور دیگر سرایا سے فارغ ہو کر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذی قعدہ کا چاند دیکھتے ہی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو حکم دیا کہ عمرہ ادا کرنے کے لئے مکہ مکرّمہ چلنے کی تیاریاں کریں کیونکہ گزشتہ سال صلح نامہ حدیبیہ کے تحت قریشِ مکّہ نے عمرہ ادا نہیں کرنے دیا تھا۔ اس سال ہم وہ قضاء پُوری کریں گے۔

عُمرۃ القضاء کی وجہ تسمیہ

ماہِ ذی قعدہ 7 ہجری میں جس عمرہ کی ادائیگی کیلئے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سفر کا ارادہ کیا اسکو عمرۃ القضاء کہا جاتا ہے۔ حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک اسکو عمرۃ القضا اس لئے کہا جاتا ہے کہ قضاء کے عربی زبان میں معنی صُلح کے ہیں یعنی صُلح حدیبیہ میں طے پایا جانے والا عمرہ جو آئندہ سال ادا کیا جائے گا۔ اسی لئے اس عمرہ کو عمرۃ الصلح، عمرۃ القضاء عمرہ قصاص اور عمرۃ القضیہ بھی کہا جاتا ہے۔ دوسری طرف حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک اسے عمرۃ القضاء اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ قضاء عمرہ ہے۔ کیونکہ راستہ مسدود ہونے اور روک دیئے جانے کے باعث عُمرہ کی ادائیگی رہ گئی تھی۔ دونوں اماموں میں اس مسئلہ میں اختلاف پایا جاتا ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص عمرہ ادا کرنے کے لئے احرام باندھ لے اور پھر وہ بیت اللہ کی زیارت سے روک دیا جائے تو اس کے قضاء کے واجب ہونے کے بارے میں اختلاف ہے۔

امام شافعی علیہ الرحمتہ کے نزدیک اس صورت میں اس شخص پر ہدیٰ واجب ہو جاتا ہے نا کہ عُمرہ کی قضاء مگر حضرت نعمان بن ثابت امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کے برعکس فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ

ایسی صورت میں عمرہ کی قضاء واجب ہو جاتی ہے۔ حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ اپنے اس خیال کی تائید میں قرآن کریم کی اس آیت کو دلیل بتاتے ہیں جس میں فرمایا گیا۔ سورۃ البقرآیت 196

وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ؕ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖۤ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ ۚ فَاِذَاۤ اَمِنْتُمْ ٜ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِى الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ ؕ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِى الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۱۹۶﴾

ترجمہ:۔ ''اور حج اور عمرہ اللہ کے لئے پورا کرو۔ پھر اگر تم روکے جاؤ (یعنی تمہیں کوئی مانع ادائے حج یا عمرہ سے پیش آئے خواہ وہ دشمن کا خوف ہو یا مرض وغیرہ ایسی حالت میں تم احرام سے باہر آ جاؤ) تو قربانی بھیجو جو میسّر آئے اور اپنے سر نہ منڈاؤ جب تک قربانی ٹھکانے نہ پہنچ جائے پھر جو تم میں بیمار ہو یا اس کے سر میں کچھ تکلیف ہے تو بدلہ دے روزے یا خیرات یا قربانی۔ پھر جب تم اطمینان سے ہو تو جو حج سے عمرہ ملانے کا فائدہ اٹھائے اس پر قربانی ہے جیسی میسّر آئے پھر جسے مقدور نہ ہو تو تین روزے حج کے دنوں میں رکھے اور سات جب اپنے گھر پلٹ کر جاؤ یہ پورے دس ہوئے یہ حکم اس کے لئے ہے جو مکّہ کا رہنے والا نہ ہو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ کا عذاب سخت ہے۔''

دوسری طرف امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ جب تم نے عمرہ شروع کر دیا تو پھر وہ تم پر واجب ہو گیا، لازمی ہو گیا اس کے بعد اگر تمہیں روک دیا گیا تو عمرہ ادا نہیں ہو گا اب جب رکاوٹ دور ہو جائے تو تم پر قضاء لازم ہے اسی طرح شافعی مسلک کے تحت یہ ہے کہ حدیبیہ کے موقع پر عمرہ فاسد نہیں ہوا تھا بلکہ عمرہ کی تکمیل ہو چکی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمرہ جات کی تعداد چار تک شمار کی جاتی ہے اس لئے ثابت ہوا کہ حدیبیہ کا عمرہ بھی شمار میں آتا ہے۔ جبکہ عمرہ کی مقرر کردہ تمام شرائط کے پورا نہ ہونے کی وجہ سے جو حدیبیہ کی وجہ سے پوری نہ ہو سکیں عمرہ اس میں پورا واقع ہی نہیں ہوا تھا۔ بہر حال ان روایات سے یہ امر بخوبی عیاں ہے کہ اگر کسی وجہ سے عمرہ یا حج ادا نہ کیا جا سکے تو اگلے سال اسکی قضاء واجب ہے۔

(مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 425)

عُمرہ کے لئے روانگی

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوہ خیبر سے واپسی پر تقریباً آٹھ ماہ یعنی ربیع الاوّل، ربیع الثّانی، جمادِی الاُولیٰ، جمادی الاخریٰ، رجبُ المرجب، شعبانُ المعظم، رمضانُ المبارک اور شوال کے مہینوں میں مدینہ منورہ میں تشریف فرما رہے۔ اس دوران بہت سے سرایا بھی اطرافِ مدینہ منورہ روانہ کیے گئے۔ پھر جیسے ہی ذِی قعدہ کا چاند دیکھا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو حکم دیا کہ قضاء عمرہ کے لئے روانہ ہوں۔ جس کو ادا کرنے سے مشرکینِ مکّہ نے روک دیا تھا۔ آپ علیہ السلام نے ساتھ ہی یہ حکم بھی فرمایا کہ جولوگ صُلح نامہ حدیبیہ کے موقع پر شریک تھے ان میں سے کوئی رہ نہ جائے۔ چنانچہ ان لوگوں کے علاوہ جو حدیبیہ میں تو شریک تھے مگر بعد کے غزوات اور سرایا میں جامِ شہادت نوش فرما چکے تھے یا وفات پا چکے تھے سب کے سب عمرہ ادا کرنے کے لئے شریکِ سفر ہوئے کوئی شخص بھی باقی نہ رہا۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینے سے کوچ کرتے وقت حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا قائم مقام بنایا اور بعض اہل سیر نے بیان کیا کہ ابورہم غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بنایا۔ ابن ہشام کے مطابق حضرت عویف بن اضبط دئلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی غیر حاضری میں مدینہ منورہ کا حاکم مقرر فرمایا اور یوں ماہِ ذی قعدہ میں مدینہ منورہ سے دو ہزار مسلمانوں کی جماعت جس میں کچھ ایسے لوگ اور عورتیں بھی شامل تھیں جو حدیبیہ کے موقع پر موجود نہ تھے ہمراہ لے کر عمرہ کے لئے روانہ ہوئے۔

(از: طبقات ابن سعد جلد 2 صفحہ 87، زرقانی جلد 2 صفحہ 254)

(سیرت النبی کامل از: ابن ہشام)

مُقامِ ذوالحلیفہ پر پڑاؤ

سرکارِ دوعالم صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی جماعت کو ساتھ لے کر مکہ مکرّمہ کی طرف روانہ ہوئے۔ مقام ذوالحلیفہ پہنچ کر مسجد میں آپ علیہ السلام اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے احرام باندھے ہدْی کے ستّر (70) اونٹ ہمراہ تھے۔ اِن پر ناجیہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقرر فرمایا۔ ایک سو (100) گھوڑے ہمراہ تھے جن پر محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقرر فرمایا۔ احرام باندھ کر لبیک اللّٰہم لبیک کہتے ہوئے روانہ ہوئے۔ احتیاط کے طور پر ہتھیار بھی ساتھ تھے لیکن کیونکہ معاہدہ حدیبیہ کی شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی تھی کہ مُسلمان جب اگلے سال عمرہ کے لئے آئیں تو کوئی ہتھیار ہمراہ نہیں لائیں گے سوائے تلوار کے اور وہ بھی نیام میں ہوگی۔ اس شرط کے تحت سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تلوار کے علاوہ باقی تمام ہتھیار وادی ''یاٗجج'' میں چھوڑ دیئے جو مکّہ مکرمہ سے آٹھ میل کے فاصلے پر ایک مقام ہے۔ دوسو مجاہدین کا ایک دستہ اوس بن خولی انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی

ماتحتی میں ان ہتھیاروں کی حفاظت کے لئے وہاں چھوڑ دیا اور خود صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے ہمراہ تلبیہ کہتے ہوئے حرم کی طرف بڑھے۔ آپ علیہ السلام ذوالحلیفہ، صفراء، بدر، الجحفہ، قدید، امج، کدید، عسفان سے ہوتے ہوئے تنعیم کے راستے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔

(از: طبقات ابن سعد جلد 2 صفحہ 87)

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اشعار

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنی قصواء کی مہار پکڑی ہوئی تھی اور آگے آگے چلتے ہوئے جو اشعار پڑھ رہے تھے ان کا اُردو ترجمہ رقم کیا جاتا ہے۔

(اُردو ترجمہ اشعار)

عربی اشعار

''اے کافرو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا راستہ چھوڑ دو۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں یہ حکم نازل کیا ہے کہ بہترین قتل وہ ہے جو کہ خدا کی راہ میں ہو ہم نے تم سے جہاد و قتال کیا ہے۔ اس کا حکم نہ ماننے کی وجہ سے جیسے قرآن کریم منزل من اللہ کے نہ ماننے سے تم سے قتال کیا۔ آج اللہ کے حکم سے تمہیں ایسا ماریں گے کہ تمہاری کھوپڑی سر سے الگ ہو جائے گی اور دوست کو دوست سے بے خبر بنا دے اے اللہ اس قول پر ایمان رکھتا ہوں میں اس قول کو قبول کرنے ہی کو حق سمجھتا ہوں''۔

(از: زرقانی و روایت از بیہقی و روایت از ابن اسحٰق)

سیّدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ اشعار سُن کر فرمایا اے عبداللہ بن رواحہ (رضی اللہ عنہ) تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے حرمِ خدا میں یہ اشعار پڑھ رہا ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''اے عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) رہنے دو عبداللہ بن رواحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے یہ اشعار کُفّار کے حق میں تیر اندازی سے زیادہ سخت ہیں''

(از: فتح الباری جلد 8 صفحہ 383 و جامع ترمذی جلد 2 صفحہ 107)

قریش مکہ حدیبیہ کی شرائط کے مطابق مسلمانوں کو عمرہ کی ادائیگی سے تو نہیں روک سکتے تھے اس لئے غیظ و غضب کی حالت میں مکّہ چھوڑ کر ارد گرد کی پہاڑی چوٹیوں پر چڑھ گئے۔ اُدھر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تلبیہ پڑھتے ہوئے کعبہ شریف کے قریب تشریف لے گئے۔

(از: زرقانی جلد 2 صفحہ 255)

سعی وطواف

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعبہ شریف میں جب داخل ہوئے تو اہلِ مکّہ جو پہاڑ کی چوٹی پر نہیں گئے تھے صف بنا کہ مسلمانوں کو اس شان وشوکت سے حرم پاک میں داخل ہوتا دیکھ رہے تھے۔آپ علیہ السلام حرمِ پاک میں داخل ہوئے اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اضطباع رداء فرمایا یعنی اپنا دایاں یعنی داہنا بازو چادر سے باہر نکال رکھا تھا دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین بھی ایسا کئے ہوئے تھے۔سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ کلمات ارشاد فرمائے:

''اللہ اپنے بندوں پر رحم فرمائے جو آج ان کے روبرو اپنی قوت کی نمائش کرے''۔

اس کے بعد آپ علیہ السلام نے حجرِ اسود کا استیلام کیا یعنی بوسہ دیا اور طواف فرمایا۔اہل مکّہ کا خیال تھا کہ مسلمانوں کو مدینہ منورہ کی آب وہوا نے کمزور کر دیا ہے۔یثرب کی بیمار اور متعفن آب وہوا نے ان کو بالکل لاغر بنا دیا ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو حکم دیا کہ مشرکین کے سامنے اکڑ اکڑ کر اور دوڑ دوڑ کر تین چکر لگائیں اسکو رمل کہتے ہیں۔آپ علیہ السلام نے طواف کے تمام چکروں میں دوڑ کر طواف کرنے کا حکم نہ دیا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ نہیں چاہتے تھے کہ صحابہ کرام زیادہ مشقت میں پڑیں۔سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''پہلے تین چکروں میں رکنِ یمانی اور حجرِ اسود کے درمیان آہستہ چلیں کیونکہ تم لوگ اس مقام پر ان مشرکین کی نظروں سے اوجھل ہوگئے جو پہاڑ کی چوٹیوں پر موجود ہیں'' کیونکہ مشرکین کعبۃ اللہ کے شمال میں کوہِ قعیقعان پر تھے اور وہ پہاڑ رکن شامی اور رکنِ عراقی کے سامنے تھا اور رکن یمانی اور حجر اسود کا یہ حصّہ جنوب میں تھا۔

(از: صحیح مُسلم جلد 1 صفحہ 412)

اس طرح طواف کے بعد سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے مسجد الحرام سے باہر نکل کر صفا اور مروہ کے درمیان سعی فرمائی۔آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ ''ھٰذی مَروہ کے نزدیک لائی جائے۔یہ نحر ہے اور مکہ مکرّمہ کی تمام گلیاں منحر ہیں (یعنی قربان گاہ) ان میں نحر وقربانی جائز ہے''۔ اس کے بعد آپ علیہ السلام نے مروہ کے نزدیک قربانی کی اور اپنے سرِ اقدس کے بال منڈوائے۔دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے بھی ایسا ہی کیا۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین میں سے ایک دستہ جو کہ عمرہ ادا کر چکے تھے بطن ''یاَجج'' کی طرف روانہ فرمایا اور ان کو حکم دیا کہ وہاں پہلے سے ہی موجود دوسو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین جو ہتھیاروں کی حفاظت کر رہے تھے ان کو عمرہ ادا کرنے کے لئے یہاں بھیج دو اور تم لوگ انکی جگہ

ہتھیاروں کی حفاظت کرو۔ اس کے بعد حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ کعبہ کی چھت پر کھڑے ہو کر ظہر کی اذان دو۔ انہوں نے ایسا کیا اور آپ علیہ السلام نے تمام صحابہ کے ہمراہ نمازِ ظہر ادا فرمائی۔

(از: طبقات الکبریٰ جلد 2 صفحہ 88، زرقانی جلد 2 صفحہ 255)

(سیرۃ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 434، مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 429 و ترمذی شریف)

حرم کے اندر اکڑ کر چلنے کے بارے میں سیّدنا حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگوں کا خیال تھا کہ یوں ہرولہ یعنی لپک کر اور تیز چلنا واجب نہ تھا بلکہ یہ تو اس خاص موقع پر صرف قریش کو دکھانے کے لئے حکم دیا تھا۔ مگر جب آپ علیہ السلام نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر بھی اسی طرح طواف فرمایا تو ایسا کرنا ہمیشہ کے لئے لازمی ہو گیا اور سنت ٹھہرا۔

(از: سیرۃ ابن ہشام جلد 2: صفحہ 434)

حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح مبارک

عمرہ ادا کرنے کے بعد سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور باقی سب ساتھی تین روز تک مکہ مکرّمہ میں تشریف فرما رہے وہیں آپ علیہ السلام نے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ آپ علیہ السلام کے چچا زاد بھائی بھی تھے ان کو حکم دیا کہ میری طرف سے حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو نکاح کا پیغام پہنچائیں۔ حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ پیغام لے کر حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لے گئے انہوں نے یہ بات سیّدنا حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ڈال دی کیونکہ وہ رشتے میں حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بہنوئی لگتے تھے اور حضرت ام فضل بنت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کی حقیقی بہن اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ محترمہ تھیں۔

چنانچہ حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کرا دیا اور خود اپنی گرہ سے چار سو (400) درہم سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے حق مہر ادا کیا۔ علماء کا اس سلسلے میں اختلاف ہے۔ کچھ کہتے ہیں کہ آپ علیہ السلام نے جب نکاح فرمایا تو احرام باندھے ہوئے تھے بعض کے نزدیک احرام کھول چکے تھے۔ جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے احرام کی حالت میں ہی نکاح فرمایا۔ جبکہ صحیح مُسلم میں ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے احرام اتارنے کے بعد نکاح فرمایا۔ اصولِ فقہ میں مسئلہ تفصیل کے ساتھ مذکور ہے۔ ازواجِ مطہرات کے بیان میں اس مسئلہ پر انشاء اللہ روشنی ڈالنے کی کوشش کریں گے مزید تفصیل کے لئے متعلقہ کتب و

احادیث کی مراجعت کی جاسکتی ہے۔

قریش کا پیغام

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین روز تک مکہ مکرمہ میں تشریف فرما رہے چوتھے روز قریش نے حُویطب (حویطب بن عبدالعزّی بن ابوقیس بن عبدوُدّ بن نصر بن مالک بن حسل) کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں بھیجا اس کے ساتھ کچھ اور قریشی بھی تھے۔اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گزارش کی جائے کہ معاہدے کے مطابق تین روز قیام پورا ہو چکا۔اس لئے مکہ مکرمہ سے باہر تشریف لے جائیں۔یہ پیغام سُن کر آپ نے فرمایا''ہاں تین روز پورے ہو چکے اب ہم واپس جا رہے ہیں'' ایک روایت میں یوں بھی آتا ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا''اگر تم لوگ یہ معاملہ مجھ پر چھوڑ دیتے تو میں وقت معیّنہ میں ہی تم لوگوں میں شادی کی رسم پوری کرتا اور تم سب لوگوں کو کھانے پر بُلاتا اس طرح ہم سب شریکِ محفل ہوتے جبکہ ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔''

قریش نے سرکار علیہ السلام کو بڑی ترش روئی سے جواب دیا کہ ہم لوگوں کو آپ علیہ السلام کی دعوتِ ولیمہ کی کوئی ضرورت نہیں ہے بس آپ علیہ السلام ہمارے لئے مکہ مکرمہ کو خالی کر دیں۔آپ علیہ السلام نے اسی وقت صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو کوچ کا حکم فرمایا اور اپنے غلام حضرت ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سیّدہ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس خدمت کے لئے چھوڑ آئے اور حکم فرمایا کہ''ہم لوگوں کے چلے جانے کے بعد اُمّ المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنے ہمراہ لے کر مقام سَیرِف پر حاضرِ خدمت ہوں''۔جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقامِ سیرف پر تشریف فرما ہوئے تو حضرت ابورافع حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنے ساتھ لے کر آپ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔یہاں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عروسی فرمائی۔

(از: صحیح بخاری روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

(مدارج النبوت شریف جلد2 صفحہ 429)

(مواہب لدنّیہ جلد1 صفحہ 490)

(سیرۃ ابن ہشام جلد2 صفحہ 436)

(زادالمعاد جلد2 صفحہ 156)

حضرت عمّارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مکہ مکرّمہ سے باہر تشریف لانے لگے تو اس وقت حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی حضرت عمّارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو کہ اپنی والدہ کے ہمراہ مکر مکرمہ میں ہی رہا کرتی تھیں ان کی والدہ کا اِسم گرامی حضرت سلمیٰ بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھا۔ وہ یا عمّ، یا عمّ یعنی اے چچا اے چچا پکارتی ہوئی آپ علیہ السلام کے پاس آئیں۔ حضرت عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چچا اس لئے پکار رہی تھیں کیونکہ آپ علیہ السلام ان کے والدِ گرامی حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رضاعی بھائی بھی تھے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آگے بڑھ کر ان کو اپنی گود میں اٹھالیا اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم آپ علیہ السلام اپنے چچا کی یتیم بیٹی کو مشرکین میں کیوں چھوڑ کر جا رہے ہیں میں اس کو اپنے ہمراہ مدینہ منورہ لے جاؤں گا۔ پھر سیّدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنے ساتھ ہودج میں بٹھالو۔ مدینہ منورہ واپس پہنچ کر حضرت علی۔ حضرت جعفر اور حضرت زید بن حارث رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے درمیان اختلاف پیدا ہو گیا۔ حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ حضرت عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کیونکہ میرے چچا کی بیٹی ہیں اس لئے ان کی پرورش میں کروں گا۔ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ موقف تھا کہ یہ میرے بھی چچا کی بیٹی ہیں اور دوسرا ان کی خالہ میری بیوی ہیں اس لئے یہ میرے پاس رہ کر پرورش پائیں گی جبکہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ کہنا تھا کہ اسکے والد حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور میرے درمیان مواخاۃ قائم تھی اور اس طرح یہ میرے بھائی کی بیٹی ہونے کی وجہ سے میرے ہاں پرورش پائیں گی۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ اختلاف سُن کر ارشاد فرمایا کہ ''حضرت عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت جعفر ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس رہیں گی کیونکہ خالہ کا رشتہ ماں کی مانند ہے۔''

حدیث شریف سے یہ اختلاف مکہ مکرمہ میں ہونا معلوم ہوتا ہے۔ (واللہ اعلم)

بہر حال سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فیصلہ حضرت جعفر ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں فرمایا:

روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں عمّارہ کو مکہ مکرّمہ سے لایا ہوں پھر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دختر سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میرے گھر میں ہیں اس لئے پرورش کا زیادہ حقدار میں ہوں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خالہ کو ماں کی مانند قرار دیتے ہوئے فیصلہ خالہ کے حق میں فرمایا جس سے سیّدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تسکین قلب ہوئی۔ اس کے بعد سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا:

" اَنْتَ مِنِّی وَ اَنَا مِنْکَ " تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں

پھر حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

" اشبهت و خلقی " تم میرے اخلاق وصفات میں مشابہت رکھتے ہو۔

اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

" اَنْتَ مَوْلَانَا وَاَخُوْنَا " تم ہمارے محبّ ومحبوب ساتھی ہو اور دینی بھائی ہو۔

حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ "اس بچی کی پرورش کا تم کو زیادہ حق اسلئے ہے کہ تمہارے گھر میں اسکی خالہ ہے۔ جو کہ دینی اعتبار سے ماں کی طرح اور اسکی جگہ ہوتی ہے۔ پھر جس گھر میں کسی عورت کی پھوپھی یا خالہ پہلے سے موجود ہے اسکے ساتھ نکاح نہیں ہوسکتا"

ایک روایت میں یوں بھی آتا ہے کہ فیصلہ سُن کر حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گرد ایک پاؤں پر گھومنے لگے آپ علیہ السلام نے اُن سے پوچھا کہ "یہ کیا کر رہے ہو" حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے حبشہ میں قیام کے دوران دیکھا کہ جب اہل حبشہ کسی بات سے بہت زیادہ خوش ہوتے تو اپنے بادشاہ کے گرد ایک پاؤں پر حجل یعنی گھومنا شروع کر دیتے ہیں۔ ویسے عربی زبان میں حجل کی معنیٰ پرندے کی طرح کود کر چلنے اور چھپانے کے بھی آتے ہیں۔

شرعی مسئلہ

حضرت عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اس واقعہ سے ایک شرعی مسئلہ کا علم ہوتا ہے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں فیصلہ اس لئے فرمایا کہ وہ حضرت عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے خالو تھے چنانچہ حکم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق معلوم ہوا کہ خالہ بھی حقیقی ماں کے حکم میں ہے۔ خالہ کے لئے حضانت یعنی پرورش کے لئے خاص حکم ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ والد کی اقارب سے ماں کی اقارب پرورش کے معاملہ میں مقدم ہوتے ہیں۔

(از: مواہب الدنیہ جلد 2 صفحہ 490، مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 430)

ایک اہم نکتہ کی وضاحت

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ قریشِ مکہ نے حضرت عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مکہ مکرمہ سے جانے کی اجازت کیوں دی؟ جبکہ صلح نامہ حدیبیہ کی شرائط میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ اگر کوئی مکہ مکرمہ سے بھاگ کر یا اپنی خوشی سے جس طرح چاہے مدینہ منورہ چلا گیا تو مسلمانوں کو اُسے قریش کے حوالے کرنا پڑے گا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ شرط

کے مطابق اگر قریش مدینہ منورہ آنیوالے کی واپسی کا مطالبہ کریں گے تو اسکو واپس کیا جائیگا جبکہ اس مقام پر قریش نے حضرت عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی واپسی کا مطالبہ ہی نہیں کیا تھا اسکے علاوہ وہ چھوٹی بچی تھیں جن کے لئے دارالسّلام سے نکلنا صادر نہیں تھا۔ پھر شرائط میں یہ بھی مذکور تھا کہ صرف مردوں کو واپس کیا جائیگا عورتوں کے بارے میں یہ شرط نہیں تھی۔

(از: مواہب لدنّیہ)

اس کے علاوہ قرآن کریم کے حکم کے مطابق بھی یہ شرط منسوخ ہو چکی تھی۔ چنانچہ قرآن کریم (سورۃ الممتحنہ آیت 10) میں ارشاد ہوتا ہے۔

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ ۚ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ؕ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ؕ

ترجمہ: ''اے ایمان والو جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں کفرستان سے اپنے گھر چھوڑ آئیں تو ان کا امتحان کرو اللہ ان کے ایمان کا حال بہتر جانتا ہے پھر اگر تمہیں ایمان والیاں معلوم ہوں تو انہیں کافروں کو واپس نہ کرو۔ نہ یہ انہیں حلال نہ وہ انہیں حلال''۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح بعد میں حضرت سلمہ بن ابی سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمادیا۔ حضرت سلمہ بن ابی سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ربیب تھے۔

(ربیب سابقہ خاوند سے جو بچہ بیوی کے ساتھ آتا ہے کو کہتے ہیں)

ایک روایت میں آتا ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے عرض کیا آپ علیہ السلام نے حضرت عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے خود شادی کیوں نہ فرمائی؟

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا'' گو وہ میری چچازاد بھی ہے مگر مجھے ان کے والد حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو رضاعی بھائی ہونے کی نسبت ہے اسکی وجہ سے وہ میری زوجیت میں نہیں آسکتی تھیں۔ (واللہ اعلم)

(روایت از بخاری شریف راوی براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

(سیرۃ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 202)

(فتح الباری جلد 7 صفحہ 500)

(روضۃ الاحباب ومعارج النبوت)

(مواہب لدنیہ جلد 2 صفحہ 497)

(مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 431 وغیرہ)

7 ہجری میں رونما ہونے والے واقعات

غزوہ خیبر عمرۃ القضاء کے علاوہ بھی کئی اور واقعات اسی سال 7 ہجری میں پیش آئے جن میں چند ایک اہم خیال کئے جاتے ہیں جو تحریر کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ گو عرب کے علاوہ دیگر بادشاہوں، امراء وغیرہ کو بھیجے گئے وفود اور خطوط کا بیان پہلے 6 ہجری میں کسی قدر تفصیلاً بیان ہو چکا ہے مگر یہاں 7 ہجری کے حوالے سے بھی کچھ عرض کرنے کی ضرورت تھی جس کو پورا کیا جا رہا ہے۔

جبلّہ بن ایہم غسّانی کا واقعہ

حارث بن ابی شمر غسّانی کے بعد جبلہ بن ایہم غسانی۔ غسان کا حاکم مقرر ہوا۔ سیرت نگاروں کی اکثریت کا بیان ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو قاصد مقام غسان روانہ کیا تھا وہ اسی جبلہ بن ایہم غسانی کے پاس ہی گیا اور آپ علیہ السلام کی طرف سے حاکم غسان کو اِسلام کی دعوت دی جسے جبلہ بن ایہم غسانی نے قبول کر لیا اور دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا اس نے بہت سے تحائف اور نیک تمنائیں خدمتِ اقدس میں ارسال کیں پھر عرصہ تک مذہب اسلام پر قائم رہا یہاں تک کہ دورِ فاروقی آ گیا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں جبلہ بن ایہم غسانی حج کیلئے مکّہ مکرمہ آیا۔ طواف کے دوران اچانک ایک فزاری کا پاؤں اسکے ازار بند پر آ پڑا۔ جس کے نتیجہ میں جبلہ کا تہہ بند کھل گیا۔ اس نے طیش میں آ کر اس فزاری کے منہ پر اسقدر زور سے طمانچہ مارا کہ اس فزاری کا ناک سخت زخمی ہو گیا۔ زخمی فزاری دربارِ فاروقی میں حاضر ہوا اور جبلہ بن ایہم غسانی کی شکایت کی۔ سیدنا حضرت فاروق اعظیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جبلہ کو دربار میں طلب فرمایا اور اس کو حکم دیا کہ فزاری کو اپنی اس زیادتی کے بدلے میں قصاص ادا کرو یا اس فزاری کو کسی صورت میں اس بات پر رضامند کر لو کہ وہ قصاص سے دستبردار ہو جائے۔ حکم فاروقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سُن کر جبلہ نے عرض کی اے امیر المومنین آپ مجھے اس فزاری کو قصاص ادا کرنے کا حکم دے رہے ہیں جبکہ میں ایک حکمران ہوں اور یہ بے قیمت ایک عام غریب آدمی ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا ''اے جبلہ اسلام تم دونوں میں مساوات کا حکم دیتا ہے اور کسی کو دُوسرے پر کوئی فضیلت نہیں ہاں البتہ تقویٰ اور طہارت میں فضیلت ضرور ہے۔ اسلئے تمہیں یا تو قصاص ادا کرنا پڑیگا یا وہ فزاری تمہیں معاف کر دے اسکے علاوہ اور تیسری صورت کوئی نہیں ہے''۔ یہ حکم سُن کر جبلہ بولا کہ اگر ایسا ہی حکم ہے تو پھر میں اسلام کو چھوڑ کر دوبارہ نصاریٰ کا دین اختیار کر لوں گا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ ''اگر تو نے ایسا کیا یعنی مرتد ہو گیا تو میں تمہیں قتل کرنے کا حکم دوں گا''۔

جبلہ نے حضرت عمر فارورق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی مجھے آج رات سوچنے کی مہلت دیں۔ تاکہ میں

رات بھراس بارے میں میں اچھی طرح سوچ بچار کرلوں کہ آیا مجھے قصاص دینا ہے یا نہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسکو رات سوچنے کی مہلت دے دی۔ جبلہ راتوں رات بھاگ کر روم چلا گیا اور وہاں جا کر مرتد ہوگیا یعنی عیسائی مذہب اختیار کرلیا اور یوں حالتِ ارتداد میں ہی مر گیا چند اہل سیر بیان کرتے ہیں کہ وہ دوبارہ اسلام میں داخل ہوگیا اور یوں اسلام پر ہی اسکی موت واقع ہوئی۔ جبلہ کو اپنے سابقہ اعمال پر سخت پریشانی تھی۔ اس نے کچھ اشعار بھی تحریر کئے تھے جن کا ترجمہ کچھ یوں تھا۔ (واللہ اعلم)

''میں اِسلام سے نکلا اور نصرانی بنا۔ میرے نصرانی بننے کی وجہ وہ طمانچہ تھا جس کا مجھے قصاص ادا کرنا تھا۔ اگر میں قصاص ادا کردیتا تو اسمیں نہ کوئی نقصان تھا اور نہ ہی کوئی خسارہ اے کاش میری والدہ مجھے جنتی ہی نہ۔ کاش کہ میں ربیعہ اور مضر کے ہاتھوں قید ہو جاتا۔ اے کاش میں ملکِ شام کا ایک ادنیٰ سا فرد ہوتا اور اندھا بہرا ہونے کی صورت میں قوم کے ہمراہ بیٹھا کرتا۔ اے کاش میں چراگاہوں میں اونٹ چرانے والا ہوتا۔ اور میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے ہرگز انکار نہ کرتا''۔ (واللہ اعلم)

(از: روضۃ الاحباب ومعارج النبوت جلد 2 صفحہ 431)

پیاز اور لہسن کھانے کی حرمت

اسی سال اور خاص طور پر غزوہ خیبر کے موقع پر کئی فقہی احکام نازل ہوئے جن میں پیاز اور لہسن یعنی تھوم کھانے کے بارے میں حکم نازل ہوا۔ لہسن اور پیاز کا کھانا گو حرام نہیں ہے مگر پیاز لہسن کھا کر مساجد یا خیر کی مجالس میں جانا سخت مکروہ ہے۔ کیونکہ پیاز اور لہسن کی بُو دوسرے لوگوں کے لئے تکلیف کا باعث ہے اسلئے مذکورہ جگہوں پر ان کو کھا کر جانے سے منع فرمایا گیا۔ قربان جائیں اس دینِ حق کے کہ وہ اپنے ماننے والوں کو اصلاح معاشرہ کا زبردست عملی سبق حکماً دیتا ہے یہ اس دین کے سچ اور حق ہونے کی عیاں دلیل ہے۔ جو چیز دُوسرے مسلمان بھائی کے لئے باعثِ تکلیف ہو اس کو ترک کردینا چاہئیے۔

فقہی احکام

اس موقع پر بہت سے اور بھی احکامات نازل ہوئے جن کا تعلق فقہی مسائل سے تھا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان احکامات کو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو بتایا اور حکم دیا کہ آئندہ ان کے بارے میں تبلیغ کی جائے وہ فقہی احکامات درج ذیل تھے۔ مثلاً:

1: درندوں اور کئی دُوسرے جانوروں کو حرام قرار دیا گیا۔

2: پہلے مذکور ہو چکا ہے گدھے کا گوشت منع کیا گیا۔

3: لونڈیوں کے ساتھ جب تک وہ حاملہ ہوں ہم بستری نہ کی جائے۔

4: چاندی اور سونے کا بہ تفاضل خریدنا حرام قرار دیا گیا۔

5: متعہ کو سختی سے قیامت تک کے لئے حرام قرار دیا گیا۔

حضرت خالد بن الولید وعَمر و بن العاص وعثمان بن طلحہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کا قبولِ اسلام

سیّدنا حضرت خالد بن ولید (حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ولید بن مغیرہ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم بن یقظہ بن مُرّہ بن کعب بن لوی القرشی۔ ان کا سلسلہ نسب ساتویں پشت یعنی مُرّہ بن کعب میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتا ہے۔ المتوفی 22ھ مدینہ منورہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے 18 احادیث مروی ہیں۔ بعض اصحاب سیر نے جائے وفات حمص بیان کی ہے مگر یہ صحیح نہیں کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے جنازہ میں شریک تھے اور انہوں نے 22ھ میں شام کا کوئی سفر نہیں کیا۔) مشہورِ زمانہ سپہ سالارِ افواج وحضرت عَمر و بن العاص (حضرت عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن العاص۔ (فاتح مصر) بن وائل بن ہاشم بن سعید بن سہم بن عمرو بن ہصیص بن کعب بن لوی بن غالب۔ قریش کے خاندان بنو سہم۔ المتوفی 43ھ مقطم مصر۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 43 احادیث روایت کی ہیں۔) عرب کے مشہور ترین عاقل اور حضرت عثمان بن طلحہ عبدری کلید (چابی) بردار بیت اللہ شریف رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین دائرہ اسلام میں داخل ہوئے یہ مشہور زمانہ اصحاب خود مدینہ منورہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ ان صحابہ کے اسلام قبول کرنے کے زمانہ میں کچھ سیرت نگار اختلاف رکھتے ہیں بعض کہتے ہیں کہ یہ لوگ صفر 8 ہجری میں مسلمان ہوئے اور بعض کے نزدیک خیبر کے بعد 7 ہجری کی ابتداء میں ہی مشرف بہ اسلام ہوئے۔ جو کہ حقیقت حال کے مطابق زمانہ ہے۔ (واللہ اعلم)

سیرت کی کتب کا مطالعہ کریں تو پتہ چلتا ہے کہ حدیبیہ کی فتح تک تو خالد بن ولید قریش کے ہمراہ ہی تھے مگر غزوہ جنگِ موتہ میں صحیح بخاری کے حوالے سے آپ مسلمانوں کی طرف سے شریکِ جنگ ہوئے اور سیف اللہ کا لقب پایا اس طرح ان کا اسلام لانا صلح حدیبیہ اور غزوہ موتہ (یعنی 6 ہجری اور 8 ہجری) کا درمیانی عرصہ ہی بنتا ہے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قبولِ اسلام

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ قریش کے ہاں نہایت ہی اہم شخصیت تھے۔ خاص طور پر میدانِ جنگ میں تو ان کی حیثیت مسلمہ تھی قریش کے ساتھ مل کر انہوں نے بہت سے معرکوں میں حِصّہ لیا تھا ان کے خاندان (قریش بنو سہم) کو جنگی میدان میں خاص مقام حاصل تھا۔ حضرت خالد قریش کے ساتھ مِل کر ہمیشہ مُسلمانوں کے

خلاف برسرِ پیکار رہے خاص طور پر جنگِ غزوہ اُحد کے موقع پر ان کی ہی حکمتِ عملی کی وجہ سے مسلمانوں کو بہت نقصان اٹھانا پڑا وہ مسلمانوں کے خلاف بُغض وعناد پر متواتر قائم رہے۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ "خالد کے اندر وہ جوہر موجود ہے جو ان کو کسی وقت بھی کفر کی تاریک غار سے نکال کر اسلام کے روشن دائرہ میں داخل کرسکتا ہے۔ وہ صرف بشری حجابات جو ان کی ذات پر چھائے ہوئے تھے ان کی وجہ سے ابھی تک اسلام کی حقانیت سے دور تھے"۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود فرماتے ہیں کہ میں اسلام دشمنی میں بہت ہی سخت تھا اور میں اپنی اس سختی پر اس وقت تک قائم رہا جب تک صلح نامہ حدیبیہ تحریر نہ ہوا اس صلح نامہ کے بعد مجھے پورا یقین ہوگیا کہ مذہب اسلام عنقریب ہی پورے عرب کو اپنی لپیٹ میں لے لیگا کیونکہ دوسری طرف اس صلح نامہ کے بعد قریش کے پاس کسی قسم کی مزید شان وشوکت قائم رہنا نظر نہیں آتی تھی۔ چنانچہ اس دن سے ہی میرا دِل اِسلام کی طرف راغب ہو چکا تھا۔ پہلے میں نے دِل میں سوچا کہ مکہ مکرمہ چھوڑ کر ملکِ حبشہ شاہ نجاشی کے پاس چلا جاؤں مگر میں ایسا نہیں کرسکتا تھا۔ کیونکہ شاہ کا جھکاؤ بھی مُسلمانوں کی طرف ہی تھا آخر میں نے فیصلہ کیا کہ کیوں نہ ہرقل شاہِ روم کے پاس جا کر دینِ عیسائیت قبول کرلوں مگر پھر دل نے مجھے ایسا کرنے کی اجازت نہ دی اور آخر کار میں اس فیصلہ پر پہنچا کہ مکہ مکرمہ میں ہی رہ کر وقت کا انتظار کروں کہ غیب سے کیا ظہور ہوتا ہے۔

پھر جب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمرۃ القضاء کے لئے مکہ مکرّمہ تشریف لائے تو میں اتفاق سے وہاں موجود نہ تھا میرا بھائی حضرت ولید بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمانوں کے ہمراہ عمرہ کرنے آیا ہوا تھا۔ اس نے میرے نام ایک خط چھوڑا جو مجھے مکہ مکرمہ واپسی پر ملا اس وقت مسلمان عمرہ ادا کرنے کے بعد مدینہ منورہ واپس تشریف لے جاچکے تھے۔

ولید بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خط کا اُردو ترجمہ
"اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے"

امّا بعد: اے میرے بھائی میرے لئے اس سے زیادہ اور کوئی بات باعثِ تعجب نہیں کہ تیری رائے اسلام جیسے پاکیزہ مذہب کو قبول کرنے سے منحرف ہے جبکہ تیری عقل جو کہ نہایت ہی اعلیٰ اور مشہور ہے اسلام جیسے پاکیزہ مذہب سے تجھے دور رکھے ہوئے ہے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مُجھ سے تیرا حال دریافت فرماتے ہوئے پوچھا کہ خالد کہاں ہے میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خداوند کریم عنقریب اسکو آپ علیہ السلام کے پاس لے کر آئے گا۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر ارشاد فرمایا کہ "نہایت تعجب کی بات ہے کہ خالد جیسا عاقل و

دانشور اسلام جیسے پاکیزہ مذہب سے ابھی تک بے خبر و نادان ہے" پھر مزید فرمایا کہ "اگر خالد مسلمانوں کے ساتھ مل کر باطل قوتوں کے خلاف سینہ سپر ہوتا تو یہ بات اس کے لئے بہت بہتر تھی پھر ہم اسکو دوسروں پر مقدم رکھتے" لہٰذا اے بھائی تجھ سے جو عمدہ واعلےٰ مقامات چھوٹ گئے ہیں تم جس دولت لازوال سے اتنا عرصہ محروم رہے ہو اسکی تلافی وتدارک کرتے ہوئے بغیر مزید وقت ضائع کئے ہوئے فوراً دائرہ اسلام میں داخل ہو جاؤ۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جیسے ہی میں نے بھائی کا خط پڑھا اسی وقت میرا دِل اسلام کی طرف لپکنے لگا۔ مجھ پر اسلام کی محبت غالب آ گئی سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے بارے میں جو ارشاد فرمایا تھا اسکو سُن کر دِل اس قدر مسرور ہوا کہ میں نے پکّا ارادہ کر لیا کہ مدینہ منورّہ جا کہ خدمتِ اقدس میں حاضری دیتا ہوں اور مذہب اسلام کو قبول کرتا ہوں۔ مزید فرمایا کہ میں نے رات کو خواب دیکھا کہ میں ایک ایسے تنگ وتاریک شہر میں ہوں جہاں قحط سالی ہے میں فوراً اس قحط زدہ علاقہ سے نکل کر ایک سرسبز وشاداب اور کشادہ شہر میں چلا گیا ہوں میں فوراً جاگ پڑا اور کہا کہ یہ خواب مجھے صرف اس لئے دکھایا گیا ہے کہ میری اصلاح اور تنبیہ مقصود ہے۔

اس کے بعد میرے دِل نے کہا اے خالد حق تعالےٰ نے تیرے ساتھ بھلائی وخیر کا ارادہ کر لیا اور تیرے جسم میں رُوح میں یہ اسلام کی محبت بھی اُسی نے ڈالی ہے۔ دِل نے کہا اے خالد تو جس جنگ میں بھی قریش کی طرف سے مسلمانوں کے خلاف لڑنے کے لئے مقابلہ پر آیا اور پھر ہر دفعہ واپسی پر تیری اندرونی کیفیت یہی رہی کہ میری تمام کوشش اور جدوجہد لاحاصل ہے حقیقت یہ ہے کہ آخر کار سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ضرور غالب ہوں گے پھر خیال آیا کہ جب صلحنامہ حدیبیہ کے موقع عسفان پر دیکھا کہ وہ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ صلوٰۃ الخوف پڑھ رہے ہیں میں نے ارادہ کیا کہ نماز کی حالت میں ہی ان پر حملہ کر دوں مگر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے اس ارادے سے باخبر ہو گئے اور میں حملہ نہ کر سکا میں تو اس وقت ہی سمجھ گیا تھا کہ مسلمانوں کے یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من جانب اللہ مامون ومحفوظ ہیں اور غیب سے ان کی حفاظت ہو رہی ہے۔ پس یہ تمام خیالات میرے دِل نے کئی بار دہرائے تو میں نے خدمتِ اقدس میں حاضر ہونے کے پکّا ارادہ کر لیا۔

مدینہ منورّہ کی روانگی سے پہلے خیال آیا کہ اگر میرے ساتھ کوئی اور ساتھی بھی اس راہِ مستقیم کو اختیار کرنے کے لئے تیار ہو جائے تو کتنا بہتر ہو چنانچہ میں سب سے پہلے صفوان بن امیّہ کے پاس گیا اور اسکو کہا اے ابو وہب تم دیکھ رہے ہو کہ ہم ایک لقمہ سے زیادہ باقی نہیں ہیں اور اُدھر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا دبدبہ اور شان وشوکت پوری دنیا پر چھائی جا رہی ہے اس لئے دنیا اور آخرت کے اعتبار سے ہم لوگوں کے لئے ضروری ہے کہ جس قدر ممکن ہو سکے مدینہ منورہ پہنچ کر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے دستِ حق پرست پر بیعت کر لیں۔ صفوان نے میرے سینے پر زور سے ہاتھ مار کر کہا اے خالد اگر قریش میں سے صرف میں ہی اکیلا باقی رہ جاؤں تب بھی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی ہرگز نہیں کروں گا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں عکرمہ بن ابوجہل کے پاس گیا اور اسکو بھی وہی بات دہرائی جو صفوان بن امیہ سے کر چکا تھا۔ مگر عکرمہ بن ابوجہل نے بھی میری بات کو ماننے سے انکار کر دیا۔ اسکے بعد میں نے فیصلہ کیا کہ مجھے اکیلے ہی مدینہ منورہ جا کر پاکیزہ مذہب اختیار کر لینا چاہیئے پھر ایسا نہ ہو کہ مسلمان مکّہ فتح کر لیں اور اس وقت ہم حالتِ مجبوری میں اسلام قبول کریں گے کیونکہ پھر مسلمان ہمیں فرار کا بھی موقع نہیں دیں گے۔

آخر کار میں مجبور ہو کر اپنے عزیز دوست عثمان بن طلحہ کے پاس گیا اور اپنا ارادہ ظاہر کیا وہ فوراً ہی میرے ساتھ اتفاق کرتے ہوئے مدینہ منورہ چلنے کو تیار ہو گیا۔ عثمان بن طلحہ سے گفتگو کرنے سے پہلے مجھے اس کے والد کا قتل ہونا یاد آیا مگر حجت کے طور پر میں نے اپنا قریبی اور عزیز دوست خیال کرتے ہوئے اس کے ساتھ ذکر کیا۔ یوں میں اور عثمان بن طلحہ دونوں مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کے لئے چل کھڑے ہوئے۔

حضرت عمرو بن العاص کا ساتھ

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اور عثمان بن طلحہ جب حسبِ لائحہ کار صبح صادق کے وقت مدینہ منورہ کی طرف عازمِ سفر ہوئے مقام ھَدّہ پر پہنچے تو حضرت عمرو بن العاص سے ملاقات ہوگئی عمرو بن العاص نے ہمیں دیکھ کر مرحبا کہا۔ جواب میں ہم نے بھی ان کو مرحبا کہا ہم نے پوچھا کِدھر کا اردہ ہے۔ کہنے لگے مدینہ منورہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اتباع کرنے کے ارادے سے جا رہا ہوں ہم نے ان کو بتایا کہ ہمارا ارادہ بھی یہی ہے۔ چنانچہ اس طرح ہم تینوں مِل کر دنیا کی تاریکیوں سے نکل کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اجالے اور روشنی کو حاصل کرنے کے لئے سفر پر روانہ ہوئے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ پہنچ کر میں نے اپنا عمدہ اور نفیس لباس زیبِ تن کیا اور پھر سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضری کے لئے چل کھڑا ہوا۔ راستے میں میرا بھائی ولید بن ولید ملا اور مجھے کہنے لگا جلدی سے خدمتِ اقدس میں پہنچو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمہاری آمد کی خبر ہو چکی ہے۔ سرکارِ مدینہ سُرورِ سینہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہاری آمد سے بہت خوش ہیں اور تمہارا انتظار فرما رہے ہیں۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا:

السّلام عَلَیْکَ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ۔ آپ نے میرے سلام کا نہایت ہی خندہ پیشانی سے جواب دیا پھر میں نے کہا: اشھدان الا الہ الااللہ و اشھدان محمد رسول اللہ'' یہ سن کر آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

''الحمدللہ الّذی ھداک الا سلام''

اس کے بعد فرمایا ''اے خالد مجھے معلوم ہے کہ تم عقلمند ہو اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ تجھے نیکی میسر ہوگی۔ کیونکہ تیری یہ عقل تجھے ہدایت اور نیکی کی طرف راہنمائی کرے گی''۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ علیہ السلام جانتے ہیں کہ میں ماضی میں ہمیشہ میدانِ جنگ میں حق کے مقابلے میں شریک ہوتا تھا۔ اپنے اس فعل پر مجھے سخت شرمندگی ہے اسلئے خدمت اقدس میں درخواست کرتا ہوں کہ آپ علیہ السلام میرے لئے دُعا فرمائیں کہ اللہ کریم میری ان تمام خطاؤں کوتاہیوں کو معاف فرمادے اور میرے سابقہ تمام گناہ بخشے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اے خالد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اسلام ان تمام گناہوں اور اعمال کو ساقط کر دیتا ہے۔ ختم کر دیتا ہے جو پہلے زمانہ کفر میں سرزد ہو چکے ہوں''۔

میں نے پھر یہی درخواست کی تو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

''اے اللہ تو خالد بن ولید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے سابقہ تمام گناہ اور خطائیں معاف کر دے جو خالد نے خدا کی راہ سے روکنے کے لئے کئے ہیں''۔

تاریخ گواہ ہے کہ اس دن کی بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری زندگی میں اور اس کے بعد اور خلافتِ صدیقی وفاروقی میں اسلام کی سربلندی کے لئے وہ وہ کارہائے نمایاں سرانجام دیئے جنکی نظیر تاریخ عالم میں نہیں ملتی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ حضرت لبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت حارث تھیں۔ جو کہ اُمّ المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حقیقی بہن تھیں گویا اس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رشتے میں خالو لگتے تھے۔

(از: البدایۃ والنہایۃ جلد 4 صفحہ 238، خصائص کبریٰ جلد 1 صفحہ 248)

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ کا قبول اسلام

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اپنے اسلام لانے کا واقعہ خود ہی بیان کرتے ہیں کہ میں جب جنگِ غزوہ احزاب سے واپس آیا تو میں نے اپنے ساتھیوں کو بتایا کہ مسلمانوں کے نبی محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) متواتر ترقی کر رہے ہیں اور یوں روز بروز وہ عروج کی منازل طے کئے جارہے ہیں اس لئے میرا خیال ہے کہ ہم لوگ مکہ چھوڑ کر حبشہ نجاشی کے پاس چلے جائیں اور وہیں سکونت اختیار کرلیں یہاں اگر مسلمانوں کو غلبہ حاصل ہو گیا تو ہم ہمیشہ کے لئے حبشہ میں ہی رہ جائیں گے اور اگر قریش غالب آگئے تو واپس عرب آجائیں گے۔ فرماتے ہیں کہ میرے ساتھیوں نے میری اس تجویز سے اتفاق کیا اور چند میرے ساتھ جانے کو تیار ہو گئے۔

چنانچہ ہم لوگوں نے شاہِ حبشہ نجاشی کے لئے کچھ تحائف خریدے اور یوں مکّہ سے چل کر حبشہ پہنچ گئے اور وہیں رہنا شروع کر دیا یہاں تک کہ حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بطورِ قاصد دربارِ رسالت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نجاشی کے پاس حبشہ میں تشریف لائے۔ میں ان کی آمد کا سن کر نجاشی کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ ارادہ کیا کہ حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دربار میں ہی قتل کر کے اہلِ قریش کے ہاں سرخرو ہو جاؤں۔ شاہِ حبشہ جب میرے اس ارادے سے باخبر ہوا تو اس نے توبہ کرتے ہوئے اپنے رخساروں کو تھپتھپایا اور کہنے لگا میں اس ذاتِ مقدسہ کے قاصد کو ہرگز تمہارے حوالے نہیں کر سکتا۔ جس ذاتِ اقدس کی خدمت میں ناموسِ اکبر نازل ہوتا ہے۔ نجاشی کا اشارہ حضرت جبریل علیہ السلام کی طرف تھا وہ تو خدا کا سچا رسول ہے۔

پھر نجاشی مجھ سے یوں مخاطب ہوا اے عُمر و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع اختیار کر لے اور یہ بات بھی جان لے کہ آپ علیہ السلام اپنے تمام مخالفین پر غالب آ جائیں گے جس طرح موسیٰ علیہ السلام کو آخر کار شدید مخالفت کے باوجود فرعون پر غلبہ حاصل ہوا تھا۔ نجاشی کے ان کلمات کو سُن کر میں بہت متاثر ہوا دل میں اسلام کی محبت پیدا ہو گئی اور یوں میں نے وہاں نجاشی کے ہاتھ پر ہی اِسلام قبول کر لیا۔ مگر اپنے اِسلام کو مخفی رکھا اور واپس اپنے ساتھیوں میں آ کر بھی کسی کو اس راز سے آگاہ نہ کیا اور یوں مدینہ منورہ حاضری کے ارادے سے چل کھڑا ہوا۔ راستے میں حضرت خالد بن ولید اور حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات ہوئی۔ میں نے ان لوگوں کو بتایا کہ خدا کی قسم مجھے راہِ حق کا علم ہو چکا ہے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ تعالیٰ کے برحق نبی ہیں اور میں مدینہ منورہ جا کر ان کے دستِ حق پرست پر اسلام قبول کرنا چاہتا ہوں میری یہ بات سُن کر ان دونوں نے بھی مجھے بتایا کہ ہم بھی حق کو پا لینے کی بعد خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر اِسلام قبول کرنے کی قصد سے مدینہ منورہ جا رہے ہیں۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ مزید فرماتے ہیں کہ اس طرح ہم تینوں حضور پرنور شافع یوم نشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے سب سے پہلے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ حق پرست پر بیعت کی۔ پھر عثمان بن طلحہ رضی اللہ تعالیٰ نے بیعت کی سعادت سے اپنا دامن رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکتوں اور نوازشات سے بھرا۔ اسکے بعد میں بیعت کی غرض سے آگے بڑھا مگر میری حالت یہ تھی کہ میں حضورِ اقدس رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بیٹھ تو گیا مگر شرم و ندامت کی وجہ سے آپ علیہ السلام کے چہرۂ انور کی طرف دیکھ نہیں سکتا تھا۔ آخر کار ہمت کرتے ہوئے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کی اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اس شرط پر بیعت کرتا ہوں اگر میری سابقہ تمام کوتاہیاں خطائیں اور گناہ معاف کر دیئے جائیں۔ عُمر و خود کہتے ہیں کہ مجھے اس وقت یہ خیال نہ آیا کہ عرض کرتا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے آئندہ قصور بھی معاف فرما دیں۔

میری یہ درخواست یا شرط سُن کر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اے عمرو بن العاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تم کو علم نہیں کہ اسلام پچھلے تمام گناہ معاف کر دیتا ہے اس طرح دارِ کفر سے دارالاسلام میں آجانا، حج کرنا وغیرہ یہ تمام عمل گزشتہ سب گناہوں کو مٹادیتے ہیں۔اسی طرح ہجرت بھی تمام گناہوں کو مٹادیتی ہے۔''

''حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اس دن کی بعد جب ہم دائرہ اسلام میں داخل ہوئے جو مہم بھی پیش آئی سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے برابر کسی کو نہیں فرمایا۔اس طرح ہم تینوں ماہِ صفر 8 ہجری میں رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

سریہ غالب لیثی بسوئے کدید 8 ہجری (صفر)

غالب بن عبداللہ لیثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قبیلہ الملوح پر بھیجا تاکہ موضع کدید پہنچیں۔جب رات ہوئی تو ان پر شب خون مارا اور ان کے اونٹوں کو گھیر کر لے چلے۔اچانک ان کے عقب میں ایک جماعت نمودار ہوئی۔جب خبر ہوئی تو دیکھا کہ وہ قریب آچکے ہیں یہاں تک کہ صرف ایک نالہ درمیان میں باقی تھا اور وہ ان کے مقابلے کی طاقت نہ رکھتے تھے۔اس وقت حق تعالیٰ نے پانی کی ایک رو بھیجی جس سے وہ نالہ بھر گیا اور کسی ایک میں بھی اس کے عبور کرنے کی ہمت نہ رہی حالانکہ اس سے پہلے کوئی ابر وباراں نہ ہوا تھا۔وہ سلامتی کے ساتھ مدینہ منورہ لوٹ آئے۔

(البدایۃ والنھایۃ جلد 4 صفحہ 238)

(مدارج النبوّت شریف جلد 2 صفحہ 436)

(خصائصِ کبریٰ جلد 1 صفحہ 248)

غزوۂ موتہ جمادی الاولیٰ 8 ہجری

(بمطابق اگست یا ستمبر 629ء)

تاریخِ اسلام اور خصوصی طور پر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ ظاہری میں کُفارِ مکہ، مشرکین یا یہودیوں کے خلاف جس قدر سرایا، غزوات یا جنگیں لڑی گئیں یہ غزوہ موتہ (جیش الامراء) طاقت، سامانِ حرب حالات اور جنگی نقطہ نظر سے سب سے اہم اور شدید ترین معرکہ تھا جس میں خوب قتال وجدال ہوا اور مسلمانوں کی مٹھی بھر یعنی تین ہزار فوج نے عیسائیوں اور قبائلِ عرب کے دولاکھ ٹڈی دل کو وہ سبق سکھایا جو ہمیشہ یاد رہنے والا تھا۔اس طرح غزوہ موتہ اصل میں فتح روم کا پہلا زینہ تھا۔بہر حال اللہ کریم نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے مسلمانوں کی عزّت محفوظ رکھتے ہوئے ان کو میدانِ جنگ میں سُرخرو فرمایا۔یہ غزوہ (سریہ) 8 ہجری جمادی الاولیٰ کو پیش آیا۔

غزوۂ مُوتہ کا سبب

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حارث بن عمیر ازدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا قاصد بنا کر بصرے یا ہرقل کے نام ایک خط مبارک دے کر شام کی طرف روانہ کیا۔ قاصدِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گزر مقام موتہ سے ہوا جہاں ہرقل کی طرف سے شرجیل بن عمرو غسانی حکمران تھا۔ یہ عربی النسل خاندان مدت سے اس علاقے میں آباد تھا اور عیسائی مذہب اختیار کیئے ہوئے تھا۔ جب قاصدِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس مقام پر پہنچے تو شرجیل بن عمرو کو ان کی آمد کی اطلاع ہوگئی۔ شرجیل بن عمرو نے حضرت حارث بن عمیر ازدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کی اس نے پوچھا کہ تم کون ہو اور کدھر جانے کا ارادہ ہے۔ قاصد نے جواب دیا میرا نام حارث بن عمیر ازدی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہے اور میں ملکِ شام جا رہا ہوں۔ شرجیل نے پھر پوچھا تم محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے قاصد ہو۔ انہوں نے جواباً فرمایا کہ ہاں میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قاصد ہوں۔ یہ سُن کر اس شیطان صفت شرجیل بن عَمرو نے حضرت حارث بن عمیر ازدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر دیا۔ یہ بات ذہن میں رہے کہ قاصد یا سفیر کا قتل ایک بدترین اور ناقابل معافی جرم تھا اور دوسرا اس سے قبل کسی نے بھی سفیر یا قاصد کو کبھی قتل نہیں کیا تھا۔ یہ جرم اعلان جنگ ہی نہیں بلکہ اس سے بھی سنگین جُرم سمجھا جاتا تھا اور اب بھی سمجھا جاتا ہے۔ موتہ کا مقام پہلے شام میں تھا آجکل اردن میں ہے۔

کسی بادشاہ حکمران یا امیر نے اس سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قاصد کو شہید نہیں کیا تھا گویا قاصد کی شہادت کا یہ پہلا واقعہ تھا سب حاکموں کے نزدیک قاصدوں کا قتل کرنا ناقابل معافی جُرم تھا۔ سیرت کا مطالعہ کریں تو پتہ چلے گا کہ مسیلمہ کذاب نے ایک سفیر دربارِ رسالت میں روانہ کیا تھا۔ اس قاصد یا سفیر نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں بڑی گستاخانہ گفتگو کی اور یہاں تک کہ کفریہ کلمات بھی بکے مگر آپ علیہ السلام نے اسکو قتل کرنے کا حکم نہیں دیا تھا بلکہ فرمایا کہ "اگر تم ایلچی نہ ہوتے تو تم کو ہم قتل کرنے کا حکم دیتے"۔ یہاں سے قاصد کی اہمیت اور اسکے تحفظ کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

بہرحال جب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت حارث بن عمیر ازدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کا علم ہوا تو آپ علیہ السلام نے شرجیل سے اس قتل کا بدلہ لینے کے لئے مجاہدینِ اسلام کا ایک لشکر تیار کیا جس کی تعداد تین ہزار (3000) تھی۔ اس سے قبل تاریخ اسلام میں اس سے بڑا لشکر کبھی روانہ نہیں کیا گیا تھا۔ البتہ غزوۂ احزاب میں جو کہ دفاعی جنگ تھی اسلئے مسلمانوں کی تعداد اس غزوہ میں غزوہ (سریہ) موتہ سے زیادہ تھی۔

لشکرِ اسلام کے سالاروں کی تقرری

اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حُکم مبارکہ

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم مبارک پر تین ہزار مجاہدین اسلام مقامِ جرف پر اکٹھے ہوئے آپ علیہ السلام اس مقام پر تشریف لے گئے اور فرمایا ''اس لشکر کے امیر حضرت زید بن حارثہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہوں گے ان کے شہید ہو جانے کے بعد امیر لشکر حضرت جعفر بن ابی طالب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہوں گے اور ان کی شہادت کے بعد لشکر کی امارت حضرت عبد اللہ بن رواحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ہاتھوں میں ہوگی۔ ان کی شہادت کے بعد مسلمان جس کو چاہیں اپنا امیر مقرر کرلیں''۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لشکر کے امیروں کی یوں تعداد اور باری مقرر کرنا عظیم معجزہ اور آپ علیہ السلام کے علمِ غیب من جانب اللہ کی واضح اور عیاں دلیل ہے۔

(از: صحیح بخاری شریف باب غزوہ موتہ من ارض شام جلد 2 صفحہ 211
فتح الباری جلد 7 صفحہ 392)

یہی وجہ ہے کہ اس غزوہ یا سریہ کو غزوہ جیش الامراء کہتے ہیں جیسا کہ مسند احمد اور نسائی میں حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صحیح احادیث کے حوالے سے روایت مروی ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جیش الامراء روانہ فرمایا۔

(از: زرقانی جلد 2 صفحہ 368)

لشکر اسلام کی روانگی سے قبل ایک یہودی کا بیان

کُتبِ سِیَر میں آتا ہے کہ جب سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو لشکر کے امراء کے بارے میں حکم فرما رہے تھے اس وقت محفل میں ایک یہودی بھی موجود تھا جب آپ علیہ السلام نے کلام مکمل فرمالیا تو وہ یہودی بولا ''اے ابوالقاسم'' اگر آپ کا دعویٰ نبوت حق ہے تو جن جن امیروں کے آپ نے نام یکے بعد دیگرے فرمائے ہیں وہ سب حسبِ حُکم ہی میدانِ جنگ میں قتل (شہید) ہوں گے اسکی وجہ یا دلیل یہ ہے کہ بنی اسرائیل کے انبیاء علیہم السلام اپنے کسی دشمن کے خلاف جب لشکر روانہ کرتے تو اگر سو (100) آدمیوں کے بارے میں حکم فرماتے کہ وہ جنگ میں شہید ہوں گے تو وہ سب کے سب حسبِ حکم میدانِ جنگ میں اسی طرح شہادت پاتے تھے۔

اس کے بعد وہ یہودی حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گیا اور ان سے کہنے لگا اے زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) میں تم سے شرط باندھتا ہوں کہ تم اس سفر سے واپس نہ آؤ گے اگر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) برحق نبی

ہوئے۔حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا سن لو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راست گفتار نبی اللہ ہیں۔اور یہ بات بالکل عیاں ہے کہ آپ علیہ السلام نے لشکر میں نظم وضبط قائم فرمائے اور ہم لوگوں کی ہدایت کے لئے اس طرح فرمایا ہے۔اس شیطان یہودی کا حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان مبارک کے بارے میں گفتگو کرنا حُسنِ عقیدت کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ وہ ذلیل انسان ایسی گفتگو کو دہرا کر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دِل میں خوف ودہشت پیدا کرنا چاہتا تھا۔

(از: مدارج النبوّت جلد 2 صفحہ 438)

حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر لشکر مقرر فرمانا

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جن صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو لشکر کی امارت کا حکم فرمایا تھا وہ ہر ایک اپنی جگہ بڑا زاہد، عابد، اور مقرب خاص تھا۔اہل سِیَر بیان کرتے ہیں کہ جب آپ علیہ السّلام نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر لشکر بنایا تو حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے یہ ہرگز امید نہ تھی کہ لشکر کی امارت عطا فرماتے ہوئے آپ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مجھ پر فوقیت عطا فرمائیں گے۔یہ سُن کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''جاؤ اور رسولِ خُدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی اطاعت بجالاؤ کیوں تمہیں عِلم نہیں کہ تمہاری فلاح کِس چیز میں ہے''۔(واللہ اعلم)

(از: مدارج النبوّت جلد 2 صفحہ 438)
(فتح الباری جلد 7 صفحہ 393)

اسی طرح جب غزوہ موتہ کے بعد اگلے سال ہی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن شراحیل کلبی) کو لشکرِ اِسلام کا امیر بنا کر اسی مقام کی طرف روانہ فرمایا جہاں ان کے والدِ ماجد حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شہادت پائی تھی تاکہ وہ اپنے والد کی شہادت کا بدلہ لے سکیں اور پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر اکابر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو ان کی زیرِ قیادت لشکر میں شامل فرما کر روانہ کیا تو لوگ طرح طرح کی چہ میگوئیاں کرنے لگے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو یہ حکم فرمایا ہے یقیناً اس میں کوئی بڑی حکمت پنہاں ہے پھر اسلام جن مساوات عام کو قائم کرنے کے لئے آیا اس کے لئے اس قسم کے ایثار وقربانی درکار تھی۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کی باتیں اور چرچے سُنے تو آپ علیہ السلام نے خطبہ دیا اور ارشاد فرمایا ''تم لوگوں نے باپ کی سرداری پر باتیں کی تھیں اعتراض کیا تھا حالانکہ وہ افسری کے قابل تھے اور اب بھی اعتراض کرتے ہو'' اس پُورے واقعہ کی تفصیل انشاء اللہ آپ علیہ السلام

کے وصال کے باب میں بیان کی جائے گی۔

(از: صحیح بخاری باب بعثت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وباب المغازی)

اُمراءِ لشکر کا مختصر تعارف

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ موتہ میں حضرت زید بن حارثہ پھر حضرت جعفر بن ابی طالب پھر حضرت عبداللہ بن رواحہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو یکے بعد دیگرے شہید ہونے کی صورت میں لشکرِ اسلام کا بالترتیب سپہ سالار مقرر فرمایا جس کی تفصیل گزر چکی ہے۔ اس لشکر میں اور دوسرے جلیل القدر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین بھی شامل تھے۔ یہاں ان تینوں کا مختصر تعارف موقع کی مناسبت سے ضروری معلوم ہوتا ہے اس لئے ان کا ذکر کیا جارہا ہے۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بن شراحیل کلبی گو ابتداء میں غلام تھے مگر بعد میں آزاد کر دیئے گئے۔ یہ سفر میں حضر میں قیام کے موقعہ پر گھر، باہر غرض ہر وقت فخر دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر رہ کر دین و دنیا کی بھلائی حاصل کرتے رہتے تھے اعلانِ نبوّت کے بعد مردوں میں جنہیں آزاد کردہ غلام کہا جاتا ہے سب سے پہلے دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ کے ساتھ بڑی محبت تھی۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اپنا متبنیٰ بنایا ہوا تھا یعنی لے پالک بیٹا قرآن کریم میں حُکم نازل ہوا (سورۃ الاحزاب آیت 5) کہ اپنے متبنیٰ کو اُن کے باپوں کے ناموں کے ساتھ پکارو اور پھر یہ کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی حقیقی پھوپھی حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح بھی حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرما دیا تھا۔

(از: مدارج النبوّت جلد 2 صفحہ 439)

حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد حارثہ یمن کے ایک نہایت معزز قبیلہ قضاعہ سے تعلق رکھتے تھے۔ دوران سفر بنو قین کے لٹیروں نے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خیمہ سے اٹھا کر عکاظ کے بازار میں فروخت کر دیا۔ حکیم بن حزام نے چار سو درہم میں خرید کر اپنی پھوپھی ام المومنین حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پیش کیا جن کی وساطت سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی کا شرف نصیب ہوا۔ بنی کلب کے زائروں نے زید کی گمشدگی سے شدید پریشان حارثہ کو اطلاع دی تو اس نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں واپسی کے لیے درخواست کی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اختیار دے دیا مگر حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے واپسی سے صاف انکار کر دیا۔

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچازاد بھائی اور سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حقیقی بھائی تھے۔ آپ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے چچا، رضاعی بھائی اور خالہ زاد بیٹے تھے۔ حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے ہم زُلف تھے۔ آپ کو دو دفعہ ہجرت کرنے کی سعادت حاصل تھی یعنی ہجرت حبشہ اور ہجرت مدینہ منورہ۔

حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقرب خاص تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب فتح خیبر کے موقع پر یہ حبشہ سے ہجرت کر کے سیدھے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں مقام خیبر پر حاضر ہوئے تو آپ علیہ السلام نے ان کو دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ ''جعفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے واپس آنے کی مجھے اس قدر خوشی ہوئی ہے کہ جتنی خوشی مجھے خیبر کی فتح سے بھی نہیں ہوئی'' پھر ان کو اپنے گلے لگا کر بوسہ و پیار کیا۔ آپ نے حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو (طیار) معنی جنت میں اڑنے والا کا خطاب عطا فرمایا۔

(از: مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 239، زاد المعاد جلد 2 صفحہ 139)

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ثعلبہ بن امرؤ القیس انصاری خزرجی انصار میں سے معزز شخصیت تھے ان کو ہجرت کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میزبانی کا شرف حاصل تھا اس کے علاوہ آپ نہایت بلند پایہ شاعر تھے اور اکثر غزوات وسرایا کے موقع پر اپنے پرمغز اور پرجوش بامعنیٰ کلام سے مجاہدین کے حوصلے کو بلند کیا تھا اس کے علاوہ آپ دیگر بیشمار خوبیوں کے مالک تھے۔

غزوہ موتہ کے وقت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر لشکر بنانا یقیناً کسی خاص مصلحت اور حکمت عملی کے تحت تھا جس کو لوگ سمجھ نہ سکے اور ان کے دِلوں میں کچھ خیال آیا۔ جس کے تحت انہوں نے ایک دُوسرے سے چرچہ شروع کیا مگر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خطاب کے بعد سب مطمئن ہو گئے اور خاموشی اختیار کی۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اہل لشکر کو ہدایت فرمانا

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سفید رنگ کا ایک علم تیار فرمایا اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرماتے ہوئے نصیحت وہدایت کی اور ارشاد فرمایا:

''جب تم میدانِ جنگ میں اترو تو سب سے پہلے اس جگہ پر جانا جہاں فرض کی ادائیگی میں

حضرت حارثہ بن شرجیل کلبی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے شہادت پائی۔ (یہاں غور طلب بات یہ ہے کہ یہ مہم خالصتاً قصاص لینے کے لئے روانہ کی گئی تھی۔ مگر اسلام کا بنیادی اصول چونکہ تبلیغ اسلام اور بھٹکے ہوؤں کی اصلاح کرنا ہے اس لئے سرکار دوعالم رحمتِ کائنات ارض وسماء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس موقعہ پر جو ہدایات لشکر اور امیر لشکر کو فرمائیں وہ اسلام کی حقیقی رُوح ہے) فرمایا ''سب سے پہلے شرجیل بن عُمرو غسانی کو اسلام کی دعوت دینا اگر وہ قبول کرلیں تو بہتر ورنہ اللہ تعالیٰ سے نصرت واعانت طلب کرنا۔ نیز کسی بچے، عورت یا بوڑھے پر ظلم نہ کرنا اور نہ ہی ان کے کھیتوں کو نقصان پہچانا''۔

قربان جائیں اس مذہب حق پر کہ جو میدان جنگ میں بھی ظلم کرنا روا نہیں رکھتا۔ بلکہ رحم ودرگزر کا سبق دیتا ہے۔ بہر حال ہدایت کے بعد لشکر کو اللہ کی پناہ میں دیتے ہوئے کوچ کا حکم فرمایا اور خود مقام ثنیۃ الوداع تک لشکر کے ہمراہ تشریف لے گئے روانگی کے وقت اہلِ اسلام کے لئے دُعا فرمائی کہ خُداوند کریم ان کو دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھے ان کو کامیاب وکامران واپس لائے۔

(از: طبقات ابن سعد صفحہ 93)

حضرت عبداللہ بن رَواحہ رضی اللہ تعالیٰ کا گریہ

لشکرِ اسلام جب دعاؤں کے سایہ میں روانہ ہونے لگا تو لوگوں نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقرر شدہ امراء کو الوداع کہتے ہوئے سلامتی کی دُعائیں کیں۔ جب حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے تو ان پر گریہ طاری ہوگیا۔ لوگوں نے اُن سے گریہ کا سبب دریافت کیا تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا خدا کی قسم نہ تو مجھے دنیا سے محبت ہے اور نہ ہی تم لوگوں سے ایسی محبت ہے کہ خدا کی راہ میں تمہاری جدائی مجھ پر گراں گزرے۔ لیکن میں خدائے رحیم وکریم سے مغفرت وشہادت کی خواہش رکھتا ہوں۔

اس پر تمام لوگوں نے کہا اللہ تمہارا ساتھ دے تم سے بلائیں دور فرمائے اور تم لوگوں کو ہمارے پاس سلامتی کے ساتھ واپس لائے۔ پھر حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو اشعار پڑھے ان کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

ترجمہ اشعار

''لیکن میں خدائے رحمٰن سے مغفرت وعفو کی دُعا کرتا ہوں اور تلوار کا ایک ایسا کاری زخم کھانے کی دُعا کرتا ہوں جو خون کے جھاگ ڈال رہا ہو۔ ایسے نیزے کا زخم کھانے کی دُعا کرتا ہوں جسکو کوئی خون کا پیاسا کافر اپنے دونوں بازوؤں کی پوری قوت سے مارے جو نہایت ہی تیزی سے قتل کرنے والا ہو اور میرے جگر اور انتڑیوں میں داخل ہوتا جائے۔ پھر جب میرے مزار پر لوگ

گزریں تو یہ کہتے ہوئے گزریں کہ اللہ کریم نے اس مجاہد کو صحیح راستہ دکھایا اور اس نے وہی راستہ اختیار بھی کر لیا''۔

جب لشکر تیاری کے بعد روانگی کے بالکل قریب تھا تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے الوادع کہا اور کچھ اشعار پڑھے ان اشعار کا بھی ترجمہ تحریر کیا جا رہا ہے۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ کے الوداعی اشعار کا ترجمہ

''بہر حال اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو محاسن عطا فرمائے وہ ثبوت کی حد تک پہنچ گئے جس طرح سیّدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے محاسن پایۂ ثبوت تک پہنچ گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مدد کا وعدہ بھی پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا ہے جیسا کہ اس سے پہلے دُوسرے انبیاء علیہم السلام کی پوری مدد و نصرت کی گئی تھی۔ مَیں نے یہ بات اپنی فراست سے جان لی کہ آپ علیہ السلام کی خیر و فلاح اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ تحفہ ہے۔ اللہ جانتا ہے کہ میں یہ بات اپنی اعلیٰ بصیرت کی وجہ سے جانتا ہوں۔ آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے برحق پیغمبر ہیں پس جو شخص اللہ کے دیئے ہوئے عطیوں اور ہدایات اور اس کی خوشنودی سے محروم رہے اس کی بدقسمتی اُسے خالی دامن اور ہمیشہ خوار ہی رکھے گی''۔

(از: ابن ہشام جلد 2 صفحہ 373، 374)

(زادالمعاد جلد 2 صفحہ 156)

مشہور صاحبِ سیرت ابن ہشام کہتے ہیں کہ مجھے شعر و سخن کے بعض علماء اور صاحبِ علم حضرات نے یہ اشعار کچھ یوں سُنائے۔

ترجمہ اشعار

''آپ پیغمبر خُدا ہیں پس جو شخص پیغمبر خُدا کے دیئے ہوئے عطیے اور ہدایت اور نیز ان کی خوشنودی حاصل کرنے سے محروم ہے اسکی بدقسمتی اُسے کوتاہ دست اور ذلیل و خوار ہی رکھے گی۔
بہر حال اللہ کریم نے آپ علیہ السلام کو تمام پیغمبروں میں سے جو محاسن عطا فرمائے ہیں آپ علیہ السلام نے انہیں پایہ تکمیل تک پہنچا دیا ہے اللہ کریم نے اپنی فتح و نصرت کا وعدہ بھی پورا فرما دیا ہے۔ جیسا کہ اس سے قبل دُوسرے انبیاء علیہم السّلام کی پوری پوری مدد و نصرت فرمائی گئی تھی۔
میں نے یہ بات فراست کی بنا پر سمجھ لی ہے کیوں کہ آپ علیہ السلام کی فلاح اللہ کا عطا کردہ تحفہ ہے۔ یہ بات بھی بفراست سمجھ لی ہے جو آپ علیہ السلام کے بارے میں مشرکین کے نکتہ نگاہ کے بالکل الٹ اور خلاف ہے''۔

(از: سیرت ابن ہشام جلد 2 صفحہ 439)

لشکر اسلام کی موتہ کے لئے روانگی

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایات سُن لینے کے بعد جب حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے اشعار گوش گزار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ودیگر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کر چکے تو پھر لشکرِ اسلام نے شرجیل بن عمرو کی طرف کوچ کیا۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سفید اسلامی پرچم تھامے لشکر کے آگے آگے چل رہے تھے اور یوں یہ لشکر مجاہدین جمادی الاولیٰ 8 ہجری مطابق اگست یا ستمبر 629ء کو مقامِ موتہ کے قریب خیمہ زن ہونے کے لئے روانہ ہوا۔

(از: زاد المعاد جلد 2 صفحہ 156، سیرۃ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 373،374)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ میں حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زیر کفالت رہتا تھا۔ میں نے یتیموں کی پرورش کے اعتبار سے کسی دوسرے کو حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مثل نہیں دیکھا۔ غزوہ موتہ میں شرکت کے لئے جب تشریف لے جانے لگے تو مجھے بھی سفر میں ہمراہ لے لیا۔ راستے میں ایک رات جب لشکر اسلام پڑاؤ ڈالے آرام کر رہا تھا انہوں نے چند اشعار پڑھے جن میں ان کی شہادت کا ذِکر تھا میں یہ اشعار سُن کر جُدائی کے غم سے رونے لگا۔ حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے تسلی دیتے ہوئے فرمایا اے اللہ کے بندے میری شہادت میں تیرا کوئی نقصان نہیں ہے۔ اگر اللہ نے مجھے واقعی شہادت کا مرتبہ عطا فرما دیا تو میں اس دنیا کے حادثات، کدورتوں سے نجات حاصل کرلوں گا اور یوں قربِ الٰہی میں پہنچ کر راحت وآرام حاصل کروں گا۔ پھر مجھ سے مزید ارشاد فرمایا اے بیٹا شاید اللہ تعالیٰ نے میری دُعا سُن لی ہے اور اسکو شرفِ قبولیت بھی عطا فرما دیا ہے اب مجھے یقیناً رتبہ شہادت نصیب ہوگا۔

(از: مدارج النبوّت جلد 2 صفحہ 440)

لشکر نصاریٰ کی تعداد

لشکر اسلام مدینہ منورہ سے روانہ ہوکر جب جنوبی اردن کے مقام معان پر پہنچا جو کہ قدیم ملک شام کا ایک حِصہ ہے تو ادھر شرجیل بن عمرو غسانی کو مسلمانوں کی آمد کی خبر ملی اس نے ایک لاکھ کا لشکر مسلمانوں کے خلاف اکٹھا کیا جو کہ نہایت تجربہ کار نصرانی عیسائیوں پر مشتمل تھا پھر ہرقل بذات خود ایک لاکھ فوج مزید جس میں عرب کے عربی النسل

عیسائی قبائل بھی تھے لیکر مقام بلقاء یا مقام ماب جسکو بائیبل میں معرآب لکھا ہے اور یہ مقام بحیرہ لوط یعنی بحیرہ مردار کا مشرقی حصّہ ہے۔ شرجیل کے ساتھ آکر شامل ہو گیا۔ ہرقل کے پرچم کے نیچے لخم وجذام۔ بلقین وبیرا اور بلی کے قبائلِ عرب شامل تھے۔ مسلمانوں کو اس لشکر ٹڈی دِل کی خبر ہوئی، تو انہوں نے اسی مقام پر پڑاؤ کیا تا کہ صلاح مشورہ کیا جا سکے اب غور کا مقام ہے کہ ایک طرف کفار کا ٹڈی دل جو دولاکھ فوجیوں پر مشتمل تھا اور دوسری طرف گنتی کے صرف تین ہزار مجاہدین اسلام جو اللہ کی رضا کے لئے اپنی جانیں ہتھیلی پر لے کر اسلام کے نام کی سربلندی کے لئے موجود تھے۔

اہلِ لشکر کا مجلس شوریٰ منعقد کرنا

لشکرِ اسلام جب مقام معان پر پہنچا تو انہیں کفار کی ٹڈی دِل لشکر کا علم ہوا۔ مُسلمان جب مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے تو انہیں قطعی اس بات کا علم نہ تھا کہ دشمن کے اتنے بڑے لشکر سے مقابلہ ہوگا۔ اب مسلمانوں نے اس نئے حالات سے دوچار ہونے کے بعد مجلسِ شوریٰ منعقد کی۔ جس میں سے یہ سوال زیرِ بحث آیا کہ یہ تین ہزار کا قلیل لشکر دشمن کے لشکر کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے ہوئے لشکرِ بیکراں کے ساتھ ٹکرا جائے یا کوئی اور راستہ اختیار کیا جائے۔ اس مسئلے کے حل کو تلاش کرنے میں دو راتیں گزر گئیں۔ لشکر میں سے کچھ لوگوں کا خیال تھا کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فوری اطلاع بھیجی جائے پھر جو حکم ملے اس کے مطابق عمل کیا جائے۔ خیال تھا کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا تو اس لشکر قلیل کو واپس طلب فرمائیں گے یا پھر مزید کمک روانہ فرمائیں گے تا کہ دشمن کا پورا پورا مقابلہ کیا جا سکے۔

حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب دیکھا کہ لوگ دشمن کی تعداد کی دیکھ کر طرح طرح کی سوچ میں گرفتار ہو گئے ہیں تو انہوں نے کمک طلب کرنے کی تجویز کی مخالفت کرتے ہوئے فرمایا ''اے لوگو تمہیں کیا ہو گیا ہے تم لوگ جس چیز کے حصول کی خاطر اپنے گھروں سے نکلے تھے اب وہ ہر چیز تمہیں ناپسند ہے کیا تم لوگ شہادت پانے سے خوفزدہ ہو۔ لوگو خُدا کی قسم جس چیز سے تم کترا رہے ہو یہ وہی تو ہے جسکی طلب تم لوگوں کو یہاں تک لے آئی ہے''۔ حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیونکہ خود شہادت کی تمنا رکھتے تھے اس لئے لوگوں کو شہادت کی اہمیت یاد دلا رہے تھے۔ پھر فرمایا ''ہم نے آج تک کسی میدان میں بھی طاقت کے بل بوتے پر فتح حاصل نہیں کی ہم لوگوں کے لئے کثرت تعداد افواج یا سامانِ حرب کوئی اہمیت نہیں رکھتا بلکہ ہم تو ہمیشہ دین کی قوت کی بناء پر دشمن پر غالب رہے ہیں کیا ہم لوگوں نے میدان غزوہ بدر میں کفارِ مکہ پر طاقت یا افرادی قوت کے بل بوتے پر غلبہ پایا تھا تم لوگ اچھی طرح جانتے ہو کہ بدر میں ہماری تعداد آٹے میں نمک کے برابر تھی مگر اللہ کریم نے ہماری پوری پوری مدد فرمائی۔ یاد رکھو اب بھی ہم دو خوبیوں میں سے ایک خوبی سے محروم نہیں ہوں گے یا تو ہمیں دشمن پر غلبہ حاصل ہوگا، فتح ہماری ہوگی اور یا پھر ہم لوگ شہادت کے عظیم مرتبہ پر فائز ہوں گے پھر مزید فرمایا کہ اگر ہمیں دشمن پر غلبہ حاصل ہوا تو یہی ہمارا

مقصد ہے ورنہ ہمیں شہادت تو نصیب ہوئی اور ہم جنّت میں اپنے رفقاء سے جاملیں گے جو ہم سے پہلے شہید ہو چکے ہیں''۔حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس طرح اہلِ لشکر کو اپنی پرجوش تقریر سے پہلے اظہار شہادت پر اُبھارا اور ان لوگوں کو ہمت دلائی جس کے نتیجہ میں مجاہدین کُفّار کے ٹڈی دل لشکر کے ساتھ ٹکرانے کو تیار ہو گئے۔

(از: صحیح بخاری شریف باب غزوہ موتہ)

اسلامی لشکر کی دشمن کی طرف پیش قدمی

جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پرزور مدلّل تقریر کے نتیجہ میں لشکرِ اسلام کُفّار سے ٹکرانے کو تیار ہو گیا اور یوں معان میں دو راتیں گزرانے کے بعد لشکر اسلام نے دشمن کی طرف پیش قدمی کی اور اس طرح بلقاء کی ایک بستی میں جس کا نام مشارف تھا ہرقل کی فوجوں سے ان کا سامنا ہوا۔دشمن مزید اسلامی لشکر کے قریب آگیا اور یوں مسلمان سمٹ کر مقام موتہ پر خیمہ زن ہوئے۔لشکر کو جنگی ترتیب دی گئی۔میمنہ پر حضرت قطبہ بن قتادہ عذری رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقرر کئے گئے اور میسرہ پر حضرت عبادہ بن مالک انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقرر کیا گیا۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں جنگ غزوہ موتہ میں شریک تھا۔جب مشرکین کا مسلح لشکر اسلامی فوج کے سامنے نمودار ہوا تو ان لوگوں کے اس قدر ہتھیار، گھوڑے اور حریر و دیباج تھا جو اس سے پہلے کبھی میری آنکھوں نے دیکھا ہی نہ تھا یہ سب سامان دیکھ کر حضرت ثابت بن قرم انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمانے لگے اے ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں آپ غزوۂ بدر میں شامل نہ تھے اگر آپ وہاں حاضر ہوتے تو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے کہ اللہ کریم نے تھوڑی سی تعداد کی مدد فرماتے ہوئے ان کو اپنے سے کئی گنا دشمن پر کس طرح فتح عطا کی۔

(از: مدارج النبوّت جلد 2 صفحہ 441)

دشمن کے ساتھ ٹکرانے سے پہلے
حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اشعار

اسلامی لشکر جب دشمن کے مقابلے میں صف آرا ہوا تو اس مقام پر اہل اسلام کے دلوں میں مزید جذبہ وولولہ پیدا کرنے کے لئے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے اشعار پڑھے یہاں وہ اشعار اور ان کا ترجمہ رقم کیا جاتا ہے۔

جَلَبْنَا الْخَيْلَ مِنْ اَجَاءٍ وَفَرْعٍ
تُفَرُّ مِنَ الْحَشِيْشِ لَهَا الْعُكُوْمُ

حَذَوْنَـا هَـا مِنَ الصَّوَّانِ سِبْتًا
اَزَلَّ كَـاَنَّ صَـفْـحَتَـهٗ" اَدِيْـمُ
اَقَـامَـت لَيْـلَتَيـنِ عَـلٰى مَعَـا نٍ
فَـاُعْـقِبَ بَـعْـدَ فَتْرَتِهَـا جُمُوْ مٌ

سیرۃ ابن ہشام جلد دوم صفحہ 440

وضاحت: "اجاء اور فرع (یہ وادی طے کے دو پہاڑوں کے نام ہیں)

ترجمہ:۔ "اجاء اور فرع پہاڑیوں سے ہم اپنے وہ گھوڑے نکال کر لے گئے جنہیں گھاس کے گٹھڑ کے گٹھڑ بار بار کھلاتے جاتے ہیں اور جن کے پاؤں میں ہم نے لوہے کے وہ نعل جوُ توں کو طرح پہنا دیئے جن کی سطح نہایت چکنی اور چمڑے کی طرح ملائم ہے۔ یہ گھوڑے تذبذب اور ہچکچاہٹ کے عالم میں دو راتوں تک مقامِ معان میں ٹھہرے رہے مگر پھر اس کمزوری اور اضمحلال کے بعد ان میں ایک نئی طاقت ایک نئی امنگ اور ایک نیا جذبہ پیدا ہو گیا"۔

1. فَرُحْنَا وَ الجِيَا دُ مُسَوَّ مَا تٌ" تَنَفَّسُ فِي مَنَا خِرَ هَا السَّمُو مُ
"پھر کیا تھا ہم چل پڑے اور اپنے گھوڑے چھوڑ دیئے گئے جواب اپنے نتھنوں سے بادِ سموم میں سانس لے رہے تھے"۔

2. فَلَا وَاَبِي مَا بَ لَنَا تِيَنَّهَا وَاِن كَا نَتْ بِهَا عَرَ ب وَرُوْ مُ
"میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اب تو ہم پہنچ کر رہیں گے خواہ وہاں عرب قبائل مقابلے پر ہوں یا اہل روم"۔

3. فَعَبَّأ نَا اَعِنَّتَهَا فَجَا ءَ تْ عَوَابِسَ وَالْغُبَا رُلَهَا بَرِ يْمُ
"چنانچہ ہم نے گھوڑوں کی لگامیں تھام لیں پھر وہ نہایت ترش روئی سے بڑھکر آ گے آ گئے ان کی آنکھوں سے غبار آلودہ آنسو رواں تھے جن کو دیکھ کر سرخ اور سفید دھاگے کی لڑی کا منظر سامنے آتا تھا"

4. بِذِى لَجَبٍ كَاَنَّ البَيضَ فِيهِ اِذَابَرَزَتْ قَوَانِسُهَا النُّجُوْمُ
"یہ گھوڑے ایسے عظیم الشان لشکر کے ہمراہ آئے تھے جن کے سروں پر آہنی خودوں کی چوٹیاں ستاروں کی مانند چمک رہی تھیں۔

5. فَرَاضِيَتُهُ الْمَعِيْشَةَ طَلَّقْتَهَا اَسِنَّتَهَافَتَنْكِحَ اَوْتَيِمُ
"زندگی کی راحتوں سے لطف اندوز ہونے والی کو ہمارے نیزوں نے طلاق دی اب چاہے وہ دوبارہ شادی کرے چاہے بیوہ ہی رہے"۔

شہادت حاصل کرنے کوشوق

غزوہ موتہ برپا ہونے سے پہلے کے حالات کا ذکر کرتے ہوئے حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے ایک راوی کے واسطے سے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت پہنچی وہ فرماتے ہیں کہ میں ایک یتیم بچہ تھا اور میری مکمل پرورش کا ذمہ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے سر لے رکھا تھا۔ سفرغزوہ موتہ میں وہ مجھے اپنے ہمراہ لے گئے مجھے انہوں نے اپنے اونٹ کے کجاوے میں گٹھڑی میں بٹھالیا۔ خُدا کی قسم رات کے وقت جب ہم سفر جاری رکھے ہوئے تھے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ چلتے ہوئے اشعار پڑھتے جارہے تھے۔ جن کو میں بڑی توجہ کے ساتھ سُن رہا تھا۔ وہ اشعار ترجمہ کے ساتھ تحریر کئے جارہے ہیں۔

اِذَا اَدَّیْتِنِیِ وَ حَمَلْتِ رَحْلِی
مَسِیْرَۃَ اَربَعٍ بَعْدَ الْحِسَاءِ

فَشَانُکِ اَنْعُمٌ وَخَلاکَ ذَمٌّ
وَلَا اَرْجِع اِلٰی اِھْلِی وَرَائِیَ

وَجَاءَ الْمُسْلِمُونَ وَغَا دَرُوْنِی
بِاَرْضِ الشَّامِ مُشْتَھَی الثَّوَاءِ

وَرَدُّکِ کُلُّ ذِی نَسَبٍ قَرِیْب
اِلَی الرَّحْمٰنِ مُنْقَطَعَ الْاَ خَاءِ

ھُنَا لِکَ لاَ اُبَالِی طَلْعَ بَعْلٍ
وَلَا نَخْلٍ اَسَا فِلُھَا رِوَاءِ

(اُردو ترجمہ اشعار)

''اے نفس جب تو نے اپنا حق ادا کردیا پھر کنکریوں والی پتھریلی زمین کے بعد چار دن کی مسافت کے لئے میرے اونٹ کا کجاوہ کس دیا۔ پھر کیا ہے تیرے لئے تو نعمتیں ہی نعمتیں ہیں اور تیرے سوا سب کچھ کم تر وہیچ ہے۔ خدا کرے اب میں اپنے اہل وعیال میں لوٹ کر نہ آؤں میں شہادت کا درجہ حاصل کروں۔ اور یہ سب مُسلمان جو یہاں آئے ہیں ملکِ شام میں مجھے شہادت کے ایسے ٹھکانے پر چھوڑ جائیں جس کے واسطے میں اسقدر بے چین ہوں۔ مجھے ہر ایک نے بھائی چارہ سے آزاد کر کے خدا کی طرف واپس لوٹا دیا ہے۔ اس مقام پر نہ تو مجھے نئے نئے پودوں کی ان پر لگی کلیوں کی پرواہ رہے گی۔ اور نہ ہی میں سرسبز وشاداب پھل والی ڈالیاں جھکا کر اُن سے پھل توڑوں گا (یعنی میں اس طرح دنیا سے بے نیاز ہو جاؤں گا)''

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ اشعار پڑھتے سُنا تو مجھے ان کی شفقتِ پدری اور ہمیشہ کے لئے جدا ہونے کا سوچ کر رونا آ گیا یہ دیکھ کر حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے ڈانٹا اور فرمایا تیرا اس میں کیا نقصان ہے اگر اللہ تعالیٰ مجھے شہادت کی موت نصیب فرمائے پھر تو میرے اونٹ کے کجاوے میں آزادی کے ساتھ بیٹھ کر واپس اپنے گھر روانہ ہونا۔ (واللہ اعلم)

(از: سیرۃ النبی ابن ہشام جلد 2 صفحہ 443)
(مدارج النبوۃ جلد 2 صفحہ 440)

لڑائی کی ابتداء اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت

تین ہزار مسلمانوں کی قلیل سی تعداد دو لاکھ ٹڈی دل کے سامنے صفیں درست کئے لڑائی کی لئے تیار کھڑی تھی جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ اسلامی لشکر کی ترتیب کچھ یوں تھی کہ میمنہ پر بنو عذرہ کے ایک شخص حضرت قطبہ بن قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقرر تھے جبکہ میسرہ پر ایک انصاری حضرت عبایہ بن مالک یا بقول ابن ہشام حضرت عبادہ بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقرر کیا گیا تھا باقی مجاہدین اپنی اپنی جگہوں پر ہوشیار کھڑے تھے کیسا عجیب معرکہ تھا دنیا پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی کی ایک طرف دنیا کے تمام ظاہری ساز وسامان اور انفرادی واجتماعی قوت کا مظاہرہ تھا جبکہ دوسری طرف اللہ کے شیر قلیل سی تعداد کے ساتھ حق کا بول بالا کرنے کے لئے اللہ کی راہ میں اپنی جانیں قربان کرنے کو سینہ سپر تھے یاد رہے جب ایمان کی باد صبا چلتی ہے۔ تو ایسے ایسے عجائبات ظہور میں آتے ہیں کہ انسانی عقل حیران و پریشان ہو جاتی ہے اور اہل ایمان کی قوت کے سامنے بڑی سے بڑی طاقت خس وخاشاک کی طرح بہہ جاتی ہے بڑی سے بڑی طاقت ریت کی دیوار ثابت ہوتی ہے۔

بہر حال سب سے پہلے لڑائی کی ابتداء کرتے ہوئے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقرب خاص حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلامی پرچم تھامے پیادہ دشمن کی پہلی صف پر شہباز کی طرح حملہ آور ہوئے۔ آپ نے اس قدر دلیری سے دشمن کا قتال شروع کیا کہ دیکھنے والے انگشت بدندان رہ گئے۔ دلیری وجرأت اور بہادری کی ایسی مثال سرفروشانِ اسلام کے علاوہ کہیں نہیں ملتی۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لڑتے لڑتے اسقدر زخمی ہو گئے کہ آپ کا سارا جسم مبارک نیزوں کے زخموں سے چھلنی ہو گیا اور یوں آخر کار آپ جامِ شہادت نوش فرمانے کے بعد اللہ تعالیٰ کے ہاں پہلے شہداء کی مانند سرخرو ہو کر جنّت کے اعلیٰ تریں درجہ پر فائز ہوئے۔

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد حسبِ حکم فخر دوعالم سَرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم اسلامی پرچم حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سنبھالا اور اپنے سرخ گھوڑے پر سوار دشمنانِ اسلام پر قیامت بن کر ٹوٹ پڑے جو دشمن بھی آپ کے راستے میں آیا اسکو مولی گاجر کی طرح کاٹتے گئے۔ آپ نے اس قدر جوش و جذبہ کے ساتھ حملہ کیا کہ لڑتے لڑتے دشمن کے قلب تک جا پہنچے۔ جب حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لڑتے لڑتے مکمل دشمن کے نرغے میں آ گئے تو آپ کود کر اپنے گھوڑے کی پشت سے زمین پر آ رہے اور پھر اپنے سرخ گھوڑے کی ٹانگیں خود اپنی تلوار سے کاٹ دیں تا کہ اگر جنگ کی سختی یا شدت کی وجہ سے دل میں میدان جنگ سے فرار ہونے کا خیال آ جائے تو اس خیال پر عمل کرنے کا راستہ ہی نہ رہے۔ پیادہ ہو کر اس قدر دلیری سے لڑے کہ تاریخ عالم ان کی دلیری کی مثال دینے سے قاصر ہے۔

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ پہلے مسلمان ہیں جنہوں نے میدان جنگ میں گھوڑے کی ٹانگیں کاٹیں۔ یہاں ایک خاص نکتہ پر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ جب جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گھوڑے کی ٹانگیں کاٹیں تو کسی نے اعتراض نہ کیا کوئی نکتہ چینی نہ کی۔ یہاں سے مسئلہ معلوم ہوا کہ اگر فرار کے خوف سے ایسا کیا جائے تو یہ فعل جائز ہے۔ اور اس عمل کو حیوانات پر ظلم کرنے کی فہرست میں نہیں لایا جا سکتا۔ مگر ابو داؤد رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ روایت قوی نہیں ہے کیونکہ بہت سے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین اس حال میں بھی گھوڑے یا دیگر سواری کے جانور کے ساتھ ایسے فعل کی اجازت نہیں دیتے۔ (و اللہ اعلم)

یحیٰی بن عباد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے والد حضرت عباد سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میرے رضاعی بھائی جو کہ قبیلہ بنو مُرّہ بن عوف سے تعلق رکھتے تھے اور اس جنگ غزوہ موتہ میں شریک تھے۔ فرمایا خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں اس وقت جبکہ واقعہ بیان کر رہا ہوں۔ یوں محسوس کر رہا ہوں دیکھ رہا ہوں کہ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے سرخ گھوڑے سے چھلانگ لگا کر کود رہے ہیں پھر اپنے سرخ گھوڑے کی ٹانگیں خود ہی کاٹ رہے ہیں اور یوں لڑتے لڑتے جام شہادت نوش فرما لیتے ہیں۔ دشمنوں کے ساتھ جنگ و قتال کرتے ہوئے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ اشعار پڑھ رہے ہیں۔ اشعار اور ان کا اردو ترجمہ تحریر کیا جاتا ہے۔

اشعار مع ترجمہ۔

1۔ يَا حَبَّذَا الْجَنَّةُ وَاقْتِرَابُهَا طَيِّبَةٌ وَبَارِدٌ شَرَابُهَا

ترجمہ:۔ ”جنت اور اس کا قرب کیا ہی پسندیدہ ہے اس کا مشروب پاک اور نہایت ہی ٹھنڈا ہے۔“

2۔ وَالرُّوْمُ رُوْمٌ ”قَدْ دَنَا عَذَابُهَا كَافِرَةٌ“ بَعِيْدَةٌ ”اَنْسَابُهَا

عَلَيَّ اِذْ لاَقَيْتُهَا ضِرَابُهَا

ترجمہ:۔ ”یہ اہل روم وہ ہیں جن پر عذاب کا وقت بہت قریب آ گیا۔ یہ منکر ہیں اور ان کے نسب بھی ہم سے

دور ہیں۔اب جبکہ یہ ہمارے سامنے میدانِ جنگ میں مقابلہ پر آگئے ہیں تو اب ان کو مارنا مجھ پر فرض ہے''۔

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لڑتے لڑتے وہ ہاتھ مبارک کٹ گیا جس میں آپ نے پرچم اِسلام پکڑا ہوا تھا۔آپ نے فوراً جھنڈا اپنے دُوسرے ہاتھ مبارک میں پکڑ لیا اور جھنڈے کو مسلسل بلند رکھتے ہوئے قتال میں مصروف رہے۔دشمن کے ایک کاری وار سے بایاں بازو جس میں جھنڈا پکڑا ہوا تھا وہ بھی کٹ کر جسم سے جدا ہو گیا۔آپ نے کمالِ جرأت اور بہادری کا عملی مظاہرہ کرتے ہوئے جھنڈا اپنے باقی بچے ہوئے بازوؤں کے حصّے میں لے کر سینے کے ساتھ لگا لیا اور اسوقت تک سینے سے لگائے رکھا جب تک جسم میں زندگی کی رمق باقی رہی۔آخر ایک کمینہ صفت رُومی نے اس قدر زور سے تلوار ماری کہ آپ نے اپنی جان جانِ آفرین کی سپرد کرتے ہوئے جامِ شہادت نوش فرمایا۔شہادت کے وقت حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر مبارکہ صرف 33 (تینتیس) برس تھی۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ اللہ کریم نے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے دونوں کٹ جانے والے بازوؤں کے عوض جنّت میں دو بازو عطا فرمائے جن کے ذریعے وہ جنّت میں فرشتوں کے ساتھ جہاں چاہتے ہیں اڑتے پھرتے ہیں اسلئے ان کا لقب ہی جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور جعفر ذوالجناحین پڑ گیا۔(طیار عربی زبان میں اڑنے والا پرندہ اور ذوالجناحین یعنی دو بازوؤں والے کو کہتے ہیں۔)

صحیح بُخاری شریف میں امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واسطے سے حدیث روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ غزوہ موتہ کے روز میں حضرت جعفر ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جسم کے قریب گیا جبکہ وہ جامِ شہادت نوش فرما چکے تھے۔میں نے کھڑے ہو کر اُن کے جسم پر نیزے اور تلوار سے لگنے والے زخم شمار کئے تو ان کی تعداد پچاس تھی ان میں سے ایک بھی زخم ایسا نہ تھا جو ان کے جسم کے پچھلے حِصّہ میں لگا ہو۔(سُبحَانَ اللہ)

(از: صحیح بخاری باب غزوہ موتہ جلد 2 صفحہ 611)

ایک دوسری حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یوُں مروی ہے کہ میں غزوہ موتہ میں مسلمانوں کے ساتھ شامل تھا۔ہم نے میدانِ جنگ میں حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تلاش کیا تو ان کو شہید ہونے والوں میں پایا۔اُن کے جسم پر نیزے اور تیروں کے نوّے (90) سے زیادہ کاری زخم پائے جو کہ سب کے سب جسم کے اگلے حصّے پر تھے۔پشت پر ایک بھی زخم نہ تھا۔

(از: صحیح بخاری شریف باب غزوہ موتہ من ارض شام جلد 2 صفحہ 611)

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس شجاعت اور دلیری سے رومیوں کے خلاف لڑتے ہوئے

شہید ہوئے تھے اسکی مثال نہیں ملتی۔ آپ کے شہید ہوتے ہی جھنڈا حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سنبھال لیا۔ گھوڑے پر سوار ہوئے اور پھر جب میدانِ جنگ کی طرف بڑھنے کے لئے گھوڑے کو آگے بڑھایا تو دل میں کچھ تردّد پیدا ہوگیا پھر آپ نے رجز پڑھنا شروع کی اس رجزیہ نظم کے اشعار اور اُردو ترجمہ تحریر کیا جاتا ہے۔

(اشعار مع ترجمہ)

1۔ اَقسَمتُ یا نَفسُ لَتَنزِلِنَّہ
لَتَنزِلِنَّ اَولَتکرَھِنَّہ

''اے نفس تجھ کو قسم ہے کہ تو ضرور گھوڑے سے اتر کر اللہ کے دشمنوں سے قتال و جہاد کرنا یہ کام تو ناگواری سے کر یا خوشی و رغبت کے ساتھ''۔

2۔ اِن اَجلَبَ النَّاسُ وَشَدّ وَاالرَّنَہ
مَا لِی اَرَاکَ تکرَھِینَ الجَنَّۃ

''میں دیکھ رہا ہوں کہ لوگ چیخ و پکار اور واویلا کر رہے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ تو اپنے آپ کا جنّت میں چلنا پسند نہیں کر رہا لوگ اگر چیخ و پکار کر رہے ہیں تو ان کو ایسا کرنے دے۔ پیش قدمی سے روکنا اسمیں سُستی کرنا گویا جنّت کو نا پسند کرنا ہے ایسا نہ کر''۔

3۔ قَد طَالَ مَاقَد کُنتِ مُطمَئِنَّہ
ھَل اَنتِ اِلاّ نُطفَۃٍ فِی شِنَّۃ

''یہ وہ چیز ہے جس پر تو ہمیشہ ایک مدّت سے مطمئن رہا ہے اس وقت تجھ کو کیا ہوا ہے پھر تیری حقیقت ہی کیا ہے صرف ایک نطفہ جو رحم مادر میں تھا۔ اس بے قیمت نطفہ کے لئے خدا کی راہ میں لڑنے سے پس و پیش کر رہا ہے''۔

4۔ یَا نَفسُ اِلَّا تَقتَلِی تَمُوتِی
ھٰذَا حِمَامَ المَوتِ قَد صَلِیتِ

''اے نفس اگر تو قتل نہ ہوا تو اپنی موت مرے گا اور یہ قضائے موت ہے جس میں تجھے ضرور مبتلا ہونا ہے''۔

5۔ وَمَا تَمَنَّیتِ فَقَد اُعطِیتِ
اِن تَفعَلِی فِعلَھُمَا ھُدِیتِ

''جس چیز کی تو نے تمنا کی تھی وہ تجھے مل گئی ہے (اب بھاگ کر کہاں جائیگا) یعنی شہادت اب (اگر تو زید اور جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہم جیسا کام کرے گا) تو یہی کام تیرے لئے ٹھیک ہے''۔

حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ اشعار کہنے کے بعد گھوڑے سے نیچے اُتر پڑے۔ اُن کے چچا زاد بھائی نے انہیں آگے بڑھ کر ایک گوشت کی ہڈی پیش کی اور کہا اس ہڈی کو چوس لو تا کہ اس سے حاصل ہونے والی

قوت کی وجہ سے شاید کچھ دیر لڑسکو کیونکہ کئی دن تم پر فاقے کے گزر چکے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس ہڈی کولیا اور چوسنے لگے اِسی لمحے حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر پہنچی تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوراً ہی اُس ہڈی کو زمین پر پھینک دیا اور کہنے لگے اے نفس انسان تجھ کو کیا ہوا۔ اُدھر میدانِ جنگ میں لوگ جہاد میں مشغول ہیں اور تو ابھی تک دنیا میں دھیان لگائے ہوئے ہے۔ پھر تلوار تھامی اور اپنے گھوڑے ''مَعْمَعْہ'' نامی پر بیٹھ کر دشمن پر نہایت تیزی سے ٹوٹ پڑے۔ ان کا شدید قتال شروع کر دیا یہاں تک کہ لڑتے لڑتے جامِ شہادت نوش کیا۔ شہید ہوتے ہی ان کے ہاتھ سے پرچم اسلام گر گیا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتخاب

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ سے لشکرِ اسلام کو روانہ فرماتے وقت ارشاد فرمایا تھا کہ ''اس لشکر کی کمان پہلے حضرت زید بن حارثہ ان کے شہید ہونے کے بعد حضرت جعفر طیار اور ان کی شہادتؑ کے بعد کمان حضرت عبداللہ بن رواحہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے پاس رہے گی جب یہ شہید ہو جائیں گے تو پھر اہل لشکر کو حق حاصل ہوگا کہ جس کو چاہیں اپنا امیر خود منتخب کر لیں۔

چنانچہ جیسے ہی حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوئے اور اسلام کا پرچم زمین پر گرا تو قبیلہ بنو عجلان کے حضرت ثابت بن احرم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لپک کر پرچم اسلام اٹھالیا اور پکار کر کہا اے مسلمانو! اپنے میں سے کسی ایک کو امیر مقرر کر لو یعنی اے مسلمانو! کسی ایک مسلمان کی امارت پر متفق ہو جاؤ۔ سب نے یک زبان کہا اب آپ ہی ہمارے امیر ہیں اور ہم سب آپ کے امیر ہونے پر راضی ہیں۔ حضرت ثابت بن احرم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں یہ امارت کا عہدہ نہیں سنبھال سکتا۔ اور پھر جھنڈا سیّدنا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں پکڑا دیا اور کہا اے خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ ہم سب کی نسبت امورِ جنگ میں زیادہ ماہر ہیں اور یہ عہدہ آپ کے ہی لائق ہے اس طرح باقی لشکریوں نے بھی متفقہ طور پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا امیر تسلیم کر لیا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امارت قبول کرنے سے انکار کرتے ہوئے فرمایا اے ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ میری نسبت تم اس عہدے کے زیادہ لائق ہو کیونکہ تمہیں غزوہ بدر میں حصّہ لینے کی سعادت حاصل ہے اور پھر دوسرا آپ مجھ سے عمر میں بھی برتر ہیں۔ یہ سن کر حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اے خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہادری، جوانمردی اور رموزِ جنگ سے کماحقہ ہو آشنائی تمہارا ہی کام ہے میں نے تو پرچم اسلام اٹھایا ہی تمہیں دینے کے لئے تھا۔ آخر حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پرچم اسلام تھام کر نہایت ہی عقل، ہمت، شجاعت اور جوانمردی سے رُومیوں کو قتل کرنا شروع کر دیا۔

اُدھر رُومی کثرت تعداد اور سامان حرب کی برتری کی وجہ سے یقین کامل رکھتے تھے کہ چند ہی گھنٹوں میں وہ

مسلمانوں کو مولی گاجر کی طرح کاٹ کر رکھ دیں گے اس لئے انہوں نے نہایت ہی زوردار حملہ کیا۔ مسلمان بھی سیسہ پلائی دیوار کی طرح اپنی اپنی جگہ ڈٹ کر مشرکین کا مقابلہ کرتے رہے شہادت کا مرتبہ حاصل کرنے والے شہید ہو رہے تھے مگر دشمن کا زور آہستہ آہستہ بڑھ رہا تھا یہ دیکھتے ہوئے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بلند آواز سے اہلِ اسلام کو پکارتے ہوئے فرمایا اے مسلمانو! بھاگ کر ذلیل موت مرنے سے ہزار گنا بہتر ہے کہ اللہ کی راہ میں لڑتے لڑتے شہید ہو جاؤ۔ یہ پکار سن کر مسلمانوں نے ایک دفعہ پھر اجتماعی طور پر دشمن پر سخت قسم کا حملہ کیا اور بڑا ہی خوفناک قتال شروع کر دیا۔

سپہ سالار فوج حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزومی۔ المتوفی 22ھ مدینہ منورہ۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے 18 احادیث مروی ہیں۔) نے اس قدر طاقت اور جوش سے رومیوں کا قتال شروع کیا کہ بڑے بڑے شجاع آپ کی ہمت، بہادری اور شجاعت کو دیکھ کر انگشت بدنداں رہ گئے اس طرح خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دشمنوں کو کثیر تعداد میں قتل کر کے اپنی سابقہ غلطیوں کی تلافی کر دی جو انہوں نے غزوہ اُحد کے موقع پر مشرکین کی طرف سے لڑتے ہوئے مسلمانوں کو نقصان پہنچا کر کی تھی۔ یہی وہ غزوہ موتہ ہے جس میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شجاعت کو دیکھ کر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو سیف اللہ (اللہ کی تلوار) کا لقب عطا کیا تھا اور پھر یہی تلوار آئندہ اسلامی حکومت اور مذہبِ اسلام کی ترقی و سربلندی کیلئے ایسی چلی کہ ایک وقت ایسا آ گیا کہ دشمن میدانِ جنگ سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام ہی سُن کر بھاگ جاتے تھے۔ (سُبحان اللہ)۔

سیرت نگار لکھتے ہیں کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس روز جنگ نہایت ہی زوردار اور شدید ترین تھی۔ رات ہونے پر دونوں فریق اپنی اپنی جگہ پیچھے ہٹ آئے۔ دُوسرے روز حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لشکرِ اسلام کی ترتیب ہی بدل ڈالی۔ مقدمہ کو ساقہ بنا دیا اور ساقہ کو مقدمہ کی جگہ کھڑا کیا۔ اس طرح میمنہ کو میسرہ اور میسرہ کو میمنہ کی جگہ تعینات کر دیا۔ جب جنگ شروع ہوئی تو رومیوں نے لشکرِ اسلام کی بدلی ہوئی ترتیب دیکھ کر سمجھ لیا کہ رات کو مسلمانوں کو مزید کمک پہنچ گئی ہے اس لئے وہ مرعوب ہو کر خوفزدہ ہوئے اور یوں میدانِ جنگ سے راہِ فرار اختیار کی۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود ارشاد فرماتے تھے کہ غزوہ موتہ کے پہلے روز جنگ اس قدر شدید تھی کہ دورانِ جنگ لڑتے لڑتے میرے ہاتھ سے نو تلواریں ٹوٹیں یہاں تک کہ آخر میں میرے ہاتھ میں صرف ایک چھوٹی یمنی تلوار ہی رہ گئی۔

(روایت از صحیح بخاری شریف)

حضرت ابن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابو عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب جنگ

موتہ کے موقع پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رومیوں پر حملہ کیا تو دشمن کو ایسی شکستِ فاش ہوئی کہ میں نے اس سے پہلے کبھی ایسی شکست نہیں دیکھی تھی مسلمان میدانِ جنگ میں جہاں چاہتے اور جب چاہتے اپنی مرضی سے تلوار کا وار کرتے تھے۔

اسی طرح حضرت امام زہری وعروہ بن زبیر اور موسیٰ بن عقبہ وعطاف بن خالد اور ابن عائذ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین بھی بیان کرتے ہیں۔

صحیح بخاری میں ہے کہ ''حتی فتحہ اللہ علیھم'' یہاں تک کہ اللہ کریم نے مسلمانوں کو فتح عطاء کی۔
(روایت از صحیح بخاری، باب غزوہ موتہ من ارض شام جلد 2 صفحہ 611)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحابہ کرام کو میدانِ جنگ کا حال بتانا

کتبِ احادیث میں آتا ہے کہ جس روز اسلامی لشکر نے رومیوں کے خلاف جنگ شروع کی اس وقت سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے ہمراہ مسجدِ نبوی میں تشریف فرما تھے۔ مقامِ موتہ اور آپ علیہ السلام کی نظروں کے سامنے کوئی پردہ حائل نہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم براہِ راست میدانِ جنگ کا مشاہدہ فرما رہے تھے گویا جیسے بذاتِ خود میدانِ جنگ میں موجود ہیں۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر جلوہ گر ہوئے اور ارشاد فرمایا ''اہلِ حق اور رومیوں کے درمیان جنگ شروع ہے زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پرچم اسلام پکڑے ہوئے کفار کے ساتھ سخت قتال کر رہے ہیں۔ لو اب وہ شہید ہو کر جنّت میں داخل ہو گئے۔ پھر کچھ دیر وقف (وقوف) فرما کر ارشاد فرمایا اب پرچم اسلام حضرت جعفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ہاتھ میں ہے وہ دشمنوں کے اندگھس کر اعداء اللہ سے خوب لڑ رہے ہیں یہاں تک کہ اب وہ بھی شہید ہو کر جنت میں داخل ہو گئے ہیں۔ خداوند کریم نے ان کو دو بازو عطا فرمائے ہیں جن کی مدد سے وہ فرشتوں کے ساتھ جنت میں اڑتے پھر رہے ہیں۔''

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر کچھ دیر خاموشی کی بعد ارشاد فرمایا ''اب پرچم اسلام حضرت عبد اللہ بن رواحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ہاتھ میں ہے گھبراہٹ میں مبتلا ہو گئے ان کے چہروں سے تشویش کا صاف پتہ چل رہا تھا ان لوگوں کے دلوں میں یہ خیال پیدا ہوا کہ شاید عبد اللہ بن رواحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے کوئی ایسا امر سرزد ہو گیا ہے جو سرکار دوعالم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو پسند نہیں آیا اس لئے آپ نے خاموشی اختیار فرمائی ہے۔''

(البدایہ والنہایہ جلد 4 صفحہ 246)

(الخصائص الکبریٰ جلد 1 صفحہ 260)

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ دیر سکوت کے بعد ارشاد فرمایا کہ ''لو عبد اللہ بن رواحہ (رضی

اللہ تعالیٰ عنہ) نے بھی رومیوں سے سخت قتال شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ اب وہ بھی شہید ہو گئے ہیں۔ اور اب یہ تینوں جنت میں داخل ہو چکے ہیں اور ایک تختِ زریں پر متمکن ہیں مگر میں عبد اللہ بن رواحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا تخت ہلتا ہوا دیکھ رہا ہوں وجہ دریافت کرنے پر مجھے بتایا گیا کہ ان کے تخت کا ہلنا اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے قتال شروع کرنے سے پہلے کچھ تردد کیا اور تھوڑی سی پس وپیش کے بعد آگے بڑھے تھے"۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں:

قا ل ابن اسحق وحد ثنی محمد بن جعفر عب عروۃ قال —
ثمّ اخز الرایته عبد اللہ بن رواحه فالتوی بهابعض
الا اثم تقد م علی فر سه ثُمّ نزل فقا تل حتی

(از: فتح الباری جلد 7 صفحہ 393)

اسی طرح غزوہ موتہ کے بارے میں ایک اور روایت میں یوں آتا ہے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ثم اخز الرایة عبد اللہ بن رواحه فا ستشهد ثم
دخل الجنّته معترضًا فشق ذٰلک علی الا نصار
فقیل یارسول اللہ مااعتر اضه قال مما اصابته
الجر اح نکل فعا تب نفسه فتجح فا ستشهد وافد خل
الخنة فَسری عن قو مه اخر ج البیهقی کذافی البدارية
والنهاية والخصائص الکبرٰ ی .

(ترجمہ)

"سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پھر عبد اللہ بن رواحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے جھنڈا لیا اور شہید ہوئے اور پھر جنّت میں کچھ رکتے رُکتے داخل ہوئے یہ سُن کر انصار کو دُکھ ہوا۔ کسی نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کا کیا سبب ہے آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جس وقت عبد اللہ بن رواحہ کو میدانِ جنگ میں ضرب آئی تو وہ بحیثیت تقاضا بشریت تھوڑی دیر کیلئے قتال میں سُست ہو گئے اور پیش قدمی میں کچھ پس وپیش کرنے لگے پھر انہوں نے اپنے نفس کو ملامت کی سخت سُست کہا اور دوبارہ ہمّت اور جوانمردی سے کام لیتے ہوئے لڑ کر شہید ہوئے اور جنّت میں داخل ہوئے یہ سن کر انصار کی پریشانی دُور ہو گئی۔"

(از: البدایۃ والنہایۃ جلد صفحہ 147)
(خصائص الکبرٰی جلد 1 صفحہ 260)

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے جاں نثاروں کی حالت بتانے کے بعد کچھ غم زدہ ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں مبارکہ سے آنسو جاری ہوئے کچھ دیر سکوت کے بعد پھر ارشاد فرمایا کہ ''سیف من سیف اللہ (اللہ کی تلوار میں سے ایک تلوار) حضرت خالد بن ولید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ہاتھ میں تلوار اور اسلامی جھنڈا سنبھال لیا ہے یہاں تک کہ اللہ کریم نے مسلمانوں کو فتح عطا کی''۔

ایک اور روایت میں فتح عطا کی کے بارے یوں آتا ہے۔

'' اَللّٰھُمَّ انّہ سیف من سیوفک فانت تنصرہ فَمن یُومئذسمی سیف اللہ''

(ترجمہ)

''اے اللہ خالد تیری تلواروں میں سے ایک تلوار ہے۔ پس تو ہی اسکی مدد فرمائے گا''

اس طرح سے حضرت خالد بن ولید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سیف اللہ کے لقب سے مشہور ہوئے۔

حضرت امام بخاری نے فرمایا کہ۔

''اَحْمَدُ بْنُ وَاقِدٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَیْدٍ عَنْ اَیُّوبَ اَنْ حُمَیْدِ بْنِ ھِلَالٍ عَنْ اَنَسٍ رَّضِیَ اللہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَعٰی زَیْدًا وَّجَعْفَرًا وَّ ابْنَ رَوَاحَۃَ لِلنَّاسِ قَبْلَ اَنْ یَّاتِیَھُمْ خَبَرُھُمْ فَقَالَ اَخَذَ الرَّایَۃَ زَیْد'' فَاُصِیْبَ ثُمَّ اَخَذَ ابْنُ رَوَاحَۃَ فَاُصِیْبَ وَعَیْنَاہُ تَذْرِفَانِ حَتّٰی اَخَذَ ھَاسَیْف'' مِّنْ سُیُوْفِ اللہِ حَتّٰی فَتَحَ اللہُ عَلَیْھِمْ.''

ترجمہ:۔ ''احمد بن واقد، حماد، ایوب، حمید، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زید، جعفر، ابن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے شہید کیے جانے کی خبر میدانِ جنگ سے خبر آنے سے پہلے ہی دے دی تھی چنانچہ آپ علیہ السلام نے اس سلسلے میں فرمایا کہ ''زید نے جھنڈا ہاتھ میں لیا اور شہید کیا گیا پھر علم کو جعفر نے سنبھالا اور وہ بھی شہید ہوا۔ پھر ابن رواحہ نے جھنڈے کو لے لیا اور وہ بھی شہید ہو گیا'' آپ یہ واقعہ بیان فرمارہے تھے اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ پھر فرمایا ''اس کے بعد علم کو اس شخص نے لیا جو خدا تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے (یعنی خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ) یہاں تک کہ خداوند تعالیٰ نے مسلمانوں کو دشمنوں پر فتح عطا فرمائی۔''

(از: البدایۃ والنہایۃ جلد 4 صفحہ 245)

(فتح الباری جلد 7 صفحہ 392)

(خصائص الکبریٰ جلد 1 صفحہ 260)

(مدارج النبوت جلد2 صفحہ445)

سپہ سالاران اسلام کی یکے بعد دیگر شہادت کا تذکرہ کرتے ہوئے علماء دین فرماتے ہیں کہ جب حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ کے لئے آگے بڑھنے لگے تو شیطان نے زندگی کو خوب آراستہ کرنے کے بعد ان کے سامنے پیش کیا اور ان کے دِل میں دُنیا کی محبت اور زندگی سے پیار کرنے کا جذبہ پیدا کرنے کی کوشش کی۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شیطان سے فرمایا اے بدبخت یہ وقت وہ ہے جبکہ مومن کے دِل میں ایمان راسخ رہنے کی ضرورت ہے اور اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ وہ راہِ حق پر ثابت قدم رہے اور تو میرے دِل میں دُنیا کا پیار لالچ پیدا کرنا چاہتا ہے تاکہ میں سعادتِ دارین سے محروم رہوں۔ یہ فرمایا اور پوری شدت وجوش کے ساتھ کفّار کے خلاف قتال شروع کر دیا یہاں تک کہ جامِ شہادت نوش فرمایا۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لئے دُعا مغفرت فرماتے ہوئے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو بھی حکم دیا کہ ’’سب حضرت زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے لئے استغفار کریں بے شک وہ جنّت میں داخل ہو کر وہاں کے باغات میں سیر کر رہے ہیں۔‘‘

’’پھر جب حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پرچم اسلام پکڑ کر میدانِ جنگ میں قتال شروع کرنے کا ارادہ کیا تو پھر شیطان ان کے پاس بھی آیا اور یوں ان کے دِل میں بھی دنیا کی راحت وآسائش کا وسوسہ پیدا کرنے کی کوشش کی مگر حضرت جعفر ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس رسوائے زمانہ دشمنِ اسلام کو سختی سے رد کرتے ہوئے تلوار سنبھالی اور رومیوں کا قتال شروع کر دیا اور یوں دادِ شجاعت دیتے ہوئے شہادت کے مرتبہ عظیم پر فائز ہوئے‘‘۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ’’اللہ تعالیٰ نے جعفر کو دو بازو عطا فرمائے ہیں جن کی مدد سے وہ فرشتوں کے ساتھ جنت میں اڑتے پھر رہے ہیں پھر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے فرمایا کہ سب حضرت جعفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے لئے دُعاء خیر کریں‘‘۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ اللہ کریم نے حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دو یاقوت کے بازو عطا فرمائے یہ ان بازوؤں کے بدلے میں عطا کئے جو میدانِ جنگ میں دورانِ قتال کٹ گئے تھے۔ ان کی مدد سے وہ جنت میں پرواز کرتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ’’میں حضرت جعفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو فرشتوں کی معیت میں اڑتا دیکھتا ہوں‘‘ ایک اور روایت بھی انہی سے آتی ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ’’جعفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) میرے قریب سے ملائکہ اعلیٰ کے ساتھ گزرے اس وقت ان کے دونوں بازو خون سے رنگین تھے‘‘۔ مزید ارشاد فرمایا ’’جب میں جنّت میں داخل ہوا تو رات کے وقت جعفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) میرے پاس آئے میں نے دیکھا کہ جعفر طیّار (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جنّت میں فرشتوں کے ہمراہ اڑتے پھرتے ہیں۔‘‘

یہاں ایک بات نہایت ہی قابل توجہ ہے کہ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو جنّت میں بازو اور پروں کے ساتھ اڑ رہے تھے محو پرواز تھے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان کو قدرت کی طرف سے جو بازو اور پر عطا کئے گئے تھے وہ پرندوں کے پروں کی مانند تھے کیونکہ یہ بات تو اظہر من الشّمس ہے کہ انسان اپنی صورت وہیبت کے اعتبار سے اکمل اور اشرف المخلوقات ہے لہٰذا اس کا پرندوں کی طرح تبدیل ہونا نامناسب ہے۔ اسلئے یہاں بازوؤں اور پروں کا عطا کیا جانا سے مراد مَلکی صفت اور روحانی قوت ہے جو اللہ کریم نے حضرت جعفر طیار بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا کی۔ قرآن کریم میں بھی عضو کی تاویل وتعبیر جناحک سے لی ہے چنانچہ ارشاد ہوا: سورۃ طٰہٰ آیت 22

وَاضْمُمْ يَدَكَ إِلَىٰ جَنَاحِكَ

ترجمہ: اپنے ہاتھوں کو اپنے بازوؤں سے ملاؤ۔

علماء ارشاد فرماتے ہیں کہ فرشتوں کے بازوؤں سے مراد ان کی صفات مَلکی ہیں اور وہ بغیر مشاہدہ ومعائنہ معلوم نہیں ہو سکتی اس طاقت کا ادراک نہیں ہو سکتا۔

(از: مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 445)(مواہبِ لدنّیہ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا ہے کہ جب بھی وہ حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک پر تشریف لے جاتے تو فرمایا کرتے "السلام علیکم یا ذاالجناحین."

(از: صحیح بخاری شریف)

لشکر اسلام کی واپسی

لشکر اسلام نے گو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیر قیادت انتہائی شجاعت، جانبازی، شہ سواری کے ناقابل یقین جوہر دکھائے مگر جب میدانِ جنگ کا نقشہ اور پیش آنیوالے حالات کو دیکھتے ہیں تو یہ بات نہایت ہی تعجب انگیز نظر آتی ہے کہ مسلمانوں کا یہ چھوٹا سا لشکر رومیوں کے ٹڈی دل کی طوفانی لہروں کے سامنے کس ہمّت واستقلال سے ڈٹا رہا۔ اس نازک موقع پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو خود بھی اس خونی طوفان میں کود پڑے تھے۔ اپنی مہارت، کمالِ ہنرمندی اور خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر اہل حق کو دشمن کی کثیر تعداد سے بحفاظت نکال لائے۔

انجام ونتیجہ جنگِ موتہ؟

غزوہ موتہ کا کیا انجام ہوا۔ مُسلمان شکست سے دوچار ہوئے یا رومیوں کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا یہ ایک ایسا سوال ہے جس میں اہلِ سِیَر کے اندر اختلاف پایا جاتا ہے۔ اگر ہم تمام اہل سِیَر کے تحریر شدہ حالات جنگ پڑھیں تو

اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ جنگ کے پہلے روز یہاں سے مراد وہ دن جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لشکرِ اِسلام کی کمان سنبھال رُومیوں کے خلاف اہلِ حق کو ہمراہ لئے ڈٹے رہے لیکن وہ ایک ایسی جنگی چال چلنا چاہتے تھے۔ جس کے ذریعے رومیوں کو اپنی طاقت ہمت اور نفری کی تعداد سے مرعوب کر کے مسلمانوں کو اتنی کامیابی کے ساتھ میدانِ جنگ سے پیچھے ہٹالیں کہ رومیوں کو پھر مسلمانوں کا تعاقب کرنے کی ہمّت نہ ہو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ اچھی طرح جانتے تھے کہ اگر رومیوں کو مسلمانوں کی کمزوری کا علم ہوگیا اور انہوں نے ہمارا تعاقب شروع کر دیا تو پھر مسلمانوں کو سخت مشکل اور تباہی سے محفوظ رکھنا ممکن نہیں ہوگا۔ تاریخ اسلام کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ اگلے روز حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میدانِ جنگ میں اپنی خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے ایسی جنگی چال چلی جس کو دشمن قطعی طور پر نہ سمجھ سکا اور اہلِ اسلام سے حد درجہ مرعوب ہوگیا۔ جیسا کہ گزشتہ صفحات میں بیان ہو چکا ہے آپ نے لشکر کی جنگی ترتیب ہی بدل ڈالی۔ اور اپنی حکمتِ عملی جس کی وجہ سے آپ اہل عرب کے ہاں بہت مشہور تھے اور اس میدان میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے کے تحت مقدمہ کو ساقہ اور ساقہ کو مقدمہ کی جگہ تبدیل کر دیا اس طرح میمنہ کو میسرہ اور میسرہ کو میمنہ سے بدل دیا۔ دشمن نے جب لشکرِ اسلام کی بدلی ہوئی حالت دیکھی تو نفسیاتی طور پر ان کے ذہنوں میں یہ خیال آنا قدرتی امر تھا کہ مسلمانوں کو مزید کمک مل گئی ہے اور ہوا بھی ایسا۔ اس طرح خالدی چال نے اہل رُومہ کے دِلوں پر مسلمانوں کا رعب بٹھا دیا اور وہ مرعوب ہو گئے۔

پھر جب دونوں لشکر دُوسرے روز ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوئے تو دشمن مسلمانوں سے کافی مرعوب نظر آرہا تھا دوسری طرف حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے لشکر کو نہایت ہی ہدایت دی ہوئی تھی کہ جب جنگ شروع ہو جائے تو تم لوگ نہایت ہی احتیاط سے آہستہ آہستہ پیچھے ہٹانا شروع کر دینا چنانچہ سالار جنگ کی ہدایات کے مطابق دشمن نے لشکرِ اسلامی نہایت ہی محتاط طریقے سے میدانِ جنگ سے ہٹتا ہوا دیکھا تو اس خوف سے ان کا پیچھا نہ کیا کہ مسلمانوں کے اس جنگی عمل میں یقیناً ان کی کوئی چال پوشیدہ ہوگی ان کو مزید کمک مل چکی ہے اور اب یہ ہمیں صحرا کی پہنائیوں میں پھینک کر تباہ و برباد کرنا چاہتے ہیں۔ اس طرح دشمن مُسلمانوں کا پیچھا کرنے کی بجائے اپنے علاقے میں واپس چلا گیا

اور اس طرح حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ لشکر اسلام کو سلامتی سے میدانِ جنگ سے ہٹا کر واپس مدینہ منورہ واپس لے آئے۔ (سبحان اللہ)

(از: فتح الباری جلد 7 صفحہ 513)

(زاد المعاد جلد 2 صفحہ 156)

شُہدائے غزوۂ موتہ کے اسماء گرامی

غزوہ موتہ میں کیونکہ بڑا ہی سخت قتال پیش آیا تھا اسلیئے مسلمانوں کے بارہ مجاہدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس غزوہ میں شہید ہوئے جبکہ کُفار یعنی رومیوں کے مرنے والے لوگوں کی تعداد کا علم کسی بھی کتب سِیَر میں نہیں آتا البتہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکیلے اگر اس جنگ میں لڑتے لڑتے 9 تلواریں توڑ چکے تھے تو دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے بھی بڑی شجاعت کا ثبوت دیا تھا جس سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مرنے والے رومیوں کی تعداد کثیر ہی تھی بہر حال اہلِ حق جو شہید ہوئے ان کے اسماء گرامی یہ تھے۔

(1) حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(2) حضرت جعفر طیار بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(3) حضرت عبد اللہ بن رواحہ بن ثعلبہ بن امرؤ القیس الخزرج انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(4) حضرت عباد بن قیس الخزرجیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(5) حضرت حارث بن نعمان بن اساف بن نضلہ نجاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (قبیلہ بنی غنم بن مالک بن نجار)

(6) حضرت مسعود بن اسود بن حارثہ بن نضلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (قبیلہ بنی عدی بن کعب)

(7) حضرت وہب بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ تعالیٰ عنہ (قبیلہ بنو مالک)

(8) حضرت سراقہ بن عمرو بن عطیہ بن خنسا المازنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(9) حضرت ابو کلاب بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(10) حضرت جابر بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(11) حضرت عمرو بن سعد بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ (قبیلہ بنی مالک بن اقصیٰ)

(12) حضرت عامر بن سعد بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن عباد بن سعد بن عامر بن ثعلبہ بن مالک بن اقصیٰ)

(از: زرقانی و فتح الباری باب غزوہ موتہ)

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا حُزن

لشکر اسلام جب واپس مدینہ منورہ لوٹ کر آیا تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو مجاہدین موتہ کے شہید ہونے کا اس قدر غم و حزن تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم مسجد نبوی میں تشریف فرما ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے رخسار مبارک سے حزن و ملال صاف ظاہر ہو رہا تھا۔ ایک شخص مسجد میں آ کر خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خواتین ان پر رو رہی ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حکم دیا کہ "جا کر ان کو منع کرو کہ رونا بند کریں"۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ شخص واپس آیا اور پھر عرض کیا

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میں نے عورتوں کو جا کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا حکم سُنایا مگر وہ رونے سے نہیں رکیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے پھر فرمایا ''جاؤ اور ان کو رونے سے منع کرو'' وہ شخص واپس آیا اور پھر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عورتیں رونے سے باز ہی نہیں آ رہیں۔ یہ سُن کر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''جاؤ اور اب ان کے منہ میں مٹی جھونک دو''۔ ممانعت کے اس فقرہ میں مبالغہ ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے دِل میں خیال پیدا ہوا کہ یہ شخص اِن عورتوں کے منہ میں مٹی جھونکنے پر قادر نہیں ہوسکے گا یعنی ان کو رونے سے نہیں روک سکے گا۔ یہاں سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ مَیت کیلئے رونا وہ بھی اس طرح کہ نوحہ کیا جائے اور سینے کو زور زور سے پیٹا جائے شرعی اعتبار سے جائز نہیں۔

(از: صحیح بخاری شریف روایت از سیرۃ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا)

(مدارج النبوت شریف جلد 2 صفحہ 446)

(سیرۃ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 449)

(مواہب لدنیہ جلد 2 صفحہ 58)

ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھے حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس ترتیب سے روایت کیا یعنی اُمِ عیسٰی خزاعیہ اور اُمِ جعفر بنت محمد بن جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے واسطے سے اُمِ جعفر کی دادی اسماء بنت عُمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ جب حضرت جعفر بن ابی طالب حضرت زید بن حارثہ، حضرت عبداللہ بن رواحہ اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو شہید کر دیا گیا تو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میرے پاس تشریف لائے۔ اس وقت میں چالیس رطل چمڑے کو (بروایت ابن ہشام) دباغت کر چکی تھی۔ بچوں کو نہلا دھلا کر آٹا بھی گوندھ لیا تھا اور تمام کاموں سے فارغ ہو کر بچوں کے سروں میں تیل لگا رہی تھی کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا جعفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے بچوں کو میرے پاس لاؤ۔ میں نے بچوں کو خدمتِ اقدس میں پیش کیا۔ آپ علیہ السلام نے ان کے سروں کو سونگھا اور آپ علیہ السلام کی آنکھوں مبارکہ سے آنسو جاری ہوگئے۔ یہ دیکھ کر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان ہوں رونے کی کیا وجہ ہے۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جعفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور اُن کے ساتھی غزوہ مُوتہ میں شہید ہوگئے ہیں۔ یہ سن کر میں کھڑی ہو کر رونے لگی آپ علیہ السلام مجھے تسلی دیتے ہوئے اُٹھ کر تشریف لے گئے۔

(از: سیرۃ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 446)

(مواہب لدنیہ جلد 2 صفحہ 502)

سوگ منانا

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے جو کہ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ محترمہ تھیں فرماتی ہیں ''کہ جس وقت سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شہید ہونے کی خبر ملی تو آپ علیہ السلام میرے گھر تشریف لائے فرمایا ''بچوں کو میرے پاس لاؤ''۔ بچے پاس آئے تو آپ علیہ السلام نے ان کو گود میں لے کر پیار کیا اور مجھے جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا بتایا، جس کو سُن کر میں نے رونا شروع کر دیا اور فریاد کرنے لگی یہ دیکھ کر آپ علیہ السلام نے فرمایا ''اے اسماء فریاد مت کرو اور نا شائستہ الفاظ نہ بولو اور نہ ہی اپنے سینے پر ہاتھ مارو''۔ اس کے بعد سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی آنسوؤں سے پُر آنکھوں کے ساتھ سیّدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لے گئے وہاں جا کر دیکھا تو وہ بھی یا عماہ، یا عماہ یعنی اے چچا اے چچا کہہ کر رو رہی تھیں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھر تشریف لے آئے اور اہلِ گھرانہ سے فرمایا:

''جعفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے اہل گھرانہ کے لئے کھانا تیار کرنے میں غفلت نہ کرنا، کیونکہ وہ لوگ تو سب جعفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے صدمے میں مبتلا ہیں''۔

قتل مالک بن زافلہ

غزوہ موتہ کے بارے میں چند معلومات اور تاریخی حقائق میسر آئے ان کو تو سپرد قلم کر دیا گیا ہے۔ مگر چند واقعات ایسے بھی ظہور پذیر ہوئے جنکو اگر اس باب میں رقم نہ کیا جائے تو میں سمجھتا ہوں غزوہ موتہ کے حالات تفصیلاً مکمل نہیں ہونگے اس لئے وہ چند واقعات بھی تحریر کئے جاتے ہیں۔ جن میں مالک بن زافلہ کا قتل بھی شامل ہے۔

میدانِ جنگ میں اسلامی لشکر کی ترتیب کے بیان میں یہ گزر چکا ہے کہ سپہ سالار فوج نے حضرت قطبہ بن قتادہ عذری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو میمنہ کی کمان سونپ رکھی تھی۔ انہوں نے دورانِ جنگ رومی فوج کے ایک مشہور سردار مالک بن زافلہ جو کہ اسلام دشمنی میں ہمیشہ پیش پیش تھا۔ نیزے کے ایک بھرپور وار سے واصلِ جہنم کیا اسکو قتل کرنے کے بعد جو اشعار کہے وہ اور ان کا ترجمہ تحریر کیا جاتا ہے:

اشعار

طَعَنْتُ ابْنَ زَافَلَةَ ابْنَ الْاَ رَاشِ
بِرُمْحٍ مَضَى فِيْهِ ثُمَّ انْحَطَمْ
ضَرَبْتُ عَلٰى جِيْرِهٖ ضَرْبَةً

فَمَالَ كَمَا مَالَ غُصْنُ السَّلَمْ
وَسُقْنَا نِسَاءَ بَنِي عَمِّهٖ
عَذَاةً رَقُوْقَيْنِ سَوْقَ النَّعَمْ

ترجمہ:۔ ''میں نے مالک بن زافلہ بن اراش کو ایک ایسا نشانے پر نیزہ مارا کہ وہ جسم میں گھس کر اندر ہی ٹوٹ گیا۔ میں نے اس کی گردن پر تلوار کا ایک ایسا وار کیا کہ وہ درخت سلم (سلم بیری کے درخت کی ٹہنی کو کہتے ہیں) کی ٹہنی کی طرح جھک گیا۔ پھر ہم نے زافلہ کے عم زادوں کی عورتوں کو اس طرح ہنکایا جس طرح شتر مرغوں کو ہنکایا جاتا ہے''

سیرت النبی از ابن ہشام جلد 2 صفحہ 447

قبیلہ حدس کی کاہنہ کا انتباہ

غزوہ موتہ سے پہلے جب لشکرِ اسلام کوچ کی تیاری کر رہا تھا اس تیاری کی خبر اطراف میں پھیلتی ہوئی قبیلہ حدس کے لوگوں تک بھی پہنچی اس قبیلہ کی ایک کاہنہ جو کہ جادوگری میں خاص مقام رکھتی تھی اور اس شاخ کا تعلق بنو غنم سے تھا اس نے اہل قبیلہ کو بتایا کہ ''میں تمہیں اس قوم سے ڈراتی ہوں جو متکبرانہ انداز میں کنکھیوں سے دشمنوں کی طرف دیکھتی ہے۔ گھوڑوں کو قطار در قطار چلاتی ہے اور طرح طرح سے خون بہاتی ہے''۔

بنو غنم نے اس کاہنہ کی اس بات سے پورا پورا فائدہ اٹھاتے ہوئے خود اور شاخ حدس کو اس جنگ سے محفوظ رکھا اور یوں وہ لوگ اسلام دشمنی سے دور رہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعد میں یہ قبیلہ دولت اور خوشحالی میں اپنی مثال آپ تھا۔ جبکہ مُسلمانوں کے خلاف لڑنے والے قبائل بنو ثعلبہ اور حدس کی دوسری شاخیں وغیرہ بھی جلد ہی نیست و نابود ہو گئے۔

موتہ سے واپس آنیوالے لشکر کا استقبال

غزوہ موتہ میں حصہ لینے والا لشکر جب مدینہ منورہ واپس آیا تو اسکی کمان اہل لشکر کے متفقہ فیصلے کے مطابق حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں تھی اسی لشکر میں سے کچھ لوگ پہلے ہی مدینہ منورہ واپس آ گئے تھے بہر حال ابن اسحٰق نے کہا مجھ سے محمد بن جعفر بن زُبیر نے عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت بیان کی۔

''کہ جب اسلامی لشکر رومیوں کے ساتھ زبردست معرکہ کے بعد مدینہ منورّہ واپسی پر مدینہ کے نزدیک پہنچا تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اور دیگر مسلمانوں کے ہمراہ مدینہ منورہ سے باہر آ کر اس کا استقبال کیا۔ استقبال کرنیوالوں میں جو بچے تھے وہ ایک ہجوم کی طرح آگے آگے دوڑ رہے تھے جبکہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی سواری پر تشریف لا رہے تھے۔ بچوں کی طرف دیکھ کر آپ علیہ السلام نے فرمایا ''ان کو سواریوں پر بٹھا دو اور جعفر (رضی

اللہ تعالیٰ عنہ) کے بیٹے کو مجھے دیدو"۔ چنانچہ حضرت جعفر بن ابی طالب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے بیٹے حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خدمتِ اقدس میں پیش کیا گیا آپ علیہ السلام نے ان کو اٹھا کر اپنے آگے سواری پر بٹھالیا۔ حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگوں نے جب لشکر کو دیکھا تو لشکریوں پر خاک پھینکنے لگے اور زور زور سے کہا۔

"(یَا فُرار ، فَرَرْتم فی سبیل اللہ)"

("یعنی اے بھگوڑو! تم اللہ کے راستے میں جنگ کرتے ہوئے میدان چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے تھے")

لوگوں کے یہ الفاظ سُن کر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"لیسو ابا لفُرّ ار وَلکِنَّھُمُ الکَرّار انشاء اللہ تعالیٰ"

ترجمہ:۔ "یہ لوگ بھگوڑے نہیں بلکہ یہ تو پلٹ کر دوسرا حملہ کرنے والے ہیں اگر خدا نے چاہا۔"

تاریخ اسلام اس بات کی گواہ ہے کہ یہی لوگ جو غزوہ موتہ میں رومیوں کیخلاف اسلامی فوج کا حِصہ ہونے کی شکل میں ٹکرائے تھے اور بظاہر اس جنگ کا کوئی حتمی فتح یا شکست کی صُورت میں نتیجہ برآمد نہیں ہوا تھا۔ مگر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان درفشاں سے نکلے ہوئے الفاظ مبارکہ "کہ یہ لوگ بھگوڑے نہیں بلکہ دوبارہ دشمن سے ٹکرانے والے ہیں انشاء اللہ" کچھ ہی عرصہ کے بعد حرف بحرف سچ ثابت ہوئے اور مسلمانوں نے بڑے ہی قلیل عرصے میں رومیوں اور ایرانیوں کو بڑے بڑے معرکوں میں شکستِ فاش دینے کے بعد سارا علاقہ حکومت اسلامیہ میں شامل کرلیا۔ اور یوں قیصر وکسریٰ جیسی یہ عظیم حکومتیں اور ان کے رہنے والے حلقہ بگوشِ اسلام ہو کر دین ودنیا کی بے پناہ دولت سے سرفراز ہوئے اور اسلام کے لئے ان لوگوں نے بہت سے لازوال کارنامے سرانجام دے۔

غزوۂ موتہ کے متعلق مختلف شُعرائ کا کلام

جیسا کہ تاریخ کا ہر طالب اس بات سے اچھی طرح آگاہ ہے کہ اہلِ عرب کے ہاں شعر وشاعری ایک خاص مقام رکھتی تھی۔ زبان کی فصاحت وبلاغت اور طرزِ کلام میں اہلِ عرب اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ لوگ خود کو عربی اور باقی دنیا کے لوگوں کو عجمی (یعنی اپنے مقابلے میں گونگے) کہتے تھے۔ اسلام آنے کے بعد بہت سے ایسے لوگ دائرہ حق میں داخل ہوئے جو کہ شعر وسخن کی دنیا میں اہلِ عرب کے ہاں اپنا جواب خود تھے۔ جیسا کہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کو شاعر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہا جاتا ہے۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت قیس بن مسّحر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر کئی اور شاعر۔ ان شعراء نے غزوہ موتہ کی متعلق بہت سے اشعار کہے۔ جن میں مسلمانوں کی طرف سے رومیوں کے خلاف لڑنے والے شیر دِل محبتِ رسول اور اسلام کے سچے شیدائیوں کی انفرادی بہادری اور میدانِ جنگ میں قتال کا بھی ذِکر کیا۔

ہمارا زیر موضوع باب کیونکہ غزوہ موتہ ہے۔ اسلئے جس جس شاعر نے غزوہ موتہ کے بارے میں اپنا جو کلام بھی لکھا اور ہمیں میسر آسکا یہاں تحریر کرنا ہمارے لئے اشد ضروری ہے ورنہ غزوہ موتہ کے متعلق مکمل تفصیل نہ ہوگی۔ دُعاء ہے اللہ کریم اس محنت کو قبول فرمائے۔

(آمین یاربّ العالمین)

حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن مالک کے اشعار

غزوہ مُوتہ کے متعلق حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو اشعار کہے وہ اردو ترجمہ کے ساتھ تحریر کیے جارہے ہیں:

اشعار

نَـا مَ الـعُيُـوْ نُ وَ دَمـعُ عَيۡـنِـکَ يَهۡـمَلُ
سَـحًّـا کَـمَـا وَکَفَ الطَّبَا بُ المُخۡضَلُ
فِـى لَيۡـلَةٍ وَرَدَتۡ عَـلَـىَّ هُـمُـوۡ مُهَـا
طَـوۡرًا اَحِـنُّ وَتَــارَةً اَتـمَـلۡـمَلُ
وَاعۡتَـادَنِـى حُـزۡنٌ فَبِتُّ کَـاَنَّـنِـى
بِبَـنَـا تِ نَـعۡـشٍ وَالسِّمَـا کِ مُؤَ کَّلُ
وَکَـاَنَّـمَـا بَيۡـنَ الۡـجَوَ انِـحَ وَالعَشَـىَ
مِـمَّـا تَـا وَّبَـنِـى شِهَـابٌ مُـدۡ خَلُ
وَجۡـدًا عَـلَـى الـنَّـفَـرَ الَّـذِيۡـنَ تَتَا بَعُوۡا
يَـوۡ مـاً بِـمُـؤ تَةَ اُسۡـنِـدُوۡلَـمۡ يُـنۡـقِـلُـوۡ ا

ترجمہ: ''ساری دنیا کی آنکھیں سورہی ہیں اور تیری آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں اس طرح جاری ہیں جیسے بارش سے بھرے ہوئے بادلوں سے قطروں کی لڑیاں برستی ہیں۔ ایک ایسی رات جب غم والم نے مجھے اپنے گھیرے میں لے لیا ہے۔ میں کبھی کروٹیں بدلتا ہوں اور کبھی چپکے چپکے روتا ہوں۔ حزن دکھ اور درد مجھ پر مکمل طاری ہے۔ مجھے ایسے لگ رہا ہے جیسے گویا میں نبات النعش اور ستارہ سماک کے حوالے کر دیا گیا ہوں (اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ ساری رات ستاروں کو ہی گنتے گزر جانا) یوں لگتا ہے کہ گویا پسلیوں اور اعضاء کے اندرونی نظام کے درمیان ایک شہاب داخل کر دیا گیا ہے جو کہ جسم کے اندر ہی اندر بھڑک رہا ہے میری یہ کیفیت صرف ان لوگوں کے

غم اور تکلیف کی وجہ سے ہے جنکو میدان موتہ میں یکے بعد دیگرے شہید کر دیا گیا اور پھر ان کو ہم یہاں بھی منتقل نہ کر سکے''۔

پھر مزید یوں کہا:

صَلَّی الْاِلٰہُ عَلَیْھِم مِن فِتْیَۃِ
وَسَقٰی عِظَامُھُمُ الغَمَامَ المُسبِلُ
صَبَرُو ابِمَوتَۃَ لِلِالٰہِ نَفُوْسَھُمْ
حَذَر الرَّدیٰ وَمخَافَۃً اَنْ یَّنکَلُوْا
فَمَضَوااَمَامَ المُسْلِمِیْنَ کَاَنَّھُمْ
فُنُق'' عَلَیْھِنَّ الحَدِیْدَ المُرْفَلُ
اِذْیَھْتَدُوْنَ بِجَعْفَرٍ وَلِوَائِہٖ
قُدَّامَ اَوَّلِھِمْ فَنِعْمَ الاَوّلُ
حَتّٰی تَفَرَّجَتِ الصُّفُوْفُ وَجَعْفَر''
حَیْثُ التَّقٰی وَعَثُ الصُّفُوفِ مُجدَّالُ
فَتَغَیَّرَ القَمَرُ الْمُنِیْرُ لَفَقَدَہٗ
وَالشَّمَسُ قَدْ کَسَفَتْ وَکَادَتْ تَافِلُ
قَوْم'' عَلٰی بُنیَانُہٗ مِن ھَاشِمٍ
فَرْعَا اَشَمَّ وَسُودَدًامَا یُنْقَلُ
قَوْم'' بِھِمْ عَصَمَ الْاِلٰہِ عِبَادَہٗ
وَعَلَیْھِم نَزَلَ الْکِتَابُ المُنَزَلُ
فَضَلُّو المُعَاشِرَ عِزَۃً وَتَکَرُّمًا
وَتَغَمُّدَتْ اَحْلاَمُھُم مِنْ یَّجھَلُ
لَا یُطْلِقُوْنَ اِلَی السَّفَاہِ حُبَاھُم
وَیَرٰی خَطِیْبُھُم بِحَقٍّ یَفْصِلُ
بِیْضُ الْوُجُوْہُ تُرَی بَطُوْنُ اَکُفِّھِم
تَنْدَی اِذَااعتَذَرَا لزَّمَانُ الْمُحِلُ
وَبِھَدْ یِھِمْ رَضِیَ اِلَالٰہِ لِخَلْقِہٖ
وَبِجَدِّ ھِمْ نُصِرَ النَّبِیُّ الْمُرْسَلُ

ترجمہ اشعار

1: اللہ تعالیٰ ان نوجوانوں پر اپنی رحمت نازل کرتا ہے۔ان کی ہڈیوں کو بارشیں برس کر سیراب کرتی ہیں۔

2: میدانِ جنگ (موتہ) میں ان مردان خدا نے اپنے آپ کو خدا کی رضا کے لئے باندھ لیا تا کہ کاہلی کی وجہ سے کہیں بربادی کا منہ نہ دیکھنا پڑے۔اور وہ کہیں راہِ فرار نہ اختیار کرلیں۔

3: یہ مردانِ خدا لشکرِ اسلام سے نکل کر میدانِ جنگ میں یوں کُود پڑے گویا جیسے نرشتر ہیں جن پر لوہے کی ایسی مضبوط زرہیں پڑی ہیں جو زمین پر گھسٹتی ہیں۔

4: جب یہ مردانِ خُدا جعفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جیسے جوان سب میں سے اوّل سپہ سالار تھے اور جو آگے آگے تھے ان کے جھنڈے سے شہادت کا صحیح راستہ دیکھ رہے تھے۔پھر یہ پہلا سپہ سالار کتنے اچھے سپہ سالار تھے۔

5: یہاں تک کہ ادھر مردانِ خُدا کی صفیں آگے بڑھیں اور اُدھر جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی جگہ گر کر شہید ہو گئے جہاں دونوں فریق کی صفیں ایک دوسرے سے نبرد آزما ہوئی تھیں۔

6: پھر جعفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے نہ رہنے (یعنی شہید ہونے) سے سارے عالم کو منوّر کرنے والے چاند کا رنگ اڑ گیا اور سُورج کو گرہن لگ گیا جو قریب تھا کہ ڈوب ہی جاتا۔

7: جعفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) وہ سردار تھے جن کی بنیاد بلندی، الفت اور سرداری قیامت کے اعتبار سے بنو ہاشم سے اٹھی تھی اور جسکی مثال نہیں ملتی۔

8: وہ بنو ہاشم جن کے ذریعے اللہ کریم نے اپنے بندوں کو سنبھالا ہے۔اور وہ بنو ہاشم جن میں آسمانی کتاب قرآن نازل ہوا ہے۔

9: عزّت وشرافت میں اس خاندان کو دیگر تمام انسانی گروہوں پر برتری وفضیلت ہے اور ان کے تعقل، تدبر اور علم نے تمام دنیا کے جاہلوں کی جاہلیت پر پردہ ڈال دیا ہے (یعنی جاہلیت کو ختم کر دیا ہے)

10: یہ لوگ جاہلیت میں بُرے کام اور غلط کاری کے لئے کبھی تیار نہیں ہوتے۔ان کا خطیب، مقرر و بیان کرنیوالا ایسا حق بیان کرتا ہے جو قطعی فیصلہ کن ہوتا ہے۔(یعنی کفر و اسلام میں عیاں فرق کرنیوالا ہوتا ہے)

11: یہ وہ روشن چہرے والے ہیں کہ جب قحط کا دور دورہ ہو تو ان کے فیاض ہاتھ لوگوں کی دادرسی اور مدد کرتے نظر آتے ہیں۔

12: اللہ کریم ان کے اخلاق، کردار اور سیرت کو اپنی مخلوق کے لئے پسند فرماتا ہے انہیں لوگوں کی ہمّت وکوشش سے نبی ورسول کو مدد و اعانت پہنچائی۔

(سیرۃ النبی از ابن ہشام جلد 2 صفحہ 444،445)

حضرت قیس بن مُسّحر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اشعار

فَوَ اللّٰہِ لَا تَنْفَکُّ نَفْسِی تَلُوْ مُنِی
عَلٰی مَوْقِفِی وَالْخَیْلَ تَابِعَۃٌ قُبُلُ
وَقَفْتُ بِھَا لَا مُسْتَجِیْرً اَفْنَا فِذًا
وَلَا مَا نِعًا مَنْ کَا نَ حُمَّ لَہُ الْقَتْلُ
عَلٰی اَنَّنِی اٰسَیْتُ نَفْسِیْ لِخَالِدٍ
اَلَا خَا لِدٌ فِی لَقَوْ مِ لَیْسَ لَہُ مِثْلُ
وَجَا شَتْ اِلَیَّ النَّفْسُ مِنْ نَحْوِ جَعْفَرٍ
بِمُؤْتَۃَ اِذْلَا یَنْفَعُ النَّابِلَ النَّبِیْلُ
وَضَمَّ اِلَیْنَا حَجْرَّتَیْھِمْ کُلَیْھِمَا
مَھَا جِرَۃٌ لَا مُشْرِ کُوْ نَ وَلَا عُذْ لُ

ترجمہ اشعار

''خدا کی قسم جس وقت گھوڑے ہچکچا رہے تھے اوران کی آنکھیں پتھرا رہی تھیں اس میں جو رُک گیا تو اس پر میرا نفس ہمیشہ مجھے ملامت کرتا رہے گا۔ میں وہاں اس لئے نہیں رُک گیا تھا کہ پناہ لے سکوں اور یوں میرا کام بن جائے یا اسلئے نہیں رُکا تھا کہ جس شخص کے مقدر میں قتل ہونا لکھا ہے اس قتل کو ٹال سکوں۔ بلکہ میں اس جگہ اسلئے رُک گیا تھا کہ خود کو حضرت خالد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی اقتداء پر چھوڑ دوں وہ خالد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جس کی پوری قوم میں مثال نہیں ہے۔ اسلئے بھی کہ غزوہ موتہ میں تیراندازوں کے تیر کچھ کام نہیں دے رہے تھے۔ پھر جعفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جیسی ہستی شہادت پا چکی تھی اور خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوج کے دونوں حصّوں کو ایک جگہ اکٹھا کر دیا تھا۔ اور وہ سب مہاجرین تھے۔ وہ نہ تو مشرکین تھے اور نہ ہتھیاروں کے بغیر تھے''۔

(از: سیرۃ النبی کامل از ابن ہشام جلد 2 صفحہ 449)

غزوہ موتہ کے متعلق سیرت نگاروں میں جو اختلاف پایا جاتا ہے اور پھر مُسلمان قوم نے جو اہل لشکر کو ناپسندیدگی سے دیکھا اور ان پر فقرے چست کئے تھے ان تمام سوالوں کے جوابات ان اشعار میں موجود ہیں۔ اسکے علاوہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لشکر اسلام کو میدانِ جنگ سے تدبر، حُسنِ تدبیر اور عقلمندی سے پیچھے ہٹانا موقع محل کے عین مطابق تھا جس کا عیاں ثبوت ان اشعار میں ملتا ہے یہ اشعار کہنے والے اس وقت میدان جنگ میں خود موجود تھے۔

امام زہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں نے اتفاق رائے سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا امیر وسپہ سالار منتخب کیا تھا۔ خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سپہ سالار بنانے کا خیال اللہ تعالیٰ نے خود مسلمانوں کے دل میں ڈال دیا جس پر انہوں نے فوراً عمل کیا۔ چنانچہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت تک اسلامی لشکر کے سپہ سالار رہے جب تک کہ اسلامی لشکر مدینہ منورہ واپس نہ آ گیا۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اشعار

شاعر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غزوہ موتہ کے موقع پر جو اشعار کہے وہ اشعار اوران کا ترجمہ تحریر کیا جارہا ہے۔

اشعار

تَاَ وَّبَنِی لَیْلٌ بِیَثْرِبَ اَعْسَرُ
وَهَمٌّ اِذَامَا نَوَّ مَ النَّا سُ مُسْهِرُ
لِذِکْرِیْ حَبِیْبٍ هَجَّتَ لِیَ عِبرَ ةً
سَفُوْ حًا وَ اَسْبَا بُ الْبُکَا ءِ التَّذَکُّرُ
بَلیٰ اِنَّ فِقْدَ انَ الْحَبِیْبَ بِلِیَّةٌ
وَکَمْ مِنْ کَرِ یْمٍ یُبْتَلِی ثُمَّ یَصْبِرَ

(ترجمہ) یثرب میں ایک بڑی ہی کٹھن اور دشوار گزار رات مجھ پر گزری اس رات ساری دُنیا نیند کا لطف اٹھا رہی تھی اور میں اپنے ایک حبیب کی یاد میں کروٹیں بدل رہا تھا۔ میری آنکھوں سے آنسوؤں کا دریا بہہ رہا تھا۔ میری اس آہ وبکا، بے چینی اور اضطراب کا سبب صرف حبیب کی یاد تھی۔ اوراس میں کوئی شک بھی نہیں کیا جاسکتا کہ حبیب کی یاد ایک عظیم مصیبت ہے۔ مگر کتنے ہی ایسے اعلیٰ ظرف شریف لوگ ہیں۔ جن کو ایسی آزمائش میں ڈالا جاتا ہے اور پھر وہ اس آزمائش کو برداشت کرتے رہتے ہیں۔

رَاءَ یْتُ خَیَا رَ المئوْ مِنِیْنَ تَوَارَدُوْا
شَعُوْ بَ وَخَلْفًا بَعْدُ هُمْ یَتَأَ خَّرَ

(ترجمہ) میں نے مخصوص اور چیدہ چیدہ لوگوں کو جو صاحب ایمان تھے ان کو یکے بعد دیگرے شہید ہوتے دیکھا ہے۔ جن کے بعد ان کے جانشین بھی جلد جلد ہرگز ان کی جگہ نہیں آسکتے ہیں۔

فَلاَ یُبْعِدَنَّ اللّٰہُ قَتْلٰی تَتَا بَعُوْ ا
بِمُؤ تَدً مِنْهُمْ ذُوالْجَنَا حَیْنِ جَعْفَرُ

وَزَیۡدٌ وَعَبۡدُ اللهِ حِیۡنَ تَتَا بَعُوۡا

جَمِیۡعاً وَاَسۡبَا بُ الۡمَنِیَّةِ تَخۡطِرُ

(ترجمہ)''پس اللہ کریم ان شہداء کو ہم سے دُور نہ رکھے جو میدان موتہ میں متواتر شہید ہوتے گئے۔جن میں ذوالجناحین جعفر، زید بن حارثہ اور عبداللہ بن رواحہ (رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین) شامل ہیں۔ جو یکے بعد دیگرے اس وقت میدان جنگ میں شہید ہوتے رہے جب ہر سو موت ہی موت کا راج تھا۔

غَدَاةَ مَضَوۡ بِا لۡمُؤۡ مِنِیۡنَ یَقُوۡ دُهُمۡ

اِلَی الۡمَوۡ تِ مَیۡمُوۡ نَ النَّقِیۡبَةَ اَزۡهَرُ

اَغَرُّ کَفَوۡ ءِ البَدۡ رِ مِنۡ آلِ هَا شَمٍ

اُبَیٌّ اِذَاسِیۡمَ الظُّلَا مَةَ مِجۡسَرُ

(ترجمہ)''یہ اُس روز کی بات ہے جب شہداء ان مُسلمانوں کے ہمراہ ان کی جمعیت کے ساتھ میدان جنگ میں گھس رہے تھے جن کو ایک ہاشمی کھینچے لئے جا رہا تھا۔ جو خوش بخت، سُرخ وسفید چودھویں رات کے چاند کی مانند اَغر الجبِیۡہ (یعنی روشن پیشانی والا) ہر برائی اور رسوائی سے دور اور حقوق کے تحفظ کے لئے وہ نہایت ہی شجیع اور دلیر تھا۔

فَطَا عَنَ حَتّٰی مَا لَ غَیۡرُ مُوَ سَّد

لِمُعۡتَرِ کٍ فِیۡهِ قَناً مُتَکَسِّرُ

فَصَارَ مَعَ الۡمُسۡتَشۡهِدِ یۡنَ ثَوَابُهٗ

جِنَانٌ وَمُلۡتَفُّ الۡحَدَ ائِقَ اَخۡضَرُ

(ترجمہ) اس ہاشمی نے معرکہ جنگ میں بڑی بے جگری سے نیزہ بازی کا مقابلہ کیا یہاں تک کہ چوٹیں کھائیں اور اس طرح جھک گیا کہ کِسی چیز کا سہارا نہ تھا۔ پھر نیزوں پر نیزے ٹوٹنے لگے اور آخر کار وہ شہادت کا رتبہ حاصل کر کے شہیدوں میں شامل ہو گئے۔اب اس کا ثواب جنتیں اور سرسبز و شاداب و گھنے درختوں والے باغات ہیں۔

وَکُنَّا نَرٰی فِیۡ جَعۡفَرِ مِنۡ مُحَمَّدٍ (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم)

وَفَاءَ وَاَمۡرَاء حَازِمًا حِیۡنَ یَاۡ مُرُ

(ترجمہ) اور جب جعفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کِسی بات کا ارادہ فرماتے تھے تو اس وقت ہم ان میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسی پختگی اور ان جیسا ہی وفائے عہد دیکھتے تھے۔

فَمَا زَالَ فِی الْاِ سلاَ مِ مِنْ آلِ هَا شَمِ
دَعَائِمُ عِزٍّ لاَ یَزُلْنَ وَمَفْخَرُ

(ترجمہ) ہاشم کی آل کے قابل فخر، پروقار اور باوقار غیر فانی ستون جو کہ عظیم ترین ہیں اسلام میں ہمیشہ کے لئے شامل ہیں۔

هُم جَبَلُ الاِسْلَا مِ وَالنَّا سُ حَو لَهُمْ
رِضَا مٌ اِلٰی طَوْ دٍ یَرُ وُ قُ وَیَقْهَرُ

(ترجمہ) یہ آلِ ہاشم اِسلام کا پہاڑ ہیں اور دیگر مسلمان ان کے اردگرد یوں معلوم ہوتے کہ گویا یہ لوگ ہمیشہ بلند رہنے والے پہاڑ کے سامنے پتھروں کا ایک ڈھیر ہو۔ایسا پہاڑ جس کے مقابل میں ہو جو بہر صورت بلند وغالب رہتا ہے۔

بُهَا لِیْلُ مِنْهُمْ جَعْفَرُ وَابْنُ اُمِّهٖ
عَلِیٌّ وَّمِنْهُمْ اَحْمَدَ الْمُتَخَیَّرُ
وَحَمْزَ ةُ وَالْعَبَّا سُ مِنْهُمْ وَمِنْهُمْ
عَقِیْلٌ وَمَا ءُ الْعُوْدُ مِنْ حَیْثُ یُعْصَرُ

(ترجمہ: یہ بنو ہاشم وہ سردار جن کے چہرے روشن ہیں جن میں حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے حقیقی بھائی علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تعالیٰ عنہ (جیسی عظیم شخصیتیں شامل) ہیں اور پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ احمد مختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی انہیں میں سے ہیں (وہ احمد علیہ السلام جو ان لوگوں میں سب سے بڑی عظیم ترین اور منتخب ہستی ہیں) اور حضرت امیر حمزہ وحضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی انہیں میں سے ہیں پھر ان میں سے حضرت عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی ہستی بھی ہیں۔ مختصراً بنو ہاشم ایسی تر لکڑی ہیں کہ جب چاہو جہاں سے چاہو اسی سے زندگی کا پانی نچوڑ لو۔ (یعنی بنو ہاشم کا ہر فرد صاحبِ رشد وہدایت، صاحبِ فیض اور مشکل مصیبت، دکھ درد غرض ہر حال میں دوسروں کے کام آنیوالا ہے۔)

بِهِمْ تُفْرَ جُ اللَّا وَاءُ فِی کُلِّ مَا زِقٍ
عَمَا سٍ اِذامَا ضَاقَ بِالنَّا سِ مَصْدِ رُ
هُمْ اَوْلِیَاءُ اللهِ اَنْزَلَ حُکْمَهٗ
عَلَیْهِمْ وَفِیْهِم ذَالْکِتَا بُ الْمُطَهَّرُ

(ترجمہ) اس بنو ہاشم ہی کے ذریعے سے ہر تنگ وتاریک میدانِ جنگ میں جہاں سے لوگوں کا نکلنا بھی

دشوار ہو ہر قسم کی سختی وشدّت توڑی جاسکتی ہے۔ یہ لوگ اولیاء اللہ (یعنی اللہ کے ساتھ قریب ترین تعلق رکھنے والے لوگ) ہیں۔ اللہ کریم نے اپنی ہدایت انہیں لوگوں میں نازل فرمائی اور (قرآن) اللہ کی پاک کتاب بھی انہیں میں موجود ہے۔

حضرت حسّان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضرت زید اور عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بارے میں اشعار

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگِ موتہ کے عظیم سپہ سالاران حضرت زید بن حارثہ اور حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بارے میں اشعار کہتے ہوئے یوں بیان کیا ہے۔

عَيْنِ جُو دِیْ بِدَ مْعِکَ الْمَنْزُوْرِ

وَاذْكُرِى فِى الرَّ جَاءِ اَهْلَ الْقُبُوْ رِ

(ترجمہ) اے پرُنم آنکھیں روتے روتے رہنے کی وجہ سے تیرے آنسو خشک ہو جانے کے باعث وہ چند آنسو جو تیری آنکھوں میں باقی رہ گئے ہیں وہ کافی نہیں۔ اِن میں کسی نہ کسی طرح آنسوؤں کا اضافہ کر اور پھر خوب رو۔ فرصت کے وقت میں قبروں کے اندر چلے جانیوالوں کو خوب یاد کر۔

وَاذْكُرِ یْ مَوْ تَةَ وَمَا كَا نَ فِيْهَا

يَوْ مَ رَاحُوْافِى وَقْعَةِ التَّخوِ يْرِ

حِيْنَ را حُواوَغَادَرُوْاثَمَّ زَيْدًا

نِعْمَ مَاوِى الْضَّرِيْکَ وَالْمَا سُوْرِ

(ترجمہ) اے چشم پرُنم مقامِ موتہ کو یاد کر اور پھر میدان میں جو کچھ ہوا اسکو یاد رکھ وہ وقت یاد کر جب مُسلم افواج میدانِ جنگ سے واپس پلٹیں جب وہ واپس آئیں اور زید بن حارثہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو وہیں چھوڑ آئیں حالانکہ اس غریب قیدی کا یہ اچھا ٹھکانہ ہو گیا"۔

حِبَّ خَيْرِ الْاَ نَا مِ طُرًّ اجمِيْعاً

سَيِّدَ االنَّا سِ حُبَّهُ فِى الصُّدُ وْرِ

(ترجمہ) پوُری کائنات ہست وبود میں مخلوقِ خدا سے جو اعلیٰ وارفع ہستی ہیں حضرت زید بن حارثہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ان کے محبوب تھے۔ لوگوں کے سردار تھے ان کی محبت آج ہمارے سینوں میں پوشیدہ ہے اس محبت کی جگہ ہمارے دِل ہیں۔

ذَالِکُمْ اَحْمَدُ الَّذِیْ لاَ سِوَاہُ

ذَاکَ حُزْنِی لَہُ مَعًا وَ سُرُوْرِیْ

(ترجمہ) یہ صرف احمد مرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہی ہستی مبارکہ ہے ان کے سوا کسی اور کی ہستی نہیں ہو سکتی جن کے غم، ملال اور انبساط و سرور میں ہم لوگ برابر کے شریک ہیں۔

اِنَّ زَیْدًا اَقَدْ کَانَ مِنَّا بِاَمْرٍ

لَیْسَ اَمْرَ الْمُکَذَّبِ الْمَغْرُوْرِ

(ترجمہ) وہ زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے سب اہل لشکر کی امارت کے لئے مقرر کئے گئے تھے۔ اور امارت کا کام کسی جھٹلائے ہوئے فریب خوردہ لوگوں کا کام نہیں تھا۔ یہ نہایت ہی ذمہ داری کا کام تھا۔

ثُمَّ جُوْدِیْ لِلْخَزْرَجِیَّ بِدَمْعٍ

سَیِّدًا کَانَ ثَمَّ غَیْرَ نَذُوْرٍ

(ترجمہ) اے چشم پرنم حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے بھی آنسو بہانے میں پوری پوری سخاوت سے کام لے۔ یہ وہ خزرجی ہے جو میدانِ جنگ میں سپہ سالار تھا اور اس نے اپنے فرائض کو ادا کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی تھی۔

قَدْ اَتَانَا مِنْ قَتْلِھِمْ مَا کَفَانَا

فَبِحُزْنٍ نَبِیْتُ غَیْرَ سُرُوْرٍ

(ترجمہ) ان شہداء کی شہادت کی جو خبریں ہم تک پہنچیں انہوں نے تو ہماری کمریں ہی توڑ دیں۔ اب ہماری راتیں غم اور ان کے افسوس میں بسر ہو رہی ہیں۔ یہاں تک کہ ہمارے لئے خوشی کا نام نہیں ہے۔

(از: سیرۃ النبی از ابن ہشام جلد 2 صفحہ 456)

ایک مجاہد موتہ کے اشعار

غزوہ موتہ میں جو مجاہدین اسلام شریک تھے ان میں سے ایک مجاہد جو کہ شعر و سخن کا ذوق رکھتے تھے انہوں نے غزوہ سے واپسی پر چند اشعار کہے جن کا تعلق میدانِ جنگ سے تھا۔ ملاحظہ ہوں۔

اشعار

کَفٰی حُزْنًا اِنِّیْ رَجَعْتُ وَجَعْفَرٌ

وَزَیْدٌ وَعَبْدُ اللہِ فِیْ رَمْسِ اَقْبُرٍ

قَضَوْ انَحْبَهُمْ الَمَّامَضَوْالسَّبِيْلِهِمْ

وَخُلِّفْتُ لِلبَلوَ ى مَعَ الْمُتغَبَّرِ

ثَلاَ ثَةُ رَهْطٍ قُدَّ مُوْ افتَقَّدَ مُوْا

اِلٰی وِرْدَمَکْرُ وْہِ مِنَ الْمَوْ تِ اَحْمَرِ

(ترجمہ اشعار) میرے لیے یہ غم کیا کم غم ہے کہ میں خود تو میدانِ موتہ سے زندہ بچ کر آ گیا جبکہ حضرت زید بن حارثہ۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ، حضرت جعفر ابن ابی طالب رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین میدان موتہ میں قبروں کی مٹی کے نیچے دب کر رہ گئے۔ (یعنی ان حضرات کو شہادت کے بعد مقامِ موتہ میں ہی دفن کر دیا گیا تھا) ان مذکورہ اکابر نے اپنی شہادت کے راستے پر چل کر اپنا مقصد پورا کر لیا اور میں مزید آزمائش کے لئے زندہ رہ گیا۔ یہ تین گروہ تھے جن کو آگے بڑھنے کا حکم دیا گیا۔ پھر یہ موت کے سُرخ گھاٹ اور ناپسندیدہ راستے پر آگے بھی بڑھ گئے۔ (اور یوں ان حضرات نے اللہ کی راہ میں مقصدِ حق کی تکمیل کی خاطر اپنی شہادت کی پیاس کو بجھالیا)

حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں اشعار

حضرت حسّان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ شاعرِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جہاں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و دیگر شہداء موتہ کی شان میں اشعار کہے وہاں انہوں نے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں کافی اشعار کہے۔ ان اشعار میں حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت کارنامے اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دِلی وابستگی جو آپ علیہ السلام حضرت جعفر طیّار بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت سے رکھتے تھے اور اُن کے تقریباً تمام اوصاف کُھل کر سامنے آجاتے ہیں۔

اشعار

وَلَقَدْ بَکَیْتُ وَ عَزَّ مُهْلَکُ جَعْفَرٍ

حِبَّ النَّبِیُّ عَلیَ الْبَرِ یَّةِ کُلِّهَا

وَلَقَدْ جَزِعَتْ وَقُلْتَ حِیْنَ نُعِیْتُ لِی

مَنْ لِلْجَلاَ دِ الَدّ ی الْعُقَا بَ وَظِلِّهَا

بِا لْبِیْضِ حِیْنَ تُسَلُّ مِنْ اَغْمَا دِ هَا

ضَرْبًا وَانُهَا لِ الرُّ مَا حِ وَ عَلِّهَا

بَعْدَ ابْنُ فَا طِمَةَ الْمُبَارِکَ جَعْفَرٍ

خَیْرِ الْبَرِ یَّۃَ کُلِّھَا وَاَجَلَّھَا

رُزءً اوَاکُرَمِھَا جَمِیْعًا مَحْتِدًا

وَاَعِزَّھَا مُتَظَلِّمًا وَاَذَلِّھَا

لِلْحَقِّ حِیْنَ یَنُوْ بُ غَیْرِ تَنُحُلٍ

کَذِبًا وَاَنْدَاھَا یَدً وَاَقَلِّھَا

فُحْشًا وَاَکْثِرِ ھَا اِذَامَایَحْبَتَدِی

فَضْلاً وَاَبْذَلِھَا نَدًی وَاَبَلِّھَا

بِالْعُرْ فِ غَیْرَ مُحَمَّدٍ (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) لاَمِثْلَہٗ

حَیِّی" مِنْ اَحْیَاءَ الْبَرِیَّۃِ کُلِّھَا

ترجمہ اشعار

''پوری دنیا میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب سے زیادہ محبوب اور عزیز حضرت جعفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی شہادت وہلاکت مجھ پر بڑی گراں گزری ہے۔ اے جعفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جس وقت آپ کی شہادت کی خبر مجھے ملی تو میں اس وقت رو پڑا۔ میں نے چیخ کر کہا کہ جب تلواروں کو نیاموں سے باہر نکالا جائے تا کہ اُن سے مارا جائے اور جس وقت نزول سے یکے بعد دیگرے ان کی پیاس بجھائی جائے گی۔ اس وقت ان تلواروں اور نیزوں کو لے کر کون سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سایہ میں آ کر حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس کا نام عقاب تھا کے بعد دشمنوں کا مقابلہ کرے گا۔ وہ جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت اسد بن ھاشم کے مبارک بیٹے اور ساری دنیا میں سب سے بہتر ہیں۔'' ''حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت دنیا میں سب سے اہم ہے۔ جو اصل ونسل کے اعتبار سے سب سے اکرم واشرف ہیں۔ ظلم کو قبول نہ کرنے کے اعتبار سے سب سے زیادہ مضبوط وغالب۔ جب حق کا معاملہ آ جائے تو بغیر کسی فرق ونفاق کے کسی جھوٹ کے بغیر سب سے زیادہ اسکو ختم کرنے والے ہیں جو فیاضی وسخاوت اور حلم کے اعتبار سے سب سے زیادہ بلند اور ہمیشہ فحش اور لغو اور بیہودہ کاموں سے نفرت کرنیوالے۔ جب فیاضی اور دینے کا موقع آ جائے تو سب سے زیادہ صاحبِ فضیلت اور فیاض، اللہ کی راہ میں خرچ کرنے میں سب سے آگے اور بھلائی کرنے میں سب سے زیادہ فیاض اور کھلے دِل کے ہیں۔ ہاں صرف سرکار دوعالم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ذاتِ مقدسہ ایسی ہے جو مذکورہ صفات کے معاملے میں پوری کائنات ارض وسماء میں اپنی مثال نہیں رکھتی۔ یعنی آپ کا کوئی ثانی نہیں ہے۔''

(از: سیرۃ النبی کامل از ابن ہشام جلد 2 صفحہ 456،455)

غزوۂ موتہ کا تاریخِ عرب پر اثر

جیسا کہ تاریخ کا ہر طالب علم اچھی طرح جانتا ہے کہ غزوہ موتہ اقتدار حاصل کرنیکی خاطر یا عیسائیوں کا ملک حکومتِ اسلام میں داخل کرنے کی غرض سے نہیں لڑا گیا تھا بلکہ غزوہ کے ظہور میں آنے کا مطلب محض سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے ملکِ شام کی طرف بھیجے جانے والے قاصد جس کو شرجیل بن عَمرو نے قتل کر دیا تھا ان کے اس قتل کا انتقام لینا تھا۔ قاصد یا سفیر کا قتل صرف مذہبِ اسلام کی رُو سے ہی ایک فعلِ بَد نہ تھا بلکہ عرب اور اطرافِ عرب کی سب حکومتوں کے قانون کے مطابق کسی ملک کے سفیر یا قاصد کا قتل ایک ناقابل معافی جرم تھا۔ یہی وجہ ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شرجیل بن عَمرو کے اس ذلیل فعل کی اس کو قرارِ واقعی سزا دینے کے لئے تین ہزار مجاہدین کا لشکر موتہ کی طرف روانہ کیا تا کہ قاتل کو سزا دے کر آیندہ مستقبل میں لوگوں کو اس فعل کی سزا سے باخبر کر دیا جائے تا کہ وہ دوبارہ ایسی جرأت نہ کرسکیں۔

غزوہ موتہ میں مسلمانوں کے جلیل القدر صحابی شہید ہوئے اور اہلِ اسلام نے جس قدر سختیاں برداشت کیں اس کے باوجود کماحقہ انتقامِ قتل کا مقصد مکمل طور پر پورا تو ہوا لیکن اس معرکہ عظیم جس میں مٹھی بھر مجاہدین نے رومیوں وعرب قبائل کے متحدہ ٹڈی دل لشکر کا جس قدر بہادری، دلیری اور جوانمردی سے مقابلہ کیا اور میدانِ جنگ میں شجاعت کے جو کارہائے نمایاں سرانجام دیئے اسکی وجہ سے مسلمانوں کی عرب اور اطرافِ عرب میں ساکھ اور شہرت میں بے پناہ اضافہ ہوا۔ اور یوں آیندہ پیش آنے والے غزوات سرایا اور جنگوں میں مسلمانوں کو اس معرکہ کے نتیجہ میں بہت فائدہ حاصل ہوا جس کا بیان انشاءاللہ آگے چل کر تحریر کیا جائے گا۔

غزوہ موتہ میں مسلمانوں کے اس رومی ٹکراؤ کا سُن کر سارا عرب اور خاص طور پر اہل قریش انگشتِ بدنداں رہ گئے۔ اس زمانے میں عرب اور اطرافِ عرب میں دو ہی عظیم الشان حکومتیں موجود تھیں۔ جن کی دولت وثروت، انفرادی قوت اور طاقت کے سامنے کسی کو اونچا سانس لینے کی بھی ہمت نہ تھی۔ پھر ایرانی حکومت کے تنزل کے بعد یہ رومی سلطنت ہی واحد عظیم طاقت بن کر رہ گئی تھی۔ اہل عرب نے جب یہ سُنا کہ مسلمان صرف تین ہزار کی قلیل تعداد کے ساتھ رومیوں کی عظیم الشان قوت سے ٹکرانے جارہے ہیں تو ان کے نزدیک ایسا کرنا خودکشی کے مترادف تھا۔ مگر غزوہ موتہ میں تین ہزار اہلِ حق کا دولاکھ کے جم غفیر کے مقابلہ میں میدان جنگ میں ڈٹ جانا اور پھر کسی قابل ذکر نقصان کے بغیر مدینہ منورہ واپس چلے آنا اہل عرب کے لئے کسی عجوبہ سے کم نہ تھا۔ اہل عرب مسلمانوں کے اس عمل سے اس قدر خوف زدہ ہوگئے کہ پھر مستقبل میں ان کو کسی قابلِ ذکر مقابلہ کی ہمت نہ ہوئی۔ دوسرا یہ حقیقت عوام الناس پر مکمل طور پر عیاں ہوگئی کہ اہلِ عرب اب تک جس قسم کے لوگوں کو جانتے تھے جن سے اُن کی واقفیت اور آشنائی تھی۔

مُسلمان اہل عرب ہونے کے باوجود اُن سے بالکل الگ تھلگ اور مختلف تھے۔ یہ بات اظہر من الشّمس تھی کہ مسلمان اللہ تعالیٰ کی طرف سے موید ومنصور ہیں۔ اہلِ حق کے راہنما سیّدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واقعۃً اللہ کے برحق اور سچے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

غزوہ موتہ کے نتائج کو سامنے رکھتے ہوئے عرب کے وہ ضدی، ہٹ دھرم اور اسلام دشمنی میں ہمیشہ پیش پیش رہنے والے عرب قبائل جنکو قیصر وکسریٰ اور اہلِ قریش جیسے صاحب ثروت وطاقت ورحاکم اپنی اطاعت پر مجبور نہ کر سکے آہستہ آہستہ مذہب اسلام کی حقانیت کو مان کر اسلام کی طرف مائل ہونے لگے۔ جس کے نتیجہ میں بنوسلیم، بنواشجع، بنوغطفان، بنوذبیان اور بنوفزارہ جیسے کٹّر، ضدی اور طاقت ور قبائل دائرہ اسلام میں داخل ہوگئے پھران لوگوں نے اِسلام کی ترقی کے لئے وہ کارہائے نمایاں سرانجام دیئے جنکی مثال تاریخ عالم میں ملنا مشکل ہے۔

یادرہے غزوہ موتہ وہ پہلی جنگ تھی جس میں مسلمانوں اور رومیوں کا ایک دوسرے سے میدانِ جنگ میں ٹکراؤ ہوا اور یہی جنگ آگے چل کر رُومی ممالک پر مسلمانوں کی فتوحات کا ذریعہ ثابت ہوئی۔ پھر غزوہ موتہ میں شاہِ روم ہرقل کا بذات خود میدانِ جنگ میں عملی طور پر حصّہ لینا اور مسلمانوں کا رومیوں کوناک چنے چبوانا آئندہ جنگوں میں اہلِ حق کے لئے بڑا فائدہ مند ثابت ہوا۔ رومی جب بھی مسلمانوں کے مقابلے میں میدانِ جنگ میں آئے ان کی نظروں اور دلوں سے یہ غزوہ کبھی محو نہ ہوا اور وہ ہمیشہ مسلمانوں کی جواں مردی، تدبر، شجاعت اور دلیری سے مرعوب ہی رہے۔

غزوہ موتہ نے تاریخِ عرب پر بڑا ہی خوشگوار اور مثبت اثر چھوڑا۔ قبائل عرب جو میدان جنگ میں اپنی جنگی فطرت کے اعتبار سے ثانی نہیں رکھتے تھے۔ پرچم اِسلام کے نیچے اکٹھے ہوگئے اور یوں بڑی سے بڑی قوت مسلمانوں کے خلاف نبرد آزما ہونے سے خوف کھانے لگی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اِسلام بڑے ہی قلیل عرصہ میں اطرافِ عرب میں پھیل گیا اور یوں اہلِ حق نے قیصر وکسریٰ جیسی عظیم طاقتوں کا شیرازہ بکھیر کر رکھ دیا اور اس عظیم حکومت کا سارا علاقہ مذہب اِسلام کے زیرنگیں آگیا۔ مختصراً تاریخ کا ایک عام طالب علم بھی اس غزوہ موتہ کے تاریخ عرب پر نہایت خوشگوار اور ترقی پذیر اثرات سے مکمل اتفاق کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

سریہ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسوئے قبلیہ

(رجب 8 ہجری)

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا عطا کردہ لقب ''امین الامت'' تھا ان کی والدہ امیمہ بنت غنم رضی اللہ تعالیٰ عنہا حلقہ بگوش اسلام ہوگئی تھیں جب کہ ان کا باپ عبداللہ بحالتِ کفر غزوہ بدر میں انہیں کے ہاتھوں قتل ہوا۔ آپ سابقون اولون اور عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ ان کا پورا اسم گرامی عامر بن عبداللہ بن جراح تھا۔ مدینہ کی طرف ہجرت کی تو ان کا رشتہ مواخاۃ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جوڑا گیا۔

آپ علیہ السلام نے تین سو مجاہدین کا سربراہ بنا کر انہیں قبیلہ جہینہ کی سرکوبی اور قریش کے ایک قافلے پر حملہ کرنے کے لئے روانہ فرمایا۔ خوراک کی کمی کے سبب پتے کھانے پڑے اسلئے اسے ''جیش الخیط'' بھی کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سمندر سے ایک بڑا جانور جسے ''عنبر'' کہتے ہیں خوراک کے لئے باہر پھینک دیا جسے سب لوگ اٹھارہ (18) دِن کھاتے رہے۔ واپس آتے وقت حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی دو پسلیاں کھڑی کیں اور لشکر میں سے سب سے لمبے مجاہد کو ایک اونٹ پر بٹھا کر نیچے سے گزارا جو اس کو چھوئے بغیر اس کے نیچے سے گزر گیا۔

ایک روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن سعد بن عبادہ نے مجاہدین کی خوراک کے لئے وہاں کے ایک مقامی شخص سے پانچ اونٹ خرید لئے ان میں سے ہر ایک اونٹ ایک وسق کھجور کے بدلے لیا گیا اور کھجوریں مدینہ منورہ میں دینے کی ضمانت دی گئی۔ ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے اور ایک صاع ساڑھے تین سیر کا ہوتا ہے اس طرح گویا دوسو دس سیر کھجور کے بدلے میں ایک اونٹ خریدا گیا۔ اور تین دن تک ایک اونٹ روزانہ ذبح کر کے مجاہدین کو کھلایا مگر چوتھے روز حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روک دیا۔ بخاری شریف کی روایت یوں ہے کہ حضرت قیس نے مجاہدین کے لئے نو (9) اونٹ ذبح کئے تھے یعنی روزانہ تین اونٹ ذبح کرتے تھے اس کے بعد حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو روک دیا تھا۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے غیبی امداد کے طور پر ''عنبر مچھلی'' عطا فرمانے سے پہلے کا ہے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سلسلہ نسب ساتویں پشت میں ''فہر'' پر رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے مل جاتا ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 18 ہجری میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں مرض طاعون سے وفات پائی اور آپ کو اردن کے شہر بیسان میں سپردِ خاک کیا گیا۔

سریّہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم میں یہ بات تھی کہ غزوہ موتہ میں رومیوں کو جو زبردست انفرادی مدد مہیا کی گئی تھی وہ قبائل عرب کی طرف سے پہنچی تھی چنانچہ آپ علیہ السلام نے اپنی خداداد حسن وتدبّر کے ذریعے ایسی حکمتِ عملی اختیار کی جس کے ذریعے ایک تو قبائل عرب آئندہ کبھی رومیوں یا دوسرے دشمنوں کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف جنگ میں حِصّہ نہ لیں اور دوسرا ان قبائل اسلام کی طرف رغبت دلا کر دائرہ اسلام داخل کیا جاسکے اس مقصد کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیرکمان مجاہدین کی ایک جماعت ان قبائل کی سرکوبی کے لئے روانہ کی۔

یہ سریّہ ماہ جمادی الثانی 8 ہجری میں روانہ کیا گیا۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر ملی کہ قبیلہ بنی قضاعہ کی ایک جماعت نے کافی مقدار میں لشکر اکٹھا کر رکھا ہے اور یہ لوگ مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں

آپ علیہ السلام نے ان لوگوں کی سرکوبی کے لئے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیر نگرانی تین سو (300) صحابہ اکرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی ایک جماعت کو مقام ذات السلاسل کی طرف روانہ فرمایا جن میں تیس گھوڑ سوار بھی شامل تھے اور انصار و مہاجرین میں سے حضرت سعد بن زید، سعد بن ابی وقاص۔ عامر بن ربیعہ، صہیب بن صنان رومی، اسید بن حضیر اور سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ اجمعین شامل تھے۔ اس سریہ میں بعض روایات کے مطابق مشرکوں نے ایک دوسرے کو زنجیروں کے ساتھ باندھا ہوا تھا تا کہ لڑائی کے وقت کوئی بھاگ نہ سکے اس لئے اس سریہ کو ذات السلاسل کہا جاتا ہے۔

بعض علماء کے نزدیک ذات السلاسل ایک چشمہ کا نام ہے۔ جو کہ وادی القریٰ کے عقب میں تھا۔ اور یہ مقام مدینہ منوّرہ سے دس روز کی مسافت پر تھا۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب اس مقام کے نزدیک پہنچے تو معلوم ہوا کہ دشمن کی تعداد بہت زیادہ ہے اسلئے آپ ٹھہر گئے اور حضرت رافع بن مکیث جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ منورہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں مزید کمک کی غرض سے روانہ کیا تا کہ دشمن کے ساتھ بھرپور مقابلہ کیا جاسکے۔

کمک کی روانگی

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی درخواست پر دوسو (200) مجاہدین کی جماعت کو بطور کمک روانہ کیا۔ جس میں جلیل القدر صحابہ یعنی سیّدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عُمرِ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے مقرب خاص بھی شامل تھے۔ اس جماعت کے امیر حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ روانگی کے وقت سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو ہدایت فرمائی کہ ''جب تم سب لوگ ایک لشکر کی شکل میں اکٹھے ہوجاؤ تو ہر کام اتفاق رائے سے سرانجام دینا اور ایک دُوسرے کے ساتھ اختلاف ہرگز نہ کرنا''۔ جب دوسری مجاہدین کی جماعت حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کی زیر کمان پہلی جماعت کے ساتھ جا کر شامل ہوئی تو کچھ دیر بعد ہی نماز کا وقت آ گیا یہ کونسی نماز تھی، کتب سیر میں اسکی وضاحت نہیں ملتی بہر حال امامت کے لئے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ یہ کام میں سرانجام دوں گا۔ یعنی نماز میری اقتداء میں ادا ہوگی کیونکہ میں اپنی جماعت کا سردار ہوں اس پر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواباً فرمایا کہ نماز کی امامت میں کروں گا کیونکہ میں پہلی جماعت کا امیر بنا کر یہاں بھیجا گیا ہوں جب کہ آپ تو میری مدد کے لئے آئے ہیں۔

اِس طرح جب حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے محسوس کیا کہ حضرت عَمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی امامت پر راضی نہیں تو ان کو فوراً سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان یاد آیا کہ میدانِ جنگ میں

پہنچ کر ایک دُوسرے سے اختلاف نہیں کرنا اسلیئے انہوں نے اختلاف چھوڑ دیا اور یوں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اقتداء میں نماز ادا کی گئی۔

فقہی مسئلہ کی وضاحت

یہ بات ذہن میں رہے کہ کسی جگہ یا لشکر کا امیر ہونے کے لئے یہ بات واجب نہیں ہوتی کہ وہ اپنے دُوسرے ساتھی اہل لشکر یا اہل مقام سے ضروری ہی افضل ہو مگر نماز کی امامت کرنے والے کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ مقتدیوں کی نسبت افضل ہو زیادہ متقی و پرہیز گار اور بہترین تلاوت کرنے والا ہو اس لئے یہاں چاہیئے تو یہ تھا کہ نماز کی امامت سیّدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے مگر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ دعویٰ کہ میں امیر لشکر ہوں اسلیئے امامت میں ہی کرونگا پھر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ان سے اختلاف کرنا مگر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم یاد آجانے پر فوراً ہی اپنے دعویٰ سے دستبرداری کرتے ہوئے اختلاف کو ختم کر دینا ان کی نرم مزاجی نیک سیرتی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کو بجالانے کی عملی دلیل ہے۔

ایک اہم نکتہ

یہاں ایک بات کی وضاحت کر دینا ضروری خیال کرتا ہوں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اتنے جلیل القدر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی موجودگی میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس جماعت کی امارت کیوں عطا فرمائی تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ علیہ السلام کے اس حکم مبارک میں یہ حکمت مضمر تھی کہ مسلمان جس قبیلے کی طرف بھیجے گئے تھے یعنی قبیلہ بلی حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ کا تعلق اُسی قبیلے سے تھا اور عرب کا یہ دستور تھا کہ وہ قربت اور خاص طور پر ننھیالی رشتہ داری کے واسطے و وسیلے سے اہل قبیلہ کو اسلام کی طرف راغب کیا جائے تا کہ ان کے دِلوں مین اِسلام کی انسیت پیدا ہو سکے پھر آپ علیہ السلام کے اس حکم مبارک میں جو اور مزید حکمتیں پنہاں تھیں ان کے بارے میں حضور علیہ السّلام ہی بہتر جانتے تھے۔ ہم اپنا خیال ظاہر کرنے کی نہ تو ہمّت رکھتے ہیں اور نہ ہی ہمیں ایسا کرنے کی جرأت ہونی چاہئے کیوں کہ غزوہ موتہ کے موقع پر حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو جواب ارشاد فرمایا تھا اسکو سامنے رکھنا چاہیئے۔ اس سلسلے میں وضاحت غزوہ موتہ کے باب میں گزر چکی ہے۔

امیر لشکر کا لشکریوں کو آگ جلانے سے روکنا

اہلِ حق کی یہ جماعت جب دشمن کے بہت قریب پہنچ گئی تو سخت سردی کی وجہ سے اہلِ اسلام کے اعضاء شل ہو چکے تھے انہوں نے آگ جلا کر جسم گرم کرنا چاہے مگر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سختی سے منع کر دیا

کہ کوئی آگ نہیں جلائے گا۔ سب لوگ اس مخالفت سے تنگ آ کر سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا حضرت اس قدر سردی ہے کہ جسم کا ہر حصّہ شل ہو گیا ہے ہماری ضرورت ہے کہ آگ جلا کر جسموں کو گرم کیا جائے مگر امیر لشکر نے آگ جلانے سے سختی کے ساتھ منع کر دیا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس سلسلہ میں بات کی تو انہوں نے فرمایا جس شخص نے آگ جلائی میں اس کو اٹھا کر اُسی آگ میں پھینک دوں گا۔

کُتب سیَر میں آتا ہے کہ حضرت عمر فاروق اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عُمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس سلسلے میں مخالفت کی اور ان کو تنبیہہ بھی فرمائی۔ جسکے جواب میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اے عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ لوگ اس وقت میرے محکوم اور میری زیرِ امارت ہو اس لئے میرا حکم مانتے ہوئے میری فرمانبرداری اختیار کرو۔ یہ جواب سُن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ اسکو اس کے حال پر چھوڑ دو کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں ہم پر اس لئے امیر مقرر کیا ہے کہ جنگ کی مصلحتیں اور رموز و امور کو اچھی طرح جانتے ہیں اسلیئے صبر کرتے ہوئے خاموشی کے ساتھ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم بجالاؤ کیوں کہ آپ علیہ السلام کے حکم میں لازماً حکمتِ جمیلہ اور عاقبتِ حمیدہ پوشیدہ ہے۔

اسلامی فوج کی پیش قدمی

مسلمانوں کی پہلی جماعت کو جب کمک مل گئی تو اس فوج نے دشمن کی طرف پیش قدمی شروع کی اور قضاعہ کے علاقے میں داخل ہو کر اس علاقے کو روندتی ہوئی دور دراز تک جا پہنچی۔ اخیر میں دشمن کے لشکر سے مڈبھیڑ ہوئی لیکن دشمن ایک تو پہلے ہی اپنے گھر خالی کرنے کے بعد فرار ہو چکا تھا۔ پھر اس مڈبھیڑ میں کچھ دیر تک میدان میں کھڑا رہا مگر بہت جلد مغلوب ہو کر بھاگ گیا۔ اور یوں دشمن کی طاقت اِدھر اُدھر بھاگ جانے کی وجہ سے ختم ہی ہو گئی۔ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فتح کا پیغام دے کر مدینہ منورہ روانہ کیا اور یوں یہ فوج کچھ روز اسی مقام پر خیمہ زن رہی۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر روز سواروں کو اطراف میں روانہ کرتے تا کہ دشمن کی منتشر نفری کو ختم کیا جا سکے دشمن کا دُور دُور تک نام ونشان نہ تھا البتہ سوار ہر روز دشمن کے منتشر اونٹ اور بکریاں پکڑ کر لے آتے اور ذبح کرنے کے بعد کھاتے رہے۔

روضۃ الاحباب اور معارج النبوۃ میں آتا ہے کہ جب مُسلمان حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ آنے والی کمک کو لے کر آگے بڑھے تو دشمن اپنے شہر گھر بار چھوڑ کر بھاگ گیا اور یوں اہلِ اسلام کو مالِ غنیمت میں بہت سے اُونٹ اور مویشیوں کی بڑی تعداد حاصل ہوئی اور اس طرح مُسلمان اس مال کے ہمراہ مدینہ منورہ واپس تشریف لائے۔

سَرِیّہ کے دَوران رُونما ہونے والے واقعات اور امیر لشکر کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وضاحت

سَریہ کی کامیابی کے بعد جب یہ فوج لوٹ کر مدینہ منورہ آئی تو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سریہ کے دوران پیش آنیوالے حالات کے بارے میں سب کچھ بتایا گیا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اطاعت کرنا اور حضرت عُمر و رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنی عقل کے مطابق ضد کرنا کے متعلق سُن کر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"رَحِمَ اللہ ابا عبیدۃ"

یعنی "اللہ تعالیٰ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر رحم کرے۔"

پھر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ "تم نے لشکریوں کو آگ جلانے سے کیوں منع کیا؟" انہوں نے جواب دیتے ہوئے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے آگ جلانے سے اس لئے منع کر دیا تھا کہ کہیں دشمن آگ کی روشنی میں ہماری اصل تعداد سے آگاہ نہ ہو جائے اور پھر ہمیں کسی سخت مصیبت سے دو چار ہونا پڑے۔ میرا یہ حکم خالصتاً مصلحت اور ساتھیوں کے فائدہ کے لئے تھا۔

سریہ ذات السلاسل سے واپسی کے بعد حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ غرور و فخر محسوس کرنے لگے کہ اس قدر قلیل عرصہ میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک ان کی اتنی قدر و منزلت ہوگئی ہے کہ جس لشکر کی مجھے امارت سونپی گئی اس لشکر میں جلیل القدر صحابہ جن میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر بہت سی مقرب ہستیاں شامل تھیں۔ ان لوگوں پر مجھے امارت مِل جانا یا ان لوگوں کا مجھے امیر بنانا اس بات کا عیاں ثبوت ہے کہ میں ان لوگوں کی نسبت بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں زیادہ قربت اور بلند مرتبہ رکھتا ہوں۔ لہٰذا اس بات کی مزید تحقیق اور اپنی سوچ کو مزید قوی کرنے کے ارادے سے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے نزدیک آدمیوں میں سے کون محبوب ترین ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا "عائشہ" (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) عرض کیا میں صرف مردوں کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "ان کے والد" یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پھر عرض کیا ان کے بعد آپ نے فرمایا "عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)" اس کے بعد عرض کیا ان کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یکے بعد دیگرے اور بہت سے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے اسماء گرامی لئے۔ اس پر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ چُپ ہو گئے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میرا نام آخر میں ہی آئے۔

اس طرح سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جواب مبارکہ سے ان کی غلط فہمی وگمان دور ہو گیا۔ اہل سیر نے بیان کیا ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس سریہ میں صرف تالیف قلوب کی خاطر امیر مقرر فرمایا تھا۔ (واللہ اعلم)

مأخذ کتب

10: از: مواہب لدنیہ جلد 2 صفحہ 503
2: البدایہ والنہایہ جلد 2 صفحہ 273
3: زرقانی جلد 2 صفحہ 277
4: سیرۃ النبی از ابن ہشام المعروف سیرۃ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 623 تا 626
5: زادالمعاد جلد 2 صفحہ 157
6: مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 448 تا 450

فتح مکہ معظّمہ یعنی فتح عظیم 8 ہجری (20 رمضان المبارک)

فتح مکہ وہ عظیم الشان فتح تھی جسکے بعد تاریخ عرب اور تاریخ عالم نے وہ عیاں اور کامیاب ترین تبدیلی حاصل کی جس کی مثال کرّہ ارض پر نہیں ملتی۔ اس فتح عظیم کی وجہ سے اللہ کریم نے اپنے دین اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عظیم الشان عزّت وعظمت عطا فرمائی۔ اپنے مقدس گھر کو مشرکین کے ناپاک قدموں اور تین سو ساٹھ بتوں کی نحوست سے قیامت تک کے لئے پاک وصاف فرما دیا۔ سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اوّلین فریضہ یہ تھا کہ اللہ کے گھر کو ہر قسم کی آلائشوں سے پاک فرما دیں مگر قریشِ مکّہ نے اسلام کی مخالفت میں ہر وہ حربہ استعمال کر لیا جو ان کے نزدیک ممکن تھا اور اس طرح پورے اکیّس سال کا عرصہ شب وروز مخالفتِ اسلام میں بسر کرنے کے بعد آخر کار دینِ حق کے آگے ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو گئے اور یوں ربِّ کائنات نے اپنے دین کا ہر سو بول بالا فرمایا دشمنِ اسلام ذلیل وخوار ہوئے اور دین اسلام غالب وقوی ہوا۔

مکّہ مکرمہ زادہا اللہ تعظیماً وتشریفاً اسی سال رمضان المبارک 8 ہجری بمطابق جنوری 630ء میں فتح ہوا۔ اہلِ حق کی یہ فتح نہایت ہی عیاں اور ظاہر تھی قرآن کریم میں اسکے بارے میں آیت مبارکہ نازل ہو چکی تھی۔ (سورۃ فتح آیت 1): اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا: ''ہم نے بے شک اے حبیب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ کو روشن فتح عطا فرمائی''۔ کچھ مفسرین اس آیت کریمہ کے بارے میں یہ خیال رکھتے ہیں کہ اس فتح سے مراد صلح نامہ حدیبیہ ہے۔ گو یہ صلح نامہ بھی فتح عظیم کا پیش خیمہ ضرور تھی مگر یہاں اس فتح سے مراد فتح مکہ ہی ہے۔ جس کے بعد اطراف عرب میں دین اسلام کا مکمل راج قائم ہوا اور ہر سو امن وامان کے سوتے پھوٹنے لگے۔ اللہ کریم نے اس فتح کے ذریعے اپنے

دین کو دیگر ادیان پر غالب فرمایا لشکرِ اسلام کو عزت و بلندی عطا کی اور اپنے حرم پاک کو امن کی جگہ قرار دیا۔اس فتح عظیم پر زمین و آسمان کے رہنے والوں نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبارکباد پیش کی۔اس فتح عظیم کے نتیجہ میں اطراف عرب سے لوگ جوق در جوق دینِ اسلام میں داخل ہونے لگے اور یوں کرہ ارض کا چہرہ چمک دمک اور نورانی روشنی سے روشن ہوگیا۔

(از: زادالمعاد جلد 2 صفحہ 160)

(مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 454)

(مواہب لدنیہ جلد 2 صفحہ 506)

(البدایۃ والنہایۃ جلد 4 صفحہ 187 وغیرہ)

تاریخِ اسلام ہو تاریخ عالم ہو یا کسی جگہ و علاقہ کی تاریخ ایک تاریخ نگار کے لئے اشد ضروری ہے بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ اس امر کے بغیر تاریخ لکھی ہی نہیں جاسکتی تو غلط نہ ہوگا یعنی کسی بھی واقعہ جنگ یا سریہ کا ذکر کرنے سے پہلے اُسکے رونما ہونے کے اسباب لکھنا لازمی ہیں یہاں بھی اسی اصول کو سامنے رکھتے ہوئے فتح مکہ کے اسباب تحریر کرنا ضروری ہے تاکہ سیرت کا مطالعہ کرنے والے اپنے علم و فضل میں اضافہ کرسکیں۔

فتحِ مکّہ معظّمہ کے اسباب

فتح مکہ کے مختلف اسباب ذیل میں تفصیل کے ساتھ درج کئے جاتے ہیں۔دُعا ہے کہ اللہ کریم ان کو حق کی روشنی میں اس طرح تحریر کرنے کی طاقت عطا فرمائے جس طرح یہ اسباب و واقعات پیش آئے ہیں۔

بنو بکر اور بنو خزاعہ میں جنگ

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوہ موتہ کے بعد جمادی الثانی ور جب کے مہینوں میں مدینہ منورّہ میں ہی تشریف فرما رہے گو ان ایام میں چند سریے مختلف اطراف کی طرف روانہ فرمائے۔لیکن خود مدینہ منورہ میں ہی رہ کر انکو ہدایات سے سرفراز فرماتے رہے۔عرب اور اطرافِ عرب کے لوگ عرصہ اکیس سال سے اسی انتظار میں بیٹھے تھے کہ دیکھیں اگر مسلمان دوبارہ مکہ مکرمہ میں داخل ہوسکے تو ان کے دین کو قبول کرلیا جائے گا لہٰذا اس فتح کے بعد لوگ جوق در جوق دائرہ اسلام میں داخل ہونے لگے۔

بنو بکر اور بنو خزاعہ میں عرصہ دراز سے جانی دشمنی چلی آرہی تھی۔قبیلہ بنی بکر نے قبیلہ بنی خزاعہ پر اس وقت حملہ کیا جب وہ لوگ اپنے پانی کے چشمے ''وتیر'' پر تھے۔یہ چشمہ اسفل مکہ میں واقعہ ہے (ان دونوں قبیلوں میں جنگ ہونے کی وجہ یہ تھی کہ قبیلہ بنو حضرمی کا ایک آدمی جس کا نام مالک بن عباد تھا۔تجارت کی غرض سے اُدھر آنکلا وہ جب قبیلہ بنو خزاعہ کے علاقے سے گزر رہا تھا تو خزاعیوں نے حملہ کرکے اسکو قتل کردیا اس کا مال و اسباب وغیرہ لوٹ لیا۔مرنے

والا شخص قبیلہ حضرمی سے تعلق رکھتا تھا جو کہ اسود بن ازن کے حلیف تھے قبیلہ بنو بکر کو جب حضرمی کے قتل کا معلوم ہوا تو انہوں نے جواباً قبیلہ بنوخزاعہ کے ایک شخص کو قتل کر دیا اور یوں ظہورِ اسلام سے قبل قبیلہ بنوخزاعہ نے اسود بن ازن دیلی کے بیٹوں، اسلمی، کلثوم اور ذویب کو عرفات میں حرم کی سرحد پر اس جگہ قتل کر دیا۔ جہاں حدود حرم کے نشان کے طور پر پتھر نصب تھے پھر یہ قتل و غارت کا سلسلہ ایسا شروع ہوا کہ آخر صلح نامہ حدیبیہ کے وقت اس میں وقتی طور پر کچھ کمی واقع ہوئی۔

(از: سیرۃ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 459)

صُلح نامہ حُدیبیہ کی شرط

قبیلہ بنو بکر اور بنوخزاعہ میں دشمنی چل رہی تھی کہ آفتابِ عالم کا ظہور ہوا اور یوں دینِ حق ان دونوں کے درمیان یوں آکر حائل ہو گیا کہ بنوخزاعہ والے اسلام نہ لانے کے باوجود مسلمانوں کے ساتھ ہمدردی کے جذبات رکھتے تھے پھر جب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قریش کے درمیان حدیبیہ کے مقام پر صلح نامہ تحریر کیا گیا تو اس میں ایک شرط یہ بھی طے پائی کہ قبائل عرب دونوں فریق میں سے جس کے ساتھ چاہیں معاہدہ کر لیں کسی فریق کو اعتراض نہیں ہوگا اور یوں حلیف قبیلے پر اگر کسی نے حملہ کیا تو وہ فریق پر ہی حملہ تصوّر کیا جائے گا اور یوں ہر فریق ہر میدان میں اپنے حلیف کی مدد کرے گا۔ اس شرط کے مطابق قبیلہ بنوخزاعہ مسلمانوں کے ساتھ شریک ہو گیا جبکہ بنو بکر قریش کے حلیف بن گئے۔

بنو بکر کی بنوخزاعہ کے ساتھ زیادتی

جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے بنوخزاعہ اعلانِ نبوت کے وقت سے ہی مسلمانوں کے ساتھ ہمدردی رکھتے تھے۔ گو یہ لوگ ایمان نہیں لائے تھے مگر قریش کی بجائے مسلمانوں کے زیادہ خیر خواہ تھے۔ بنو بکر اور بنوخزاعہ کے درمیان کیونکہ دورِ جاہلیت سے ہی دشمنی چلی آرہی تھی جس کے نتیجہ میں ان کے درمیان کئی جنگیں لڑی جا چکی تھیں۔ جب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلانِ نبوت فرمایا تو مسلمانوں اور دین حنیف میں دلچسپی لینے کی وجہ سے یہ دونوں قبیلے کچھ عرصہ کے لئے اپنی دشمنی سے باز آگئے اور پھر جب صلح نامہ حدیبیہ تحریر ہوا اور ان دونوں نے مسلمانوں اور قریش کے ساتھ اپنی وابستگی ظاہر کی اور یوں اطمینان حاصل کرنے کے بعد پھر اپنی پرانی دشمنی کی طرف متوجہ ہوئے۔

ایک روز بنو بکر کا ایک شخص سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجو بیان کر رہا تھا اسی جگہ بنوخزاعہ کا بھی ایک آدمی موجود تھا۔ اس نے ہجو کرنے والے کو اس فعل سے رُک جانے کو کہا مگر وہ باز نہ آیا جس کے نتیجہ میں خزاعہ کے شخص نے ہجو کرنیوالے بنو بکر کے آدمی کا منہ اور سر توڑ دیا۔ زخمی بنو بکر کے پاس جا کر فریادی ہوا۔ بنو بکر کی ایک شاخ نفاثہ کے لوگ بنوخزاعہ سے بدلہ لینے کو تیار ہو گئے۔ ایک اور روایت میں یوں آتا ہے کہ جب بنو بکر نے دیکھا کہ صلح نامہ کے تحت

قریش کی عیاں ہمدردیاں اُن کے ساتھ شامل ہیں۔تو انہوں نے بنو اسود کے خون کا بدلہ لینے کے لئے جو گزشتہ زمانہ میں مقامِ وتیر پر ہو چکا تھا۔ بنوخزاعہ سے خون بہا کا مطالبہ کر دیا انکار کی وجہ سے یہ لوگ بنوخزاعہ کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے۔

بہر حال بنو بکر نے اپنے حلیف قریش سے مدد طلب کی تو قریش کی ایک جماعت جس میں عکرمہ بن ابو جہل، صفوان بن امیہ اور سہل بن عَمر و حویطب ابن عبد العزّیٰ، شیبہ بن عثمان وغیرہم شامل تھے نہ صرف مدد دینے پر تیار ہو گئے بلکہ ان لوگوں نے اپنے چہروں کو تبدیل کر کے ذاتی طور پر بنو بکر کے ساتھ مل کر بنوخزاعہ پر حملہ کر دیا ان لوگوں نے کیوں کہ شب خون مارا تھا۔ جس کے نتیجے میں بنوخزاعہ کے بہت سے لوگ قتل ہو گئے۔ بنوخزاعہ کے لوگ حرم پاک میں پناہ گزیں ہوئے تو حملہ آور حرم پاک میں داخل ہوئے۔ بنوخزاعہ کے لوگوں نے بلند آواز سے بنو بکر کے سردار نوفل بن معاویہ کو پکار کر کہا کہ اے اللہ کے بندو! حرم پاک کی پاکیزگی اور حرمت کا تو خیال کرو اور اس قتال سے باز آجاؤ۔ نوفل بن معاویہ نے کہا بے شک یہ بات بڑی اہم ہے جیسا کہ مجھے اچھی طرح علم ہے مگر آج تمہاری بات ماننے کا وقت نہیں ہے اور یوں قتال جاری رکھا جسکے نتیجہ میں بنوخزاعہ کے 20 آدمی قتل ہو گئے۔قریش جو اس قتال میں چہروں کو چھپا کر حصّہ لے رہے تھے۔ان کا خیال تھا کہ ان کو آج کوئی نہیں پہچان سکے گا۔

(از: مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 456)

بنو بکر نے بنوخزاعہ کے جس منبہ نامی آدمی کو قتل کیا تھا۔ وہ ایک کمزور دِل اور نحیف شخص تھا یہ اپنے ایک دُوسرے ساتھی تمیم بن اسد کے ہمراہ گھر سے نکلا تھا جب اس نے دیکھا کہ وہ بنو بکر کے گھیرے میں آچکے ہیں تو اس نے تمیم سے کہا کہ میں تو ایک کمزور اور بے کار آدمی ہوں مجھے بنو بکر قتل کریں تو کوئی فرق نہیں پڑتا مگر تم تندرست جوان آدمی ہو اپنی جان بچاؤ چنانچہ تمیم بن اسد کسی نہ کسی طرح سے بنو بکر کے ہاتھوں سے بچ گیا۔ جبکہ بکر نے منبہ کو چشمے وتیر پر قتل کر دیا۔

(از سیرتِ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 420)

تمیم بن اسد کے اشعار

تمیم بن اسد جب مقام وتیر سے منبہ کو بنو بکر کے رحم وکرم پر چھوڑ کر اپنی جان بچانے کیلئے بھاگ کر مکّہ میں بُدیل بن ورقاء کے گھر میں پناہ گزیں ہوا اور پھر امن میں آنے کے بعد اس نے عذر پیش کرتے ہوئے اشعار کہے جن میں اس امر کی وضاحت کی کہ میں منبہ کو بنو بکر کے رحم وکرم پر چھوڑ کر کیوں بھاگ گیا۔ اشعار ترجمہ کے ساتھ تحریر کئے جاتے ہیں:

اَشْعَار

لَمَّا رَ اَیْتُ بَنِی نَفَا ثَۃَ اَقْبَلُو ا
یَغْشَوْنَ کُلَّ وَتِیْرَ ۃٍ وَحِجَا بِ
صَخْرٌ وَرَزْنَاً لاَ عَرِ یْبَ سِوَاھُمْ
یُزْجُوْنَ کُلَّ مُقَلَّصٍ خَنَّا بِ
وَذَکَرْ تُ ذَ حْلاً عِنْدَ نَا مُتَقَا دِ مًا
فِیْمَا مَضٰی مِنْ سَا لِفِ الْاَ حُقَابِ
وَ نَشِیْتُ رِیْحَ الْمَوْتِ مِنْ تِلْقَآ ھِمْ
وَرِھُبتُ وَقْعَ مُھَنَّدٍ قَضَابِ
وَعَرَفْتُ اَنْ مَّنْ یَثْقُفُوْ ہُ تَیْر کُوْ ا
لَحْمًا لِمُجْرِ یَۃٍ وَ شَلْوِ غُرَابٖ

(ترجمہ)''جب میں نے دیکھا کہ خودرو جھاڑیوں کی پوداور حشرات الارض کی طرح لاتعداد لوگ آ کر ہر پھیلی ہوئی پتھریلی اور نرم اونچی اور نشیبی زمین پر چھا گئے اور ان کے سوا وہاں اور کوئی نہیں پھر ان کا ہر آدمی بڑے بڑے نتھنوں والے بہترین ہوشیار گھوڑے پر سوار ہو کر چلا آتا ہے۔ جب مجھے ان کا وہ خوں بہا بھی یاد آ گیا جو گزشتہ کئی برسوں سے ہم پر واجب الا دا چلا آتا ہے۔ جب میں نے ان کی طرف سے موت کی بو سونگھ لی اور پھر کاٹ کر رکھ دینے والی ہندی تلوار کی مار کی مجھ پر ہیبت طاری ہو گئی اور جب میں نے محسوس کر لیا کہ جو ان کے ہاتھ آ جائے گا وہ اُن سے نہیں بچ سکے گا اور یہ اسکو کاٹ کر شیرنی اور اسکے بچے کے لئے بطور خوراک اس کا گوشت مہیا کریں گے۔ جس کا بچا کھچا بعد میں کوّوں کی خوراک بنے گا۔''

اشعار

قَوَّ مَتُ رِجْلاً لاَ اَخَافُ عِثَارَ ھَا
وَطَرِ حْتُ بِالْمَتْنِ الْعَرَاءِ ثِیَا بِی
وَنَجَوْ تُ لاَ یَنْجُوْ انجَائِی اَحْقَت''
عِلْج'' اَقَبُّ مُشَھَّرَ الاَ قْرَ ابِ

تَلْحیَ وَلَو شَہِدَ تْ لَکَا نَ نَکِیْرُ ھَا
بَو لاَّ یَبُلُّ مَشَافِرَ الْقَبْقَابِ
اَلْقَوْ مُ اَعْلَمُ مَاتَرَ کْتُ مُنَبِّھَا
عَنْ طِیْبِ نَفْسٍ فَاسَأَلِیْ اَصْحَا بِیْ

ترجمہ: ''یہ سب منظراور یہ سارا حال دیکھ کر میں نے اپنے پاؤں کو سیدھا کرلیا، جسکے ٹھوکر کھانے کا بھی مجھے ڈر نہ تھا۔اپنے کپڑوں کو اس برہنہ زمین پر پھینکا اور پھر بھاگ کر اپنی جان بچائی۔جس طرح میں نے بھاگ کر اپنی جان بچائی اس طرح تو ہلکے پیٹ والا جنگلی گدھا بھی بھاگ کر اپنی جان نہیں بچا سکتا۔وہ مجھے ملامت کرتی ہے حالانکہ اگر وہ خود دیکھ لیتی تو اسکے پیشاب سے اِردگرد تر ہو جاتا۔ ہمارے آدمیوں کو اچھی طرح معلوم ہے کہ میں نے منبہ کو خوشی سے نہیں چھوڑا تھا۔پس تو میرے ساتھیوں سے پوچھ سکتا ہے۔(پوچھ لے)

احزر بن لعط دیلی کے اشعار

بنوکنانہ جو کہ بنوبکر کی ہی ایک شاخ ہے اور بنوخزاعہ کی ایک شاخ بنوکعب کے درمیان جو یہ جنگ لڑی گئی اسکے بارے میں بنوکنانہ کے احزر بن لعط دیلی نے جو اشعار کہے۔وہ ترجمہ سمیت پیش کئے جارہے ہیں۔

اَلاَ ھَل اَتٰی قُصْوَ ی الْاَ حَا بِیْشَ اَنَّنَا
رَدَدْنَا بَنِیْ کَعْبِ بِاَ فْوَ قِ نَا صِلِ
حَبَسَنَا ھُم فِیْ دَارَۃِ الْعَبْدِ رَافِعٍ
وَعِنْدَ بُدَیْلٍ مَجسًا غَیْرَ طَا ئِلِ
بِدَ ارِ الذَّلِیْلِ الْاٰ خِذِالضَّیْمِ بَعْدَ مَا
شَفَیْنَا النُّفُوْسَ مِنْھُمْ بِا لُمَنَا صِلِ

(ترجمہ) بتاؤ کیا قریش کے اعلےٰ حلیفوں کو یہ خبر مل گئی ہے کہ ہم نے ایسے تیروں سے جن کے کنارے ٹوٹے ہوئے تھے بنوکعب کا منہ پھیر دیا۔ہم نے رافع غلام کے گھر میں اور بدیل کے پاس انہیں قید کر کے محض مجبور بنا دیا۔ہم نے ان کو ایسے ذلیل آدمی کے گھر میں قید کر دیا جو ذلت اور ظلم کو بڑی خوشی سے برداشت کر لیتا ہے اور یہ سب کارروائی ہم نے اس وقت کی جب ہم نے تلوار سے اپنے دلوں کی پیاس بجھائی۔

اشعار

حَبَسْنَاهُم حَتّٰی إِذَا طَا لَ یَوْ مُهُمْ
نَفَحْنَا لَهُم مِنْ كُلِّ شِعبٍ بِوَابِلِ
نُذَلَجَّهُمْ ذَبْحَ التَّيُوْ سِ كَاَ نَّنَا
اُسُوْ دٌ تَبَا رِی فِیْهِم بِا لْقَوَ اصِلِ
هُمْ ظَلَمُوْ نَا وَاعْتَدَ وْفِی مَسِیْرِ هِمْ
وَ كَا نُوْ الَّذِ ی اْلاَ نْصَا بِ اَوَّلَ قَا تِلِ
كَاَ نَّهُمْ بِا لجِزْ عِ اِذْیُطَرُ دُوْنَهُمْ
بِفَا ثُوْرَ جُفَّانَ النَّعَامِ الْجَوَ افِلِ

(ترجمہ)''ہم نے انہیں بند رکھا یہاں تک کہ جب خاصا عرصہ ہوگیا تو ہم نے تیروں اور نیزوں کی اندھا دھند بارش ہی کردی۔ ہم ان کو اس طرح ذبح کر رہے تھے۔ جیسے مینڈھے ذبح کرتے ہیں۔ گویا ہم شیر تھے جوان کو دانتوں سے چیر پھاڑ رہے تھے۔ انہوں نے ہم پر ظلم کیا تھا۔ راستے میں ہم پر حملہ کیا تھا اور حرم کے علاقائی پتھروں کے پاس قتل کرنے میں ان کے آدمی نے ہی پہل کی تھی۔ گویا وہ فاثور (مکہ کے ایک پہاڑ کا نام ہے) میں انہیں اس طرح بھگا رہے تھے، جس طرح شترمرغ کے تیز بھاگنے والے بچوں کو بھگایا جاتا ہے''۔

(ابن اسحاق از سیرۃ ابنِ ہشام جلد 2 صفحہ 462)

بدیل بن عبد مناۃ کے اشعار

بدیل بن عبد مناۃ جس کو بدیل ابن اُمّ احرم بھی کہا جاتا ہے اور اس کا تعلق بنوکعب یعنی بنوخزاعہ کی شاخ سے ہی تھا۔ بنوبکر کے احرز بن لعط دیلی کے جب اشعار سُنے جن میں اس نے اپنے قبیلے کی بہادری کو بڑی شہرت، تعریف اور شدومد سے بیان کیا تھا تو اس نے جواباً درج ذیل اشعار کہے جن میں اپنے قبیلے بنوخزاعہ کی تعریف کرتے ہوئے فخریہ انداز اختیار کیا ہے وہ اشعار اُردو ترجمہ کے ساتھ تحریر کئے جاتے ہیں۔

اشعار

1. تَفَاقَد قَوْ مٌ يَفْخَرُ وْنَ وَلَمْ نَدَعُ
لَهُمْ سَيِّدَ انِيُدُ وْهُمْ غَيْرَ نَا فِلِ

2. اَمِنْ خِیفَةِ القَوْمِ الْاُلٰی تَزْوَرَیُهِمْ
تُجِیزَ الْوَتِیرَ خَائِفاً غَیْرَ آئِلِ

3. وَفِیْ کُلِّ یَوْمٍ نَحْنُ نَحْبُوْ حِبَاءَ نَا
لَعَقْلٍ وَلَا یُحْیَی لَنَا فِی الْمَعَاقِلِ

4. وَنَحْنُ صَبَحْنَا بِالتَّلَاعَةِ دَارِکُم
بِاَسْیَافِنَا یَسْبِقْنَ لَوْمَ الْعَوَاذِلِ

5. وَنَحْنُ مَنَعْنَا بَیْنَ بَیْضٍ وَعِتْوَةٍ
اِلٰی خَیْفِ رَضْوَی مِنْ مُجَرِّ الْقَنَابِلِ

6. وَیَوْمَ الْغَمِیْمِ قَدْتَکَفَّتَ سَاعِیًا
عُبَیْس" فَجِعْنَاهُ بِجَلْدٍ حُلَاحِلِ

7. کَذَبْتُمْ وَ بَیْتِ اللهِ مَا اِنْ قَتَلْتُمْ
وَلٰکِنْ تَرَکْنَا اَمْرَکُم فِیْ بَلَابِلِ

ترجمہ

1: جولوگ اظہار فخر کر رہے ہیں وہ ایک دوسرے کو کھو بیٹھے ہیں اور ہم نے نوفل کے سوا ان کا ایک بھی سردار نہیں چھوڑا جوان کو آواز دے کر مجلسیں قائم کر سکے۔

2: کیا تم اس جماعت کے ڈر سے جسکی تم ہجو بیان کر رہے ہو ان کے خوف کے بغیر وتیر کے مقام سے گزر سکتے ہو۔ ڈرتے ڈرتے ہی گزرو گے پھر لوٹ کر کبھی نہ آسکو گے۔

3: اور ہم تو ہر روز کسی نہ کسی دیت کا معاوضہ ادا کرتے رہتے ہیں کیونکہ ہم مارتے ہیں تو پھر دیت بھی دیتے ہیں۔ مگر یہ نہیں ہوتا کہ کوئی ہمیں دیتیں ادا کرے کیونکہ نہ ہمیں کوئی مارتا ہے اور نہ ہی دیت ادا کرنے کا وقت آتا ہے۔

4: اور ہم بنو کنانہ کے چشمے قلاعہ میں تمہارے گھروں پر صبح ہی صبح حملہ آور ہوتے ہیں۔ ہمارے ہاتھ میں تلواریں ہوتی ہیں۔ جو ملامت کرنے والی عورتیں ہیں ان کی ہرگز ہرگز پرواہ نہیں کرتیں۔

5: اور ہم بنو کنانہ کی منزل بیض اور ان کے چشمے عتوۃ سے رضو پہاڑ (یہ پہاڑ مدینہ منورہ کے قریب ہے) کے دامن تک تمہارے گھوڑوں کے دستے گزرنے میں رکاوٹ بنے رہتے ہیں۔

6: اور غمیم (یہ مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ کے درمیان ایک مقام ہے) کی جنگ میں تمہارا کوئی آدمی راستہ چھوڑ کر

بھاگتا ہوا گزرتا تھا تو ہمارا تیز سوار راستے میں ہی اس گزرنے والے کو قتل کر دیتا تھا۔

7: بیت اللہ کی قسم تم جھوٹ کہتے ہو۔ یہ بات نہیں کہ تم نے ہم سے قتال کیا ہے اور پھر ہم نے تمہیں پریشانی میں ڈال دیا ہے۔

(ابنِ اسحٰق از سیرۃ ابنِ ہشام جلد 2 صفحہ 464)

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا بنوبکر کی زیادتی سے باخبر ہونا

قریش نے جب بنوبکر کے ساتھ مل کر بنوخزاعہ کا حرم کعبہ میں قتل عام کیا قریش کے جوان اپنے چہروں کو اس وقت تبدیل کرنے کے بعد چھپائے ہوئے تھے یعنی آج کی اصطلاح میں وہ لوگ میک اپ (make-up) کئے ہوئے تھے اس لئے ان کا خیال تھا کہ ہمیں کوئی نہیں پہچان سکے گا۔ مگر اُسی رات سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ان کی اس ذلیل حرکت کا علم ہو گیا۔

ام المومنین سیّدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ جس روز بنوبکر نے بنوخزاعہ پر حملہ کیا اور یوں قریش نے عہد و پیمان توڑ دیا تو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اس بات کا علم ہو گیا انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ ''قریش نے کیا ہوا عہد و پیمان توڑ دیا ہے''۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کیا قریش عہد توڑنے میں دلیری دکھائیں گے جبکہ تلوار نے ان کو فنا کر دیا ہے آپ نے فرمایا کہ ''ان لوگوں نے اس عہد کو اس معاملہ کی خاطر توڑ دیا ہے جسے خُداوند کریم نے اُن کے ساتھ چاہا ہے''۔ میں نے عرض کیا یہ معاملہ خیر ہے یا شر؟ فرمایا ''انشاءاللہ خیر ہی کا معاملہ ہوگا''

(از: مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 456)

(رِوایت از: اُم المومنین سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا)

''ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ سیدہ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ ایک رات میں نے سُنا کہ وضو کے دوران سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا ''لبّیک لبّیک'' پھر تین دفعہ فرمایا ''نُصرتُ نُصرتُ نُصرت''، یعنی ''میں مدد کرتا ہوں، میں مدد کرتا ہوں، میں مدد کرتا ہوں''۔ میں آپ علیہ السلام کے نزدیک گئی اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو وضو کے دوران باتیں کرتے ہوئے سُنا ہے کیا کوئی شخص موجود تھا۔ جس کے ہمراہ آپ علیہ السلام گفتگو فرما رہے تھے آپ علیہ السلام نے فرمایا ''ہاں یہ شخص راجز (رجز پڑھنے والا) بنی کعب سے تھا جو بنوخزاعہ سے ہے اور اس نے مجھ سے مدد طلب کی ہے۔ اس نے مجھے بتایا کہ بنوبکر نے قریش کے ساتھ مل کر بنوخزاعہ پر شب خون مارا ہے''۔

(حدیث شریف: معجم صغیر میں طبرانی نے حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے)

بَنوخُزاعہ کی سَرکارِدوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مدد کی درخواست

جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ بنوبکر نے قریش کے ساتھ مل کر بنوخزاعہ پر شب خون مار کر ان کے بہت سے لوگ قتل کر دیئے اور یوں ان لوگوں نے عہد و میثاق خود ہی لالچ اور اپنی پرانی جاہلانہ فطرت کی بنا پر توڑ دیا جو ان لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کیا ہوا تھا۔ اس خونی واقعہ کے بعد بنوخزاعہ کا ایک شخص عَمرو بن سَالم خزاعی اور بنوکعب کا ایک آدمی (سیرت حلبیہ میں ہے کہ ان میں بدیل ابن ورقاء خزاعہ بھی تھا۔ عمرو بن سالم بنی خزاعہ کا سردار تھا جو چالیس سواروں کے ساتھ بستی بنی خزاعہ سے روانہ ہو کر آپ علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا) مکّہ مکرمہ سے چل کر مدینہ منورہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور فریاد کی اس نے مسجدِ نبوی میں داخل ہو کر جب کہ آپ علیہ السلام لوگوں کے درمیان تشریف فرماتھے اِن اشعار میں فریاد کی:۔

اشعار

1. یَا رَبِّ اِنیّ نا شِد" مُحَمَّدً (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم)
حِلْفَ اَبِیْنَا وَاَبِیْهِ الْاَ تْلَدَ ا
2. قَدْ کُنْتُمْ وُلَدًا وَکُنَّا وَالِدًا
ثُمَّتَ اَسْلَمْنَافَلَمْ نَنْزِ عُ یَدًا

ترجمہ: اے پروردگار! میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اپنے اور ان کے آباؤاجداد کا قدیم معاہدہ یاد دلاتا ہوں۔ اے محمد اور آلِ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تم ہماری ہی نسل ہو اور ہمارے اندر کے لوگ ہی تم لوگوں کو جننے والے ہیں۔ اِسی وجہ سے ہم نے صلح کرلی اور اپنا ہاتھ نہیں کھینچا۔

ایک اہم وضاحت

(اِن اشعار میں اس قدیم عہد کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو قدیم سے ہی بنو ہاشم اور بنوخزاعہ کے درمیان عبدالمطلب کے زمانہ سے چلا آرہا تھا۔ جس کا ذِکر کتابِ ہٰذا کے ابتدائی باب میں گزر چکا ہے۔ پھر ان اشعار میں اس بات کا ذکر کیا گیا ہے کہ ہمارے لوگوں نے ہی آل ہاشم کو جنم دیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ عبدِمناف کی والدہ یعنی قصّی کی بیوی حبی بنوخزاعہ کی بیٹی تھی اسلیئے پورا خاندانِ نبوّت بنوخزاعہ کی اولاد ٹھہرا۔ ان اشعار میں اسی طرف اشارہ کیا گیا ہے)

اشعار

3. فَانْصُرْ هَدَاكَ اللهُ نَصْراً اَعْتَدَا
وَادْعُ عِبَادَ اللهِ يَاتُوْ امَدَدَا

4. فِيهِمْ رَسُوْلُ اللهِ قَدْ تَجَرَّدَا
اِنْ سِيمَ خَسْفًا وَجْهُهُ تَرَبَّدَا

5. فِيْ فَيْلَقٍ كَالْبَحْرِيَجْرِي مُزْبِدَا
اِنَّ قُرَيْشًا اَخْلَفُوْكَ الْمَوْعِدَا

ترجمہ:

3: پس اللہ آپ علیہ السلام کو توفیق دے آپ علیہ السلام ہماری فوراً مدد فرمائیں اور اللہ کے بندوں کو طلب فرمائیں کہ وہ ہماری کمک کے لئے حاضر ہو جائیں۔

4: ان خدا کے بندوں میں اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) موجود ہیں۔ جو واحد و منفرد ہستی رکھتے ہیں کہ جب آپ کو زیادتی کا ہدف بنایا جاتا ہے تو ان کے چہرے کا رنگ بدل جاتا ہے۔

5: اس وقت وہ لشکرِ عظیم کے ہمراہ جھاگ اچھالتے سمندر کی مانند سامنے آجاتے ہیں۔ یقیناً قریش نے آپ کے ساتھ وعدہ خلافی کی ہے۔

اشعار

6. وَنَقَضُوْامِيْثَاقَكَ الْمُرْءَ كَّدَا
وَجَعَلُوْ الِيْ فِيْ كَدَاءٍ رُصَّدَا

7. وَزَعَمُوْااَنْ لَسْتُ اَدْعُوْاَحَدَا
وَهُمْ اَذَلُّ وَاَقَلُّ عَدَدَا

8. هُمْ بَيَّتُوْنَا بِالْوَتِيْرِ هُجَّدَا
وَقَتَّلُوْنَا رُكَّعًا سُجَّدَا

ترجمہ:

6: انہوں نے میثاق توڑ دیا ہے جو نہایت مؤکد تھا اور مقامِ کداء میں میرے لئے لوگوں کو گھات میں بٹھایا۔ (مقام کداء مکہ مکرمہ کے بالائی حصّہ کا ایک مقام ہے)

7: اور انہوں نے سمجھ لیا کہ میں کسی کو اپنی مدد کے لئے نہیں بلا سکتا اور خود ان کا حال یہ ہے کہ نہایت ذلیل اور

تعداد میں بہت کم ہیں۔

8: انہوں نے وتیر کے مقام پر شب خون مارا جب ہم سوئے ہوئے تھے اور رکوع وسجود کی حالت میں ہمیں قتل کیا۔(یعنی ہمیں اس حالت میں قتل کیا کہ ہم اسلام لے آئے تھے)

(از: سیرۃ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 424)

(مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 457)

(شرح معانی الاثار از امام طحاوی، روض الانف، زرقانی)

(فتح الباری جلد 7 صفحہ 299 وغیرہ)

بدیل بن ورقہ کی مدینہ منورہ میں حاضری

عمرو بن سالم خزاعی اپنے ساتھیوں کے ہمراہ جنکی تعداد چالیس سوار تھی مدینہ منورہ آ کر بنوبکر کی بدعہدی کے بارے میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو آگاہ کر چکا تھا کچھ روز بعد ہی بدیل بن ورقہ بھی حاضرِ خدمت ہوا اس کے ہمراہ بھی کچھ خزاعی تھے اس نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بنوبکر کے ہاتھوں ہونے والے پورے نقصان کی تفصیل عرض کی اور یہ بھی عرض کیا کہ قریش نے کس طرح بھیس بدل کر بنوبکر کے ساتھ مل کر شب خون میں حصّہ لیتے ہوئے بنوخزاعہ کا قتال کیا۔

جب یہ وفد حاضرِ خدمت ہوکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مکمل حالات عرض کرنے کے بعد واپس جا رہا تھا تو راستے میں ابوسفیان سے ملاقات ہوئی جو کہ اپنی غلطی کا اندازہ لگانے کے بعد سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں صلح نامہ کی تجدید کے لئے آ رہا تھا۔ راستے میں ابوسفیان نے مقام عسفان پر بدیل بن ورقہ سے اچانک ملاقات کی۔ اس نے بدیل سے پوچھا تم کہاں سے آ رہے ہو۔ بدیل نے جواب دیا کہ وادی کے اندر ساحل پر بنوخزاعہ کے لوگوں میں گھومنے گیا تھا ابوسفیان کو یقین تھا کہ بدیل بن ورقہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ملاقات کے بعد واپس آ رہا ہے۔ بدیل کے جواب سے وہ مطمئن نہ ہوا۔ بدیل جب مکّہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوگیا تو ابوسفیان نے اپنے خیال کو مزید تقویت دینے کی غرض سے بدیل کے اونٹ جہاں بندھے تھے اس جگہ گیا وہ جانتا تھا کہ اگر بدیل بن ورقہ مدینہ منورہ سے آ رہا ہے تو اس نے اپنے اونٹ کو مدینہ منورہ کی کھجوروں کی گٹھلیاں ضرور کھلائی ہونگی۔ تو اسنے اونٹ کی مینگنیاں اٹھا کر توڑیں تو ان سے مدینہ منورہ کی کھجوروں کی گٹھلیاں نکلیں۔ اب ابوسفیان کو یقینِ کامل ہوگیا کہ بدیل بن ورقہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے مِل کر ہی آ رہا ہے۔ بہرحال ابوسفیان نے مدینہ منورّہ کی طرف اپنا سفر جاری رکھا تا کہ جس مقصد کے لئے وہ آیا ہے اس کو پورا کیا جا سکے۔ (واللہ اعلم)

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عَمرو بن سَالم کو جواب

جیسا کہ گزشتہ صفحات میں ذِکر ہو چکا ہے کہ عَمرو بن سَالم خزاعی نے مدینہ منورہ جا کر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں بنو بکر کی بدعہدی اور شدید زیادتی کا حال بتا کر مدد کی درخواست کرتے ہوئے چند اشعار پڑھے تھے۔ جب وہ درخواست کے الفاظ بشکل اشعار کہہ چکا تو ان کو سن کر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی جگہ کھڑے ہو گئے حضور علیہ السلام کے مبارک کپڑے زمین پر گھسٹ رہے تھے فرمایا:

''میری مدد نہ ہوگی اگر میں نے تمہاری مدد بالکل ایسے نہ کی جس طرح میں اپنی مدد خوُد کرتا ہوں''۔ آپ علیہ السلام نے یہ الفاظ مبارک نہایت ہی اتحاد اور اخلاص سے ادا فرماتے ہوئے بنو خزاعہ سے اپنا تعلق ظاہر فرمایا۔ ان لوگوں کو تسلی دی۔ آسمان پر بادل چھایا ہوا تھا۔ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ''بادل فریاد کر رہا ہے اور بنو خزاعہ وکعب کی مدد کی خبر دے رہا ہے''۔ پھر مزید فرمایا ''تم لوگ اپنے علاقے میں واپس چلے جاؤ فتح ونصرت کے دن قریب آ چکے ہیں''۔ اس کے بعد دریافت فرمایا ''اے عَمرو کیا بنو بکر کے سب لوگ اس شب خون میں شریک نہیں تھے بلکہ صرف بنو نفاثہ اور سردار نوفل اس میں شریک تھے''۔ آپ نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ ''میں دیکھ رہا ہوں ابو سفیان مدینہ منورہ پہنچنے والا ہے تاکہ مجھے صلح نامہ میں تجدید کی درخواست کرے مگر وہ ناکام ونامراد مکّہ مکرمہ واپس جائیگا''

(از: مغازی ابن عائذ روایت از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ)
(فتح الباری جلد 7 صفحہ 399)

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قاصد کی مکّہ روانگی

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عَمرو بن سَالم وبدیل کی زبانی جب تمام حالات سماعت فرما لئے تو ان حالات کو سُن کر آپ علیہ السلام کو سخت رنج ہوا۔ مزید صلح نامہ حدیبیہ کی بنو بکر اور قریش کی طرف سے پابندی نہ کرنا اور اس کو یوں سرِ عام توڑ دینا بھی یقیناً بدعہدی کی ایک نہایت ہی گھٹیا حرکت تھی۔ پھر بھی رحمتِ عالم علیہ السلام نے عدل وانصاف کے مطابق قریشِ مکّہ کے پاس اپنا ایک قاصد روانہ کیا۔ جس کو تین شرائط تحریری طور پر دی گئیں اور فرمایا کہ ''قریش کو یہ شرائط پیش کریں اور ان سے جواب لے کر آئیں کہ ان میں سے کونسی شرط ان کو منظور ہے''

شرائط مندرجہ ذیل ہیں۔

1۔ مقتولین خزاعہ کو خون بہا ایک روایت کے مطابق دیت دیئے جائیں۔

2۔ قریش بنو بکر کی حمایت سے الگ ہو جائیں۔

3۔ یا یہ اعلان کر دیا جائے کہ حدیبیہ کا معاہدہ ٹوٹ گیا ہے۔

قاصد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب یہ تینوں شرائط قریش کے سامنے رکھیں تو قرظہ بن عمرو نے قریش کی طرف سے جواب دیتے ہوئے کہا نہ تو ہم مقتولین خزاعہ کی دیت ادا کریں گے اور نہ ہی بنو بکر کی حمایت سے الگ ہوں گے۔ البتہ ہمیں تیسری شرط منظور ہے یعنی حدیبیہ کا معاہدہ ٹوٹنے پر ہم راضی ہیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قاصد قریش کا یہ جواب لے کر مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ واپسی کے لئے روانہ ہو گیا تو بعد میں فوراً قریش کو اپنے جواب اور اس حرکت پر شدید ندامت کا احساس ہوا چنانچہ انہوں نے ابوسفیان کو سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں روانہ کیا تا کہ مُعاہدہ کی تجدید کی درخواست کرتے ہوئے اسکی مدّت میں مزید اضافہ کیا جاسکے۔

(از: فتح الباری جلد 8 صفحہ 4)

(زرقانی جلد 2 صفحہ 296)

تجدید مُعاہدہ کے لئے اَبُوسُفیان کا مدینہ مُنوّرہ آنا

ابوسُفیان سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ معاہدہ حدیبیہ کی تجدید کے لئے مکر مکہ مہ سے روانہ ہوا۔ راستے میں مقام عسفان پر اسکی بدیل بن ورقہ سے ملاقات ہوئی جو کہ مدینہ منورہ سے بنو بکر کی بدعہدی کے تمام حالات سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کرنے کے بعد واپس مکہ جا رہا تھا ابوسفیان اور بدیل بن ورقہ کے درمیان جو گفتگو ہوئی۔ پھر ابوسفیان نے کِس طرح بدیل بن ورقہ کے اونٹ کی مینگنیوں کو توڑ کر اندازہ لگایا کہ وہ وادی میں ساحل کی طرف سے نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مل کر واپس آ رہا ہے۔ یہ پورا حال ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ بہرحال ابوسفیان مدینہ منورہ پہنچ کر سیدھا اپنی بیٹی اُمّ المومنین حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر گیا۔

ابوسُفیان کا تجدید مُعاہدہ کے لئے درخواست کرنا

ابوسفیان مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد سب سے پہلے اپنی بیٹی اُمّ المومنین سیّدہ حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر گیا۔ ابوسفیان نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بستر مبارک پر بیٹھنا چاہا۔ مگر حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فوراً بستر لپیٹ دیا اور باپ کو اس پر نہ بیٹھنے دیا۔ ابوسفیان نے کہا اے بیٹی تو مجھ سے اس بستر کی حفاظت کرنا چاہتی ہے۔ انہوں نے جواب دیا بے شک یہ بستر فخر دو عالم سرورِ کائنات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے جو کہ کائنات کی ہر چیز سے افضل اور مبارک ہے جبکہ تم مشرک اور پلید ہو اس لئے میں تمہیں اس بستر پر کیسے بیٹھنے کی اجازت دوں۔ بیٹی کا یہ جواب سُن کر ابوسفیان نے کہا خُدا کی قسم بیٹی تم جب سے جدا ہوئی ہو تمہارے اندر شر پیدا ہو گیا ہے۔ اُمِ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا۔ میں شر میں نہیں بلکہ کفر کی ظلمت سے نکل کر اسلام کے نور

ہدایت کی روشنی میں داخل ہوگئی ہوں اور آپ پر سخت تعجب ہے کہ سردارِ قریش ہوتے ہوئے بھی بے جان پتھروں کی پوجا کرتے ہو جو نہ سُن سکتے ہیں اور نہ ہی دیکھ سکتے ہیں۔ بیٹی کا یہ جواب سُن کر ابوسفیان ان کے گھر سے باہر نکل گیا اور سیدھا مسجد نبوی میں پہنچا۔ ابوسفیان سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر یوں گویا ہوا اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں قریش کی طرف سے معاہدہ حدیبیہ کی تجدید یعنی مزید مدت میں اضافہ کرنے کی غرض سے آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں۔ ابوسفیان کی یہ بات سُن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی جواب نہ دیا ابوسفیان یہاں سے مایوس ہو کر مسجد نبوی سے نکلا اور سیّدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ ابوسفیان نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے درخواست کی کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا مگر انہوں نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔ آپ چل کر میری سفارش کریں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں اس کام میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا۔

ابوسفیان حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مایوس ہو کر سیّدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گیا اور ان سے عرض کی کہ آپ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کریں کہ وہ صلح نامہ حدیبیہ کی تجدید فرمائیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابوسفیان کو جواب دیا کہ میں اس سلسلے میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا تو یہ کہتا ہے کہ میں تیری سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سفارش کروں۔ خُدا کی قسم اگر مجھے معمولی سی قوّت بھی مل جائے تو اسکے ذریعے میں تمہارے خلاف جہاد کروں گا۔

ابوسفیان یہاں سے بھی مایوس ہوا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر گیا۔ خاتونِ جنّت اور سیدنا حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی گھر میں ہی موجود تھے۔ ابوسفیان نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ آپ ان سب کی نسبت مجھ پر زیادہ مہربان ہیں۔ میں ایک ضرورت کے لئے آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں۔ دیکھیں مجھے ناکام واپس نہ کریں۔ میری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سفارش کر دیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اے ابوسفیان تیرا بُرا ہو خُدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بات کا پکّا ارادہ کر لیا ہے۔ اسلئے میں ان کے ساتھ بات نہیں کر سکتا۔

ابوسفیان نے سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مخاطب کرتے ہوئے عرض کیا اے بنت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ اپنے اس چھوٹے سے بچے کو کہیں کہ وہ دونوں فریقوں میں بیچ بچاؤ کرا دے اس طرح یہ ہمیشہ کے لئے عرب کا پکّا سردار ہو جائے گا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا میرا بیٹا ابھی بچہ ہے۔ اس سلسلے میں کوئی مدد نہیں کر سکتا اور پھر اس وقت کوئی بھی اس کا بیچ بچاؤ نہیں کرا سکتا۔ کیونکہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ارادے کو پکّا فرما لیں تو کسی کی ہمت نہیں کہ اس کے بارے میں لب کشائی کر سکے۔

آخر ابوسفیان سخت مایوس ہو گیا اسکو اپنی کشتی ڈوبتی نظر آئی اس نے سخت گھبراہٹ مایوسی اور پریشانی کی

حالت میں سیّدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں ایک دفعہ پھر درخواست کرتے ہوئے کہا اے ابوالحسن میں دیکھ رہا ہوں معاملات نہایت ہی سنگین ہو گئے ہیں اس لئے مجھے کوئی راستہ بتائیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا خدا کی قسم میں تیرے لئے کوئی کارآمد چیز نہیں بتا سکتا۔ چنانچہ ابوسفیان مسجدِ نبوی میں دوبارہ گیا اور مسلمانوں کو مخاطب کر کے بولا کہ میں معاہدہ حدیبیہ کی تجدید کا اعلان کرتا ہوں یہ کہا باہر نکلا اونٹ پر سوار ہوا اور مکہ مکرمہ کی طرف واپس روانہ ہو گیا۔

ابوسفیان کی مکّہ میں واپسی

ابوسفیان مدینہ منورہ میں چندروز قیام کے بعد مکہ مکرمہ واپس آیا تو اہل قریش نے اس سے دریافت کیا کہ اے سردار ہمیں پوری تفصیل بتاؤ کہ مدینہ منورہ میں تم مسلمانوں کے ساتھ کیا معاملہ طے کر آئے ہو۔ ابوسفیان نے ان کو بتایا کہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس مدینہ منورہ حاضر ہوا اُن سے معاہدہ کی تجدید کے بارے میں بات کی لیکن انہوں نے میری بات سُن کر کوئی جواب ہی نہیں دیا۔ پھر میں ابن قحافہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ان سے درخواست کی مگر انہوں نے فرمایا کہ میں اس سلسلے میں کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ اس کے بعد ابن خطاب (حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے بات کی مگر ان کو اپنا سخت دشمن پایا۔

ابنِ اسحاق مزید بیان کرتے ہیں کہ ابوسفیان نے ان لوگوں کو بتایا کہ پھر میں ابن ابی طالب (حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاس گیا تو ان کو دوسروں کی نسبت کچھ نرم پایا۔ چنانچہ میں مسجد میں گیا اور تجدید عہد کا اعلان کر دیا۔ لوگوں نے اس پر پوچھا کہ تمہارے اعلان کی محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے تصدیق کی یا نہیں۔ ابوسفیان نے جواب دیا نہیں۔

قریش نے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی رضامندی کے بغیر تم کس طرح اپنے فعل پر راضی اور مطمئن ہو کر واپس آئے ہو جبکہ تمہارا وہ اعلان محض لغو اور بیکار وقت برباد کرنے کے برابر ہے۔ معاہدہ کو ختم کرنا ان کے لئے کوئی مشکل نہیں ہے۔ اے ابوسفیان تو نہ صلح کی خبر لے کر آیا ہے کہ جس کو سُن کی تسلی ہو اور نہ ہی جنگ کی خبر لایا ہے جسکی تیاری کی جا سکے۔

(از: زرقانی جلد2 صفحہ 293)

(المواہب لدنیہ جلد2 صفحہ 337)

(ابن اسحاق، مدارج النبوت جلد2 صفحہ 456، صفحہ 457)

(سیرۃ ابن ہشام جلد2 صفحہ 467 تا 468)

(مواہب لدنیہ جلد2 صفحہ 508)

(تفسیر ابن کثیر، البدایۃ والنہایہ جلد 4 صفحہ 705)(جرجانی وغیرہ)

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مُسلمانوں کو تیاری کا حکم فرمانا

ابوسفیان جب مدینہ منورہ سے مکہ مکرّمہ چلا گیا تو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور دیگر اہل خانہ کو اپنا سامان سفر تیار کرنے کا حکم فرما کر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو سفر کی تیاری کا حکم بھی فرمایا اور مزید ارشاد فرماتے ہوئے گوہر فشاں ہوئے لبِ حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ "اس تیاری کو کچھ وقت تک خفیہ (یعنی پوشیدہ) رکھا جائے"۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی لختِ جگر سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں تشریف لائے تو دیکھا کہ بیٹی سفر کا سامان تیار کر رہی ہے۔ دریافت فرمایا اے بیٹی یہ سب کیا ہے اور کہاں جانے کی تیاری ہو رہی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا مجھے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا سفری سامان تیار کرنے کا حکم فرمایا ہے اس سے زیادہ میرے علم میں نہیں ہے اُسی وقت سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی گھر تشریف لے آئے۔ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا کسی سفر پر جانے کی تیاری ہے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا ہاں قریش کی سرکوبی کا ارادہ ہے اے ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ابھی اس خبر کو مخفی ہی رکھنا ہے۔ پھر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوں ارشاد فرمایا:

"اَللّٰھُمَّ خُذْعَلٰی اَبْصَارَ ھُمْ فَلَا یَرَ وْنِی اِلَّا بَغْتَۃً"

"اے اللہ کافروں کی نظروں کو پکڑ تا کہ وہ مجھ کو نہ دیکھیں مگر اچانک"

ایک اور روایت میں یہ الفاظ آتے ہیں:

اُللّٰھُمَّ خُذِالْعُیُوْ نَ وَالْاَ خْبَارَ عَنْ قُرَ یْشٍ حَتّٰی نَبْغَتَھَا فِیْ بَلاَ دِھَا"

"اے اللہ آنکھوں اور خبروں سے قریش کو پکڑ (یعنی نہ قریش کو ہماری تیاری کی خبر ہو اور نہ ہی وہ ہماری تیاری کو دیکھ سکیں)۔ یہاں تک کہ ہم ان کے شہر پر اچانک حملہ آور ہو جائیں"۔

اس کے بعد اردگرد کے قبائل کو بھی اطلاع بھیجی کہ وہ لوگ بھی تیار ہو جائیں۔ پھر لشکرِ اسلام کو مکّہ مکرمہ کی طرف کوچ کا حکم فرمایا تو اُس روز دس رمضان المبارک آٹھ ہجری اور چہار شنبہ کا دن تھا۔ مدینہ منورہ سے روانگی بعد از نمازِ عصر فرمائی۔

(از: مواہب لدنیہ جلد 2 صفحہ 510)

(البدایہ والنہایہ جلد 4 صفحہ 705)

(زرقانی جلد 2 صفحہ 293)

(مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 458)

حضرت حسّان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اشعار

لشکرِ اسلام کی مکّہ مکرمہ کی طرف روانگی سے قبل شاعرِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کچھ اشعار کہے جن کو سُن کر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین جذبہ شہادت سے سرشار ہو کر جنگی تیاریوں کے بعد لشکرِ اسلام میں جوق در جوق شریک ہوئے۔ عرب کے دستور کے مطابق جنگ سے قبل ایسے اشعار کہنے کا بہت رواج تھا۔ جن میں شجاعت اور بہادری کی طرف لوگوں کو متوجہ کیا جاتا اسلئے حضرت حسّان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ اشعار فرمائے۔

اشعار

1. عَنَا نِی وَلَمْ اَشْهَدُ بِبَطْحَاءِ مَكَّةٍ
رِجَالُ بَنِیْ كَعْبٍ تَحزُّ رِ قَا بُهَا
2. بِاَیْدِیْ رِجَالٍ لَمْ یُسَلُّوْ اسَیُو فَهُمْ
وَقَتلٰی كَثِیْرٌ لَمْ تُجَنَّ ثِیَا بُهَا

ترجمہ:

1. "اس امر نے مجھے سخت تکلیف پہنچائی۔ حالانکہ میں بطحاء مکہ میں موجود نہ تھا کہ بنو کعب کے آدمیوں کی گردنیں ان لوگوں کے ہاتھوں نے خوب کاٹی تھیں۔
2. جنہوں نے کھلم کھلا اپنی تلواروں کو نیام سے نہیں نکالا تھا (بلکہ چوری چھپے قتل وغارت گری میں حِصّہ لیا تھا) اور بہت سے مقتولیں کو کپڑوں میں نہیں چھپایا گیا۔ (یعنی ان کو بے گور وکفن ہی پڑے رہنے دیا)

اشعار

3. اَلا لَیْتَ شِعْرِیْ هَلْ تَنَا لَنَّ نُصْرَ تِیْ
سُهَیْلَ بْنَ عَمْرٍ ووَخُزُهَا وَعَقَابُهَا
4. وَصَفْوَانُ عَوْد"حَنَّ مِنْ شُفْرِاِسْتِهٖ
فَهٰذَااَوَانُ الْحَرْبِ شُدَّ عِصَا بُهَا

5. فَلاَ تَا مُنَّنَا يَا بْنَ أُمَّ مُجَا لِدٍ
إِذَااحْتُلِبَتْ صِرفًا وَاعْصَلَ نَا بُهَا

6. وَلاَ تَجْزَعُوا مِنَّا فَإِنَّ سُيُوْ فَنَا
لَهَا وَقْعَةٌ بِالْمَوْتِ يُفْتَحُ بَا بُهَا

ترجمہ:

3: ''کاش مجھے کوئی بتا تا کہ آیا سہیل ابن عمرو کے خلاف میری چھوٹی بڑی مدد پہنچی یا نہیں۔

4: اور صفوان بن امیہ ایک معمر اونٹ کی طرح ہے جو اپنے سرین کی باریک آواز سے روتا ہے بس اس جنگ کا وقت آ گیا۔

5: اے ام مجالد کے بیٹے (یعنی عکرمہ بن ابوجہل) اب تو ہم سے مامون نہیں رہ سکتا۔ جب جنگ کے تھنوں سے خالص دودھ نکالا جائے گا اور اس کے دانت چباتے چباتے ٹیڑھے ہو جائیں گے۔

6: اور اب ہم سے گھبرا کر بھاگنے کی کوشش نہ کرو۔ اب تو ہماری تلواریں وہ ہنگامہ برپا کریں گی جن سے موت کا باب وا ہو کر رہے گا۔ (یعنی موت کا باب لکھا جائے گا)

حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تحریری پیغام

حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جان نثار صحابہ میں سے ہیں، ان کو جب یہ علم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لشکر کو تیاری کا حکم دے چکے ہیں تو انہوں نے تین سرداران قریش سہیل بن عمرو، صفوان بن امیہ اور عکرمہ بن ابوجہل اور بعض کے مطابق اہل قریش کے نام ایک خط لکھ کر کچھ روایات کے مطابق یہ خط بنومزینہ کی ایک عورت کو دیا تا کہ وہ اجرت لے کر اس کو قریش تک پہنچا دے۔ دوسری روایت میں آتا ہے کہ جس عورت کے ہاتھوں یہ خط بھیجا وہ اہل بنی مطلب کے کسی آدمی کی لونڈی تھی اور اس کا نام سارہ تھا۔ اصحاب سیر کا بیان ہے کہ یہ عکرمہ بن ابوجہل کی لونڈی تھی۔

(واللہ اعلم)

حضرت حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہل قریش جو خط لکھا اس کا مضمون یہ تھا۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لشکر تیار کر رہے ہیں اور میرا ذاتی خیال ہے کہ یہ لشکر مکہ مکرمہ پر حملہ کے لئے تیار فرما رہے ہیں۔ اسکے علاوہ کہیں اور کا ارادہ نہیں ہے۔ اسلئے تم لوگوں کو چاہیئے کہ اپنی فکر کریں۔ (والسّلام)

جس مزنی عورت کے ہاتھ یہ خط قریش تک پہنچانے کے لئے روانہ کیا۔ اسکو سخت تاکید کی کہ بڑی حفاظت سے یہ خط لے کر جانا ہے چنانچہ اس عورت نے خط اپنے سر کے بالوں میں چھپا کر اُوپر سے سخت مینڈھیاں گوندھ لیں

اور مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کیلئے روانہ ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ساری کارروائی سے باخبر فرمادیا۔ چنانچہ آپ علیہ السلام نے حضرت علی حضرت زبیر بن عوام اور حضرت مقداد بن اسود رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو حکم دیا کہ ''فوراً جاؤ ایک عورت مقام خلیقہ بنی ابی احمد پر ملے گی جس کے ذریعے حاطب بن ابی بلتعہ نے قریش کی آگاہی کے لئے خط بھیجا ہے۔ عورت جو کہ اونٹ پر کجاوے میں سوار ملے گی۔ اس کے پاس ایک خط ہے وہ خط اس سے لے آؤ''۔

یہ تینوں جلیل القدر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین فوراً روانہ ہوگئے اور مقام خلیقہ بنی ابی احمد (یہ مقام مدینہ منوّرہ سے بارہ میل کے فاصلے پر ہے) ان حضرات نے اس عورت کو پکڑ لیا اسکو اونٹ کے کجاوے سے نیچے اتارا۔ کجاوے کی پوری تلاشی لی مگر خط نہ ملا۔ ان حضرات نے عورت سے کہا کہ جو خط تم قریش کے لئے لے جاری ہو ہمارے حوالے کر دو۔ عورت نے جواب دیا کہ میرے پاس کوئی خط نہیں ہے۔ ان حضرت نے کہا اے عورت سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خبر ہرگز ہرگز غلط نہیں ہوسکتی اس لئے بہتر یہ ہے کہ تم خود بخود وہ خط ہمارے حوالے کر دو ورنہ ہم تجھے برہنہ کر کے تیری تلاشی لیں گے۔ اس عورت نے کہا آپ لوگ ایک طرف ہٹ جائیں پھر اپنے سر کے بالوں میں سے مینڈھیوں کے درمیان سے وہ خط نکال کر ان حضرات کے حوالے کر دیا۔ اِس طرح وہ خط لے کر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور ان کو پیش کیا۔

(صحیح بخاری شریف، مواہب لدنیہ جلد 2 صفحہ 511)

(سیرۃ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 471)

(مدارج النبوّت جلد 2 صفحہ 459)

(البدایہ والنہایہ جلد 5 صفحہ 706)

(روایت از ابن اسحاق، زرقانی جلد 2 صفحہ 339 وغیرہ)

حضرت حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اعتراف اور خط لکھنے کی وجہ بیان کرنا

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب خط مل گیا تو آپ علیہ السلام نے حضرت حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو طلب فرما کر ارشاد فرمایا:

''یا حَاطب مَا حَمَلَکَ عَلٰی ھٰذَا ''؟ اے حاطب کس چیز نے تمہیں اس حرکت پر آمادہ کیا؟

حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواباً عرض کیا:

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فیصلہ کرنے میں عجلت نہ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ کی قسم میں صدق دِل سے مومن ہوں۔ کسی قِسم کی تبدیلی پیدا نہیں ہوئی میرے خیالات میں اور میں اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر

مکمل ایمان رکھتا ہوں۔ میں ایک ایسا آدمی ہوں جس کا نہ کوئی قبیلہ ہے نہ خاندان اور نہ ہی نسل واصل میرے بال بچے قریش میں موجود ہیں۔ جن کا وہاں کوئی غم خوار ومددگار نہیں ہے جبکہ اسکے برعکس مہاجرین کے دیگر اعزّ اوا قارب اور رشتہ دار مکہ مکرمہ میں موجود ہیں جو ان کے مال وجان کی حفاظت کرتے ہیں۔ میں نے خیال کیا کہ اس موقع پر قریش کے ساتھ کوئی ایسا احسان کردوں جسکی وجہ سے وہ بُرے وقت میں کم ازکم میرے اہل وعیال کو کوئی نقصان نہ پہنچائیں''۔

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کی قسم میں نے دینِ حق سے مرتد ہوکر کفر کو اختیار کرتے ہوئے یہ کام ہرگز نہیں کیا۔ میری غرض جسکی وجہ سے یہ غلطی سرزد ہوئی ہے صرف اور صرف یہی تھی جو میں نے عرض کردی ہے''۔

حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ گفتگو سُن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس شخص کو میرے حوالے کردیں تا کہ میں اسکی گردن اڑادوں، اس نے ہمارے ساتھ منافقت کی ہے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''آگاہ ہوجاؤ اور جان لو کہ حاطب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے سچ کہا ہے۔''

پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''اے عُمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تمہیں معلوم ہے حاطب بدری لوگوں میں شامل ہے۔''

پھر فرمایا:

"انه قدشهد بدرًا وبدر يک اِنَّ اللهَ اطَّلَعَ علٰی اَهْلِ بَدْ رٍ وَّقَا لَ اعْمَلُو ا مَا شِئْتُم فَقَدْ غَفَرْتُ لَکُمْ"

''تحقیق حاطب بدر میں حاضر ہوا اور اے عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تمہیں کیا معلوم شاید اللہ تعالیٰ نے نظر رحمت سے اہلِ بدر کو یہ فرمادیا ہے کہ جو چاہے کرو بلاشبہ میں نے تم لوگوں کی مغفرت کردی ہے۔''

(ازطبرانی)

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان سُن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رونے لگے اور عرض کی اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہتر جاننے والے ہیں۔ اس موقع پر قرآن کریم میں یہ آیات نازل ہوئیں:

سورۃ الممتحنہ آیات 1،2،3

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِم بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُم مِّنَ الْحَقِّ يُخْرِجُونَ الرَّسُولَ وَإِيَّاكُمْ أَن تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ رَبِّكُمْ إِن كُنتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِي سَبِيلِي وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِي تُسِرُّونَ إِلَيْهِم بِالْمَوَدَّةِ وَأَنَا أَعْلَمُ بِمَا أَخْفَيْتُمْ وَمَا أَعْلَنتُمْ وَمَن يَفْعَلْهُ مِنكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ ① إِن يَثْقَفُوكُمْ يَكُونُوا لَكُمْ أَعْدَاءً وَيَبْسُطُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ وَأَلْسِنَتَهُم بِالسُّوءِ وَوَدُّوا لَوْ تَكْفُرُونَ ② لَن تَنفَعَكُمْ أَرْحَامُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ③

ترجمہ: ''اے ایمان والو! نہ بناؤ میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست تم انہیں پیغام بھیجتے ہو دوستی کا حالانکہ وہ منکر ہیں۔ اس حق سے جو تمہارے پاس آیا۔ سچا دین، نکالتے ہیں گھر سے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اور انہیں اس بات پر کہ تم جانتے ہو اللہ کو جو ربّ ہے تمہارا اگر تم نکلے ہو میری راہ میں جہاد کو اور میری رضا مندی طلب کرنے کو، تم انہیں چھپا کر دوستی کے پیغام بھیجتے ہو اور مجھے خوب معلوم ہے جو تم نے چھپایا اور جو تم نے کام کیا۔ اور جو تم میں یہ کام کرے وہ سیدھی راہ سے بہکا۔ اگر تمہیں پائیں تو تمہارے دشمن ہونگے اور تمہاری طرف اپنے ہاتھ اور اپنی زبانیں برائی کے ساتھ دراز کریں گے اور ان کی تمنا ہے کہ کسی طرح تم کافر ہو جاؤ۔ ہرگز کام نہ آئیں گے تمہیں تمہارے رشتے اور نہ تمہاری اولاد قیامت کے دن تمہیں ان سے الگ کر دے گا اور اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔''

بدری صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی عظمت

اللہ تعالیٰ نے ان صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین جنہوں نے غزوہ بدر میں حصّہ لیا یعنی بدری صحابہ کو بڑی عزّت وتکریم، شان اور افضل ترین مقام عطا کیا یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے غزوَہ بدر میں اللہ کریم کے راستے میں حق کی سربلندی کے لئے وہ وہ کارنامے اور جاں نثاری کے جوہر پیش کئے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم مبارک پر سرفروشی کی وہ لازوال داستان رقم کی کہ ملائکہ ومقربین بھی ان راہِ حق کے شہیدوں اور غازیوں کے عملی جذبہ پر عش عش کرنے لگے۔ میدانِ جنگ میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلے میں جو بھی آیا چاہے وہ باپ ہو بیٹا ہو یا ان کا عزیز ترین دوست اسکے ساتھ کسی امتیاز کے بغیر مقابلہ کیا اور اسکو واصل جہنّم کیا۔ یہ لوگ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راستے میں محبت کی وَجہ سے ایسے سرشار ہوئے اور کفروشرک کے سرپر وہ کاری ضرب لگائی کہ پھر دشمن کبھی بھی ان زخموں کو نہ بھول سکا اور یوں ان سرفروشوں نے اللہ کے دین کا بول بالا کرنے کے لئے اپنی عزیز ترین متاع یعنی زندگی کو بھی راہِ حق میں قربان کر دیا۔

خُداوند کریم نے ان جاں بازوں کی اس عملی محبت وعشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صِلہ میں فرمایا (سورۃ المجادلہ آیت 22) رَضِیَ اللہُ عَنْھُمْ وَ رَضُوْا عَنْہُ اور پھر مزید اُولٰیٓکَ کَتَبَ فِیْ قُلُوْبِھِمُ الْاِیْمَا ن کا زرین تحفہ عظیم ان کو عطا فرمایا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آیندہ مستقبل میں جن گناہوں کے ہونے کا امکان تھا ان کو ماضی کے صیغہ سے بیان فرمایا یعنی '' فَقَدْ غَفَرْ تُ لَکُم ''اہلِ بدر کا مغفور الذنوب یعنی گناہوں سے قطعی پاک ہونا ثابت ہو جائے۔ یہ اس طرف اشارہ ہے کہ یہ لوگ خواہ کچھ ہی کرلیں دائرہ عفو اور دائرہ مغفرت سے کبھی باہر نہیں جاسکتے۔

یہاں ایک بات مزید ذہن میں رہنا چاہیئے کہ بدر میں شرکت کرنا بظاہر تو ایک حَسَنہ ہے مگر حقیقت میں یہ ہزاروں لاکھوں حَسَنات کا اجمل وعنوان ہے۔ اسلیئے اگر غزوہ بدر میں شرکت کرنے والے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ

اجمعین میں سے کسی ایک سے بشر ہونے کی صورت میں بشری تقاضا کے تحت اگر کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو وہ (سورۃ المجادلہ آیت 22)" رِضِیَ اللہُ عَنھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ اور اُولٰٓئِکَ کَتَبَ فِیْ قُلُوْبِھِمُ الْاِیْمَانَ " سے خارج نہیں ہوسکتا۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ جس نے ان لوگوں کو اس کلمہ خیر سے پکارا ہے وہ ذات علیم وخبیر ہے۔ خالق کائنات کو پہلے سے ہی علم تھا کہ ان میں سے کس کس سے فروگذاشت وغلطی سرزد ہوگی مگر اس کے باوجود کہ اس کا علم ابدی اور ازلی ہے پھر بھی ان لوگوں کو "رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ" کے تحفہ عظیم سے سرفراز کیا۔ یہاں سے یہ بات اظہر من الشمس ہو گئی کہ ایسے عظیم الشان تحفہ کو دینے کے بعد ان لوگوں سے کوئی ایسی غلطی سرزد نہ ہوگی کہ جو ان کی اس لازوال نیکی کو ہی محو کر دے بلکہ یہ عظیم الشان تحفہ ہی ان کی آئندہ غلطی کا کفارہ ثابت ہوگا۔ مشہور عربی قول ہے:

"نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں"۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسکی جگہ حضرت حاطب بن بلتعہ بدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس غلطی کو فساد مزاجی پر محمول فرماتے ہوئے نفاق کا حکم لگایا اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قتل کی اجازت طلب فرمائی۔

شفیع المذنبین فخر کونین سرکار ابدکرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عُمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا "اے عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) حاطب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا قلب مرض نفاق سے بالکل پاک صاف ہے"۔ یعنی اس نے یہ عمل نفاق کی وجہ سے نہیں کیا بلکہ وقتی غفلت کی بنا پر اس سے یہ غلطی سرزد ہوگئی۔ جبکہ حقیقت میں اس کا روحانی مزاج بالکل ٹھیک ودُرست ہے۔ اس کے روحانی مزاج کو پہلے ہی بدر کی شرکت نے کندن بنا دیا ہوا ہے۔ اتفاقاً اس سے بدپرہیزی سرزد ہوگئی ہے۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو طلب فرما کر مرض کی فوری تشخیص کے لئے فرمایا اے مریض تو نے ایسا فعل کیوں کیا جس کی وجہ سے تو عارضی مرض میں مبتلا ہو گیا۔ یعنی فقط یہ دریافت فرمایا "اے حاطب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) یہ کیا معاملہ ہے؟"

سُبْحَانَ اللہ قربان جائیں ایسی حکمت اور فخر دوعالم کی دوائی تجویز کرنے پر کہ پھر مریض کو جب تک زندہ ہے نہ مرض لگے اور نہ کسی دوائی کی کبھی ضرورت پیش آئے یہ دُوسری طرف دیکھیں کہ طبیب اعظم نے سرکار عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو علاج کرنے کا ایسا طریقہ بتا دیا کہ پھر آیندہ زندگی میں اگر کوئی ایسا مریض اُن کے سامنے آجائے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو علاج کرنے میں کسی قسم کی دشواری پیش نہ آئے۔

تاریخ اسلام اور تاریخ عالم گواہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں اسی نسخہ کیمیا کو استعمال فرمایا اور کبھی ایسا نہیں ہوا کہ مرض یا مریض کی تشخیص کرتے ہوئے کبھی معمولی سی غلطی بھی سرزد ہوئی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اپنے تو اپنے غیر مذہب والے بھی یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ اگر اسلام میں ایک عُمر اور ہوتا تو پوری دنیا پر اسلام ہی اسلام ہوتا۔

حضرت حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خط کا مضمون

گزشتہ صفحات میں ہم حضرت حاطب بن بلتعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قریش کی طرف روانہ کئے جانے والے خط پر سیر حاصل بحث کر چکے ہیں پھر اس سلسلے میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمانِ مقدس کہ ''حاطب سچ کہتا ہے'' سے پہلے یا بعض روایات کے مطابق بعد حاطب بن بلتعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو منافق کہہ کر گردن اڑنے کی اجازت طلب کرنے پر اعتراض کیا، مکمل حقائق کی روشنی میں جواب بھی عرض کر چکے ہیں۔ اس جگہ اشد ضرورت اس امر کی محسوس ہوتی ہے کہ حضرت حاطب بن بلتعہ بدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خط کا مضمون تو تحریر کریں تا کہ اسکی عبارت کو پڑھ کر ہم لوگ بھی اندازہ لگا سکیں کہ عبارت خط قابلِ اعتراض تھی یا نہیں۔ اس لئے حضرت حاطب بن بلتعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خط کی عبارت تحریر کی جاتی ہے۔

خط کی اصل عبارت (عربی متن)

" امّا بعد یا معشر قریش فا ن رسو ل اللہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم
جآء کم بجیش کا للیل یسیر کا للیل فو اللہ لو جا ء کم
وحد ہ لنصر ہ اللہ وانجزلہ وعد ہ فا نظر والا نفسکم ".

والسّلا م

ترجمہ ''اے گروہِ قریش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہاری طرف بڑی رات کے برابر یعنی ایک عظیم لشکر کے ہمراہ سیلاب کی مانند آنے والے ہیں خدا کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لشکر کے بغیر ہی اکیلے تن تنہا تمہارے مقابلے کے لئے تشریف لائے تب بھی اللہ تعالیٰ ان کی ضرور مدد فرمائے گا کیونکہ اللہ کریم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فتح ونصرت کا وعدہ فرمایا ہے جس کو وہ یقیناً پورا فرمائے گا''۔

(مزید تشریح کے لئے ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ حضرت حاطب بن بلتعہ بدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قریشِ مکّہ کو یہ بتانا چاہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کامیابی، کسی لشکر کی مرہونِ منت نہیں ہے)

''اے گروہِ قریش تم اپنے انجام کا سوچو''۔

''والسّلام''

ابنِ اسحاق کہتے ہیں کہ یہ خط یحییٰ بن سلام نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے جس کو علامہ قسطلانی رحمتہ اللہ علیہ نے شرح بخاری کتاب الجہاد باب حکم الجاسوس میں میں نقل کیا ہے اور فتح الباری باب غزوہ الفتح میں بھی اس خط کا ذکر موجود ہے۔

اب اس خط کی عبارت پر غور کریں تو پتہ چلتا ہے کہ حضرت حاطب بن ابو بلتعہ بدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

جوعذر سرکار دوعالم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں عرض کیا یعنی یہ عرض کی کہ میں نے جو خط قریش کو لکھا ہے وہ اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے لئے باعث نقصان یا مضر نہیں ہے۔ علامہ برہان الدین حلبی اور علامہ واقدی لکھتے ہیں کہ حضرت حاطب بن بلتعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ خط سہیل بن عمرو، صفوان بن اُمیہ اور عکرمہ بن ابوجہل کے نام تحریر کیا تھا۔

(واللہ اعلم)

(از: مواہب لدنیہ جلد 2 صفحہ 516)

(البدایہ والنہایۃ جلد 4 صفحہ 704)

(زرقانی جلد 2 صفحہ 197)

(مدارج النبوّت جلد 2 صفحہ 459)

(سیرۃ النبی از ابن ہشام جلد 2 صفحہ 474)

(فتح الباری جلد 7 صفحہ 521)

(صحیح بخاری شریف باب الجہاد وغیرہ)

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدینہ منوّرہ سے روانگی

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب سفر کی تمام تیاریاں مکمل فرمالیں تو کچھ آدمی ان قبائل کی طرف روانہ فرمائے جو اسلام قبول کر چکے تھے۔ مثلاً قبیلہ اسلم، غفار، جہینہ، اشجع، اور بنوسلیم وغیرہ اِن قبائل کے لوگوں کو حکم فرمایا کہ وہ سامان جنگ ہمراہ لے کر لشکرِ اسلام کے ساتھ شامل ہو جائیں۔ پھر مدینہ منورہ میں ابورہم کلثوم بن حصن غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا قائم مقام مقرر فرمایا بعض روایات میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام بھی آتا ہے۔

(واللہ اعلم)

اس طرح سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دس ہزار نفوس قدسیہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو ہمراہ لے کر دس رمضان المبارک اور بعض دیگر اقوال کے مطابق سولہ، سترہ، اٹھارہ اور انیس تاریخ کو مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے۔ مذکورہ تمام اقوال میں پہلا قول صحت اور واقعات کے عین مطابق ہے۔ جبکہ دُوسرے اقوال ضعیف ہیں۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب مدینہ منورہ کو چھوڑا اس وقت عصر کی نماز ادا فرما چکے تھے۔

(روایت از بخاری وفتح الباری جلد 8 صفحہ 2)

ازواجِ مطہرات میں سے حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سرکار دوعالم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ہمراہ تھیں۔

مقام مرّ الظہر ان پر پڑاؤ

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے تو آپ علیہ السلام کی زیر کمان دس ہزار مجاہدین کا لشکر تھا۔ راستے میں بنو سلیم کے سواروں نے مل کر اس لشکر کی تعداد میں مزید اضافہ کر دیا۔ مہاجرین یا انصار میں سے کوئی فرد ایسا نہ تھا جو اس وقت سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شامل نہ ہو۔ یہاں ایک بات قابلِ ذکر ہے کہ اس لشکرِ بے کراں میں غیر مُسلم قبائل میں سے چاہے وہ مسلمانوں کے حلیف ہی کیوں نہ ہو کوئی فردِ واحد بھی شامل نہ تھا۔ مسلمان جب مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے تو سب روزے کی حالت میں تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقامِ کدید وعسفان کے درمیان پہنچ کر روزہ افطار فرمایا۔ (مقام کدید ایک چشمہ ہے) کچھ اہلِ سیَر بیان کرتے ہیں کہ مسلمانوں کے لشکر کی تعداد بارہ ہزار کے قریب تھی مگر حقیقت یہ ہے کہ جب مسلمان مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے تو ان کی اصل تعداد دس ہزار ہی تھی مگر راستے میں مسلمان قبائل لشکر میں شامل ہوتے گئے اس لئے ممکن ہے تعداد میں اس حد تک اضافہ ہو گیا ہو۔ مقام کدید پر روزہ افطار فرمایا اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو جھنڈے عطا فرمائے گئے۔ روزے کے بارے میں ارشاد فرمایا۔ ''جس کا دل چاہے روزہ رکھے اور جس کا دل چاہے روزہ افطار کرلے'' یہاں سے مسئلہ معلوم ہوا کہ دورانِ سفر روزہ رکھنے یا نہ رکھنے کا ہر مسلمان کو ذاتی اختیار ہے پھر اس سلسلہ میں بہت سی احادیث مقدسہ موجود ہیں جن میں سفر کے دوران روازہ رکھنا یا نہ رکھنا اختیاری فعل ہے۔ (روایت از عتبہ بن مسعود، عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

(البدایہ والنہایہ جلد 2 صفحہ 706 و بخاری شریف)

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قبولِ اسلام

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقیقی چچا تھے۔ مکہ مکرمہ سے روانہ ہوئے۔ اِدھر لشکرِ اسلام مدینہ منورہ سے مکّہ مکرمہ کی طرف پیش قدمی کر رہا تھا۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ راستے میں کسی جگہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملِے۔ کچھ اصحاب سیر کے بیان کے مطابق حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ذی الحلیفہ میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے جبکہ بعض نے روایت کیا ہے کہ وہ جحفہ کے مقام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

ابن ہشام نے بیان کیا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے سارے کنبہ واہل وعیال کے ہمراہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضری کے لئے مکہ مکرمہ سے روانہ ہوئے اور راستے میں مقام جحفہ پر ان کی ملاقات سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہوئی۔ اس مقام کو سقیا بھی کہا جاتا ہے۔

بہر حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شروع سے ہی حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خوش تھے۔ کیونکہ

انہوں نے کبھی بھی اسلام دشمنی میں حصّہ نہیں لیا تھا۔ دُوسرا مکہ مکرّمہ میں رہتے ہوئے کعبہ شریف کی زیارت کو آنے والے زائرین کے لئے سقایت (یعنی حجاج کے لئے پانی کا انتظام کرنے والا محکمہ) کی ذمہ داریاں پوری کرتے تھے۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ سے فرمایا کہ ''اپنا سامان بیوی اور بچے مدینہ منوّرہ بھیج دیں اور خود ہمارے ساتھ شریکِ سفر ہوں''۔ پھر ارشاد فرمایا ''اے چچا! جس طرح میری نبوت آخری ہے اس طرح آپ کی مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت بھی آخری ہے''۔

(از: امام شہاب الدین زہری رحمتہ اللہ علیہ)

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت پہلے اسلام قبول کر چکے تھے مگر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے اپنے اسلام کو قریش مکہ سے مخفی رکھتے ہوئے حکم کے مطابق مکہ میں اسلئے سکونت پذیر تھے کہ قریش کی خبریں آپ علیہ السلام تک پہنچاتے رہیں۔

(از زرقانی جلد 2 صفحہ 300)

ابنِ حارث اور ابنِ اُمیّہ کا قبولِ اسلام

ابنِ اسحاق فرماتے ہیں کہ مقام نیق عقاب جو کہ مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ کے درمیان واقع ہے۔ ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب اور عبداللہ بن امیہ بن مغیرہ جو بالترتیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچازاد بھائی اور پھوپھی کے بیٹے تھے، حاضرِ خدمت ہوئے۔ عبداللہ بن امیّہ وہ شخص تھا۔ جس نے اسلام کی مخالفت میں ہر وہ حربہ استعمال کیا جو وہ کرسکتا تھا۔ یہ ہمیشہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذاء پہنچانے میں پیش پیش رہتا تھا۔ جب یہ دونوں خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبداللہ بن امیّہ کی طرف سے رُخِ انور ہی پھیرلیا۔ اس پر حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عبداللہ بن امیّہ آپ علیہ السلام کی پھوپھی عاتکہ بنت عبدالمطلب کا بیٹا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سُن کر فرمایا ''مجھے اِس سے ملنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اس نے میری آبروریزی کی شب وروز ہر وہ کام سرانجام دیا جس سے اسلام کو نقصان پہنچے پھر اس نے مکہ میں مجھ سے کہا تھا کہ خدا کی قسم میں ایمان نہیں لاؤں گا یہاں تک کہ تم سیڑھی لگا کر آسمان پر چڑھ جاؤ اور میں اپنی ان آنکھوں سے تمہیں آسمان پر چڑھتا دیکھ لوں۔ پھر تو ایک دستاویز لے کر آسمان سے نیچے اُترے اور چار فرشتے تیرے ساتھ ہوں جو یہ گواہی دیں کہ تمہیں اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے پھر بھی میں ایمان نہیں لاؤں گا''۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ گفتگو سُن کر حضرت اُمِ سلمہ اُم المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ علیہ السلام ان بلند اخلاق اور درگذر وعفو کے اعلےٰ درجہ پر فائز ہیں جہاں نہ پہلے کوئی فائز ہوا اور نہ ہی قیامت تک ہوگا۔ آپ علیہ السلام کے مکارمِ اخلاق سے یہ امید قوی ہے کہ آپ علیہ السلام

کے یہ چچازاد بھائی اور پھوپھی زاد بھائی سب سے زیادہ محروم و بدنصیب نہیں رہیں گے۔آپ علیہ السلام تو رحمت کے وہ سمندرِ بے کراں ہیں جس کا کوئی کنارہ ہی نہیں ہے۔مہربانی فرمائیں اور اِن کو معاف کردیں۔یادرہے ابوسفیان بن حارث سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صرف چچازاد بھائی ہی نہیں بلکہ رضاعی بھائی بھی تھے۔آپ اورابن حارث نے سیّدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا دودھ اکٹھے نوش کیا تھا۔اعلانِ نبوت سے پہلے ابن حارث سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نہایت ہی قریبی دوست تھے۔جو ہمیشہ سرکار کے ساتھ رہتے اور کبھی جدا نہیں ہوتے تھے مگر جب سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلانِ نبوّت فرمایا تو یہ دوستی آپ علیہ السلام کے حق میں دشمنی وعداوت میں بدل گئی پھر ابنِ حارث نے سرکارِ مدینہ سُرورِ سینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجو میں اشعار کہے جن کا حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا۔اس موقع پر ابن حارث کے ہمراہ اس کا بیٹا جعفر بھی تھا۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُم المومنین حضرت اُم سَلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گفتگو سُن کر اس نے عرض کیا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں معاف نہیں فرماتے تو میں اپنے بیٹے جعفر کو ساتھ لے کر صحرا میں نکل جاتا ہوں اور پھر اُسی بے آب وگیاہ صحرا میں ہی اپنے بیٹے کے ہمراہ بھوکا پیاسا مرجاؤں گا۔سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اُمِ سَلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شفاعت اور ان دونوں کے حددرجہ عجز وانکساری کو سُن کر حاضری کی اجازت عطا فرمادی دونوں خدمتِ اقدس میں حاضر ہوکر مشرف بہ اسلام ہوئے اور پھر اسلامی لشکر میں شامل ہوکر مکہ مکرمہ کی طرف چل پڑے۔

ایک اور روایت میں یوُں آتا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابن حارث کو مشورہ دیا کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ انور کے سامنے کھڑے ہوکر وہ الفاظ عرض کریں جو حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السّلام سے عرض کیے تھے۔چنانچہ ابن حارث نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے عرض کیا: (سورۃ یوسف آیت 91)

قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِـِٕيْنَ ﴿٩١﴾

ترجمہ: ''قسم ہے اللہ کی بے شک اللہ نے آپکو ہم پر فضلیت عطا فرمائی اور بلاشبہ ہم قصوروار ہیں''

یہاں اس امر کی وضاحت کردینا بھی بہت ضروری ہے کہ سیّدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ہوکر عرض کرنے کا مشورہ کیوں دیا اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ مشورہ اسلئے دیا کہ چہرہ انور کی حیا اور نظروں کی شرم حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عتاب کے درمیان حائل ہو جائیں گی۔تاریخ گواہ ہے کہ ایسا ہی ہوا اور فوراً رحمتِ عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان درفشاں سے یہ کلمات ادا ہوئے۔(سورۃ یوسف آیت 92)

قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ
الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۹۲﴾

ترجمہ: ''(آج کے دن تم پر کوئی ملامت نہیں' اللہ تمہارا قصور معاف کرے وہ سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے'')

روایت میں آتا ہے کہ اسلام لانے کے بعد ابن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسقدر اسلام کے شیدائی ثابت ہوئے جسکی مثال نہیں ملتی۔ پھر شرم وحیا کی وجہ سے یہ حال ہوگیا کہ انہوں نے ساری عمر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف کبھی آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھا جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن کے لئے جنّت کی شہادت فرمایا کرتے تھے۔

(از: زرقانی جلد 2 صفحہ 300، 302)
(سیرۃ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 478)
(البدایۃ والنہایۃ جلد 4 صفحہ 706)
(مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 460)

حضرت ابُوسُفیان بن حارث کے اشعار

اسلام نے لانے کے بعد حضرت ابوسُفیان بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے درج ذیل اشعار پڑھے اور اس سے پہلے جو اشعار یا اعمال سرانجام دے چکے تھے۔ ان کے لئے خدمتِ اقدس میں معافی ومعذرت طلب کی۔

لَعَمْرُ کَ اِنِیْ یَوْ مَ اَحْمِلُ رَایَۃً
لِتَغْلِبَ خَيْلُ اللَّاتِ خَيْلَ مُحَمَّدٍ (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم)

ترجمہ: آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی زندگی مبارکہ کی قسم جس وقت میں کُفر کا جھنڈا لئے اس بات کے لئے کوشاں تھا کہ کفر وشرک اور لات ومنات کا لشکر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لشکر پر غالب آجائے۔

لَکَا لْمُدَ لَجِ الْحَيْرَانِ اَظْلَمَ لَيْلُهُ
فَهٰذَا اَوَانِی حِيْنَ اُهْدٰ ی وَاَهْتَدِی

ترجمہ: تو اس دن میں اندھیری رات میں چلنے والے کی طرح حیران وپریشان تھا اور اب الحمدللہ یہ وقت ہے کہ میرا ہاتھ پکڑ کر سیدھے راستے پر لگا دیا ہے۔ اور میں اس راستے پر لگ گیا ہوں۔ (اور اب کفر کی تاریکی سے نکل کو اسلام کی روشنی میں داخل ہوگیا ہوں)

هَدَانِي هَادٍ غَيْرُ نَفْسِيْ وَنَالَنِيْ
مَعَ اللّٰهِ مَنْ طَرَّدْتُ مُطَرَّدِ

ترجمہ: میرے نفس نے نہیں بلکہ ایک ہادی نے میری ہدایت کی اور مجھے سیدھے راستے پر لگا دیا جس سے میں ہر طرح مقابلہ کرتا تھا۔ اُسی نے مجھے اللہ سے ملا دیا۔

اَصُدُّ وَاَنَاۤئِ جَاهِدًا عَنْ مُحَمَّدٍ (صلی اللّٰه علیه و آله وسلم)
وَاُدْعٰى وَاِنْ لَمْ اَنْتَسِبْ مِنْ مُحَمَّدٍ (صلی اللّٰه علیه و آله وسلم)

ترجمہ: میں انتہائی ہمّت وکوشش سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقابلہ کرتا اور اُن سے دور ہوتا جاتا تھا۔ حالانکہ مجھے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے قریبی نسبت حاصل تھی مگر میں یہ نسبت وتعلق ظاہر نہیں کرتا تھا۔

اُرِيْدُ لِاُرْضِيَهُمْ وَلَسْتُ بِلَائِطٍ
مَعَ الْقَوْمِ مَالَمْ اُهْدَنِيْ كُلَّ مَقْعَدِ

ترجمہ: میں اب انہیں خوش کرنے کی خواہش رکھتا ہوں اور ہر موقع پر اپنی قوم کے ساتھ چمٹا نہیں رہنا چاہتا جب تک مجھے سیدھا راستہ نہ بتا دیا جائے۔

فَقُلْ لِثَقِيْفَ لَا اُرِيْدُ قِتَالَهَا
وَقُلْ لِثَقِيْفٍ تِلْكَ غَيْرِيْ اَوْعِدِيْ

ترجمہ: ثقیف سے کہہ دو کہ میں اب ان سے مل کر قتال نہیں کرنا چاہتا نیز اُن سے کہہ دو کہ اب میرے سوا کسی اور کو دھمکی دیں۔

فَمَا كُنْتُ فِي الْجَيْشِ الَّذِيْ نَالَ عَامِرًا
وَمَا كَانَ عَنْ جَرَّ الِسَانِيْ وَلَا يَدِيْ

ترجمہ: میں اس لشکر میں تھا جس نے عامر کو حاصل کیا تھا اور نہ وہ لشکر میری زبان یا میرے ہاتھ سے لایا ہوا تھا۔

قَبَائِلُ جَآءَتْ مِنْ بِلَادٍ بَعِيْدَةٍ
بَزَائِعُ جَآءَتْ مِنْ سُهَامٍ وسُرُوْدِ

ترجمہ: یہ وہ قبائل ہیں جو دور دراز سے آئے تھے۔ یہ کھینچ کر لائے ہوئے گروہ سہام اور سرود (یہ سہام اور سرود ملکِ یمن کے دو مقام ہیں) کے مقامات سے آئے ہوئے تھے۔

ابوسُفیان بن حرب، حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقہ

ابوسفیان بن حرب جب سے مدینہ منورّہ تجدید معاہدہ صُلح حدیبیہ کی بارے میں اپنی طرف سے ہی اعلان

کرنے کے بعد مکہ مکرمہ واپس آیا تھا۔ قریش کو اُسی روز سے ہر وقت یہ خطرہ لگا رہتا تھا کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کسی وقت بھی ان پر حملہ وار ہو سکتے ہیں۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے ہر طرف اپنے جاسوس چھوڑ رکھے تھے۔ جو عام راستوں کی بجائے خاص اور دیگر راستوں پر بھی نظر رکھتے تھے۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ سے چلتے وقت جو دُعا فرمائی تھی اسکو بارگاہِ خُداوندی میں فوراً ہی شرفِ مقبولیت حاصل ہو چکا تھا اس لئے اللہ کریم نے اپنی قدرتِ کاملہ سے قریش کے جاسوسوں اور عام لوگوں کی آنکھوں پر ایسی پٹی باندھ دی تھی کہ ان کو لشکرِ اِسلام کا ایک فرد بھی نظر نہ آیا اور یوں لشکر اسلام پیش قدمی کرتا ہوا مرالظہران (مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کے راستے پر 25 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع) یعنی وادی فاطمہ تک جا پہنچا اور وہاں خیمہ زن ہوئے۔ بہر حال کچھ چرواہوں اور دودھ فروخت کرنے والوں نے لشکر اسلام کو پڑاؤ ڈالے دیکھا تو قریش مکّہ کو جا کر اطلاع دی اہل قریش نے ابوسفیان بن حرب کو صورتحال معلوم کرنے کے لئے مکّہ سے روانہ کیا تا کہ اگر ممکن ہو سکے تو مسلمانوں سے ان لوگوں کے لئے پناہ حاصل کرے۔ ابوسفیان نے حکیم بن حزام (ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھتیجے) اور بدیل بن ورقاء کو ہمرہ لیا اور مکّہ مکرمہ سے باہر آیا اس نے دیکھا کہ وادی میں ہر طرف آگ کے الاؤ روشن ہیں پھر اس نے گھوڑوں کے ہنہنانے کی آوازیں سنیں۔ یہ سب کچھ دیکھ کر ابوسفیان وغیرہ سخت گھبرا گئے۔ سیدنا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جب سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے لشکرِ عظیم کے ہمراہ وادی مّر الظہران جس کو اس وقت وادی فاطمہ کہا جاتا ہے جو کہ مکّہ سے چار فرسخ کے فاصلے پر ہے میں ڈیرے ڈال دیئے (یاد رہے یہ وادی فاطمہ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جگر گوشہ حبیبِ خُدا علیہ السلام کے نام سے نسبت نہیں رکھتی تھی بلکہ اس کا شروع سے ہی نام وادی فاطمہ تھا) تو میرے دِل میں خیال آیا کہ آپ علیہ السلام نے مکہ پر حملہ فرما دیا اور فتح کے بعد اگر قریش نے اسلام قبول کیا تو قریش کی ہمیشہ کے لئے موت ہو جائے گی اسلئے اہلِ قریش کو خبردار کر دینا چاہیئے کہ وہ لوگ خود خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیں تو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بچ جائیں گے ورنہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ مکرمہ تو فتح کر لینا ہے۔ اس طرح قریش ہمیشہ کے لئے تباہ و برباد ہو جائیں گے اس سوچ کے آتے ہی میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفید خچر پر سوار ہوا یہ خچر آپ علیہ السلام نے مجھے سواری کے لئے عطا فرمایا ہوا تھا اور مکّہ کی طرف چل پڑا۔ دِل میں خیال تھا کہ اگر کوئی چرواہا یا دودھ وغیرہ دینے والا مل گیا تو اہلِ قریش کو اپنے خیالات سے آگاہ کر دوں گا۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ خُدا کی قسم میں اسی رادے سے چلا جا رہا تھا کہ مجھے ابوسفیان بن حرب کی آواز سنائی دی۔ وہ بدیل بن ورقہ (ورقاء) سے گفتگو کر رہا تھا یہ ہر طرف جلنے والی آگ اور اسقدر عظیم لشکر میں نے اپنی زندگی میں پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ بدیل بن ورقہ نے جواب دیا خُدا کی قسم یہ لشکر بنو خزاعہ کا ہے اس پر ابوسفیان بولا ہرگز نہیں جتنا بڑا یہ لشکر ہے۔ خزاعہ کی تو ساری تعداد بھی اس قدر نہیں ہے چہ جائیکہ وہ اتنا بڑا لشکر لے کر آئیں۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے ابوسفیان کی آواز پہچان لی اور اسکو آواز دی ابوسفیان نے بھی میری آواز پہچان کر کہا: اے ابوالفضل (حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ کی کنیت ہے) میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ میں نے کہا ابوسفیان تیرا برا ہو اس لشکرِ عظیم کے مالک تو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اگر تو نے اُن سے معافی نہ مانگی تو تیری خیر نہیں ہے۔ ابوسفیان نے کہا میری رہائی اور بچت کی کیا صُورت ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میرے پیچھے خچر پر سوار ہو جائیں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں لے جا کر تیری سفارش کرتا ہوں کہ تجھے امان دی جائے۔ اس طرح ابوسفیان میرے پیچھے خچر پر سوار ہو گیا اور اس کے دوسرے ساتھی واپس چلے گئے۔ راستے میں جب ہم کسی خیمے کے پاس سے گزرتے تو آگ کی روشنی میں لوگ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خچر پہچان کر کہتے یہ تو عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) کے چچا تشریف لے جا رہے ہیں۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ ابوسفیان کے دوسرے ساتھی بھی حاضرِ خدمت ہو کر مسلمان ہو گئے یا یوں بھی ہو سکتا ہے کہ پہلے وہ دونوں مکہ واپس چلے گئے یوں پھر دوبارہ خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے ہوں۔

(واللہ اعلم)

(از: البدایہ والنہایہ جلد 4 صفحہ 709)

لشکرِ اسلام کا پڑاؤ

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مخلوقِ خُدا کے نبض شناس ہیں اور جنگی حکمت عملی کو آپ علیہ السلام سے بہتر کائنات ارض وسماء میں نہ کوئی سمجھا ہے اور نہ ہی سمجھ سکتا ہے آپ علیہ السلام نے اہلِ قریش کے دِلوں پر شیرانِ خُدا کا رعب ودبدبہ ڈالنے کے لئے لشکر میں موجود ہر مجاہد کو یہ حکم فرمایا کہ اپنے اپنے خیمے اور قبیلے کے سامنے الگ الگ آگ روشن کریں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے حکم کی فوراً تعمیل کی اور یوں پوری وادیِ فاطمہ جگہ جگہ آگ کے الگ الگ الاؤں سے روشن ہو گئی جسکو دیکھ کر قریش اپنے ہوش وحواس کھو بیٹھے اور ان کے اندر سراسیمگی پیدا ہو گئی۔ کیونکہ حکم نبوی کے مطابق جب لشکر اسلام نے پھیل کر پڑاؤ ڈالا تو دیکھنے سے اسکی تعداد اصل سے کئی گناہ زیادہ نظر آتی تھی یہ سب کچھ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عسکری حُسنِ تدبر کا نتیجہ تھا پھر آپ علیہ السلام نے مزید حکم دیا کہ ہر قبیلہ اپنا اپنا الگ خیمہ نصب کرے جس پر اس کا جھنڈا لہرایا جائے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور اس طرح بنی ہاشم، بنی قضاعہ، بنی سلیم، بنی انصار وغیرہ نے اپنے الگ الگ کیمپ (پڑاؤ) قائم کئے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بڑے ہی مسرور نظر آ رہے تھے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آج آپ علیہ السلام بڑے مسرور نظر آ رہے ہیں۔ کیا آپ (علیہ السلام) کو اس کامیابی کے علاوہ یہاں مالِ غنیمت کے وہ انبار بھی نظر آ رہے

ہیں۔ جو فتح مکہ کے بعد ہم اہل ایمان کی دسترس میں آنے والے ہیں؟ جو فتح کے بعد اہلِ ایمان کے حِصّہ میں آنے والے ہیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی یہ بات سُن سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ''ہاں یہ وہ مالِ غنیمت نہیں ہے جو تم لوگ سمجھ رہے ہو بلکہ میری نظر میں یہ وہ پاک سرزمین ہے جو ظلم، کدورت، ناانصافی کی دنیا سے نکل کر قیامت تک انشاء اللہ پاک ترین ہوجائے گی اور یہ اَمر میرے لئے دنیا کی ہر خوشی وراحت سے زیادہ عزیز ہے''۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث پاک سے ثابت ہوُا کہ آپ علیہ السلام کے پیش نظر اہلِ قریش سے حاصل ہونے والا مالِ غنیمت نہیں تھا بلکہ اس سرزمین کا کفر سے پاک ہونا تھا اور یہی وہ مشنِ عظیم تھا، جس کی تکمیل کے لئے اللہ کریم نے آپ علیہ السلام کو اس دنیا میں معبوث فرمایا۔ دوسرے تمام غزوات، جنگیں اور سرایا کے برعکس مکّہ کو فتح کرنے کا اصل مقصد مالِ غنیمت حاصل کرنا تو تھا ہی نہیں بلکہ صرف اور صرف اسلام کی اشاعت اور دینِ حق کا فروغ پیشِ نظر تھا، جسکی تکمیل ہوتا دیکھ کر آپ علیہ السلام بہت ہی زیادہ مسرور نظر آرہے تھے۔

(از: البدایۃ والنہایۃ جلد 4 صفحہ 510)

(سیرۃ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 477)

(مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 426)

حضرت عُمرِ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جوشِ حمیّت

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفید خچر پر ابوسفیان کو اپنے پیچھے بٹھا کر آپ علیہ السلام کی خدمت میں حاضری کے لئے روانہ ہوئے تو راستے میں مدینہ منوّرہ کے مہاجرین وانصار اور دیگر شامل قبائل کے کیمپوں (لشکر گاہوں) کے پاس سے ان کا گزر ہوا جن پر ہر ایک قبیلہ کا اپنا امتیازی نشان والا پرچم لہرا رہا تھا۔ ابوسفیان نے بنو قضاعہ کے کیمپ کے پاس گزرتے ہوئے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ یہ کیمپ (پڑاو) کس قبیلے کا ہے انہوں نے جواب دیا کہ تم دیکھ نہیں رہے بنی قضاعہ کا یہ امتیازی نشان کیمپ (پڑاو) پر موجود ہے۔

ابوسفیان نے کہا یہ کیمپ (پڑاو) تو بہت بڑا ہے جبکہ میرے علم کے مطابق اس قبیلے کی اتنی تو کل تعداد بھی نہیں ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا اِسلام کی سربلندی کے جوش میں اس قبیلے کے ہر فرد جن میں بوڑھے، بچے اور نوجوان سبھی شامل ہیں اس لشکر کے ساتھ موجود ہیں۔ ان کا مقصدِ حیات ہے کہ اسلام کی سربلندی کے لئے کفر کے خلاف جہاد میں عملی حِصّہ لیا جائے۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہم حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کیمپ (پڑاو

یعنی خیمہ گاہ) کے پاس سے گزر رہے تھے تو آگ کی روشنی میں انہوں نے ہمیں دیکھ لیا۔ ابوسفیان کو میرے پیچھے بیٹھا دیکھ کران کی حمیّت اسلام جوش میں آگئی فوراً کیمپ کے اندر تشریف لے گئے اور تلوار نکال لائے۔ میں خچر کو بھگا تا ہوا سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بڑے سبز رنگ کے خیمہ کے قریب اُچھل کر خچر سے اترا اور ابوسفیان کا ہاتھ پکڑے خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ میرے پیچھے ہی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قدرت نے اسلام کے دشمن کو بغیر کسی عہد و پیمان کے ہمارے حوالے کر دیا ہے۔ اس شخص نے آپ علیہ السلام کی ذاتِ مقدسہ اور دینِ اسلام کو نقصان پہنچانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ مجھے اجازت عطا فرمائیں کہ میں اس کا سر قلم کر دوں۔ میں نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ابوسفیان کو پناہ دے چکا ہوں جبکہ حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اسکو قتل کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔

پھر میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مخاطب کر کے کہا خُدا کی قسم:

''ابوسفیان کیوں کہ بنوعبد مناف میں سے ہے اسلئے تم اس قدر غیظ وغضب کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسکو قتل کرنا چاہتے ہو اگر ابوسفیان بنوعدی بن کعب میں سے ہوتا تو تم اسقدر غیظ وغضب کا نہ تو مظاہرہ کرتے اور نہ ہی اسکے قتل پر تیار ہوتے''۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ گفتگو سُن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

''ٹھہر وائے عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) خدا کی قسم جس دن آپ نے اسلام قبول کیا تھا وہ دن میرے لئے اسقدر خوشی کا تھا کہ اگر میرے والد خطاب بھی اس دن مسلمان ہو جاتے تو مجھے اس قدر خوشی نہ ہوتی۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کو پسند کرتے ہیں اور آپ کا اسلام لانا انہیں خطاب کے اسلام لانے سے بھی زیادہ عزیز ہے۔ میں سب کچھ جانتا ہوں اسلئے آپ مجھے جو چاہیں کہہ سکتے ہیں یہ آپ کی مرضی ہے''۔

''سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا ''صبر کرو۔ ابوسفیان کا اسلام لانا مسلمانوں کے لئے بہت مفید ثابت ہوگا'' پھر حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا ابوسفیان کو آج کی رات اپنے خیمہ میں ٹھرائیں اور پھر صبح کے وقت میرے سامنے پیش کرنا''۔

(از: مواہب لدنیہ جلد 2 صفحہ 514)

(البدایۃ ولنہایۃ جلد 4 صفحہ 711)

(سیرۃ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 478)

(مدارج النبوّت جلد 2 صفحہ 463)

اُبوسُفیان بن حرب کا قبُولِ اسلام

صُبح ہوتے ہی حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابوسفیان کو ہمراہ لے کر خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوسفیان کی طرف دیکھ کر ارشاد فرمایا۔ یہاں جو گفتگو ہوئی پیش کی جاتی ہے۔

"وَیْحَکَ یَا اَبَا سُفْیَانَ : اَلَمْ یَاْنِ لَکَ تَعْلَمَ اَنَّہٗ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ"

ترجمہ: "اے ابوسفیان افسوس، کیا تیرے لئے اب تک اس بات کا وقت نہیں آیا کہ تو یہ سمجھ سکے کہ خُداوندِ کریم کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے"۔

اُبوسفیان نے جواب دیا:

"بِاُمِّی اَنْتَ وَاَبِی مَا اَحْلَمَکَ وَاَکْرَمَکَ وَاَوْصَلَکَ وَاللّٰہِ لَقَدْ ظَنَنْتُ اَنْ لَوْ کَانَ مَعَ اللّٰہِ اِلٰہٌ" غَیْرُہٗ لَقَدْ اَغْنٰی عَنِّی شَیْئًا بَعْدُ .

ترجمہ: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ نہایت ہی حلیم وکریم بردبار اور کتنے صلہ رحمی کرنیوالے ہیں۔ خُدا کی قسم اگر اللہ کے سوا کوئی اور معبود ہوتا تو آج ہمارے کچھ کام تو آتا اور ہم آپ کے خلاف اس سے نفع چاہتے"۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر ارشاد فرمایا:

"وَیْحَکَ یَا اَبَا سُفْیَانُ ! اَلَمْ یَاْنِ لَکَ اِنْ تَعْلَمَ اَنِّی رَسُوْلُ اللّٰہِ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَسَلَّمَ)

ترجمہ: "افسوس اے ابوسفیان تیرے لئے اب تک وقت نہیں آیا کہ تو مجھے یہ سمجھ سکے کہ میں اللہ کا رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہوں"۔

ابوسفیان نے عرض کیا:

"بِاَبِی اَنْتَ وَاُمِّی مَا اَحْلَمَکَ وَاَکْرَمَکَ وَاَوْصَلَکَ! اَمَّا ھٰذِہٖ وَ اللّٰہِ فَاِنَّ فِی النَّفْسِ نَھَا حَتّٰی الْاٰنَ شَیًا"۔

ترجمہ: آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں آپ کتنے حلیم وبردبار اور کتنے شریف وصلہ رحمی کرنے والے ہیں۔ باوجود میری اس عداوت کے مجھ پر مہربانی فرمارہے ہیں۔ مگر اس چیز میں خدا کی قسم مجھے تردد ہے (یعنی ابھی تک میرے دِل میں کھٹکا ہے)

"حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابوسفیان کو کہا تیرا بُرا ہو بات کو طول مت دو۔ اور اپنی زبان کو کھول تاکہ وہ کلمہ شریف پڑھے۔ ورنہ اپنے انجام کے لئے تیار رہ ابھی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہاں آجائیں گے پھر تیرا جو حشر ہوگا تو اچھی طرح جانتا ہے۔ اس پر ابوسفیان نے کہا:

" اَشْهَدُاَنْ لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ " (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم)

گو مذکورہ گفتگو سے یوں لگتا ہے کہ شاید ابوسفیان ڈر کی وجہ سے مسلمان ہوئے۔لیکن اگر حقیقت کی نگاہ سے دیکھا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ اسقدر جری سردار قریش صرف موت کے ڈر سے دائرہ اسلام میں داخل ہونے پر مجبور ہو گیا جو کہ عقل میں آنیوالی بات نہیں ہے۔اب آیندہ تاریخ کا مطالعہ کریں تو معلوم ہو جائے گا کہ ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام کی سچے دِل سے تصدیق کی تھی اور پھر مستقبل میں ہمیشہ اسلام کی سربلندی کے لئے کارہائے نمایاں سرانجام دیتے رہے۔کتبِ تاریخ اس بات کی گواہ ہیں کہ انہوں نے غزوہ طائف میں حصہ لیا اور لڑائی کے دوران ان کی آنکھ شدید زخمی ہوگئی پھر جنگِ یرموک میں وہی زخمی آنکھ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جنگ کی نظر ہوگئی۔

ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قبولِ اسلام کے بعد حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابوسفیان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اہلِ عرب کے ہاں فخر اور شرف والا آدمی ہے اسکی منزلت وعزّت گواہ ہے اسلیئے مہربانی فرما کر اس کو کوئی ایسا رتبہ عطا فرما دیں کہ اہلِ مکہ کے سامنے اس کا وقار مزید بلند ہو جائے۔سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"مَنْ دَاخَلَ دَارَاَبِیْ سُفْیَا نَ فَھُوَ اٰمِن""

ترجمہ: ''جو کوئی ابوسفیان کے گھر داخل ہوگیا اُسے امن ملے گا'' جو اپنے گھر کا دروازہ بند رکھے گا اُسے امن ملے گا اور جو کوئی مسجد الحرام میں داخل ہوگیا وہ بھی امن میں رہے گا اور جو ہتھیار پھینک دے امن میں ہے۔''

پھر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ارشاد فرمایا کہ ''ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہاڑ کی چوٹی پر لے جا کر کھڑا کر دو اس تنگ راستے پر جہاں سے لشکر اسلام گزر کر مکہ مکرّمہ میں داخل ہوگا تاکہ یہ اپنی آنکھوں سے لشکرِ اسلام کے جلال وشان وشوکت کو دیکھ سکے۔حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہمراہ لے کر اس جگہ کھڑے ہوگئے جہاں کھڑے ہونے کا حکم ملا تھا تاکہ لشکرِ اسلام کی عظمت کو گزرتے ہوئے دیکھ سکیں۔

(از: مواہب لدنیہ جلد2 صفحہ 513)

(سیرۃ ابنِ ہشام جلد2 صفحہ 479، مدارج النبوت جلد2 صفحہ 465)

(البدایۃ والنہایۃ جلد4 صفحہ 711، طبری جلد3 صفحہ 632)

لشکرِ اسلام کی روانگی بطرف مکّۃُ المُکرّمہ

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلامی لشکر کو مکہ مکرمہ کی طرف کوچ کا حکم دیا کہ کچھ ہی دیر کے بعد سمندرِ اسلام میں تلاطم شروع ہوا اور یوں شمع رسالت کے پروانے دینِ حق کے علمبردار اپنے آقا ومولا صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کی سربراہی میں ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر کی موجوں کی مانند آگے بڑھنے لگے۔ سب سے پہلے گزرنے والوں میں حضرت خالد بن ولید سیف اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شامل تھے۔ اُن کے ساتھ بنوسلیم کے ہزاروں مجاہدین گزر رہے تھے بنوسلیم کی فوج کے پاس دو پرچم تھے۔ ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں۔ انہوں نے فرمایا یہ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ سیف اللہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابوسفیان کے قریب سے گزرتے ہوئے تین بار نعرہ تکبیر بلند کیا جس کی آواز نے ابوسفیان کے دِل میں لرزہ پیدا کر دیا۔ ان کے بعد حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے پانچ سو پہلوانوں اور شیر دلِ جنگجو جوانوں کے ہمراہ نعرہ تکبیر بلند کرتے ہوئے گزرے۔ ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا یہ کون ہے۔ فرمایا یہ حضرت زبیر ابن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر دریافت کیا کہ یہ تمہاری بہن کا فرزند ہے۔ اسکے بعد بنوغفار کا دستہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیر قیادت نعرۂ تکبیر بلند کرتا ہوا گزرا۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس قبیلے کی بھی تعریف فرمائی۔ ابوسفیان نے سُن کر کہا اس قبیلے یا گروہ سے ہمیں کوئی سروکار نہیں ہے۔ اس کے بعد بنوکعب بن عمر کے پانچ صد آدمی گزرے حضرت بشر بن سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے قائد تھے۔ ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں۔ جواب ملا یہ مسلمانوں کے حلیف ہیں۔ پھر ایک ہزار آدمیوں کا دستہ ان کے پاس سے گزرا۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یہ لوگ مزینہ قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور ان لوگوں نے تین قسم کے علم اٹھا رکھے تھے۔ حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا مجھے اس قبیلے سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ ان کے بعد آٹھ سو جوان جو کہ تندرستی وصحت کی اعتبار سے اپنی مثال آپ تھے۔ اس مقام سے گزرے۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا یہ لوگ قبیلہ جہنیہ سے ہیں شجاعت ودلیری کے نشان کے طور پر اپنے ساتھ چار جھنڈے رکھتے تھے۔ ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اللہ کریم نے ان لوگوں کے حال پر خصوصی رحم فرمایا اور اب ان کے سینوں میں اِسلام کا جذبہ سمندرِ بیکراں کی طرح ٹھاٹھیں مارتا ہے۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اونٹنی قصویٰ پر سوار اس مقام سے ایسی شان وشوکت سے گزرے کہ ابو سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھیں خیرہ ہوگئیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سَرِ مُبارک پر خود اور اسکے نیچے سیاہ عمامہ شریف تھا۔ جسم اقدس پر زرہ مبارک پہن رکھی تھی اس طرح آپ علیہ السلام پورا جنگی سامان زیب تن فرمائے ہوئے تھے۔ آپ علیہ السلام کے گرد پانچ سو مہاجرین وانصار جنکی محبت، الفت اور جاں نثاری کائنات میں ایک امر مُسلّم تھی پورے جنگی سامان سے لیس چل رہے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک پہلو میں سیّدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے اور دوسرے پہلو میں حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن سے گفتگو فرما رہے تھے۔

(روایت از: مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 464)

ایک اور روایت میں آتا ہے جب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے عظیم الشان سبز لشکر کے ہمراہ گزر رہے تھے۔ بقول ابن ہشام اسکو سبز لشکر اس لئے کہا گیا کہ ہر مجاہد نے جو اسلحہ زیب تن کیا ہوا تھا وہ مل کر سبز رنگ کا منظر پیش کر رہا تھا۔ یعنی ہتھیاروں کی زیادتی کی وجہ سے سبزی نظر آتی تھی۔

(روایت از: ابن ہشام)

اس لشکرِ عظیم میں مہاجر وانصار یا پھر قبائل عرب کے لوگ ہر ایک لوہے کی زرّہ پہنے ہوا تھا گویا کوئی فردِ واحد بھی ایسا نہ تھا۔ جس نے جنگی اسلحہ نہ پہن رکھا ہو۔

(روایت از: ابنِ اسحاق)

اس لشکر کے اس حِصّہ کی شان وشوکت دیکھ کر ابوسفیان کی توچشمِ عقل شرمندہ ہو کر رہ گئی اس نے نہایت تعجب اور پریشانی کے عالم میں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا اے ابوالفضل خدا کی قسم ان عظیم لوگوں کا کوئی سامنا نہیں کر سکتا۔ تمہارے بھتیجے کی بادشاہت عظیم اور قوت والی ہے اور ان کا ملک بہت بڑا ہو گیا۔ یہ سُن کر حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ابوسفیان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تم پر سخت افسوس ہے جس کو تم بادشاہت کہہ رہے ہو وہ نبوت ورسالت ہے۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بادشاہ نہیں ہیں۔ جنکی حکومت یا کوئی بڑا ملک ہو بلکہ آپ علیہ السلام تو اللہ کے سچے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جنکی رسالت کی تم شان دیکھ رہے ہو۔

یہاں ایک ضروری امر کی وضاحت کرنا لازمی ہے وہ یہ کہ ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لشکرِ اسلام کو دیکھ کر جو یہ فقرہ استعمال کیا کہ یہ بادشاہت ہے ان کے دنیاوی تجزیئے کے مطابق یہ سچ بات ہوگی جبکہ حقیقت یہ ہے کہ جس طرح اللہ کریم نے حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو ظاہری شان وشوکت اور صوُرت کے اعتبار سے عظیم سلطنت عطا کر رکھی تھی مگر اصل معنی اور حقیقت کے اعتبار سے وہ ظاہری حکومتِ سلطنت نہ تھی بلکہ نبوت تھی۔ ان کی حکومت ظاہری اسباب اور مادیت پر مبنی نہ تھی جیسا کہ آج کل ہوائی جہاز یا راکٹ مادیت اور صنعت کے زور پر اڑتا ہوا ہزاروں میل کا سفر گھنٹوں میں طے کر لیتا ہے اس وقت حضرت سلیمان علیہ السلام کا تختِ ظاہری مادیت یا کسی موجودہ فنّی علوم (ٹیکنالوجی) کے بغیر ہی ہوا کے دوش پر ہزاروں میل کا سفر آن کی آن میں طے کر لیتا تھا۔ تخت کا اڑنا حضرت سلیمان علیہ السلام کی دلیلِ نبوّت اور بطورِ معجزہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ شان وشوکت اسلئے عطا فرمائی تھی تاکہ پوری دنیا کے عارضی سلاطین اپنی ظاہری ومادی طاقت کو اس روحانی طاقت کے مقابلہ میں ہیچ اور بے معنی وبے حقیقت خیال کریں۔ اور یوں خُدا اور اسکے سچے نبی کے سامنے سرِ نیاز خم کر دیں۔ اس طرح سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ ظاہری شان وشوکت کو ابوسفیان اور دیگر عوام الناس نے دنیاوی بادشاہت وسلطنت سمجھ لیا جبکہ حقیقت میں شان وشوکت نبوت ورسالت کا اظہار وحقیقت تھی جس کا مقصد یہ تھا کہ ظاہری شان وشوکت رکھنے والے اسکو ظاہر

ی طاقت وہیبت خیال کرتے ہوئے مرعوب ہو جائیں۔

جب لشکر اسلام مکہ مکرمہ کی طرف رواں تھا۔حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کے پاس انصار کا پرچم تھا ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قریب سے گزرے تو جوش میں آگئے اور فرمایا:

''اَلْیَوْ مُ یَوْ مُ الْمَلْحَمَۃُ اَلْیَو مَ تَسْتَحَلَّ الْحَرَمَۃ''

ترجمہ: ''آج کا دن لڑائی کا دن ہے آج کعبۃ اللہ میں بھی قتال حلال ہوگا''۔

مزید فرمایا آج تو خونریزی کرنے کا دن ہے آج حرمت حلال کر دی گئی ہے۔آج کے دن حق تعالیٰ نے قریش کو ذلیل ورسوا کیا ہے۔پھر اپنے ساتھیوں کی طرف چہرہ کرنے کے بعد فرمایا۔اے بنو اوس وخزرج کے لوگو آج کے دِن اہلِ قریش سے غزوۂ اُحد کا بدلہ لے لو۔حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس کلام نے ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر خوف ودہشت طاری کر دی وہ سرکارِ مدینہ سرورِ سینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ علیہ السلام نے اپنی قوم اور اہلِ لشکر کو جنگ وقتال کا حکم فرمایا ہے؟۔سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''نہیں''۔اس پر ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کلام گوش گزار کیا۔رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''اس نے یہ سب کچھ اپنی طرف سے ہی کہہ دیا ہے اور اس طرح اُن سے سہو ہو گیا ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ آج کے دن اللہ کریم اہلِ قریش کو معزز فرمائے گا۔آج کا دن تو رحم ومہربانی کا دن ہے۔اور سُنو آج کے دن اللہ کریم اپنے گھر کی عزت وعظمت کو زیادہ فرمائے گا۔تم سب اطمینان رکھتے ہوئے ایمان لے آؤ''

ایک اور روایت میں یوں آتا ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے خلافِ واقعہ بات کہہ دی ہے۔آج تو وہ دن ہے کہ اللہ کریم اپنے گھر کی عظمت وتکریم کو بڑھاتا ہے۔اس کو خلعت پہناتا ہے''۔اس پر ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام لوگوں میں آپ علیہ السلام بڑے ہی رحیم وکریم ہیں۔میں اللہ کو شفیع بنا کر آپ علیہ السلام سے عرض کرتا ہوں کہ آپ علیہ السلام قرابت داری جو اس نے اہلِ قریش کے ساتھ آپ علیہ السلام کو عطا کی ہے اسکو مدِ نظر رکھتے ہوئے قتال وخون سے درگزر فرمائیں اور یوں اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں پر رحم وکرم فرمائیں۔پھر حضرت عثمانِ غنی اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایسی گذارش کی۔اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت قیس بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم فرمایا کہ ''وہ اپنے والد حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انصار کا پرچم خود لے لیں اور نرمی، مہربانی اُخوت وپیار سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوں''۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مامور فرمایا کہ وہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پرچم لے لیں اور نرمی ومہربانی سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوں۔

(از: بخاری شریف)

(البدایۃ والنہا یۃ جلد 4 صفحہ 290)

(مدارج النبوّت جلد 2 صفحہ 465)

ابوسُفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی واپسی

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے ابوسفیان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے کہا جلدی کرو اور مکہ مکرمہ جا کر اہلِ قریش کو لشکر اسلام کی آمد سے خبردار کرتے ہوئے اسلام لانے کا کہو تا کہ وہ قیدی ہونے اور قتل ہونے سے بچ جائیں۔ ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اور بلند آواز سے اہل قریش کو مخاطب کیا اور کہا اے گروہِ قریش محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہمارے سروں پر عظیم الشان لشکر کے ہمراہ پہنچ گئے ہیں میں نے اس لشکر عظیم کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا ہے اور میں تمہیں بتا دینا چاہتا ہوں کہ تم لوگ ان کا سامنا نہیں کر سکتے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ہے جو شخص ابوسفیان یعنی میرے گھر میں داخل ہو جائے گا وہ امن میں رہے گا۔ ہندہ زوجہ ابوسفیان نے جو کہ عتبہ کی بیٹی تھی ابوسفیان کے مقابلے کے لئے کھڑی ہوگئی اس نے اپنے خاوند یعنی ابوسفیان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی مونچھیں پکڑ لیں۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ ہندہ نے اپنے خاوند کی داڑھی پکڑ کر کہا۔ اے موٹے چربیلے شخص جو مشک کی طرح پھیلا ہوا ہے تجھے زندہ رہنے کا حق نہیں پھر بولی اے آلِ غالب اس شخص کو مار ڈالو تا کہ یہ ایسی بات منہ سے نہ نکال سکے ابوسفیان نے کہا تم میرے ساتھ جو بدتمیزی کرنا چاہو کر لو مگر میں قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ اگر تم لوگ مسلمان نہ ہوئے تو تمہاری گردنیں قلم کر دی جائیں گی دوسرا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ہے کہ "جو شخص اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے گا یا جو کعبہ شریف میں پناہ لے گا اسکے لئے بھی امان ہے"

اہلِ قریش نے کہا تو روسیاہ ہو یہ کیسی خبر لے کر آیا ہے تیرا گھر ہمیں کیا پناہ دے گا۔ قریش کو ابھی تک لشکرِ اسلام کی آمد کا علم نہیں ہوا تھا۔ انہوں نے جب گرد و غبار اڑتا دیکھا تو ابوسفیان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے پوچھا یہ تمہارے پیچھے کون آ رہا ہے جسکی وجہ سے گرد و غبار اڑ رہا ہے۔ ابوسفیان نے کہا افسوس تمہاری عقلوں پر جس لشکر کا میں خود مشاہدہ کر کے آ رہا ہوں اور تمہیں خبردار کر رہا ہوں یہ وہی لشکر ہے اِس پر لوگوں نے یا تو اپنے گھروں کے دروازے بند کر لئے اور بہت سے کعبہ شریف یعنی مسجد الحرام میں پناہ کی خاطر چلے گئے۔

(از: سیرۃ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 480)

(البدایۃ ولنہایۃ جلد 2 صفحہ 712)

(مدارج النبوّت جلد 2 صفحہ 467)

(مواہبِ لدنیہ جلد 2 صفحہ 514)

ابوقحافہ کا ذی طوی میں قبولِ اسلام

ابنِ اسحاق کہتے ہیں کہ مجھ سے یحییٰ بن عباد انہوں نے اپنے والد عبّاد سے اور انہوں نے اپنی دادی اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت بیان کی کہ جب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذی طوی میں ٹھہرے ہوئے تھے تو ابوقحافہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والدِ محترم نے اپنے بچوں میں سب سے ایک چھوٹی بچی سے کہا کہ مجھے ابوقبیس پہاڑ پر چڑھنے میں مدد یں۔ابوقحافہ کی بینائی ختم ہو چکی تھی اور وہ بہت زیادہ ضعیف بھی تھے۔بہر حال بچی ان کو سہارا دے کر پہاڑی پر لے گئی انہوں نے پوچھا اے بچی تو کیا دیکھتی ہے۔بچی نے جواب دیا میں ایک بہت بڑی جمعیت دیکھ رہی ہوں۔ابوقحافہ نے پوچھا کیا جمعیت کے لوگ گھوڑوں پر ہی سوار ہیں۔لڑکی نے کہا ہاں گھوڑوں پر ہی سوار ہیں۔ایک آدمی ان میں سے تمام لوگوں کے آگے پیچھے دوڑ رہا ہے۔ابوقحافہ نے کہا یہ واضح ہے جو سواروں کا انتظام کرتا ہے اور ہمیشہ لشکر کے پیش پیش رہتا ہے۔بچی نے کہا اب وہ جمعیت منتشر ہو گئی ہے۔سواروں کو ہٹا دیا گیا ہے۔اس پر ابوقحافہ نے کہا بچی اب تو جلدی سے مجھے گھر پہنچا دے لڑکی ان کو لے کر نیچے اتر آئی مگر راستے میں سواروں کی ایک ٹولی نے ان کو گھیرے میں لے لیا۔بچی کے گلے میں چاندی کا ایک ہار تھا سواروں میں سے ایک نے وہ ہار کاٹ کر اُتار لیا۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد ابوقحافہ کے ہمراہ خدمتِ اقدس میں تشریف لائے اُن کے والد اس قدر کمزور ہو چکے تھے کہ ان کو سہارا دے کر خدمت میں پیش کیا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''بوڑھے آدمی کو گھر ہی کیوں نہ رہنے دیا خود چل کر ان سے گھر پر ہی مل لیتے''۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ علیہ السلام کے چل کر جانے سے یہی بہتر تھا کہ یہ آپ علیہ السلام کی خدمت میں خود حاضر ہوتے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوقحافہ کو اپنے سامنے بٹھا لیا اُن کے سینے پر اپنا دستِ شفقت پھیرا اور فرمایا اسلام لے آؤ۔چنانچہ ابوقحافہ فوراً اسلام لے آئے اسوقت ابوقحافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر مبارک بالکل سفید ہو چکا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ان کے بال رنگ دیئے جائیں۔پھر ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا میں اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام پر اپنی بہن کا وہ ہار واپس مانگتا ہوں۔جو کسی سوار نے راستے میں اس کے گلے سے اتار لیا تھا۔پھر وہ ہار اس سوار سے واپس لے کر اپنی بہن کے حوالے کیا اور فرمایا اب اس کو سنبھال کر رکھنا۔

(از: سیرۃ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 481)

لشکرِ اسلام کا مکّہ میں داخل ہونا

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مرالظہر ان سے اپنی اونٹنی قصویٰ پر سوار ہونے سے پہلے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالی عنہ کو حکم دیا کہ اپنے ہمراہ مہاجرین کی جماعت لے لیں اور مکہ مکر مہ کی بلندی کی جانب سے جس کو "کداء" کہا جاتا ہے۔ اس بارے میں اور بھی اقوال ہیں۔ دو پہاڑ ہیں ایک کدی اور دوسرا کداء۔ کدی مکہ معظمہ کے نشیبی حصے (جنوب) میں ہے اور کداء بالائی حصے (شمال) میں۔ کداء کے ایک گوشے میں مکّہ مکرمہ کا مشہور قبرستان جنّۃ المعلیٰ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کداء (بالائی جانب) سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تھے اور کدی (جنوب) کی طرف سے نکلے تھے۔ آپ علیہ السلام نے زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم فرمایا کہ "وہ کداء سے حجون میں داخل ہو جائیں"۔ (حجون ایک مقام کا نام ہے) سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خیمہ مبارک اِسی طرف تھا، پھر ارشاد فرمایا "اس مقام پر پہنچ کر ٹھہر جائیں آگے نہ بڑھیں بلکہ میری آمد کا انتظار کریں"۔ حضرت ابوعُبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم فرمایا کہ "وہ اپنے ہمراہ ہتھیاروں سے مسلح نوجوان لے کر بطن وادی کی طرف سے نہایت آرام، پیار، لطف و مہربانی سے روانہ ہوں"۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم فرمایا کہ "وہ مکّہ شریف کے زیریں (لیط) یعنی نشیبی جانب جنوب کی طرف سے متعدد افواج کے ساتھ مکہ شریف میں داخل ہوں اور پھر منتہائے عمارات پر اپنا پرچم نصب کریں"۔ اس وقت حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیرکمان جو دستے تھے ان میں قبیلہ اسلم، سلیم، غفار، مزینہ، جہینہ اور دیگر عرب قبائل کے کچھ لوگ شامل تھے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالی عنہ کو اسفل مکہ سے داخل ہونے کا حکم اس لئے فرمایا تھا کہ قریش کے تمام اوباش لوگ مقابلہ اور مقاتلہ کے لئے اسی جانب جمع تھے۔

(از: زرقانی جلد 2 صفحہ 309)

(مُسلم شریف، نسائی شریف روایت از: ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ)

حضرت امام مالک رحمتہ اللہ علیہ، حضرت امام زہری و حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ کے حوالے سے بیان فرماتے ہیں کہ جب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ شریف میں داخل ہوئے تو اس وقت آپ علیہ السلام کے سر مبارک پر خود اور اسکے نیچے سیاہ عمامہ مبارک تھا جس کا شملہ آپ علیہ السلام کے دوش مبارک پر ایک طرف پڑا ہوا تھا۔ اس وقت آپ نے احرام نہیں باندھا ہوا تھا۔

(روایت از: صحیح بخاری و مُسلم شریف)

(البدایہ والنہایہ جلد 4 صفحہ 413)

اس روایت میں مزید بیان کیا گیا ہے کہ کسی نے آپ علیہ السلام سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم اگر مشرکین ہم سے لڑتے لڑتے بھاگ کر بیت اللہ شریف میں داخل ہو جائیں اور ہم ان کا تعاقب کر رہے ہوں تو ہمارے لئے پھر کیا حکم ہے۔

''سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا انہیں قتل کردو''

ضروری وضاحت

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے یہ سوال یقیناً اسلئے کیا تھا کہ حدودِ حرم میں کیونکہ جانور تک کو مارنے کا حکم نہیں اسلئے اگر مشرکین وہاں پناہ لے لیں تو ہمارے لئے کیا حکم ہے۔ اسکے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''اگر اسلام دشمن لوگ اس مقام پر مسلمانوں کے خلاف جنگ کریں تو ان کو قتل کرنا جائز ہے''۔ اس حدیث شریف کی روشنی میں جسکو امام ترمذی اور مُسلم رحمہما اللہ تعالیٰ نے نقل کیا ہے اہلسنّت کے ائمہ اربعہ یعنی امام اعظم ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ، حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ کا بھی اس حدیث شریف کی روشنی میں یہی مذہب و بیان ہے۔

(از: البدایۃ والنہایۃ جلد 4 صفحہ 713)

لشکرِ اسلام کو کوُچ کا حکم

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب لشکرِ اسلام کے مقرر کردہ دستوں کے امیروں کو ہدایات فرمادیں تو خود اپنی سواری جس پر تشریف فرما تھے اسکو مکّہ مکرمہ کی طرف چلنے کا حکم دیا۔ اس وقت جب آپ علیہ السلام نے اللہ کریم کی فتح ونصرت اور اقامت نعم غیر زوال غیر متناہی کو دیکھا تو آپ علیہ السلام کو ہجرت کا وقت یاد آ گیا تصور مبارک میں آیا کہ کس طرح چند سال پہلے آپ علیہ السلام اپنے ایک رفیق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ چھپتے ہوئے مکہ مکرمہ سے نکلے اور اب اللہ تعالیٰ نے بہت ہی قلیل وقت یعنی صرف چند سالوں کے بعد ہی آپ کو نمایاں طور پر ان ظالم مشرکین پر فتح عظیم عطا فرمائی اور یوں آپ علیہ السلام مسلمانوں کے لشکر کے ہمراہ نہایت شان وشوکت سے مکہ مکرمہ میں داخل ہونے جا رہے ہیں۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لشکر کو کوچ کا حکم فرمایا اور خود اس لشکر عظیم کی کمان فرماتے ہوئے اپنی سواری قصویٰ پر سوار آگے آگے مکہ مکرمہ کی طرف پیش قدمی فرمائی۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکّہ مکرّمہ میں داخل ہونا

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کریم کی طرف سے عطا کی ہوئی فتح عظیم کے شُکر کے طور پر عجز وانکساری کی عملی مثال دیتے ہوئے اپنی سواری پر یوں تشریف فرما تھے کہ سر مبارک اس قدر جُھکا رکھا تھا کہ آپ علیہ السلام کی ریش مبارک (داڑھی مُبارکہ) سواری کے پالان کے ساتھ چھو رہی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے پالان پر ہی اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے سجدہ شکر فرمایا۔ سُبحان اللہ لاکھوں درود اور کروڑوں سلام اس عظیم ہستی پر کہ فتح اعظم پر ایسے عجز وانکسار کے ساتھ داخل شہر ہو رہے ہیں جسکی مثال کائنات میں نہ پہلے کسی نے دیکھی ہے اور نہ ہی پیدا ہوگی۔

ایسے دشمنوں پر فتح حاصل کرنا جنہوں نے آپ علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کے ساتھیوں کے ساتھ تقریباً 12 سال اور ہجرت کے بعد بھی تقریباً آٹھ سال تک اسقدر مظالم اور سختیاں روا رکھیں جن کو پڑھ کر سنگدل سے سنگدل آدمی بھی کانپ جاتا ہے۔ مگر قربان جائیں اس رحمتِ عالم کے کہ جب ان ظالم لوگوں پر قابو پایا تو تکبر، غرور یا ظاہری شان وشوکت کا مظاہرہ کرنے کی بجائے اپنے مالکِ حقیقی کے سامنے عجز وانکساری سے سر کو جھکا رکھا تھا۔
سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کِداء کی جانب سے براستہ (جبل ہند) الحجون مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ اپنی سواری پر تشریف فرما سورہ ''اِنَّـا فَتَحْنَا'' نہایت ہی خوش الحانی کے ساتھ تلاوت فرما رہے تھے۔ اس عظیم الشان فتح کے وقت مسّرت اور نشاط کے آثار کے ساتھ بارگاہِ خالقِ کائنات میں نہایت ہی تمسکن اور تواضع سے سر جھکائے شہر میں داخل ہوئے۔

(از: بخاری شریف راوی حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

مقامِ کداء کی تشریح

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقامِ کداء سے مکہ مکّرمہ میں داخل ہوئے۔ مقام کداء وہ جگہ ہے جہاں سیّدنا حضرت ابراھیم علیہ السّلام نے کھڑے ہو کر لوگوں کو حج ادا کرنے کے لئے پکارا تھا۔ قرآن کریم میں آتا ہے:
سورۃ الحج آیت 27

وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْكَ رِجَالًا
وَّعَلٰی كُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ ﴿۲۷﴾

ترجمہ: (اور لوگوں میں حج کی عام منادی کردے، حاضر ہوں گے آپ کے پاس پاپیادہ اور دُبلے اونٹوں پر ہر دور دراز سے)

یہی وجہ ہے، کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہ نفس نفیس اسی مقام سے مکہ مکّرمہ میں داخل ہوئے جہاں کعبۃ اللہ کی تعمیر کے وقت حضرت ابراھیم علیہ السّلام نے دُعا مانگی تھی۔

(از: روض الانف جلد 2 صفحہ 270)

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صلوٰۃ الفتح ادا فرمانا

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقامِ کداء سے گزر کر مکّہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو سب سے پہلے اُمِّ ہانی بنت ابی طالب کے گھر تشریف لے گئے غسل فرمایا اور آٹھ رکعت نماز ادا فرمائی۔ اس وقت چاشت کا وقت تھا۔

(از: صحیح بخاری باب فتح مکّہ)

عام اصطلاحِ علماء میں اس نماز کو صلوٰۃ الفتح کہا جاتا ہے۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سُنت مبارکہ پر عمل کرتے ہوئے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین اور دیگر سلاطینِ اسلام بھی جب کسی شہر یا ملک وعلاقہ کو فتح کرتے تو صلوٰۃ الفتح ادا کیا کرتے تھے۔ اصل میں یہ صلوٰۃ فتح کے شکرانہ کے طور پر ادا کی جاتی ہے جیسے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب مدائن شہر ایرن کو فتح کیا اور ایوانِ کسریٰ میں داخل ہوتے وقت آٹھ رکعت نماز صلوٰۃ الفتح ادا فرمائی۔ اور ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرا۔

(از: روض الانف جلد 2 صفحہ 273)

امام اعظم حضرت امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُسی حدیث شریف کے مطابق آٹھ رکعت نماز ایک ہی سلام سے زیادہ پڑھنے کو مکروہ ارشاد فرماتے ہیں۔

الغرض جب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آٹھ رکعت ادا فرما چکے تو حضرت اُمِّ ہانی نے آپ سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے اپنے شوہر کے دو رشتہ داروں کو جو بھاگ کر میرے پاس آئے اور مجھ سے امان طلب کی اس طرح میں ان کو امان دے چکی ہوں وہ میرے گھر میں موجود ہیں مگر میرے بھائی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کو قتل کرنا چاہتے ہیں۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اُمِّ ہانی جن کو پناہ دے چکی ہے ہم نے بھی ان کو پناہ دی اسلئے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو بھی چاہیئے کہ ان دو آدمیوں کو نہ مارے۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد 4 صفحہ 299)

مقامِ خندمہ میں قُریش کا اجتماع

ابن اسحاق نے بیان کیا کہ مجھ سے عبداللہ ابن نجیح اور عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے فرمایا کہ صفوان بن امیہ، عکرمہ بن ابوجہل اور سُہَیل بن عَمرو نے مسلمانوں کے ساتھ مقابلہ کے لئے قریش کے لوگوں کو مقام خندمہ (مکہ مکرمہ کی ایک گھاٹی) میں اکٹھا کیا یہ مقام مکہ مکرمہ کے قریب ایک گھاٹی نما تھا۔ حماس بن قیس بن خالد اخو بنی بکر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور لشکرِ اسلام کے مکہ میں داخلے سے پیشتر گھاٹی میں اکٹھے ہونیوالے لوگوں کے لئے اسلحہ اور دوسرا ضروری سامان بہم پہنچاتا رہا۔ یہ شخص سامانِ جنگ کو اکٹھا کرنے میں ہر وقت مصروف رہتا تھا ایک دن اسکی بیوی نے اُس سے پوچھا کہ یہ سب کچھ کیا ہو رہا ہے تم شب و روز یہ سامان کس لئے اکٹھے کرتے رہتے ہو؟۔

حماس بن قیس نے اپنی بیوی کو جواب دیا کہ خُدا کی قسم میں یہ سامان محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اوران کے ساتھیوں کے لئے اکٹھا کر رہا ہوں۔ اسکی بیوی نے خاوند کا جواب سُن کر کہا بخدا میں نہیں سمجھتی کہ تم اور تمہارے ساتھی مل کر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور اُن کے ساتھیوں کے مقابلے میں ٹھہر سکتے ہو۔ بیوی کا جواب سُن کر حماس نے یہ شعر پڑھا۔

مِنْ یُقْبِلُو االْیَوْمَ فَمَا لِی عِلَّهُ
هٰذَاسِلاَ حٌ" کَا مِلٌ" وَّاَلَّهُ
وَذُوْغِرَارَیْنِ سَرِ یْعُ السَّلَّهُ

ترجمہ اشعار

"اگر آج یہ لوگ میرے مقابلے پر آئیں گے تو میرے اندر کوئی کمزوری نہیں، پُورے ہتھیار موجود ہیں ۔ یہ لمبی سنان والا حربہ ہے، یہ دودھاری تیزی سے نکل آنیوالی تلوار ہے"۔

بہرحال قریش کے کچھ اوباش لوگ اور بنوبکر و بنوحارث بن عبد مناف کے کچھ آدمی جنکو قریش نے مسلمانوں کے خلاف مقابلے کے لئے اکٹھا کر رکھا تھا۔ اس موقعہ کی تلاش میں تھے کہ جیسے ہی اسلامی لشکر مکہ مکرمہ میں داخل ہو اس پر حملہ کر دیا جائے۔

مکّہ کے کچھ لوگوں کا حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دستہ پر حملہ

مغازی موسیٰ بن عقبہ میں ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب اسفل مکّہ سے داخل ہوئے تو بنوبکر بنوحارث اور قبیلہ ہذیل کے چند اوباش لوگوں نے قریش کے کچھ لوگوں کے ہمراہ جو کہ پہلے سے ہی مسلمانوں کے خلاف لڑنے کی تیاری کر چکے تھے اور ان کا حال اُوپر گزر چکا ہے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دستے پر ہلہ بول دیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب ان حملہ آوروں کا مقابلہ کیا تو وہ لوگ مقابلے کی تاب نہ لاتے ہوئے اپنے مقتولین کی لاشیں چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ اس طرح بنوبکر کے تقریباً سب اور ہذیل کے بھی تین چار آدمی مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوئے۔ باقی حملہ آوروں میں سے کوئی پہاڑ کی طرف بھاگ گیا اور کُچھ نے اپنے گھروں میں گُھس کر دروازے بند کر لئے۔

(از: فتح الباری جلد 8 صفحہ 9)

صفوان بن امیّہ اور عکرمہ بن ابوجہل و سہیل بن عُمرو نے خندمہ کے مقام پر مسلمانوں کے ساتھ مقابلے کے لئے کچھ آوارہ واوباش قسم کے لوگوں کو اکٹھا کیا ہوا تھا۔ جن میں بنوبکر، بنوحارث بن عبد مناۃ اور قبیلہ ہذیل کے لوگ بھی شامل تھے۔ ابنِ اسحاق کہتے ہیں کہ ان لوگوں نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مقابلہ کیا۔ جس کے نتیجہ

میں مسلمانوں کے دو آدمی خنیس بن خالد بن ربیعہ اور کرز بن جابر فہری شہید ہو گئے جبکہ کفار کی طرف سے بارہ یا تیرہ (13) آدمی مارے گئے۔ باقی سب بھاگ گئے۔

(روایت از: ابن اسحاق)

(ابن اسحاق کی اس روایت کے مطابق مشرکین کے بارہ تیرہ آدمی لڑائی میں مارے گئے تھے جبکہ موسیٰ بن عقبہ، ابن سعد، واقدی، ابن کثیر وغیرہ کی روایات سے پتہ چلتا ہے کہ اس جھڑپ میں مشرکین کے 24 یا 23 آدمی مارے گئے تھے۔ جبکہ ایک اور روایت کے مطابق مشرکین کے ستر (70) افراد مارے گئے)۔

ایک اور روایت میں یوں بیان کیا گیا ہے کہ جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے مطابق مقررہ مقام کی طرف روانہ ہوئے تا کہ حکم کے مطابق اس سمت سے بیت اللہ شریف کی طرف آئیں تو عکرمہ بن ابوجہل، سُہیل بن عَمرو اور صفوان بن امیہ جن کے دِلوں سے اِسلام کے خلاف نفرت، شقاوت اور عداوت نہیں نکلی تھی۔ نہایت غیر دانشمندی کے ساتھ دیگر دُوسرے قبائل کے چند لوگوں کے ہمراہ جن میں بنو بکر، بنو الحارث اور قبیلہ ہذیل کے چند اوباش شامل تھے۔ مسلمانوں کے خلاف لڑائی کی تیاری کر چکے تھے۔ جیسے ہی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دستہ اسفل مکّہ میں داخل ہوا ان لوگوں نے مسلمانوں پر حملہ کر دیا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں نے ان کا خوب قتال کیا اور پھر وہ بھاگ گئے۔ ان اوباش لوگوں نے جو ابھی تک ذلت وخواری کو ہی اپنی ضدی عادت کے مطابق اپنی قسمت بنائے ہوئے تھے اور اپنے شقی، ہٹ دھرم آباؤ اجداد کے دین کو سچا ثابت کرنے میں کوشاں تھے۔ ان لوگوں نے ابوسفیان کی مثال سے کچھ سبق حاصل نہیں کیا تھا پھر حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مثال ان لوگوں کے سامنے تھی مگر جب شیطان انسان پر پوری طرح غالب ہو تو عقل سُوجھ بُوجھ سب کچھ ختم کر دیتا ہے اگر یہ لوگ عقل استعمال کرتے تو حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارفع و اعلیٰ مقام کو دیکھتے ہوئے اسلام قبول کر لیتے۔

اب دُوسری طرف جب ان لوگوں نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حملہ کیا تو ان کو بحالتِ مجبوری اپنے دفاع اور پھر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے مطابق کہ گو اس جگہ قتال کرنا منع ہے لیکن اگر مُشرکین مُسلمانوں پر حملہ آور ہوں تو ان کو قتل کرنے کی پوری اجازت ہے پس ان حالات کی وجہ سے جب مُشرکین نے مقام خندمہ پر حملہ کیا تو حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مقابلہ کیا۔ جنگ نے کچھ طول پکڑا اور پھیلتی ہوئی مقام خرور تک پہنچ گئی۔ یہ مقام کعبہ کے ساتھ ہی ہے۔ جسے اب ''عرورہ'' کہتے ہیں اور ایک روایت کے مطابق مشرکین کے 28 افراد قتل ہوئے۔

مختصراً مشرکین کے 28 یا 24 یا 23 آدمی قتل ہوئے اور باقی بھاگ کر یا تو پہاڑ پر چڑھ گئے یا اپنے گھروں میں گھس کر دروازے بند کر لئے۔ مُسلمانوں میں سے دو صحابہ حضرت خنیس بن خالد بن ربیعہ اور حضرت کرز بن جابر

فہری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جامِ شہادت نوش کیا۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب اس بات کی خبر ملی تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "خالد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو ہم نے جنگ سے منع کیا تھا پھر وہ کیوں لڑے؟" لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مشرکین کی ایک جماعت نے خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دستے پر حملہ کردیا تھا۔ اسلئے مجبوراً ان کو اپنے دفاع میں جنگ کرنا پڑی سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "قَضَاءُ اللهِ خَيْرٌ" "اللہ تعالیٰ نے جو مقدر کیا اُسی میں خیر ہے"

(از: مدارج النبوّت جلد 2 صفحہ 468)

یہ واقعہ یوں بھی منقول ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب خبر ملی تو آپ علیہ السلام نے حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیغام ارسال فرمایا کہ اسکو کہہ دو۔

"صَنعَ عَنْهُمْ وَالسَّيْفُ" "یعنی تلوار کی ضرب سے ان کو باز رکھا جائے۔"

اور قتل نہ کیا جائے۔ مگر جب پیغام لے کر جانے والے قاصد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گیا تو اس نے ضع عنهم السّيف کی بجائے "ضَعْ فِيْهِمِ السَّيْفَ" کے الفاظ سے پیغام دیا جس کا مطلب ہے کہ مشرکین کو تلوار کی دھار پر رکھ لیں۔ اور قتال کریں۔ اس حکم کے مطابق حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مشرکین کا قتال کیا۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب خبر ملی تو آپ علیہ السلام نے حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو طلب فرما کر حکم کی خلاف ورزی کے بارے میں باز پرس کی۔ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قاصد نے مجھے یہی پیغام دیا تھا کہ مشرکین کو تلوار کی دھار پر رکھتے ہوئے ان کا قتال کرو لہٰذا میں نے حکم کی تعمیل کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قاصد کو طلب فرمایا اور اس سے ارشاد فرمایا "میں نے تمہیں یہ پیغام دیا تھا کہ خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہہ دو کہ تلوار کی ضرب اور قتال سے مشرکین کو تنگ نہ کیا جائے۔ اس فعل سے باز رہیں مگر تو نے میرے پیغام کو تبدیل کیوں کیا؟" قاصد نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جب آپ کی بارگاہ بے کس پناہ سے حکم لے کر روانہ ہوا تو راستے میں ایک آدمی سے میری ملاقات ہوئی جس کا سر آسمان تک پہنچا ہوا تھا اسکے ہاتھ میں ایک بہت بڑا خنجر تھا۔ اس شخص نے میرے سینے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا کہ خالد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو یہ پیغام دینا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے ضَعْ فِيْهِمِ السَّيْفَ۔ اگر تو نے یہ پیغام نہ دیا تو میں تمہیں اس خنجر سے قتل کر ڈالوں گا۔ اسلئے میں نے جان کے خوف سے خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ پیغام دے دیا۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سُن کر فرمایا: "صَدَقَ اللهُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ" "اللہ اور اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سچے ہیں"۔ پھر ارشاد فرمایا کہ "میں نے غزوہ اُحد کے روز جب حضرت حمزہ (رضی

اللہ تعالیٰ عنہ) شہید ہوئے۔ اس روز میں نے کہا تھا کہ جب میں قریش کو پالوں تو ان کے ستر آدمی قتل کرونگا۔ اس روز تو حق تعالیٰ کی جانب سے مجھے منع فرمایا گیا لیکن آج اللہ کریم نے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی زبان سے نکلی ہوئی بات کو پورا فرمادیا اور یوں خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں ستر مشرکین جہنم رسید ہوئے"۔

(واللہ اعلم)

(از: مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 469)

حماس بن قیس کے اشعار

بنو بکر، بنو حارث اور قبیلہ ہذیل نے قریش کے چند اوباش نوجوانوں کے ساتھ مل کر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دستہ پر حملہ کیا اور جواب میں کئی لاشیں چھوڑ کر بھاگ نکلے تو ان بھاگنے والوں میں حماس بن قیس بھی شامل تھا یہ شخص ہمیشہ مسلمانوں کے خلاف زہر اگلتا تھا۔ مشرکین کو اسلحہ اور دوسری ضروری چیزیں فراہم کرتا رہتا تھا اسکی بیوی نے جب خاوند کی یہ حرکات دیکھیں تو اس سے دریافت کیا کہ تم یہ سب کچھ کس لئے کرتے پھرتے ہو۔ حماس کا جواب گزشتہ باب میں تفصیلاً گزر چکا ہے۔ یہاں یہ بتانا مقصود ہے کہ جب خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بچ کر حماس بن قیس اپنے گھر داخل ہوا اور دروازہ بند کر لیا تو اسکی بیوی نے پوچھا تم جو مجھے پہلے مسلمانوں کے بارے میں اکثر کہتے رہتے تھے وہ تمہاری ساری باتیں، دعوے کہاں گئے۔ بیوی کی بات سن کر حماس نے چند اشعار کہے جو ترجمہ سمیت تحریر کئے جاتے ہیں۔

(حماس بن قیس کے اشعار)

اِنَّکِ لَوْ شَہِدْتِ یَوْ مَ الْخَنْدَ مَۃْ

اِذْفَرَّ صَفْوَانُ وَفَرَّعَکْرَمَہْ

وَاَبُوْ یَزِیْدَ قَا ئِم کَالْمُوْ تَمَہْ

وَاسْتَقْبَلَتْہُمْ بِا لسُّیُوْفِ الْمُسْلِمَہْ

یَقْطَعْنَ کُلَّ سَاعِد وَجُمْجَمَہْ

ضَرْ بًا فَلاَ یُسْمَعُ اِلاَّ غَمْغَمَہْ

لَہُمْ تَہِیْت" خَلْفَنَا وَہَمْہَمَہْ

لَمْ تَنْطِقِیْ فِی اللَّو مِ اَدْنِی کَلِمَہْ

ترجمہ اشعار

"دیکھا اگر تو خندمہ کی جنگ خود دیکھ لیتی کہ صفوان بھاگ کھڑا ہوا عکرمہ بھی بھاگ کھڑا ہوا اور ابو یزید (سہیل

بن عمرو) ستون بن کر کھڑا رہ گیا۔ اِن سب کا مقابلہ وسامنا ان لوگوں نے مسلم تلواروں سے کیا۔ جو ہر کلائی اور ہر کھوپڑی کو مار مار کر کاٹ رہی تھی اور ملی جلی آوازوں کے سوا کان پڑی کوئی اور دوسری بات سُنائی نہیں دیتی تھی۔ اور ہمارے پیچھے صفوان وغیرہ کے سینوں کی ہُوں ہُوں کی آوازوں کے سوا کچھ نہ تھا۔ تو تو اپنی زبان سے ملامت کا ایک لفظ بھی نہ نکالتی''۔

(از: سیرۃ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 484)

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم کا مکّہ میں قیام

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لشکرِ اسلام کی راہنمائی فرماتے ہوئے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اور حضرت اُمِّ ہانی بنت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر جا کر آٹھ رکعت نماز ادا فرمائی۔ جس کا بیان گزر چکا ہے۔ نماز سے فارغ ہو کر شعب ابی طالب میں تشریف لے گئے۔ وہاں پہلے سے ہی آپ علیہ السلام کا خیمہ نصب کر دیا گیا تھا، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے پہلے ہی سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا تھا کہ مکہ مکرمہ میں آپ علیہ السلام کس جگہ قیام فرمائیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو ایک روز قبل ہی فرما دیا تھا کہ ''میرا قیام اس جگہ ہوگا جہاں قریش نے ہجرتِ مدینہ منورہ سے پہلے بنی ہاشم اور بنو مطلب کو محصور کیا تھا''۔ اور یوں ان لوگوں نے آپس میں عہد و پیمان اور حلف اٹھایا تھا کہ بنی ہاشم اور بنی مطلب سے خرید وفروخت شادی بیاہ اور کسی قسم کا لین دین بند رہے گا اور پھر انہوں نے اس عہد و حلف پر سختی سے عمل بھی کیا تھا۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکی زندگی کے حالات میں سب کچھ تفصیل سے بیان ہو چکا ہے۔

(از: زرقانی جلد 2 صفحہ 324، فتح الباری جلد 8 صفحہ 16)

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جِن جِن لوگوں کے قتل کا حکم فرمایا

بقول ابن اسحاق سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کا ارادہ فرمایا تو اپنے لشکر کے ہر امیر اور عہدے دار قائدوں سے یہ عہد لیا کہ وہ صرف ان لوگوں کو قتل کریں گے جو مسلمانوں کے مقابلے میں ہتھیار اٹھائیں یا جنگ کریں اس کے علاوہ کسی اور کو قتل نہیں کریں گے مگر ساتھ یہ بھی حکم فرمایا کہ گیارہ لوگ جن میں (1) عبداللہ بن سعد بن ابی سرح، (2) بنی تیم بن غالب کا عبداللہ بن خطل، (3) حویرث ابن نقیذ بن وہب بن عبد عبد قصی، (4) مقیس بن صبابہ، (5) کنیز عکرمہ بن ابی جہل سارہ۔ (6) عکرمہ بن ابوجہل، (7+8) عبداللہ ابن خطل کی دو باندیاں ایک قرتنی اور دوسری اس کی ساتھی قریبہ (9) ہبار اابن اسود (10) کعب ابن زہیر (11) حرث ابن ہشام

اگر یہ مذکور لوگ بھاگ کر پناہ کی خاطر یہاں تک کہ خانہ کعبہ کے پردوں کے نیچے بھی پناہ لے لیں تو ان کو وہیں قتل کر دیا جائے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ حکم اللہ کریم کے ارشادات کے مطابق تھا۔

اُمِ ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پناہ

ابن اسحاق نے بیان کیا کہ مجھ سے سعید ابن ابو ہند نے بروایت ابومرہ مولیٰ عقیل ابن ابی طالب بیان کیا کہ اُم ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے بالائی مکہ مکرمہ میں نزول اجلال فرمایا تو خاندان بنی مخزوم میں سے دو آدمی جو کہ میرے (اُمِ ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے دیوروں میں سے تھے میرے پاس دوڑے ہوئے آئے اور پناہ کی درخواست کی۔ حضرت اُمِ ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہبیرہ ابن ابو وہب مخزومی کی زوجیت میں تھیں۔ حضرت اُمِ ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان کیا کہ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ابی طالب میرے گھر میں داخل ہوئے اور فرمایا کہ ''میں ان دونوں کو ضرور قتل کروں گا''۔ میں نے انہیں بچانے کے لئے دروازہ بند کر لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت اقدس میں بالائی مکہ مکرمہ پہنچی۔ میں نے دونوں آدمیوں اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حال عرض کیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا:۔

''جسے تم نے پناہ دی اسے ہم نے پناہ دی جسے تم نے امن دیا اسے ہم نے امن دیا۔ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہیں قتل نہ کریں۔''

عبداللہ بن سعد کو معافی

عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کے قتل کا حکم اس لئے فرمایا کہ یہ شخص دائرہ اسلام میں داخل ہوا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو وحی لکھنے پر متعین فرمایا یعنی یہ شخص کاتب وحی تھا مگر اسکی بدقسمتی کہ یہ اسلام کو چھوڑ کر مرتد ہو گیا اور پھر بھاگ کر مکّہ چلا گیا فتح مکہ کے بعد اس نے سوچا کہ اب تو میں کسی طرح قتل سے نہیں بچ سکتا لہٰذا وہ بھاگ کر حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ اسکے رضاعی بھائی بھی تھے۔ ان کی پناہ میں چلا گیا اور یوں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سفارش سے قتل ہونے سے بچ گیا۔

عبداللہ بن سعد بن ابی سرح نے جب حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پناہ حاصل کر لی تو وہ اسکو لے کر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور معافی کی درخواست کی۔ عبداللہ بن سعد نے معافی مانگ کر توبہ کی اور دوبارہ کلمہ شریف پڑھ کر مسلمان ہو گیا اور آئندہ تمام زندگی صدق دِل سے اسلام پر قائم رہنے کا وعدہ کیا تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عفو و درگزر فرماتے ہوئے اُسے معاف فرما دیا۔

یہ شخص اسکے بعد صدق دِل سے اسلام پر قائم رہا یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے اپنے دورِ خلافت میں اسکو اپنے عمال میں شامل کر لیا تھا۔

فتح مکہ کے روز سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسکو دیکھ کر خاموشی اختیار فرمائی آپ علیہ السلام سے عرض کیا گیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر یہ شخص معافی مانگ کر دوبارہ مسلمان نہ ہوجاتا تو آپ علیہ السلام اسکے بارے میں کیا حکم صادر فرماتے۔ یہ سوال سُن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا یاد رکھو" نبی مفروضات پر قتل کرنے کا حکم نہیں دیا کرتے۔"

(از: البدایۃ والنہایۃ جلد 4 صفحہ 718)

(سیرۃ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 485)

عبداللہ بن خطل کا انجام

روایت میں آتا ہے اس شخص کا اصل نام عبدالعزیٰ بن خطل اور قبیلہ تیم بن غالب سے تھا۔ قبولِ اسلام کے بعد اس کا نام عبداللہ رکھا گیا۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبداللہ بن خطل کو عامل بنا کر مدینہ منورہ سے باہر صدقات وصول کرنے کے لئے روانہ فرمایا۔ ایک غلام اور انصاری اس کے ہمراہ تھے۔ مدینہ منورّہ سے ایک منزل دور پہنچ کر عبداللہ بن خطل نے ایک بکری یا مینڈھا لے کر اپنے غلام کے حوالے کیا اور اس سے کہا کہ اسکو ذبح کر کے کھانا تیار کرو۔ اتنی دیر میں آرام کرتا ہوں۔ سو کر اٹھنے پر کھانا کھاؤں گا۔ غلام کو یہ حکم دے کر خود سو گیا، کسی وجہ سے غلام کھانا تیار نہ کرسکا اسکو دیر ہوگئی جیسے ہی عبداللہ بن خطل سو کر اٹھا۔ غلام سے کھانا طلب کیا۔ غلام نے جواب دیا آقا ابھی کھانا تیار ہونے میں کچھ دیر ہے یہ سُن کر اس قدر غصّے میں آ گیا کہ فوراً ہی اس غریب غلام کو قتل کر دیا۔ قتل کرنے کے بعد خیال آیا کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس قتل کا قصاص طلب فرمائیں گے اور اس قصاص میں مجھے قتل کیا جائے گا۔ چنانچہ مرتد ہو کر مکہ بھاگ گیا اور مشرکین کے ساتھ شامل ہو گیا۔ صدقات کا وصول شدہ مال جس میں اونٹ بھی تھے اپنے ساتھ ہی لے گیا۔ پھر اس نے مکہ میں رہتے ہوئے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجو میں اشعار بھی کہنا شروع کر دیئے۔ جس میں اس کی بیوی بھی شامل ہو جاتی تھی۔ یہ بدبخت ہجو کے شعر کہتا اور پھر اپنی باندیوں کو حکم دیتا کہ وہ محفل میں ہجو کے شعر گا کر لوگوں کو بھی سُنائیں۔

اس طرح عبداللہ بن خطل کے تین ناقابلِ معافی جُرم ہو گئے جو اس نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمانوں کے ساتھ روا رکھے۔ یعنی

1: سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجو کی۔ (یعنی شان اقدس میں گستاخی کی)

2: ایک مسلمان کا ناحق خون کیا۔

3: خود اسلام کر چھوڑ کر مرتد ہو گیا۔

اس طرح جب اہلِ حق نے مکّہ فتح کر لیا تو اس روز یہ خانہ کعبہ کے پردوں کے ساتھ جا کر لپٹ گیا۔ لوگوں

نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عبداللہ بن خطل خانہ کعبہ کے پردوں کے ساتھ لپٹ گیا ہے اب اس کے لئے کیا حکم ہے آپ نے فرمایا اسکو وہیں قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت سعد بن حرث مخزومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عبداللہ بن خطل کو وہیں جا کر قتل کر دیا۔ ایک روایت میں ہے کہ حجرِ اسود اور مقام ابراھیم (علیہ السلام) کے درمیان اس بدبخت کی گردن اڑائی گئی۔ اسکی بیوی حرم میں چھپ کر بھاگ نکلی۔ اور یوں یہ ذلیل زمانہ اپنی ہی حرکتوں کی وجہ سے واصلِ جہنم ہوا۔

(از: البدایہ والنہایہ جلد 4 صفحہ 718)

(زرقانی جلد 2 صفحہ 314)

(سیرۃ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 485)

قرتنی اور قُریبہ کا انجام

جیسا کہ عبداللہ بن خطل کے بیان میں گزر چکا ہے کہ وہ بدبخت انسان سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجو میں اشعار کہا کرتا اور پھر اپنی لونڈیوں کو حکم دیتا کہ محفل میں یہ اشعار ترنم کے ساتھ لوگوں کے سامنے گائیں۔ یہ قرتنی اور قُریبہ دونوں عبداللہ بن خطل کی ہی لونڈیاں تھیں۔

مشرکین مکہ جب کسی محفل میں اکٹھے بیٹھتے شراب کا دور چلتا تو یہ دونوں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجو کے اشعار ترنم کے ساتھ ناچ کر گاتیں۔ اس کے علاوہ بھی شب و روز اسی ذلیل کام میں مشغول رہتی تھیں ان میں سے ایک یعنی قریبہ کو تو قتل کر دیا گیا۔ دوسری قرتنی نے امن کی درخواست کی۔ رحمتِ عالم نے اسکو امن وامان عطاء فرمائی۔ یہ لونڈی حاضر خدمت ہوئی کلمہ پڑھا اور دائرہ اسلام میں داخل ہوئی۔

سارہ لونڈی عکرمہ کا انجام

ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ عکرمہ بن ابو جہل کی لونڈی سارہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجو کے اشعار گایا کرتی تھی کچھ صاحبِ سیر بیان کرتے ہیں کہ اسکو فتح مکہ کے روز ہی قتل کر دیا گیا، جبکہ بعض کے نزدیک اسکو قتل نہیں کیا گیا تھا بلکہ اُسے معافی مل گئی اور یہی عورت سیّدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانۂ خلافت تک زندہ رہی یاد رہے یہ وہی عورت ہے جو حضرت حاطب بن بلتعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خط اجرت پر اہلِ قریش کے لئے لے جا رہی تھی مگر غیب کا علم رکھنے والے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے راستے میں ہی اسکو پکڑ لیا اور خط برآمد کر لیا تھا۔ پورا واقعہ حضرت حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیان میں گزر چکا ہے۔

(از: زرقانی جلد 2 صفحہ 315)

(البدایۃ والنہایۃ جلد 4 صفحہ 719)

(تاریخ طبری جلد 1 صفحہ 398)

(سیرۃ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 486)

حُوَیرِث بن نقیذ کا انجام

حویرث بن نقیذ یا نقید بن وہب بن عبد قصی بھی انہی لوگوں میں شامل تھا جو کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حد سے زیادہ ایذاء پہنچایا کرتے تھے۔ آپ علیہ السلام کے خلاف ہر وقت ہجو کے اشعار کہتا اور گاتا رہتا تھا۔ جب حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہجرت کے اولین زمانے میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادیوں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مکّہ مکرمہ سے مدینہ منورہ والدِ گرامی قدر کے پاس لے کر جا رہے تھے۔ یہ دونوں شہزادیاں اونٹ پر سوار تھیں۔ راستے میں اسی بدبخت حویرث نے اونٹ کو روکنے کی کوشش کی۔ جسکے نتیجہ میں اونٹ ڈر کر بھاگا اور یوں دونوں شہزادیاں اونٹ کی پشت سے زمین پر گر پڑی تھیں اور انکو چوٹیں بھی آئیں۔

سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حویرث بن نقیذ کو موجب مباح الدم کے حکم کے مطابق خانہ کعبہ کے نزدیک واصل جہنّم کیا۔

(از: البدایۃ والنہایۃ جلد 4 صفحہ 719)

(زرقانی جلد 2 صفحہ 315)

(سیرۃ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 486)

مقیس بن صبابہ کا انجام

مقیس بن صبابہ اسلام لانے کے بعد مرتد ہو گیا تھا۔ غزوہ ذی قعد میں جب گھمسان کی جنگ ہو رہی تھی۔ ایک انصاری مجاہد نے جنگ کے دوران مُقیس بن صبابہ کے بھائی ہشام کو دشمن خیال کرتے ہوئے غلطی سے قتل کر دیا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس انصاری کو جس سے غلطی میں ہشام قتل ہو گیا تھا، دیت لانے کا حکم دیا۔ مقیس نے اس انصاری سے دیت بھی حاصل کر لی اور پھر بعد میں اسکو قتل کر دیا۔ اور یوں مُرتد ہو کر مدینہ منورہ سے بھاگ کر مکّہ مکرمہ میں جا کر مشرکین کے ساتھ شامل ہو گیا۔ فتح مکّہ کے روز آپ علیہ السلام نے اس شخص یعنی مقیس بن صبابہ کا خون مُباح فرمایا کیونکہ وہ ایک مُسلمان کا قاتل تھا۔ جو کہ نا قابل معافی تھا۔ فتح مکّہ کے روز حضرت نمیلہ بن عبداللہ لیثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس خبیث شخص کو قتل کیا۔ جس وقت مقیس بن صبابہ کو قتل کیا اس وقت وہ چوپال میں سے شراب پیتا ہوا گرفتار ہوا تھا۔

(از: تاریخ طبری جلد 1 صفحہ 498)

(مواہب لدنیہ جلد 2 صفحہ 524)
(البدایۃ والنہایہ جلد 4 صفحہ 719)
(سیرۃ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 487)
(فتح الباری جلد 8 صفحہ 91)

عکرمہ بن ابُو جہل کا قُبولِ اسلام

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے عکرمہ بن ابو جہل سردارِ قریش ابو جہل کا بیٹا تھا۔ جس طرح ابو جہل اعلانِ نبوّت کے بعد زندگی کی ہر گھڑی ہر ساعت سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شب و روز مخالفت کرتا رہا اور آخر کار اسی مخالفت کی نظر ہو کر جنگِ غزوہ بدر میں واصلِ جہنّم ہوا۔ عکرمہ بھی ابتدائے جوانی سے لیکر فتح مکہ تک ہر وقت مسلمانوں اور خاص طور پر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف سازشوں اور اسلام دشمنی میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا۔ یہاں تک کہ اس شخص نے ابوسفیان، عمرو بن العاص اور خالد بن ولید رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین جیسی ہستیوں کے قبولِ اسلام سے بھی کوئی سبق حاصل نہ کیا۔ بلکہ فتح مکّہ کے روز اسلامی دستہ پر جن اوباش نوجوانوں نے حملہ کیا تھا یہی عکرمہ بن ابو جہل ان کا سرغنہ تھا پھر ہر طرف سے ذلیل وخوار ہو کر مکّہ مکرمہ فتح ہونے کے بعد فرار ہو کر ملکِ یمن کی طرف بھاگ گیا۔

عکرمہ بن ابو جہل کی بیوی اُمِّ حکیم بنت حارث بن ہشام سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئیں۔ اسلام لانے کے بعد اس خاتون نے اپنے خاوند کی جاں بخشی کے لئے خدمتِ اقدس میں درخواست کی جسے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شرفِ قبولیت عطا فرمایا۔ اُدھر عکرمہ بن ابو جہل مکّہ سے فرار ہو کر یمن کے ساحل پر پہنچا اور کشتی پر سوار ہو کر عبور کرنا چاہا۔ خُدا کی قدرت جیسے ہی کشتی کنارے سے الگ ہوئی۔ سخت قسم کی سمندری ہوا چلنا شروع ہوگئی تیز وتند ہوا نے کشتی کو اپنے گھیرے میں لے لیا۔ قریب تھا کہ کشتی پانی میں غرق ہو جاتی۔ عکرمہ بن ابو جہل نے جان کے خوف سے مدد کے لئے لات وعزّیٰ کو پکارنا شروع کر دیا۔ کشتی میں موجود دیگر لوگوں اور کشتی والے نے کہا اس وقت لات وعزّیٰ کوئی کام نہیں دیں گے۔ ایک خُدا کو پکارو ہمیں خطرہ ہے کہ اگر تم اب بھی شرک سے باز نہ آئے تو ہم سب سمندر میں غرق ہو جائیں گے اور تمہارا ملک حبشہ کو جانے کا خواب پھر کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہوگا۔

کشتی کے مالک کی یہ گفتگو سُن کر عکرمہ بن ابو جہل خود بیان کرتے ہیں کہ میرے دِل میں خیال پیدا ہوا کہ اگر دنیا میں ہر جگہ مدد، زندگی کے بچاؤ اور امن کے لئے ہر ایک یہی کہتا ہے کہ صرف ایک خدا کو پکارو تو پھر میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی مخالفت کیوں کروں۔ کیونکہ جو خُدا خشکی کا مالک ہے وہی تری کا بھی مالک ہے اور زندگی

میں سوائے خدا کی قدرت اسکی ذات کے کوئی دوسری چیز کام نہیں آسکتی میں نے اُسی وقت صدقِ دل سے خدا کے ساتھ یہ عہد کیا:

''اَللّٰھُمَّ لَکَ عھد ان عافیتی ممّا انا فیه ان آتی محمّدا حتی اضح یدی فی یدته فلا جدنه عفوّا غفورا کریمًا۔

(ترجمہ) ''اے اللہ میں تجھ سے عہد کرتا ہوں کہ اگر تو نے اس پریشانی سے نجات بخشی تو ضرور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوکر اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دے دوں گا اور یقیناً اُن کو بڑا معاف کرنے والا اور درگزر کرنیوالا مہربان پاؤں گا۔''

ارباب سیر یوں بھی بیان کرتے ہیں کہ ''تمام کشتی والے بارگاہِ خداوندی میں آہ وزاری کرنے لگے۔ لوگوں نے عکرمہ سے بھی کہا کہ ''تم بھی خدا کو یاد کرو۔ اس نے کہا اس خدا کو جس کی طرف محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہمیں بلاتے ہیں جس سے میں بھاگتا ہوں'' کہتے ہیں کہ اس کی نظر کشتی کے ایک تختہ پر پڑی جس پر لکھا ہوا دیکھا کہ: کَذَّ بَ بِہٖ قَوْمُکَ وَ ھُوَالْحَقُّ ط (تیری قوم نے اُسے جھٹلایا حالانکہ وہ حق پر ہے) عکرمہ کے پاس مٹانے والا اوزار تھا ہر چند چاہا کہ ان حروف کو مٹائے اور اسے چھیل دے مگر نہ مٹا سکا اور نہ چھیل سکا۔ اس پر اس کے دل میں ہل چل پیدا ہو گئی۔

(روایت از ابوداؤد ونسائی)

سمندر میں تلاطم تھم گیا عکرمہ بن ابوجہل کنارے پر آیا اسی اثناء میں اسکی بیوی اُسے تلاش کرتی ہوئی وہاں پہنچ گئی اور اپنے خاوند سے کہا۔ اے ابنِ عم میں سب سے زیادہ نیکوکار اور سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنیوالے اور سب سے زیادہ بہتر شخص کے پاس سے آرہی ہوں۔ تو اپنے آپ کو ہلاک مت کر میں نے تمہارے لئے اسی عظیم ہستی یعنی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تیرے لئے امان حاصل کر لی ہے۔

اُمّ حکیم کی یہ گفتگو سُن کر عکرمہ بن ابوجہل اسکے ساتھ ہولیا۔ راستے میں اس نے مباشرت کا ارادہ ظاہر کیا۔ مگر اُمِّ حکیم نے کہا تم کافر ہو جبکہ میں مسلمان ہوں۔ یہ جواب سُن کر عکرمہ نے کہا تجھے کسی بڑی چیز نے ایسا کرنے سے روکا ہے۔ بیوی نے جوابدیا۔ بے شک وہ اسلام ہے۔ اسکے بعد دونوں خدمتِ اقدس میں حاضر ہونے کے لئے مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے۔

اُدھر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''یاتیکم عکرمة مومنا فلا تسبوا اباه فان سب المیت یوذی اطحی''

ترجمہ:۔ ''عکرمہ مومن ہوکر آرہا ہے لہٰذا اسکے باپ کو بُرا نہ کہنا مُردہ کو بُرا کہنے سے زندہ کو تکلیف ہوتی ہے۔''

عکرمہ بن ابوجہل اپنی زوجہ کے ہمراہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت ان کی زوجہ نے چہرے پر نقاب ڈال رکھی تھی۔عکرمہ نے عرض کیا یہ میری بیوی ہے اس نے مجھے اطلاع دی ہے کہ آپ علیہ السلام نے مجھے امان دی ہے۔عکرمہ بن ابوجہل نے عرض کیا آپ علیہ السلام کس طرف بلاتے ہیں۔آپ علیہ السلام نے فرمایا ''اس امر کی شہادت دو کہ اللہ ایک ہے اسکے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) ہوں۔نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو'' اور اس کے علاوہ چند ضروری دینی مسائل ارشاد فرمائے۔یہ سب کچھ سُن کر عکرمہ بن ابوجہل نے کہا۔

''قد کنت الاّ الیٰ خیر و امر حسن جمیل قد کنت فینا''

یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) قبل انتدعو نا وانت اصدقنا حدثنا و ابرنا.''

(ترجمہ) بیشک آپ نے خیر اور پسندیدہ اَمر کی طرف دعوت دی ہے اور یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس دعوتِ حق سے پیشتر بھی آپ ہم سب میں سچے اور نیک ترین تھے اس کے بعد عکرمہ بن ابوجہل نے کہا:

''اَشْهَدُ اَنْ لاَ اِلٰهَ اِلاّ اللّٰهُ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُه'' وَ رَسُوْلُهٗ''

کلمہ پڑھنے کے بعد حضرت عکرمہ بن ابوجہل نے کہا میں اللہ کو اور تمام حاضرین کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں صدقِ دِل سے مسلمان اور مجاہد و مہاجر ہوں۔

(از: زرقانی جلد 2 صفحہ 314)

اس کے بعد عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ علیہ السلام سے میری درخواست ہے کہ میرے لئے استغفار فرمائیں۔آپ علیہ السلام نے ان کے لئے دُعا مغفرت فرمائی۔پھر حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خُدا کی قسم آج تک جو کچھ میں نے خدا کی راہ سے روکنے کے لئے خرچ کیا تھا۔آئندہ ساری زندگی اس سے دوگنا اللہ کی راہ میں خرچ کروں گا۔اور آج تک جس قدر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت میں قتال کر چکا ہوں اس سے دو چند قتال اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) کی راہ میں کروں گا جس جس جگہ میں نے لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکا ہے۔اسی اسی جگہ جا کر لوگوں کو اللہ کی راہ میں بلاؤں گا۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بعد میں عملی طور پر ایسا ہی کردار ادا کیا۔جس کا وعدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کیا تھا۔چنانچہ عہدِ صدیقی میں جنگِ اجنادین اور بعض کے مطابق جنگ یرموک میں کُفار کے خلاف لڑتے ہوئے جامِ شہادت نوش فرمایا۔جہاد اور قتال کے بعد جسمِ مبارک پر ستر (70) سے زیادہ زخم موجود تھے۔

(از: الاستیعاب لابن عبدالبر جلد 3 صفحہ 148)

اُمّ المومنین حضرت اُمّ سلمٰی رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی ہے کہ مدینہ منورہ میں رات کو ایک دفعہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ جنّت میں ابوجہل کے لئے ایک خوشہ ہے۔ جس روز عکرمہ بن ابوجہل مسلمان ہوئے تو سرکار دوعلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُم سلمٰی رضی اللہ تعالٰی عنہا سے فرمایا کہ بیٹے کا مسلمان ہوجانا اس ابوجہل والے خواب کی تعبیر ہے۔

اہلِ سیر بیان کرتے ہیں کہ فتح مکّہ کے روز ایک صحابی عکرمہ کے ہاتھوں شہید ہوگئے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کا علم ہوا تو آپ علیہ السلام نے تبسم فرمایا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰی اجمعین نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس بات پر تبسّم فرمارہے ہیں آپ علیہ السلام نے فرمایا ''عالم غیب میں دیکھتا ہوں کہ یہی مقتول اپنے قاتل کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے جنّت میں چہل قدمی کررہے ہیں''۔

(از: مدارج النبوّت جلد 2 صفحہ 481)

اِسلام قبول کرنے کے بعد حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی یہ حالت ہوگئی تھی کہ جب قرآن کریم کی تلاوت فرماتے، قرآن کھولتے ہی رونا شروع ہوجاتے یہاں تک کہ روتے روتے غشی طاری ہوجاتی۔ بار بار یہی فرماتے جاتے:

''هٰذَا کَلَامُ رَبِّی'' ''یہ میرے پروردگار کا کلام ہے''

''یہ میرے پروردگار کا کلام ہے''۔

(از: احیاء علوم الدین جلد 1 صفحہ 253)

سرکارِدوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مسجد الحرام میں تشریف لے جانا

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس وقت مسجدِ الحرام میں داخل ہوئے تو آپ علیہ السلام اپنی اونٹنی پر سوار تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سواری پر سوار ہوکر مسجد الحرام میں تشریف لے جانا لوگوں کے ہجوم کثیر یا تعلیم احکام کی خاطر تھا۔ آپ علیہ السلام نے قصویٰ اونٹنی پر سوار ہی کعبہ شریف کے گرد سات چکر پورے فرمائے۔ طواف کے دوران سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ مبارک میں مجن تھی اور مجن اپنے دست مبارک کے عصا سے جو ہمیشہ آپ علیہ السلام کے دست مبارک میں رہا کرتا تھا حجر اسود کا استیلام کیا۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زبان درفشاں سے تکبیر بلند فرمائی۔ اس طرح آپ علیہ السلام کی پیروی کرتے ہوئے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰی اجمعین نے بھی تکبیر بلند کی۔ اس طرح نعرہ تکبیر کی آواز سے سارا مکّہ مکرمہ اور اردگرد کے پہاڑ گونج اُٹھے۔ مشرکین جو اہلِ حق سے ڈر کر پہاڑوں پر چڑھ گئے تھے ان نعروں کی آواز سُنتے

اور حسد وعناد کی آگ میں جل رہے تھے۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب طواف سے فارغ ہوئے تو کعبۃ اللہ میں داخل ہونے کا ارادہ فرمایا تا کہ اللہ کے گھر کو بتوں سے پاک کر دیا جائے۔

کعبہ مکرّمہ کو بتوں سے پاک فرمانا

سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طواف کعبہ سے فارغ ہوئے تو عثمان بن طلحہ کو اپنی بارگاہ میں طلب فرمایا۔ عثمان بن طلحہ کعبۃ اللہ کے کنجی بردار تھے۔ ان سے کنجی لیکر کعبۃ اللہ کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہوئے اس وقت کعبہ شریف میں تین سو ساٹھ بُت رکھے ہوئے تھے۔ اہل سیر بیان کرتے ہیں کہ کعبہ میں مشرکین نے جو 360 بُت رکھے ہوئے تھے ان بتوں کے پاؤں سیسہ کے ساتھ زمین پر جمائے ہوئے تھے۔ آقائے نامدار رحمتِ عالم نورِ مجسّم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے عصاء مبارک سے بتوں کی طرف اشارہ فرماتے اور فرماتے جارہے تھے۔ (سورۃ بنی اسرائیل آیت 81)۔

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا ﴿٨١﴾

ترجمہ ''حق آ گیا اور باطل مٹ گیا، بے شک باطل کو مٹنا ہی تھا''۔

(از: الخصائص الکبریٰ جلد 1 صفحہ 264)
(فتح الباری جلد 2 صفحہ 8)
(سیرۃ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 488)
مدارج النبوّت جلد 2 صفحہ 469)
(از: ابونعیم ودلائل النبوۃ از بیہقیؒ)
(روایت از: عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب آیت تلاوت فرماتے تو اسکے ساتھ ہی بت منہ کے بل زمین پر گر جاتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔ کہ فتح مکہ کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کعبۃ اللہ میں تین سو ساٹھ بتوں کو دیکھا قبائل عرب ان بتوں کی طرف حج کرتے تھے اُن کے لئے قربانیاں کیا کرتے تھے۔ بیت اللہ شریف نے اللہ کریم سے شکایت کی، مناجات کی کہ اے میرے پروردگار تیری ذات وحدہٗ لا شریک کے علاوہ کب تک میرے گرد ان پتھروں کی پُوجا ہوتی رہے گی۔ اللہ کریم نے بیت اللہ کی طرف وحی کی کہ میں تیری خاطر جلد ہی اپنا نور پیدا کروں گا۔ ایک قوم تیری طرف روانہ کروں گا۔ جو نہایت ہی آہستہ چال چلتی ہوئی جیسے کرگس چلتے ہیں ایسے تیری طرف بڑھے گی جیسے پرندے اپنے انڈوں کی طرف ذوق وشوق سے آتے ہیں۔ وہ تلبیہ کی آواز بلند کرتے ہوئے آئیں گے اور اس طرح بڑے بڑے بتوں نائلہ اور ہبل وغیرہ کو توڑ دیں گے۔

روایات میں موجود ہے کہ اساف بُت کو صفا اور نائلہ بت کو کوہِ مروہ پر نصب کر رکھا تھا۔ صاحبِ سیران بتوں کی تشریح کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ یہ دونوں بُت قبیلہ جرہم کے مرد اور عورت تھے۔ جنہوں نے خانہ کعبہ شریف کے اندر زنا کیا۔ اللہ کریم نے ان دونوں کو مسخ کر دیا تھا۔ اور پھر دونوں کو پتھر بنا دیا تھا۔ قریش کے لوگ اپنی کمال بیوقوفی اور جہالت کی وجہ سے ان بتوں کی پرستش کرنے لگے تھے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب ہُبل کو توڑا تو حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اے ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ وہی بت ہے جس پر تمہیں بڑا ناز تھا اور غزوۂ اُحد کے دن تم اسی بُت کے نعرہ لگا رہے تھے۔ ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا۔ اب مجھے اور زیادہ شرمندہ مت کریں۔ اگر خُدا کے علاوہ کوئی اور معبود و مالک ہوتا تو صورتحال یہ نہ ہوتی جو اس وقت ہے وہ ہماری مدد کے لئے ضرور آتا مگر میں ایمان لے آیا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا خدا ہی جواَب میرا بھی ہے۔ حق اور حقیقی معبود ہے۔ (واللہ اعلم)

(روایت از: مدارج النبوّت جلد 2 صفحہ 470)

(فتح الباری جلد 4 صفحہ 8 راوی حضرت عبداللہ بن عمرؓ)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بُتوں کو توڑنا

چند کُتب سیر میں یوں بھی آتا ہے کہ چند بڑے بڑے بُتوں کو بلند جگہوں پر نصب کیا گیا تھا۔ اونچائی کی وجہ سے وہاں تک ہاتھ نہیں جا سکتا تھا۔ اہلِ سیر بیان کرتے ہیں کہ ہُبل ان میں سے زیادہ بلندی پر تھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ میرے کندھوں پر سوار ہو کر ان اونچے بتوں کو توڑ دیں۔ یہ سُن کر آپ علیہ السلام نے فرمایا ''اے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نبوّت کا بوجھ تم نہیں اٹھا سکتے۔ اسلئے تم میرے کندھوں مُبارک پر چڑھ کر بتوں کو گرا دو'' اس طرح حکم کے عین مطابق حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کندھوں مبارک پر سوار ہوئے اور تمام باقی بتوں کو گرا دیا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا ''اے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تم اپنے آپ کو کس حالت میں پاتے ہو''۔ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام حجابات میری آنکھوں سے ہٹا دیئے گئے ہیں اور یوں میرا سر ساق عرش سے جا لگا ہے۔ جس طرف ہاتھ پھیلاتا ہوں وہ چیز میرے ہاتھ میں آجاتی ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''اے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) یہ وقت تیرے لئے سب سے اچھا وقت ہے کہ تم اس وقت کارِ خیر سرانجام دے رہے ہو''۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب سب بتوں کو گرا دیا تو انہوں نے خود کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک کندھوں سے نیچے گرا دیا ایسا کرنا تکریم و تعظیم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے تھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب خود کو مبارک کندھوں سے نیچے گرایا تو تبسّم فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے

پوچھا ''اس وقت ہنس رہے ہو'' عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس لئے ہنس رہا ہوں کہ اتنی بلندی سے گرا ہوں مگر کوئی چوٹ نہیں آئی۔ فرمایا کہ ''تمہیں چوٹ کس طرح لگ سکتی تھی جبکہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اٹھار کھا تھا اور میرے کندھوں مبارک سے جبریل علیہ السّلام نے تمہیں نیچے اُتارا تھا''۔ (واللہ اعلم)

مذکورہ واقعہ کے سلسلہ میں بعض علماء یہ فرماتے ہیں کہ اس موقع پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔ سورۃ الانبیا آیت 98۔

اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ؕ

ترجمہ: (بے شک تم اور جن کی تم اللہ کے سوا پرستش کرتے ہو وہ سب جہنّم کا ایندھن ہیں تمہیں اس میں جانا)''

یعنی بُت جہنّم کا ایندھن تھے۔ اگر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دست مبارک ان بتوں کے ساتھ لگ جاتا تو ان پر جہنّم کی آگ حرام ہو جاتی اس لئے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو خود اپنے دستِ مبارک سے گرانے کی بجائے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایسا کرنے کا حکم فرمایا۔

حکایت

گو یہاں ہمارا کام سیرت کے ہر پہلو پر روشنی ڈالنا ہے کوئی حکایت وغیرہ بظاہر اس مقام پر بے معنیٰ معلوم ہوتی ہے مگر ایسی ہر وہ حکایت جس سے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تعلق ہے سیرت کے باب میں ہی آتی ہے۔ پھر خاص طور پر مذکورہ آیت کی مزید تشریح بھی اس حکایت سے زیادہ مؤثر طریقہ سے کی جاسکتی ہے۔

معارج النبوّت میں روایت ہے کہ ایک دن حضور پرُنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیّدہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لے گئے اس وقت حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تنور میں روٹیاں لگا رہی تھیں۔ آگ کی گرمی سے ان کا جسم بھی گرم ہو چکا تھا اور وہ پسینہ سے شرابور تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''بیٹی میں بھی چند روٹیاں تنور میں لگانا چاہتا ہوں''۔ پھر چند روٹیاں اپنے دستِ حق پرست سے تنور میں لگائیں۔ کافی دیر گزر جانے کے باوجود جب حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وہ روٹیاں تنور سے باہر نکالیں تو وہ کچی ہی تھیں یہ دیکھ کر وہ بہت حیران ہوئیں۔ خدمتِ اقدس میں صورتحال عرض کی۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''بیٹی حیران ہونے کی ضرورت نہیں روٹیوں کا آٹا چونکہ میرے ہاتھ سے مَس ہو گیا تھا اور حقیقت یہ ہے کہ جو چیز میرے ہاتھ سے لگ جائے مس ہو جائے اس پر آگ کا اثر نہیں ہوتا''۔ (واللہ اعلم)

(از: مدارج النبوّت جلد 2 صفحہ 269، 270 و معارج النبوّت)

بیت اللہ سے تصویریں مٹانا

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بیت اللہ شریف میں داخل ہوئے تو آپ علیہ السلام نے دیکھا کہ

بیت اللہ کی دیواروں پر بہت سی تصویریں بنی ہوئی ہیں۔قریشِ مکہ اوردیگر مشرکین نے بیت اللہ کی دیواروں پر ملائکہ وغیرہ کی تصویریں بنارکھی تھیں۔وہاں سیدنا حضرت ابراھیم علیہ السّلام وحضرت اسمٰعیل علیہ السّلام کی تصویر بھی بنائی ہوئی تھی۔

اس تصویر میں حضرت ابراھیم علیہ السّلام کو تیر چلاتا ہوادکھایا گیا تھا۔اس تصویر کو دیکھ کر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا''ان لوگوں پر اللہ کی مار۔انہوں نے ہمارے بزرگ سے بھی تیر چلوائے۔کہاں حضرت ابراھیم علیہ السّلام اور کہاں یہ تیر۔ان بد بخت لوگوں کو علم ہی نہیں کہ حضرت ابراھیم علیہ السلام کون تھے کن میں سے تھے''۔

پھرارشادفرمایا: سورۃ آلِ عمران آیت 67

مَا كَانَ إِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّ
لٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿٦٧﴾

''حضرت ابراہیم علیہ السلام نہ یہودی تھے نہ نصرانی۔وہ تو ہر باطل سے جدا خالص ومخلص مسلمان تھے اور وہ مشرکوں میں سے ہرگز نہ تھے۔''

پھر حکم فرمایا کہ ان تمام تصاویر کو مٹا دیا جائے۔چنانچہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام تصویریں مٹادیں۔

(از: سیرۃ ابنِ ہشام جلد2 صفحہ490)
(زرقانی جلد2 صفحہ336)

ابن الاثوع کا احمر کو قتل کرنا

ابنِ اسحاق راوی ہیں اور کہتے ہیں کہ مجھ سے سعید بن ابوسندر اسلمی نے بیان کیا کہ ہماری قوم کا ایک آدمی جس کا نام احمر باسا تھا۔نہایت ہی نڈر اور بہادر شخص تھا۔اسکو سوتے ہوئے نہایت ہی بلند آواز سے بھیانک قسم کے خراٹے لینے کی عادت تھی۔اسکی اس عادت کی وجہ سے کوئی بھی نزدیک نہیں سوسکتا تھا۔احمر باسارات کو اپنے محلے کے دوسرے کنارے میں جاکر سوتا تھا اگر رات کے وقت کوئی دشمن اچانک اس محلے پر شبخون مارتا تو اہلِ محلّہ زورزور سے پکارتے یا احمر یا احمر وہ شیر کی مانند نیند سے بیدار ہوجاتا اور میدان میں نکل آتا تھا پھر اسکی تلوار کے سامنے کوئی نہیں ٹھہر سکتا تھا۔

ایک دفعہ قبیلہ ہذیل کے چند جنگ جو اہلِ احمر پر رات کے وقت حملہ آور ہوئے۔حملہ آوروں میں ابن الاثوع ہذلی بھی شامل تھا۔اس نے حملہ کرنے والوں سے کہا کہ جلدی مت کریں اگر احمر باسا کو علم ہوگیا کہ اسکے محلّہ پر حملہ ہوگیا

ہے تو یاد رکھو کوئی بھی اس کے سامنے نہیں ٹھہر سکے گا۔ مجھے معلوم کر لینے دو کہ وہ محلے میں موجود ہے یا نہیں۔ پھر ابن الاثوع ہذلی محلے میں داخل ہوا اسکو احمر باسا کے خراٹوں کی آواز سنائی دی۔ جس کے بارے میں وہ پہلے سے ہی جانتا تھا۔ خراٹوں سے سمت کا اندازہ لگاتا ہوا ابن الاثوع اس مقام پر پہنچ گیا۔ جہاں احمر باسا سو رہا تھا۔ اس نے احمر باسا کے سینے پر تلوار رکھی اور اس کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد دوسرے ساتھیوں کے ہمراہ اہلِ احمر پر حملہ آور ہوئے اور ان کا خوب قتال کیا۔ اہلِ احمر نے حملہ کے بعد زور زور سے آوازیں لگانا شروع کیں یا احمر یا احمر مگر احمر ان کی مدد کے لئے نہ آیا کیونکہ وہ تو قتل ہو چکا تھا۔

اس واقعہ کے بعد جب فتح مکہ کا موقع آیا اور فتح کا دوسرا دن ہوا تو وہی ابن الاثوع ہذلی جو کہ کسی مناسب وقت کے انتظار میں تھا چل کر مکہ معظّمہ بیت اللہ شریف میں داخل ہو گیا۔ گو وہ چھپتا چھپاتا مکہ میں داخل تو ہو گیا مگر قبیلہ بنی خزاعہ کے لوگوں نے اسکو دیکھ کر پہچان لیا اور یوں اسکے گرد گھیرا ڈال کر اُسے مکّہ کی دیوار کے ساتھ لگا دیا۔ اس وقت خراش بن امیہ تلوار لگائے ہوئے اِدھر آ گیا۔ خراش نے لوگوں سے کہا کہ اس شخص سے الگ ہٹ جائیں کیونکہ میں خُدا کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ اس وقت ابن الاثوع ہذلی بھی یہی چاہتا ہے۔

خراش بن امیہ کی آواز سُن کر لوگ اِدھر اُدھر ہٹ گئے۔ راوی کہتا ہے کہ خراش نے ابن الاثوع ہذلی پر تلوار سے حملہ کرتے ہوئے اپنی تلوار اسکے پیٹ میں اس طرح گھونپ دی کہ اسکی آنتیں وغیرہ پیٹ سے باہر نکل آئیں۔ خُدا کی قسم اب بھی بیان کرتے ہوئے سارا منظر میری آنکھوں کے سامنے یوں گھوم رہا ہے جیسے ابھی ابھی ہوا ہے۔ ابن الاثوع نے کہا اے گروہِ خزاعہ احمر باسا کو میں نے قتل کیا تھا اور یہ کام تم نے کیا ہے یہ الفاظ ادا کئے اور دھڑم سے زمین پر گرا اور مر گیا۔

اس واقعہ کا عِلم جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہوا تو آپ نے ارشاد فرمایا ''اے گروہ بنو خزاعہ۔ قتل سے اپنا ہاتھ روک لو اس سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔ ایک آدمی جو قتل ہو چکا ہے اس کی دیت میں ادا کروں گا''۔ پھر فرمایا ''خراش بن امیہ جس نے یہ کام کیا ہے وہ قاتل ہے اور اس نے یہ بہت بڑا عیب کیا ہے''۔

(از: سیرۃ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 491 روایت از ابن اسحاق)

حُرمتِ کعبہ اور سَرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ مُبارکہ

بنو خزاعہ کے حارث ابن امیہ نے جب کعبہ شریف کی دیوار کے پاس ابن الاثوع ہذلی کو قتل کر دیا۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس امر سے آگاہ ہونے پر لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا اے لوگو! (ارشادِ رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ترجمہ سمیت تحریر کیا جاتا ہے):۔

''یٰاَیُّھا النّاسُ انَّ اللہ حرّم مکّۃ یوم خلق السّمٰوٰت والارض فھی حرام من

حرام، من حرام الیٰ یوم القیامة فلا یحلّ لامرئٍ یومن باللہ والیوم الأخر، ان یسفک فیھا دماً ولا یعضید افیھا شجرا. لم تحلل لا حدٍ کان قبلی ولا تحلِ لا حدٍ یکون بعدی. ولم تحلل لی الا ھٰذہ السّاعة غضبًا علیٰ اھلھا، الا، ثم قدر جعت کحرمتھا بالامس. فلیبلّغ الشاھد منکم الغائب فمن قال لکم انّ رسول اللہ (قد) قاتل فیھا فقولوا، انّ اللہ قد احلھا لرسولہ ولم یحللھا لکم یا معشر خزاعة ارفعو ایدیکم عن القتل فلقد کثر القتل ان نفع لقد قتلھم قتیلا لا دینّهٗ فمن قتل بعد مقامی ھٰذا فاھلہ بغیر النظرین ان شاء وافدم قاتلہ،وان شاء و افعقلہ''

ترجمہ: ''اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے جس دن زمین وآسمان پیدا کئے اُسی دن مکّہ مکرمہ کو حرمت کی جگہ قرار دیا۔ پس وہ برابر اس دن سے حرمت کی جگہ چلا آرہا ہے۔ اور قیامت تک اسی طرح حرمت والا رہے گا۔ اس لئے کسی بھی ایسے آدمی کے لئے جو اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے یہ جائز نہیں کہ وہ مکّہ مکرمہ میں کسی کا خون بہائے اور نہ ہی اس کے کوئی درخت کاٹے، مجھ سے پہلے کسی کیلئے بھی مکّہ مکرمہ حلال نہیں ہوا اور نہ ہی میرے بعد قیامت تک کسی آنیوالے شخص کے لئے حلال ہوگا۔ میرے لئے بھی صرف اس وقت کے لئے محض اس واسطے حلال کر دیا گیا کہ اہل مکّہ پر اللہ کا اظہار غضب مقصود تھا۔ سُن لو اسکے بعد اس جگہ کی حرمت پھر کل کی طرح لوٹ آئی ہے اس لئے تمہیں چاہیئے کہ جو بھی یہاں موجود ہے اور میری بات سُن رہا ہے وہ اس حقیقت کو ہر اس شخص تک پہنچا دے جو یہاں موجود نہیں ہے۔''

''پس تم سے جو بھی یہ کہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکّہ میں قتال کیا تھا۔ اس سے کہہ دو کہ اللہ کریم نے صرف اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے لئے اسے حلال کیا تھا، تمہارے لئے حلال نہیں کیا۔ اے گروہ خزاعہ اب قتل سے اپنا ہاتھ اٹھالو، کیونکہ قتال بہت ہو چکا اور اس میں کوئی نفع نہیں ہے۔ تم نے ایک آدمی کو قتل کیا ہے۔ میں اس مقتول کی دیت ادا کروں گا، میرے اس قیام کے بعد جو کوئی قتل کیا جائے اسکے ورثاء کو دو چیزوں کا اختیار ہوگا، جس کو چاہیں اختیار کرلیں یعنی اگر وہ چاہیں تو قصاص لینے پر راضی ہو جائیں اور اگر چاہیں تو خون بہا لے لیں۔''

اس ارشادِ گرامی کے بعد سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کا خون بہا ادا کیا، جس کو قتل کر دیا گیا تھا۔

(از: سیرۃ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 493)

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خانہ کعبہ میں نماز ادا فرمانا

سرکارِدو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم مُبارک سے جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کعبہ شریف کی دیواروں سے تمام تصویریں مٹا دیں اور آبِ زمزم سے دیواروں کو اچھی طرح دھو دیا تو سرکارِدو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خانہ کعبہ کے اندر داخل ہوئے۔ حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عثمان بن طلحہ اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ علیہ السلام کے ہمراہ تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اندر سے دروازہ بند فرما لیا۔ تاکہ لوگوں کا جمِ غفیر اندر داخل نہ ہو جائے۔

خانہ کعبہ میں داخل ہو کر سرکارِدو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دروازے کے مقابل دیوار کا رُخ کیا۔ جب دیوار صرف تین ہاتھ کے فاصلے پر رہ گئی تو اس جگہ ٹھہر گئے۔ اس طرح دو کھمبے آپ کے بائیں جانب تھے ایک کھمبہ داہنے جانب اور تین کھمبے آپ کے پیچھے تھے۔ یاد رہے ان دنوں کعبہ شریف میں کل چھ کھمبے ہوتے تھے۔ آپ علیہ السلام نے اسی جگہ نماز ادا فرمائی۔ بیت اللہ کا اندرونی چکر لگایا اور ہر جگہ تکبیر و توحید کے کلمات بلند فرمائے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کافی دیر تک کعبہ شریف کے اندر تشریف فرما رہے، پھر دروازہ کھولا گیا اور آپ علیہ السلام باہر تشریف لائے۔ دیکھا کہ مسجد الحرام لوگوں سے کھچا کھچ بھری ہوئی ہے۔ تمام لوگ اس بات کے منتظر ہیں کہ مجرموں و مشرکوں اور کفار کے لئے کیا حکم فرمایا جاتا ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعبہ شریف کے دروازہ پر تشریف فرما ہوئے کلیدِ کعبہ آپ علیہ السلام کے ہاتھ مبارک میں تھی، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت لوگوں کے ہجوم کو دروازہ سے دُور رہنے کو کہہ رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس موقعہ پر خطبہ ارشاد فرمایا۔

(از: مواہب لدنیہ جلد 2 صفحہ 529)

(البدایۃ والنہایۃ جلد 4 صفحہ 726)

(سیرۃ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 497)

(مدارج النبوّت جلد 2 صفحہ 473)

سرکارِدو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خُطبہ مُبارک

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہلِ قریش اور اس وقت موجود تمام اہلِ حق کو مخاطب فرماتے ہوئے خطبہ ارشاد فرمایا جو کہ اُردو ترجمہ کے ساتھ تحریر کیا جا رہا ہے۔

"لآ اِلٰـهَ اِلاّ اللهُ وَحْـدَهٗ لاَ شَـرِيْـكَ لَهٗ صَدَقَ وَعْدَهٗ وَ نَصَرَعَبْدَهٗ وَ هَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْـدَهٗ. اَلاَ كُـلُّ مَـاثِـرَةٍ اَوْ دَمٍ. اَوْ مَالٍ يُدَّعٰى فَهُوَ تَحْتَ قَدَمِيَّ هَاتَيْنِ اِلَّا سَدَ انَةَ الْبَيْتِ وَسَقَايَةَ الْحَاجِّ اَلاَ وَ قَتِيْلُ الْخَطَاءِ شِبهِ الْعَمَدِ بِالسَّوْطِ وَالْعَصَا قَضِيَهِ الدِّيَةِ

مُغَلَّظَةِ مِئَة" مِّنَ الْاِبِلِ اَرْبَعُوْنَ مِنْهَا فِيْ بُطُوْنِهَا اَوْلَادِ هَا يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَذْهَبَ عَنْكُمْ نِخْوَةَ الْجَاهِلِيَّةِ وَ تَعَظُّمِهَا بِالْاٰ بَآءِ النَّاسَ مِنْ آدَمَ وَ آدَمَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ تَلَاهٰذِهِ الْاٰيَة" يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنَا كُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنَا كُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ" خَبِيْر" ثُمَّ قَالَ يَا مَعْشَرَ مَاتَرَوْنَ اِنِّيْ فَاعِلٌ" بِكُمْ قَالُوْا خَيْر اَخٌ كَرِيْمٌ وَّابْنُ اَخٍ كَرِيْمٍ. قَالَ فَاِنِّيْ اَقُوْلُ لَكُمْ كَمَا قَالَ يُوْسُفُ لِاَخْوَتِه لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ اِذْهَبُوْا فَاَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ.

ترجمہ فرمانِ مقدس

"اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا، اپنے بندوں کی مدد کی اور دشمنوں کی تمام جماعتوں کو اس نے تنہا شکست دی آگاہ ہو جاؤ جو خصلت یا عادت خواہ وہ جانی ہو یا مالی ہو جس کا دعوٰی کیا جا سکے وہ سب میرے قدموں کے نیچے ہے سب لغو اور باطل ہیں۔ مگر بیت اللہ کی دربانی اور حاجیوں کو زمزم کا پانی پلانا یہ باتیں بدستور باقی رہیں گی آگاہ ہو جاؤ جو شخص خطاً قتل کیا جائے اسکی دیت یعنی خون بہا مغلظہ یعنی سو اونٹ ہے۔ جس میں حاملہ اونٹنیاں ہوں گی۔ اے گروہ قریش اللہ تعالیٰ نے جاہلیت کی نحوست اور غرور اور آباؤ اجداد پر فخر کرنے کو باطل کر دیا ہے۔ سب لوگ آدم (علیہ السلام) کی اولاد ہیں اور حضرت آدم (علیہ السلام) مٹی سے بنے تھے۔ پھر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

"اے لوگو ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور پھر تمہیں شاخوں اور خاندانوں میں تقسیم کیا تا کہ آپس میں ایک دوسرے کو پہچان سکو اور حقیقت میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ عزّت والا وہی ہے جو سب سے زیادہ خداترس ہو۔ اللہ تعالیٰ علیم وخبیر ہے"۔ (سورۃ الحجرات آیت 13)

پھر ارشاد فرمایا:

"اے گروہِ قریش تمہارا میری نسبت کیا خیال ہے کہ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں گا۔"

"لوگوں نے جواب دیا آپ علیہ السلام ہمارے ساتھ بھلائی کا سلوک کریں گے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شریف بھائی ہیں اور شریف بھائی کے بیٹے ہیں"۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا "میں تم سے وہی کہتا ہوں جو یوسف علیہ السّلام نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا۔ تم پر آج کوئی ملامت نہیں عتاب نہیں جاؤ تم سب آزاد ہو۔" (سورۃ یوسف آیت 92)

اِذْهَبُوْا فَاَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ.

ترجمہ:۔ "جاؤ اب تم آزاد ہو۔"

(از: البدایۃ والنہایۃ جلد 4 صفحہ 300)

(زادالمعاد، سیرۃ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 496)

(مدارج النبوّت جلد 2 صفحہ 473)

(زرقانی، بخاری شریف)

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رحمۃ للعالمین بن کر ہدایت عالم کے لئے دنیا میں تشریف لائے۔ آپ علیہ السلام کا مقصدِ حیات کائنات کو رشد و ہدایت کی عملی تعلیم و تربیت کرنا تھا۔ جبکہ عرب میں دستور چلا آرہا تھا کہ وہ عداوت، دشمنی، حسب ونسب پر فخر کرنا اہلِ عرب اپنا طرۂ امتیاز خیال کرتے تھے۔ اگر کوئی شخص قتل ہوجاتا تو قاتل سے انتقام لینا اہلِ خاندان اپنا فرض سمجھتے تھے۔ اگر قاتل موقعہ پر ہی قابو آجاتا تو اسکو فوراً قتل کردیا جاتا اور اگر قاتل کسی وجہ سے بچ جاتا تو مقتول کے ورثاء اس قاتل کو ہمیشہ اپنے دل ودماغ میں یاد رکھتے اور یوں کئی برس گزر جانے پر بھی اس قاتل کو معاف نہیں کیا جاتا تھا۔ پھر ایسا بھی ہوتا کہ قاتل کے کسی عزیز رشتہ دار کو اسکی جگہ قتل کردیا جاتا اور یوں یہ دشمنی نسل درنسل چلتی رہتی اور یوں برسوں خون کی اس ہولی کا کھیل جاری رہتا۔ نسل پر اسقدر فخر کرتے کہ کم درجہ کے انسان کو انسانیت کی فہرست سے ہی خارج کررکھا تھا۔ یہ اونچ نیچ ذات برادری سب لغو باتیں ان لوگوں نے خود ہی بنائی ہوئی تھیں اور ان پر سختی سے کاربند تھے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دنیا میں اس لئے مبعوث فرمایا تھا کہ ان تمام باتوں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم کردیں اسی لئے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ ''ان رسومات اور یہ لغو و بے ہودہ باتیں جو تم لوگوں نے اپنی طرف سے بنارکھی ہیں۔ میں نے ان سب کو اپنے پاؤں تلے کچل دیا ہے''

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس خطبہ مبارک سے جو سبق پوری انسانیت کو ملتا ہے وہ سنہری حروف سے لکھنے کے قابل ہے۔ اِسلام نے پوری کائنات ارض وسماء پر جو احسانِ عظیم کیا ہے اور مساوات کو عملی طور پر قائم کر کے دکھایا ہے۔ اسلام نے کائنات کے لوگوں کو یہ بات سکھادی کہ عرب وعجم، امیر وغریب، شاہ وگدا، ادنیٰ واعلیٰ، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کوئی قدر و منزلت نہیں رکھتے ہاں البتہ وہ لوگ جو کہ تقوٰی و پرہیزگاری اور خوفِ خدا رکھتے ہیں وہ سب سے ارفع واعلیٰ ہیں ورنہ باقی تمام لوگ برابر ہیں۔ اسلام ان لوگوں میں کوئی تمیز نہیں رکھتا ماسوائے اسکے کہ کون تقوٰی اور پرہیزگاری میں سرِ فہرست ہے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اس وقت قریش مکہ کے وہ تمام لوگ موجود تھے جنہوں نے زندگی کے ہر موڑ پر اہلِ حق اور خود آپ علیہ السلام کی ذات کو نقصان پہنچانے اور یہاں تک کہ شہید کرنے میں بھی کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی تھی۔ ان میں وہ لوگ بھی تھے جو حق کی بات سُن کر مذاق اڑاتے۔ جس راستے سے آپ علیہ السلام گزرتے کانٹے بچھادیتے۔ گلی میں سے گزرتے تو آوازیں لگاتے۔ مسجدِ الحرام میں سجدہ کی حالت میں اونٹ کی

وزنی اوجھ کمر مبارکہ پر رکھدی۔ شعب ابی طالب میں عورتوں، بوڑھے لوگوں اور بچوں کو قید کرنے کے بعد ان کے رونے کی آوازیں سُن کر خوش ہوتے۔ وہ لوگ بھی موجود تھے۔ جنہوں نے اپنی آتشِ نفرت کو بجھانے کے لئے بار بار مدینہ منورہ تک جا کر آپ علیہ السلام کے ساتھ جنگیں لڑیں۔ اہلِ حق کو کلمۂ حق کہنے کے جرم میں عرب کی تپتی ہوئی ریت پر وزنی پتھر چھاتی پر رکھ کر ظلم کی انتہا کر دی غرض وہ سب موجود تھے جنہوں نے اسلام دشمنی کا کوئی موقعہ ہاتھ سے نہیں جانے دیا مگر قربان جائیں فخرِ کائنات تاجدار عرب وعجم مولائے کُل حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت کے کہ جب قریش نے درگزر عفو اور رحم کی اپیل کی تو دریائے رحمت جوش میں آیا اور ان تمام لوگوں کی انسانیت سوز حرکات کو درگزر سے کام لیتے ہوئے معاف فرما دیا۔ انتقام ہرگز نہ لیا کیوں کہ انتقام لینا تو حکمرانوں بادشاہوں کا کام ہے۔ یہاں تو وہ ہستی مبارکہ جلوہ فگن تھی جسکی خاطر مالک ارض وسماء خالقِ حقیقی نے ساری کائنات کو پیدا فرمایا تھا۔

کعبہ مکّرمہ کی کُنجی عطا فرمانا

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ مبارک ارشاد فرما کر مسجد الحرام میں تشریف لے آئے اور صحن مسجد میں تشریف فرما ہوئے۔ سیّدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس موقع پر عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعبہ مکرمہ کی سقایت (سقایت سے مراد ایام حج میں حاجی حضرات کے لئے آب زمزم کا بندوبست کرنا تھا) تو ہمارے پاس ہے مہربانی فرما کر کعبہ مکرمہ کی حجابت (یعنی بیت اللہ شریف کی کنجی بھی) ہمیں عطا فرما دیں۔ اللہ تعالیٰ آپ علیہ السلام پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ یہ درخواست سیّدنا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کی تھی۔ اس موقعہ پر قرآن کریم میں یہ آیت نازل ہوئی۔ سورۃ النساء آیت 58

إِنَّ اللهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمٰنٰتِ إِلٰى أَهْلِهَا

(ترجمہ) ''بے شک اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں پہنچا دو امانت والوں کو۔''

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''عثمان بن طلحہ کہاں ہے ان کو میرے پاس بلاؤ''۔ حکم مبارک کے مطابق حضرت عثمان بن طلحہ (بن عبد اللہ بن عبد العزیٰ بن عثمان بن عبد دار بن قصی بن کلاب بن مرہ قرشی العبدری المتوفی 42ھ مکہ مکرمہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری حیات مبارکہ میں مدینہ منورہ میں ہی رہے۔ وصال شریف کے بعد مکہ مکرمہ آ گئے) حاضر خدمت ہوئے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''یہ لو کنجی آج کا دن نیکی اور وفاداری کا دن ہے۔ یہ کنجی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے تمہارے پاس ہی رہے گی اسکو تم لوگوں سے وہی چھینے گا جو ظالم ہوگا۔ اے طلحہ اللہ کریم نے تم لوگوں کو اپنے گھر کا امین بنایا ہے اس لئے تم لوگوں کو بیت اللہ سے جو کچھ ملے گا اسکو معروف کے مطابق ہی کھانا۔ یہ کنجی حکم خداوندی کے تحت میں دے رہا ہوں''

(از: البدایۃ والنہایۃ جلد 4 صفحہ 725)

(فتح الباری جلد 8 صفحہ 15)

(زرقانی جلد 2 صفحہ 337)

(مدارج النبوّت جلد 2 صفحہ 473 وغیرہ)

کعبہ مکرّمہ کی چھت پر اذان کا حکم

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجدِ الحرام میں تشریف فرماتھے جب نمازِ ظہر کا وقت قریب آیا تو آپ نے حضرت بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو حکم فرمایا کہ کعبہ مکرمہ کی چھت پر چڑھ کر اذان دیں۔ حسب حکم حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کعبہ کی چھت پر چڑھ گئے اور اذان دی۔ دینِ حنیف کی فتح وکامرانی کا یہ منظر اہلِ قریش کے سرداروں میں سے جو سردار پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھ کر دیکھ کر اسلام کی فتح کو برداشت نہ کر سکے وہ شہر سے روپوش ہو گئے۔ باقی سرداران شہر میں ہی موجود تھے جن میں ابوسفیان بن حرب، عتاب بن اسید اور حارث بن ہشام (برادر ابوجہل) وغیرہ کعبہ کے صحن میں بیٹھے ہوئے تھے۔ یہ لوگ گو بعد میں مسلمان ہو گئے تھے مگر اس وقت اہلِ حق سے دُور تھے۔

اذان کی آواز سُن کر عتاب اور خالد نے کہا اللہ نے ہمارے باپ کی بڑی عزّت رکھ لی کہ اسکو یہ آواز سننے سے پہلے ہی اس دنیا سے اٹھالیا۔ حارث بولا خدا کی قسم اگر مجھے یہ علم ہوتا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) حق پر ہیں تو میں فوراً ان کی اتباع کرتا۔ ابوسفیان کہنے لگا میں اس سلسلے میں کچھ نہیں کہتا اگر میں نے ایک لفظ بھی زبان سے نکالا تو پتھر کے یہ سنگریزے ہی محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو خبر کر دیں گے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ان لوگوں کے پاس سے گزرے تو تبسّم فرماتے ہوئے فرمایا "اے سرداران قریش تم لوگ جو گفتگو کر رہے تھے، مجھے ساری باتیں بذریعہ وحی معلوم ہو چکی ہیں"۔ پھر ان لوگوں کی تمام گفتگو حرف بحرف ارشاد فرمادی۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم پاک کی گفتگو سُن کر حارث اور عتاب دونوں فوراً بول اٹھے ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے برحق رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں کیونکہ جب ہم لوگ گفتگو کر رہے تھے اس وقت تینوں کے علاوہ یہاں اور کوئی موجود نہ تھا ہماری گفتگو سے باخبر ہو جانا یقیناً نبوّت کی ہی دلیل ہے۔ جبکہ ابوسفیان بن حرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے ہی اسلام لاچکے تھے۔

(از: زرقانی جلد 2 صفحہ 346)

(سیرۃ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 497)

(البدایۃ والنہایۃ جلد 4 صفحہ 725)

(مدارج النبوّت جلد 2 صفحہ 476)

حضرت ابومحذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مؤذّن مقرر کیا جانا

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس وقت کعبہ شریف کی چھت پر چڑھ کر اذان دے رہے تھے۔ قریش میں سے ایک شخص ابومحذورہ جو کہ اس وقت چڑھتی جوانی میں تھا اور نہایت ہی خوش الحان اور بلند آواز بھی۔ اس نے اذان کا تمسخر اڑاتے ہوئے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ساتھ کلماتِ اذان دہرائے۔ ابومحذورہ کیوں کہ نہایت ہی بلند آواز اور خوش الحان تھا اسکی آواز سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گوش مبارک میں پہنچی تو دریافت فرمایا ''یہ کس کی آواز ہے'' عرض کیا گیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قریش میں سے ایک نوجوان ابومحذورہ ہے حکم فرمایا ''اس کو ہمارے سامنے حاضر کیا جائے''

ابومحذورہ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا ''بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نقل میں وہی کلمات تم ادا کررہے تھے'' عرض کی حضور علیہ السلام نے سچ فرمایا۔ خود کہتے ہیں کہ میرے دِل میں خیال پیدا ہوا کہ اب اس جرم کی پاداش میں قتل کیا جاؤں گا۔ آپ (علیہ السلام) نے مجھے حکم فرمایا کہ ''میرے سامنے اذان دو''۔ میں نے بادلِ نخواستہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اذان دی۔ اذان کے بعد آپ علیہ السلام نے مجھے ایک تھیلی بطورِ انعام عطا فرمائی جس میں کچھ درہم تھے اس کے بعد میرے سَر اور پیشانی پر اپنا دستِ حق پرست پھیرا۔ اسکے بعد اپنا دستِ رحمت میرے سینہ، جگر اور شکم تک پھیرا اور دُعا فرمائی:

''بَارَکَ اللہُ فِیکَ وَ بَارَکَ اللہُ عَلَیکَ''

حضرت ابومحذورہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جیسے ہی فخرِ دوعالم رحمت اللعالمین نورِ مجسّم علیہ السلام نے میرے جِسم پر ہاتھ پھیر کر دعا فرمائی میرے دِل میں موجود اسلام کے خلاف تمام نفرتیں حسد کینہ وبغض ایک دم محبّت، الفت اور جذبہ اسلام سے لبریز ہوگیا۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ پر صدقِ دِل سے ایمان لایا کلمہ شریف پڑھا اور دائرہ اسلام میں داخل ہوگیا۔ میں نے عرض کی حضور مجھے کعبہ کا مؤذن مقرر فرمادیں۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری درخواست کو قبول فرماتے ہوئے مجھے کعبہ کا مؤذن مقرر فرمادیا۔ حضرت ابومحذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ساری عمر کعبہ شریف کے مؤذن رہے اور 59ھ میں وصال فرمایا۔

سبحان اللہ کیا ہی رحمت دوعالم علیہ السلام کا کرم ہے کہ جو شخص کچھ دیر پہلے اسلام کا سخت دشمن تھا چند لمحوں میں ہی اسکی قسمت بدل دی۔

حضرت ابومحذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس وقت مسلمان ہوکر کعبہ مکرمہ کے مؤذن مقرر کئے گئے اس وقت ان کی عمر صرف سولہ سال تھی۔ ساری زندگی یہی خدمت سرانجام دیتے رہے۔

59ھ میں وفات کے بعد یہ منصب ان کی اولاد کے حصّے میں آیا اور پھر یوں یہ سلسلہ نسل درنسل چلتا رہا۔

(روایت از امام سہیلی رحمہ اللہ تعالیٰ)

وضاحت

یہاں ایک بات کی وضاحت کر دینا ضروری ہے کہ بعض روایات میں تو یہ آتا ہے کہ حضرت ابومحذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتح مکّہ کے وقت ذاتی درخواست پر کعبہ شریف کی مسجد الحرام کے مؤذّن مقرر کئے گئے جیسا کہ اُوپر ذکر ہو چکا ہے مگر اکثر روایات میں آتا ہے کہ غزوہ حنین کے بعد واپسی پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو مسجدِ الحرام کا مؤذّن مقرر فرمایا تھا۔ (واللہ اعلم)

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوہِ صفا پر تشریف لے جانا

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز اور طوافِ کعبہ سے فارغ ہو کر کوہِ صفا پر تشریف لے گئے۔ آپ علیہ السلام کی نظروں مبارکہ کے سامنے بیت اللہ شریف تھا۔ آپ علیہ السلام نے اپنا سر مبارک اٹھا کر اللہ تعالیٰ کے حضور دُعا فرمائی اور کافی دیر تک دُعا میں مشغول رہے۔ جب دُعا مانگ کر فارغ ہو چکے تو سیّدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو کہ اس وقت آپ علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں حاضر تھے حُکم فرمایا لوگوں کو کہا جائے کہ وہ بیعت کریں۔ اس طرح مرد اور عورتیں باری باری آ کر بیعت کرنے لگے۔

انصار کے اندیشے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کوہِ صفاء پر تشریف فرما تھے تو دامنِ کوہ میں انصار جمع تھے۔ مکّہ مکرمہ فتح ہو چکا تھا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت مسرور تھے۔ یہ سرزمین یہ شہر آپ علیہ السلام کا وطن اور جائے پیدائش تھی۔ ان چیزوں کو سامنے رکھتے ہوئے بعض انصار آپس میں کہنے لگے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے فتح عظیم عطا فرمائی ہے آپ علیہ السلام پر آپ علیہ السلام کا شہر اور جائے پیدائش فتح کر دی ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہیں ٹھہر جائیں اور مدینہ منورہ واپس تشریف نہ لے جائیں۔

اسی وقت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جبکہ آپ علیہ السلام کوہِ صفا پر تشریف فرما تھے وحی کے آثار نمودار ہوئے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی یہ عادت تھی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی کے نزول کا وقت ہوتا آپ علیہ السلام کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھتے تھے جب وحی کا نزول ہو چکا تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار کو مخاطب فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ "اے گروہِ انصار تم لوگوں نے آپس میں یہ گفتگو کی ہے" سب نے عرض کیا بے شک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم میں سے بعض ساتھیوں نے یہ گفتگو کی ہے۔ یہ سُن کر آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

''اے انصار خوب اچھی طرح سُن لو کہ میں خُدا کا بندہ اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہوں۔ میں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہجرت کی ہے۔ اب تمہاری زندگی میری زندگی ہے اور تمہاری موت میری موت ہے''۔ کچھ اہل سیر نے آپ علیہ السلام کے ارشاد کے الفاظ یوں بیان کئے ہیں۔ ''میرا جینا بھی تمہارے ساتھ ہے اور میرا مرنا بھی تمہارے ساتھ ہے۔'' سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد مبارک سُن کر انصار صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور ان سے آنسوؤں کا سیلاب رواں ہو گیا۔ بڑی انکساری و عاجزی سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے دلوں میں یہ اندیشہ پیدا ہو گیا تھا کہ کہیں خدانخواستہ یہ شمعِ حق جس کے ہم پروانے ہیں جسکی تقلید و تحفظ کے لئے ہم نے اپنا تن من دھن سب کچھ قربان کر دینے کا عہد کر لیا ہے ہماری محفل سے نہ اٹھ جائے۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے نہایت ہی بخیل و لالچی ہیں۔ انصار کی یہ عرض سُن کر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''اللہ اور اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تم لوگوں کو سچا اور معذور سمجھتا ہے''

(روایت از: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ از صحیح مُسلم، احمد وغیرہ)

(البدایہ والنہایہ جلد 4 صفحہ 306)

(زرقانی جلد 2 صفحہ 333)

مَردوں اور عورتوں سے بیعت فرمانا

جیسا کہ اُوپر ذکر ہو چکا ہے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دُعا سے فارغ ہو کر کوہِ صفا پر تشریف فرما ہوئے۔ اُدھر اہلِ مکّہ پر یہ بات واضح ہو گئی کہ اسلام ہی دینِ حق ہے اور اس دینِ حنیف کے علاوہ کامیابی کی اور کوئی صورت نہیں ہے کوئی اور راستہ نہیں ہے اس لئے وہ لوگ دستِ حق پرست پر بیعت کرنے کے لئے دامنِ کوہ میں جمع ہو گئے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہاڑی کے دامن میں کھڑے لوگوں سے عہد و پیمان لے رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سب کچھ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم مبارک سے کر رہے تھے۔

سب سے پہلے مردوں نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ مبارک پر بیعت کی۔ بیعت کے دوران مرد آپ علیہ السلام کی اطاعت فرمانبرداری اور دین اسلام کی مکمل پیروی کا عہد کرتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو اسلام کے چیدہ چیدہ اصول فرماتے جاتے (سورۃ التوبہ آیت 111، سورۃ فتح آیات 10، 18، 19)۔

جب مردوں نے بیعت کر لی تو عورتوں کی باری آئی۔ مرد اور عورتوں سے بیعت لینے کا طریقہ الگ الگ

تھا۔ مردوں سے تو جہاد اور اسلام پر بیعت لی جاتی جبکہ عورتوں سے ارکانِ اسلام اور محاسنِ اخلاق اور اسلام پر بیعت لی جاتی۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ قطعاً کسی قسم کا شرک نہیں کروگی اور نہ چوری کروگی نہ اولاد کو قتل کروگی نہ پیٹھ پیچھے یا اپنے سامنے کسی پر بہتان باندھوگی اور یہ کہ کسی نیک کام میں نافرمانی اور سرکشی نہیں کروگی۔ ایک روایت میں ہے کہ ''نہ تم اپنے بال منڈواؤ گی نہ سینگ پھونکوگی نہ گریبان چاک کروگی اور نہ بین کر کر کے روؤ گی۔''

عورتوں کی بیعت لیتے وقت جن امور کو بیان کیا جاتا ان کی تفصیل قرآن کریم کی سورہ ممتحنہ آیت 12 میں مذکور ہے۔

عورتوں سے بیعت کا طریقہ

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مردوں کی بیعت سے جب فارغ ہوئے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ دامنِ کوہ میں کھڑے تھے حکم دیا کہ عورتوں سے بیعت لی جائے۔

عورتوں سے بیعت لینے کا طریقہ مردوں کی نسبت بالکل مختلف تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو بیعت فرماتے وہ محض زبانی بیعت ہوتی تھی۔ آپ علیہ السلام کے دستِ حق پرست نے کبھی کسی عورت جو کہ نامحرم ہو چھوا نہیں اور نہ ہی کبھی کسی عورت سے مصافحہ کیا۔ اہلِ سیر بیان کرتے ہیں کہ عورتوں سے بیعت لینے کے دو طریقے تھے اسکے علاوہ کسی تیسرے طریقے سے کبھی بیعت نہ فرمائی۔

ایک طریقہ یہ تھا کہ چادر لے کر اس کا ایک سرا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ مبارک میں ہوتا جبکہ دوسرا سرا بیعت کرنیوالی عورت کے ہاتھ میں ہوتا تھا اور یوں ارکانِ اسلام اور محاسنِ اخلاق کا عہد لیا جاتا۔

دوسرا طریقہ یہ تھا کہ جب عورت سے بیعت لیتے تو پانی کا ایک پیالہ منگوا کر پہلے اس پانی میں اپنا ہاتھ مبارک ڈال کر باہر نکالتے پھر عورت کو حکم فرماتے کہ اُسی پیالے میں اپنا ہاتھ ڈال لو اس طرح عورت اس پیالے میں اپنا ہاتھ ڈال کر جب تر ہو جاتا تو باہر نکال لیتی اس عمل کے بعد بیعت مکمل ہو جاتی۔

سیّدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جب دریافت کیا گیا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عورتوں سے زبانی بیعت لیا کرتے تھے۔ تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا بے شک عورتوں سے زبانی ہی بیعت لی جاتی تھی۔ (جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے)۔

حدیث شریف میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عورتوں سے بیعت لینے کے بارے میں سورۃ الممتحنہ کی آیت 12 بیان فرمائی ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲﴾

ترجمہ: ''اے نبی جب تمہارے حضور مسلمان عورتیں حاضر ہوں اس پر بیعت کرنے کو کہ اللہ کا کوئی شریک نہ ٹھہرائیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری کریں گی اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ وہ بہتان لگائیں گی جسے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان یعنی ولادت میں اٹھائیں اور کسی نیک بات میں تمہاری نافرمانی نہ کریں گی تو ان سے بیعت لو اور اللہ سے ان کی مغفرت چاہو۔ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے''۔

(از: مواہب لدنیہ جلد 2 صفحہ 525)

(البدایۃ والنہایۃ جلد 4 صفحہ 724)

(سیرۃ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 495)

(مدارج النبوّت جلد 2 صفحہ 477)

(تفسیر قرطبی وتاریخ طبری جلد 1 صفحہ 405)

قریش کی جن عورتوں نے بیعت کی اُن کے نام

فتح مکّہ کے بعد ویسے تو بہت سی عورتوں نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ حق پرست پر بیعت کی مگر قریش کی جو جو عورتیں بیعت کے لئے حاضرِ خدمت ہوئیں۔ ان میں سے چند کے نام خصوصی طور پر ذکر کئے جاتے ہیں۔ ان ناموں کا ذِکر ابن اثیر جزری رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہے۔

1: اُمِّ ہانی بنت ابی طالب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہمشیرہ۔

2: اُمِّ حبیبہ بنت عاص بن امیہ زوجہ عمرو بن عبد عامری۔

3: اروی بنت ابی العیص۔

4: عاتکہ بنت ابی العیص ہمشیرہ اروی بنت ابی العیص۔

5: ہندہ بنت عتبہ زوجہ ابوسفیان والدہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(از: ابنِ اثیر جزری علیہ الرحمۃ)

ہندہ زوجہ ابوسفیان بن حرب کی بیعت

قریش کے مرد اور عورتیں جب سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ مبارک پر بیعت کر رہے تھے تو عورتوں کی باری میں ہندہ بنت عتبہ زوجہ ابوسفیان بھی حاضرِ خدمت ہوئی۔ یہ وہی ہندہ ہے جس نے غزوۂ اُحد میں ایک کرائے کے قاتل وحشی سے سیّدنا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کروا کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا جگر اور کلیجہ نہایت ہی سفاکانہ طریقے سے حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سینہ مبارک چاک کرنے کے بعد نکالا اور بے دردی سے چبایا تھا۔ بیعت کرنے کی غرض سے جب حاضر ہوئی تو اس وقت اپنے چہرے کو نقاب سے چھپائے ہوئے تھی۔ چہرے کو نقاب سے چھپانے کے بارے میں دو مختلف روایات اہلِ سیر نے بیان کی ہیں۔

کچھ اہلِ سیر بیان کرتے ہیں کہ ہندہ نے اپنا چہرہ نقاب سے اس لئے چھپا رکھا تھا کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے عزیز ترین چچا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتل کو پہچان نہ سکیں اور وہ اپنے اس ذلیل فعل پر شرمندہ تھی۔

اکثر اہلِ سیر بیان کرتے ہیں کہ ہندہ نے چہرے پر اسلئے نقاب ڈال رکھا تھا کہ اُس زمانے میں اہلِ عرب کا دستور تھا کہ شریف عورتیں اپنے چہرے پر نقاب ڈالا کرتی تھیں۔

ہمارے خیال میں دوسری روایت ہی حقیقت پر مبنی ہے کیونکہ اگر پہلی روایت کو سچ خیال کیا جائے تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علمِ غیب جو کہ اللہ کے حکم سے آپ علیہ السلام کو تھا اسکی نفی ہو جاتی ہے جو کہ کھلم کھلا سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علمِ غیب کا انکار ہے جو کہ قرآن وحدیث اور اجماع امت کے خلاف ہے۔ البتہ اگر یہ کہا جائے کہ ہندہ نے اپنا چہرہ نقاب سے اس لئے چھپا رکھا تھا کہ عام لوگ اسکو نہ پہچان سکیں تو یہ بات کسی حد تک ماننے کے قابل ہے۔

ہندہ حاضرِ خدمت ہوئی تو اس نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو گفتگو کی یہاں رقم کی جاتی ہے۔

ہندہ: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ علیہ السلام ہم سے کن چیزوں کا عہد لیتے ہیں؟

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: میں تم سے اس بات کا عہد و میثاق لیتا ہوں کہ تم کسی دوسرے کو خدا کے ساتھ شریک نہ کرنا۔

ہندہ: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ علیہ السلام ہم سے اس بات کا عہد و میثاق لیتے ہیں جو آپ علیہ السلام نے مردوں سے نہیں لیا۔ پھر بھی ہمیں یہ عہد و میثاق کرنا منظور ہے۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: یہ عہد بھی کریں کہ چوری نہیں کریں گی۔

ہندہ: میں اپنے شوہر کے مال سے کبھی کبھی دو چار درہم لے لیتی ہوں۔ مجھے معلوم نہیں کہ آیا یہ چوری ہے یا نہیں۔ میں یہ رقم صرف اپنے بچوں اور اپنی ذاتی ضرورت کے تحت لیتی ہوں کیونکہ میرا خاوند ابوسفیان مال دینے میں بخل سے کام لیتا ہے۔ ابوسفیان بھی اس وقت وہیں موجود تھے بیوی کی بات سُن کر انہوں نے کہا جو کچھ گزر چکا وہ معاف ہے۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: نے ارشاد فرمایا ضرورت پوری کرنے کی غرض سے اور بقدر کفایت بیوی شوہر کے مال سے لے سکتی ہے تا کہ اس مال سے اپنی اور بچّوں کی جائز ضرورت پُوری کر سکے۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: یہ عہد و میثاق کریں کہ زنا نہیں کریں گی۔

ہندہ: کیا کوئی شریف عورت زنا کر سکتی ہے۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: یہ عہد و میثاق کریں کہ کبھی اولاد کو قتل نہیں کریں گی۔

ہندہ: بنیاهم صغارا و قتلتهم یوم بدر کبارا فانت و هم اعلم۔ ہم نے اپنی اولاد کو بچپن میں پالا اور آپ علیہ السلام نے ان کو جنگِ بدر میں قتل کر دیا لہٰذا اب آپ علیہ السلام جانیں اور وہ جانیں۔

ہندہ کا یہ جواب سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اس وقت وہاں موجود تھے ہنس پڑے۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: اور تم کسی پر کبھی بہتان نہ لگانا۔

ہندہ: واللہ ان اتیان البهتان بقیح وما امرنا الا بالرشد و مکارم اخلاق۔

خدا کی قسم کسی پر بہتان باندھنا نہایت ہی بُری بات ہے۔ جبکہ آپ علیہ السلام ہم کو حسن اخلاق اور رشد و ہدایت کے علاوہ اور کسی چیز کا حکم نہیں دیتے۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: کسی نیک کام کرنے کا حکم دیا جائے تو ماننے میں کبھی حکم عدولی نہ کرنا۔

ہندہ: ہم اس پاک مجلس میں آپ علیہ السلام کی نافرمانی کا ارادہ یا خیال بھی اپنے

دِلوں میں لے کر نہیں آئے۔

اس کے بعد سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم فرمایا کہ ان سب سے بیعت لو۔ بیعت لے چکنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لئے دعاءِ مغفرت فرمائی۔

ہندہ نے اسلام لانے کے بعد عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسلام لانے سے پہلے آپ علیہ السلام کے چہرہ سے زیادہ کوئی اور دوسرا چہرہ مجھے بُرا نہیں لگتا تھا۔اور آپ علیہ السلام سے زیادہ کسی اور کو اپنا شدید دشمن خیال نہیں کرتی تھی اور یوں آپ علیہ السلام سے زیادہ میں کسی کو اپنا دشمن نہیں رکھتی تھی۔مگر اب اسلام لانے کے بعد آپ علیہ السلام کے چہرۂ انور سے زیادہ محبوب کائنات میں میرے لئے اور کوئی چہرہ نہیں ہے یہ سُن کر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''ابھی اس محبت میں اضافہ وزیادتی ہوگی''

سیّدہ حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ہندہ بنت عتبہ نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس تمام زمین پر کوئی بھی خیمہ نشین شخص ایسا نہ تھا جس کی ذلت وخواری آپ علیہ السلام سے زیادہ مجھے محبوب تھی۔مگر آج کی صبح کے بعد دنیا پر کوئی بھی ایسا خیمہ نشین نہیں ہے۔جسکی عزّت وتکریم مجھے آپ علیہ السلام سے بڑھ کر عزیز ہو۔ہندہ کی یہ بات سُن کر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''بے شک ہندہ نے سچ کہا''

اہلِ سیر بیان کرتے ہیں کہ ہندہ بیعت کرنے کے بعد جب اپنے گھر واپس گئی تو اس نے گھر میں رکھے ہوئے تمام بُت توڑ دیئے اور کہا ہم یونہی تمہارے غرور وتکبر وفریب میں آئے ہوئے تھے۔پھر دو بکریاں بطورِ ہدیہ خدمتِ اقدس میں پیش کیں اور کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس بکریاں کم ہیں۔سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بکریوں میں برکت کے لئے دُعا فرمائی۔پس اللہ کریم نے آپ علیہ السلام کی زبان درفشاں سے نکلے ہوئے الفاظ مبارک کے صدقے ہندہ کی بکریوں میں بے شمار برکت عطا فرمائی۔ہندہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خود کہا کرتی تھیں کہ میری بکریوں میں یہ اضافہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دُعا کے نتیجہ اور برکت سے ہے۔(واللہ اعلم)

(از:روایت صحیح بخاری شریف)

(مواہب لدنیہ جلد2 صفحہ527)

(تاریخ طبری جلد1 صفحہ404)

(سیرۃ ابن ہشام جلد2 صفحہ487)

(البدایۃ والنہایۃ جلد4 صفحہ724)

(زرقانی جلد2 صفحہ316)

(ابنِ اثیر جزری جلد2 صفحہ96)

(مدارج النبوت جلد2 صفحہ782)

مُہاجرین کی مکّی جائیداد کا مسئلہ

اہلِ سیر بیان کرتے ہیں کہ مُشرکینِ مکہ نے مہاجرین کی تمام مکّی جائیداد جو وہ ہجرت مدینہ منورہ کے وقت پیچھے چھوڑ گئے تھے۔ان پر قبضہ کرلیا۔فتح مکّہ کے بعد جب سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خطبہ مُبارک سے فارغ ہو کرابھی بدستور کعبہ مکرمہ کے دروازے پر ہی تشریف فرما تھے کہ حضرت ابواحمد بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھے اور خدمتِ اقدس میں اپنے مکّی مکان کے بارے میں کچھ عرض کیا جسکو ابوسفیان نے چارسو دینار میں فروخت کردیا تھا۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت ابواحمد بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے قریب طلب فرما کر آہستہ سے کچھ فرمایا۔جس کو سنتے ہی حضرت ابواحمد بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاموش ہوکراپنی جگہ پر واپس تشریف لے آئے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے ان سے پوچھا کہ سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کیا فرمایا تو ابو احمد بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا ''صبر کروتو تیرے لئے بہتر ہے اور اس کے بدلے میں جنّت میں تجھے ایک مکان مل جائیگا''۔میں نے عرض کیا میں حسبِ حکم صبر کرتا ہوں۔

حضرت ابواحمد بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ بہت سے مہاجرین کے مکانات و جائیداد مکہ مکرمہ میں تھے ان کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''تمہارا جو مال اللہ کی راہ میں خرچ ہو چکا ہے اسکی واپسی کو میں پسند نہیں کرتا''۔یہ ارشاد سنتے ہی سب مہاجرین خاموش ہوگئے۔کیونکہ ان کو علم تھا کہ اس چیز کا اجرِ عظیم نعمت کی شکل میں ملے گا اور یوں مکّہ مکرمہ میں موجود تمام مکانات و جائیداد بدستور قریش کے پاس ہی رہنے دیئے گئے کیونکہ مہاجرین اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کو مقدّم رکھتے تھے۔دنیا کی دولت ان کی نظروں میں کوئی قدر و قیمت نہیں رکھتی تھی۔

صفوان بن امیّہ کا اسلام

صفوان بن امیّہ قریش کے سرداروں میں سے تھا۔یہ جود وسخا میں اہل مکّہ اور اردگرد بہت شہرت رکھتا تھا۔ فیاض اور مہمان نوازی میں یہ گھرانہ ممتاز تھا۔صفوان کا باپ امیّہ بن خلف غزوہ بدر میں مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرتا ہوا مارا گیا۔اس وجہ سے بیٹا یعنی صفوان بن امیہ اسلام دشمنی میں اس حدتک چلا گیا کہ شب و روز اہلِ اسلام کو تنگ کرنے اوران کو صفحہ ہستی سے ہی مٹانے کے منصوبے بناتا رہتا۔اہل اسلام کو تنگ کرنے اور نقصان پہنچانے کا کوئی موقعہ ہاتھ سے نہیں جانے دیتا تھا۔

فتح مکّہ کے روز جب اسکو علم ہوا کہ سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کا خون مباح قرار دیا ہے۔تو یہ مکّہ سے فرار ہوگیا اور بحری راستے سے کسی دوسری جگہ جانے کی نیت کرلی۔اسکے چچازاد بھائی حضرت عمیر بن وہب

جمحی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقرب ومخلص اور جاں نثار تھے ان کو جب علم ہوا کہ صفوان بن امیہ مکہ مکرمہ سے فرار ہو کر بحری راستے سے کسی اور طرف نکل جانے کے لئے شہر چھوڑ چکا ہے تو یہ بارگاہِ بے کس پناہ میں حاضر ہوئے اور صفوان بن امیہ کے لئے امان طلب کی۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی عرض کو شرفِ قبولیت بخشا اور دو ماہ کے لئے امان عطا فرمادی۔

حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پروانہ امن لے کر صفوان بن امیہ کے تعاقب میں ساحل کی طرف روانہ ہو گئے۔ ساحل پر صفوان سے ملاقات ہوئی اور اس کو یہ خوشخبری سنائی۔ صفوان اپنا حال اور اپنے گزشتہ قبیح اعمال کو اچھی طرح جانتا تھا۔ اسکو یہ سن کر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُسے امان عطا فرمادی ہے یقین نہیں آرہا تھا۔ وہ سخت حیران ہوا اور حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا۔ خُدا کی قسم جب تک تم سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے کوئی چیز بطورِ نشانی نہیں لے کر آتے جس کو دیکھ کر مجھے یقین کامل ہو جائے کہ آپ نے مجھے حقیقت میں معاف فرمادیا ہے میں ہرگز تمہارے ساتھ مکہ مکرّمہ واپس نہیں جاؤنگا۔

چنانچہ حضرت عمیر بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن خلف بن وہب بن حذافہ بن جمح القرشی) مکہ مکرّمہ واپس آئے اور بارگاہِ بے کس پناہ میں حاضر ہو کر گزارش کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صفوان بن امیہ آپ علیہ السلام کے جود وکرم سے بہت دُور ہے پھر اپنی مشرکانہ اور قریشی عادت کے مطابق اس کو یقین نہیں آرہا کہ آپ علیہ السلام نے اس کو معاف فرمادیا ہے اس نے عرض کی ہے کہ جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے اپنی کوئی نشانی عطا نہیں فرماتے ہیں مکہ مکرمہ لوٹ کر نہیں آوں گا۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بات سُن کر اپنا عمامہ مُبارک اور بعض روایات میں آتا ہے کہ اپنی چادر مُبارکہ عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرمائی تا کہ صفوان بن امیہ کو جا کر دکھادیں تا کہ اسکو یقین آجائے کہ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو امان عطا فرمادی ہے۔

حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نشانی لے کر صفوان بن امیہ کے پاس تشریف لے گئے۔ صفوان بن امیہ ان کے ساتھ حاضرِ خدمت ہوا اور عرض کیا مجھے عُمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے معلوم ہوا ہے کہ آپ علیہ السلام نے مجھے دو ماہ کے لئے امان عطا فرمائی ہے۔ یہ سُن کر گوہر فشاں ہوئے لب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم "میں تجھے چار ماہ کے لئے امان دیتا ہوں"۔ امان مِل جانے کے باوجود صفوان بن امیہ مُسلمان نہ ہوا۔ یہاں تک کہ غزوۂ حنین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیرِ کمان بحیثیت مشرک ہی شامل رہا۔ پھر جب لشکر اسلام مقامِ حنین میں پہنچا تو صفوان بن امیہ کی زبان سے یہ الفاظ نکلے۔

"کان یربنی رجل من قریش احبّ الیٰ من ان یربنی رجل من ھو ازن"

(ترجمہ) "اہلِ قریش میں سے کوئی میری تربیت کرے یہ بات مجھے منظور ہے۔ محبوب ہے اس بات کی نسبت کہ قبیلہ ہوازن کا کوئی آدمی میری تربیت کرے۔"

سیرت حلبیہ میں صفوان بن امیہ سے مندرجہ ذیل الفاظ مرقوم ہیں:

''خدا کی قسم! مجھے یہ بات کہیں زیادہ محبوب ہے کہ ایک قریشی (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میرا حاکم اور بادشاہ بنے مگر مجھے یہ کسی طرح گوارا نہیں کہ بنی ہوازن کا کوئی شخص مجھ پر حکومت کرے''۔

غزوہ حنین سے واپسی پر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مالِ غنیمت میں سے بہت سی بکریاں صفوان بن امیہ کو عطا فرمائیں۔ صفوان بن امیہ نے ان بکریوں کو دیکھ کر کہا خدا کی قسم اتنی سخاوت نبی برحق کے علاوہ کوئی نہیں کر سکتا۔ پھر کلمہ شریف پڑھا اور مُسلمان ہو گئے۔ یُوں ان کا شمار بھی مولفۃ القلوب میں ہو گیا۔ مولفۃ القلوب میں جو جو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین شامل ہیں ان کے مفصل حال کا ذکر انشاء اللہ آگے چل کر الگ باب میں کیا جائے گا۔

(از: البدایہ والنہایۃ جلد 4 صفحہ 723)
(مدارج النبوّت جلد 2 صفحہ 484)
(تاریخ طبری جلد 1 صفحہ 405 وغیرہ)

ہبار بن الاسود کا قُبول اسلام

ہبار بن الاسود وہ شخص تھا جس نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت تکالیف اور دکھ پہنچائے۔ آپ علیہ السلام کی ذاتِ اقدس کو سب سے زیادہ تکلیف اس وقت ہوئی جب غزوہ بدر میں سیّدہ زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاوند حضرت ابوالعاص بن الربیع بدری قیدیوں میں حاضرِ خدمت ہوئے۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے داماد پر احسان فرماتے ہوئے، اس شرط پر ان کو رہا کر دیا کہ وہ مکّہ مکرمہ جا کر آپ علیہ السلام کی لختِ جگر حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مدینہ منورہ روانہ کر دے۔ آپ علیہ السلام نے اپنے ذاتی غلام حضرت ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مسلمہ بن اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے ہمراہ مکہ مکرمہ روانہ کیا۔ مکّہ پہنچ کر ابوالعاص نے حسبِ شرط حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اونٹ کے ہودج میں سوار کیا اور حضرت ابورافع و حضرت مسلمہ بن اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ہمراہ مدینہ منورہ کی طرف روانہ کر دیا۔

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روانگی کا علم ہبار بن الاسود کو ہو گیا اس نے قریش کے چند اوباش نوجوان اپنے ساتھ لئے اور مدینہ منورہ کے راستے میں جا کر حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا راستہ روک لیا اور نیزے سے وار کیا جسکی وجہ سے حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا زخمی ہو کر اونٹ کے ہودج سے نیچے ایک پتھر پر گریں جس سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اسقاط حمل واقع ہو گیا۔ جسکی وجہ سے وہ بیمار ہو گئیں اور آخر کار کچھ عرصہ بعد اسی بیماری سے ان کی شہادت واقع ہوئی۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہبار کی اس ذلیل اور ظالمانہ حرکت پر

سخت افسوس اور رنج تھا۔ اسلئے آپ علیہ السلام نے حکم فرمایا کہ ہبار کے قتل کو میں مباح قرار دیتا ہوں۔

کچھ عرصہ بعد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک لشکر اطراف مدینہ منورہ روانہ فرمایا۔ لشکریوں سے ارشاد فرمایا کہ اگر تمہیں کہیں ہبار بن الاسود مل جائے تو اسکو زندہ ہی جلا ڈالنا۔ پھر فرمایا آگ کا عذاب تو اللہ تعالیٰ ہی دے سکتا ہے اگر وہ مل جائے تو اسکے ہاتھ پاؤں کاٹ کر قتل کر دینا۔ اتفاق سے ہبار نہ مل سکا کیونکہ ان دنوں وہ مکہ میں تھا۔ پھر فتح مکّہ کا وقت بھی آ گیا مگر وہ شخص کسی نہ کسی طرح جان بچا کر بھاگ گیا اور مُسلمانوں کو نہ مل سکا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتح مکّہ کے بعد مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔ ایک روز آپ علیہ السلام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے ہمراہ مسجدِ نبوی میں تشریف فرما تھے کہ اچانک ہبار بن الاسود مسجد میں داخل ہوا اور پکار کر کہنے لگا اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں اِسلام کا اقرار کرتا ہوں اور حاضرِ خدمت ہوں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آج سے پہلے میں نہایت ذلیل وخوار اور راہِ حق سے بھٹکا ہوا تھا۔ مگر اب اللہ تعالیٰ نے مجھے اِسلام قبول کرنے کی توفیق عطا فرما دی ہے۔ پھر بولا:

میں شہادت دیتا ہوں کہ خُدا ایک ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اسکے بندے اور رسول ہیں۔ میں آپ علیہ السلام کی درگاہ بے کس پناہ میں نہایت ہی شرمندہ ہوں۔ ہبار بن الاسود کی یہ گفتگو سُن کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا سر اقدس جھکا کر ہبار بن الاسود کی عفو و درگزر طلب کرنے پر حیا محسوس فرمائی اور اسکو معاف کرتے ہوئے اس کا اسلام لانا قبول فرمایا اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا: ”اے ہبار میں نے تمہیں معاف کیا۔ یاد رکھو اسلام تمام گزشتہ گناہوں کو معاف کر دیتا ہے اور ان گزشتہ گناہوں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ملیامیٹ کر دیتا ہے“۔ قربان جائیں اس درگزر و عفو کے کہ ایسے لوگوں کو بھی معاف فرما دیا۔ جو ہمیشہ اسلام دشمنی میں پیش پیش رہے مگر جیسے ہی انہوں نے قبولِ حق کا اقرار کیا رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو معاف فرما کر امن میں لے لیا۔

(از: مدارج النبوّت جلد 2 صفحہ 785)

کعب بن زہیر کا قُبولِ اسلام

کعب بن زہیر 9ھ میں دائرہ اسلام میں داخل ہوا۔ ہونا تو یہ چاہئیے تھا کہ اس کے اسلام لانے کا قصہ نویں ہجری کے واقعات میں بیان کیا جاتا مگر ہم یہاں 8ھ میں اس لئے بیان کر رہے ہیں کہ معافی کے بارے میں سوچنا اور دربارِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہو کر توبہ کی ترغیب کے لئے اس کو تیار کرنے کا واقعہ فتح مکہ مکرّمہ کے بیان میں 8ھ کو ظہور میں آیا تھا۔ اس لئے یہاں ذکر کیا جا رہا ہے۔ 9ھ کے واقعات میں اس قصّہ کو انشاء اللہ تفصیل کے ساتھ بیان کیا جائے گا۔

کعب بن زہیر وہ شخص تھا جو اسلام دشمنی میں کسی موقعہ کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتا تھا۔ یہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کی شانِ اقدس میں ہمیشہ گستاخیاں کرتا اور ہر جگہ آپ علیہ السلام کی ہجو بیان کرتا پھرتا تھا۔ فتح مکہ مکرمہ کے روز یہ شہر سے فرار ہو گیا کیونکہ وہ جانتا تھا اب اسکی زندگی کے دن گِنے جا چکے ہیں۔ کچھ دنوں کے بعد ہی اس نے اپنے بھائی نحر بن زہیر کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں روانہ کیا تا کہ آپ علیہ السلام سے امان کا طالب ہو کر اسلام قبول کر لے اور پھر میری سفارش کرے کہ بھائی کے خون سے درگزر فرمایا جائے۔ چنانچہ نحر بن زہیر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ اپنے گزشتہ گناہوں کی معافی مانگ کر امان طلب کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو معاف فرما دیا اس طرح نحر بن زہیر مشرف بہ اسلام ہو گیا۔ نحر بن زہیر نے اپنے بھائی کعب بن زہیر کو جا کر خبر دی کہ تم بھی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر گزشتہ گناہوں کی معافی مانگ کر اسلام قبول کر لو۔ سرکار دو عالم رحمتِ کامل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے گزشتہ سب گناہ معاف فرما دیں گے۔ پس کعب فوراً خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور دربار بے کس پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آ کر یہ قصیدہ پیش کیا۔ جس میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ میں بیان کی گئی تھی۔

اشعار قصیدہ

بَـانَـتْ سُعَـادُ فَقَلْبِیَ الْیَومَ مَبْتُوْل"

اِنَّ الـرَّسُـوْلَ لَسَیْف" یُسْتَضَاءُ بِـهٖ،

مُهَـنَّـد" مِّنْ سُیُوفِ اللّٰهِ مَسْلُوْل"

نُبِـئْـتُ اَنَّ رَسُـوْلَ اللّٰهِ وَعَـدَنِـی،

وَالْـعَـفْـوُ عِـنْـدَ رَسُـوْلِ اللّٰهِ مَـامُوْل"

ترجمہ:۔ "سعاد نامی میری محبوبہ مجھ سے جُدا ہو گئی۔ آج میرا دِل اداس ہے اس نے مُجھ سے کہا بلا شک وشُبہ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ایک تلوار ہے جس سے روشنی میسر آتی ہے اللہ تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک تیز دھار تلوار ہے۔ وہ کاٹنے والی تلوار ہے۔ مجھے یہ خبر ملی ہے کہ اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مجھے معاف فرما دیا ہے۔ اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی عفو و درگزر کرنے کی عادتِ کریمہ ہے۔"

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ قصیدہ سُنکر بہت خوش ہوئے آپ علیہ السلام نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے ارشاد فرمایا سُنو یہ کیا کہہ رہا ہے۔ اسکے بعد خوش ہو کر کعب بن زہیر کو اپنی چادر مقدسہ عطا فرمائی۔ (واللہ اعلم)

سُہیل بن عَمرو کا قبولِ اسلام

سہیل بن عمرو قریش میں علمی اعتبار سے ایک خاص اہمیت کا حامل تھا۔ مکّہ کے اشراف میں اس کا شمار تھا۔ خطابت کے میدان میں نہایت اہم اور زوردار قوت بیان کی وجہ سے ان کو بہت شہرت حاصل تھی یہی وجہ ہے کہ اہلِ عرب کے نزدیک ان کو خطیبِ قریش کہا جاتا تھا۔ صلح حدیبیہ کے وقت قریش نے انہی کو اپنا نمایندہ بنا کر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھیجا تھا۔ آپ نے سہیل بن عمرو کو آتے دیکھا تو ارشاد فرمایا تھا لو اب تمہارا معاملہ کچھ سہل ہو گیا۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب مکّہ مکرمہ فتح فرما لیا تو اسکے بعد سہیل بن عمرو نے اپنے بیٹے عبد اللہ بن سہیل کو خدمتِ اقدس میں بھیجا کہ میرے لئے امان حاصل کرو۔ عبداللہ بن سہیل نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے خاص لطف وکرم سے میرے والد سہیل بن عمرو کو امان عطا فرمائیں آپ نے سہیل بن عمرو کو امان عطا فرماتے ہوئے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے ارشاد فرمایا:

”من لقی سهیل بن عمرو فلا یجد الیه النظر فلعمری ان سهیلا له عقل و شر ف و ما مثل سهیل بجهل الا سلام.“

ترجمہ: ”جو شخص بھی سہیل بن عمرو سے ملے وہ اسکی طرف تیز نظروں سے نہ دیکھے، قسم ہے میری زندگی کی تحقیق ہے کہ سہیل بن عمرو بڑا عاقل اور شریف ہے۔ سہیل بن عمرو جیسا شخص اسلام سے جاہل اور بے خبر نہیں رہ سکتا۔“

گو سہیل بن عمرو (بن عبد شمس بن عبدودّ بن نضر بن مالک بن حسل بن عامر بن لؤی القرشی المتوفی 18ھ یرموک شام) نے بھی صفوان بن امیہ کی طرح فوراً اسلام قبول نہ کیا۔ غزوہ حنین میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ شریک ہوا اور مُسلمانوں کی طرف سے کفار کے مقابلے میں جنگ میں حصّہ لیا۔ پھر مقام جعرانہ میں دستِ حق پرست یعنی نبی مکرّم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بیعت کی، کلمہ شریف پڑھا اور دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے ترتیب کے حساب سے تو ان کا اسلام لانا باب غزوہ حنین میں ذکر کیا جانا تھا مگر کیوں کہ ان کی امان دربار رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں فتح مکّہ کے روز ہوئی تھی اس لئے یہاں ذِکر کر دیا گیا ہے۔

جعرانہ میں اسلام قبول کرنے کے بعد حضرت سہیل بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قسم اٹھائی کہ میں نے آج سے پہلے مشرکین کی طرف سے جسقدر اسلام کے خلاف جنگوں میں حصہ لیا ہے اس سے زیادہ مُستقبل میں مسلمانوں کی طرف سے بحیثیت مسلمان کفار کے ساتھ جنگوں میں حصہ لوں گا۔ میں نے آج تک جس قدر مال مسلمانوں کی مخالفت میں خرچ کیا ہے اتنا ہی مال واسباب اب مسلمانوں کے لئے خرچ کروں گا۔

(از: سیرت اصابہ جلد 2 صفحہ 94)

(سیرتِ حلبیہ جلد 2 صفحہ 226)

اہلِ سیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں ایک روز آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دروازہ پر ملاقات کرنے والے لوگوں کا رش تھا۔ ملاقات کرنیوالوں میں سہیل بن عمرو، ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور دیگر اکابر قریش بھی لوگوں میں شامل تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت صہیب، حضرت بلال ودیگر ملاقات کرنیوالوں رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو پہلے ملاقات کا شرف بخشا۔ سہیل بن عمرو اور ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہلے نہ بلایا۔ اس پر حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ میری آنکھوں نے آج سے پہلے تو کبھی ایسا منظر نہیں دیکھا کہ غلاموں کو تو پہلے ملاقات کے لئے طلب کرلیا گیا ہے جبکہ ہم لوگوں کی طرف کوئی توجہ ہی نہیں دی گئی۔ اس موقعہ پر حضرت سہیل بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو عاقلانہ اور حقیقت پر مبنی جواب ارشاد فرمایا وہ سنہری حروف سے کتب تاریخ میں لکھا جانا چاہئیے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قریش کے معززین اور حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

"اے قومِ قریش اس وقت میں تم لوگوں کے چہروں پر ناگواری اور غصّے کے آثار نمایاں دیکھ رہا ہوں۔ کیا ہی عجیب بات ہے۔ بجائے اسکے کہ تم لوگ اپنے نفسوں اپنی جانوں پر غصّہ کرو تم لوگ الٹا اہلِ محبت کے عمل پر غصّہ کررہے ہو۔ اسلام کی دعوت ان لوگوں کو بھی دی گئی اور تمہیں بھی، یہ لوگ دعوتِ اسلام کو قبول کرتے ہوئے لبیّک کہتے ہوئے دوڑ پڑے جبکہ تم لوگوں نے نہ صرف دعوتِ حق کو قبول کرنے سے انکار کیا بلکہ الٹا ان اہل حق کو ناجائز تنگ کیا ان پر ظلم وستم کیے۔ خدا کی قسم جس شرف اور فضیلت سے جان بوجھ کر محروم رہ جانا میرے اس دروازہ کی حاضری یا اس دروازے میں داخل نہ ہونے سے کہیں زیادہ سخت ہے۔"

"اے قومِ قریش یہ لوگ تم سے سبقت لے گئے جو تمہاری نظروں کے سامنے ہیں اب تمہارے لئے ان کے برابر شرف اور فضیلت حاصل کرنے کا کوئی طریقہ وصُورت نہیں ہے۔ اگر تم صدق دِل سے ایسا مقام حاصل کرنا چاہتے ہو تو اس کا صرف اور صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ تم لوگ اللہ کریم کی راہ میں دینِ حق کی سربلندی کے لئے جہاد کرو اور اس راہِ مستقیم میں جانبازی اور سرفروشی کا عملی ثبوت پیش کرو۔ عین ممکن ہے کہ خالقِ کائنات تم لوگوں کو شہادت کی دولت سے مالا مال فرمائے اور یوں تم لوگ اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کرسکو۔ یاد رہے ان لوگوں کے برابر تم پھر بھی نہیں پہنچ سکو گے۔"

کُتب سیر میں آتا ہے کہ حضرت سہیل بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرداران قریش کے سامنے اس حقیقت پر مبنی تقریر دلپذیر کے بعد اس محفل سے اٹھے اور اپنے اہل وعیال کو ہمراہ لے کر جہاد فی سبیل اللہ کے لئے نکل کھڑے

ہوئے اور یوں بمعہ اہلِ گھرانہ رومیوں کے خلاف جہاد میں حصہ لینے کے لئے شام کی طرف روانہ ہوگئے اور یوں جنگِ یرموک میں لڑتے ہوئے جامِ شہادت نوش کیا۔ بعض صاحبِ سیر کے نزدیک حضرت سہیل بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوران جنگ یرموک شام میں طاعون کی بیماری سے فوت ہوئے۔ بہر حال جنگ میں شہید ہونا یا ایسی آفت کی بیماری سے فوت ہونا بھی ایک قسم کا درجہ شہادت ہی ہے۔ (واللہ اعلم)

(از: سیرۃ اصابہ جلد 2 صفحہ 412)

عُتبہ ومعتبؔ کا قبولِ اسلام

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت سیّدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مکہ مکرمہ فتح کرنے کے لئے تشریف لائے۔ مکّہ فتح ہوگیا آپ علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا کہ ''تمہارے دونوں بھتیجے عتبہ ومعتب پسران ابولہب کہاں ہیں؟ قریش کے اس ہجوم میں مجھے نظر نہیں آ رہے وہ دونوں کِدھر ہیں''۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ دونوں دیگر لوگوں کی طرح کہیں روپوش ہو گئے ہیں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا ''ان دونوں کو میرے پاس لاؤ''۔ چنانچہ میں آپ علیہ السلام کے حکم سے ان دونوں کو تلاش کرنے کے لئے روانہ ہوا اور آخر کار ان کو مقامِ عرنہ میں تلاش کر لیا پھر دونوں کو ہمراہ لے کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں واپس حاضر ہوا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں کے سامنے اسلام پیش فرمایا ان دونوں نے اسلام قبول کرتے ہوئے آپ علیہ السلام کی بیعت کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوگئے ان دونوں کے ہاتھ پکڑے اور باب کعبہ کے قریب ملتزم پر تشریف لائے۔ کافی دیر تک دُعا فرماتے رہے پھر جب واپس اپنی جگہ پر تشریف لائے تو چہرۂ انور سے مسرّت کے آثار صاف نظر آ رہے تھے۔ سیّدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مزید ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ آپ علیہ السلام کو ہمیشہ شادمان ومسرور رکھے۔ میں چہرۂ انور کو بڑا خوش دیکھ رہا ہوں۔ فرمایا ''اے چچا میں نے اپنے پروردگار سے درخواست کی تھی کہ مجھے میرے چچا ابولہب کے یہ دونوں بیٹے عطا فرما دے۔ اب اللہ تعالیٰ نے مجھے ان دونوں کو عطا فرماتے ہوئے میرے لئے ان کو ھبہ کر دیا ہے۔ اس لئے یہ میرے لئے یقیناً مسرّت کا مقام ہے''

(از: الخصائص الکبرٰی جلد 1 صفحہ 264)

عبداللہ بن الزبعری کا قبولِ اسلام

عبداللہ بن الزبعری عرب کے شاعروں میں سے ایک شاعر تھا جو کہ ہمیشہ اسلام کے خلاف اشعار کہتا رہتا۔ اکثر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی ہجو کیا کرتا تھا۔ یہ شب وروز اسی جستجو میں

رہتا کہ کس طرح اسلام اور اہلِ اسلام کو نقصان پہنچایا جائے اس مقصد کے لئے اہل شرک کو اہل اسلام کے خلاف جنگ کے لئے اکساتا رہتا تھا۔

فتح مکہ کے روز اسکو علم ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے قتل کا حکم فرما دیا ہے۔ پس وہ شہر مکہ سے فرار ہو کر یمن میں نجران بن زید بن سبا کے مقام پر چلا گیا۔ کچھ عرصہ وہاں مقیم رہا۔ فراغت کے ایام میں اپنی قبیح حرکات اور اسلام کی حقانیت کے بارے میں سوچتا رہا اور اس نتیجہ پر پہنچا کہ اس کی گزشتہ تمام حرکات غلط اور گمراہ کن تھیں۔ اس طرح اپنی جہالت پر مبنی اعمال پر پریشان و پشیمان ہوتا تھا۔ آخر اسکے دِل میں اسلام کا نور چمک اٹھا۔ فیصلہ کیا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر اسلام قبول کرتے ہوئے اپنی تمام کوتاہیوں کی معافی طلب کرے۔ اس غرض سے یمن چھوڑ کر مکہ مکرمہ واپس آیا۔

عبداللہ بن الزبعری جیسے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس کے قریب آیا آپ علیہ السلام نے اسکو دیکھتے ہی فرمایا: "الزبعری کے چہرے پر اِسلام کا نور ہے وہ اہل حق میں شامل ہونے کے لئے آ رہا ہے"۔ قریب آ کر ابن الزبعری نے عرض کیا: السلامُ علیک یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے اور آپ علیہ السلام اللہ کے برحق رسول ہیں۔ میں اللہ وحدہٗ لاشریک کی حمد و ثنا کرتا ہوں۔ جس نے مجھے اسلام قبول کرنے کی ہدایت عطا فرمائی۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے بہت سے جرم کئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ علیہ السلام کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین پر بھی میری طرف سے بہت سے ظلم ہوئے ہیں۔ ان مظالم پر میں سخت نادم اور شرمندہ ہوں۔ اب آپ علیہ السلام کے ہاتھ میں میرا فیصلہ ہے، جو چاہیں حکم فرمائیں:

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"الحمد للہِ الذی ھداک الی الا سلام ، الاسلام یھدم ما کان قبلہ."

(ترجمہ) "تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے سزاوار ہیں جس نے تجھے اِسلام کی ہدایت فرمائی، یاد رکھو اسلام گزشتہ تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے"۔

اس طرح عبداللہ بن الزبعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معافی مل گئی انہوں نے کلمہ پڑھا اور دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ حضرت عبداللہ بن الزبعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبولِ اسلام کے وقت اور قبول اسلام کے بعد جو اشعار کہے وہ ترجمہ اُردو کے ساتھ تحریر کئے جاتے ہیں۔ روایت میں ہے کہ ذیل میں مندرج پہلا ایک شعر حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے اور باقی کے اشعار عبداللہ بن الزبعری نے کہے:۔

لَا تَعْدَ مَنْ رَجُلاً اَحَلَّکَ بُغْضُہٗ

نَجْرَ انَ فِیْ عَیْشٍ اَحَذَ لَیِئم

(ترجمہ) "ایسی ہستی سے دوری اختیار مت کر جسکے بغض و کینہ نے تجھے نجران میں جا پھینکا ہے۔ جہاں تو سب سے

کٹ کر غیر شریفانہ زندگی بسر کر رہا ہے۔"

پھر یہ اشعار کہے:

يَا رَسُوْلَ الْمَلِيْكِ اِنَّ لِسَانِیْ

رَاتِق" مَافَتَقْتُ اِذْ اَنَا بُوْرُ

اِذْ اُبَارِی الشَّيْطَان فِیْ سَنَنِ الْغَیِّ

وَمَنْ مَالَ مَيْلَهٗ مَثْبُوْرُ

(ترجمہ)"اے سارے جہانوں کے مالک کے بھیجے ہوئے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) برحق۔ میری زبان سنجیدہ ومحتاط رہی ہے۔ میں نے اس وقت بھی معصیت کی بات نہیں کی جب میں گمراہی میں ہلاک ہو رہا تھا اور یوں گمراہی کے راستے پر شیطان سے بھی آگے نکل گیا تھا۔ جو بھی گمراہی کی طرف مائل ہوتا ہے وہ ہلاک ہو جاتا ہے۔

اٰمَنَ اللَّحْمُ وَالْعِظَامُ لِرَبِّی

ثُمَّ قَلْبِی الشَّهِيْدُ اَنْتَ النَّذِيْرُ

(ترجمہ) اب تو میرا گوشت پوست تک اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آیا ہے۔ اسکے علاوہ میرا قلب بھی اسی بات کا معترف ہو گیا ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) رسول نذیر ہیں۔

اِنَّنِی عَنْکَ زَاجِر" ثُمَّ حَيًّا

مَنْ لُؤَیٍّ وَكُلُّهُمْ مَغْرُوْرٌ

(ترجمہ) میں نے آپ علیہ السلام کے لئے وہاں (نجران میں) قبیلہ لوی کو جھڑک دیا۔ کیوں کہ وہ سب کے سب فریب خوردہ تھے۔

مَنَعَ الرُّقَادَ بَلاَ بِل" وَ هُمُوْمُ

وَاللَّيْلُ مُعْتَلِجُ الرَّوَاقِ بَهِيْمُ

مِمَّا اَتَانِی اَنَّ اَحْمَدَ لاَمَنِی

فِيْهِ فَبِتُّ كَاَنَّنِی مَحْمُوْمُ

(ترجمہ)"ایسی تاریک ترین رات جس میں تاریکیوں کے تہ در تہ پردے چڑھے تھے۔ طرح طرح کے وسوسوں اور رنج وغم نے میری نیند تک اڑا دی تھی۔ یہ اس وقت ہوا جب مجھے معلوم ہو گیا کہ احمدِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری مذمت و ملامت کی ہے۔ چنانچہ ساری رات میں نے آنکھوں میں کاٹی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا جیسے مجھے بخار ہو رہا ہے۔

يَاخَيْرَ مَنْ حَمَلَتْ عَلٰى اَوْصَالِهَا
عَيْرَانَةٌ سُرُحُ الْيَدَيْنِ غَشُوْمُ
اِنِّیْ لَمُعْتَذِرٌ اِلَيْکَ مِنَ الَّذِی
اَسْدَيْتُ اِذْاَنَا فِی الضَّلَالِ اَهِيْمُ

(ترجمہ) اے ان لوگوں میں سے سب سے اعلیٰ وافضل ترین ہستی جنکو کسی مضبوط اور سبک رفتار ہلکے ہلکے پاؤں والی اور کبھی منہ نہ پھیرنے والی اونٹنی نے کبھی اپنے مضبوط اور متناسب اعضاء پر بٹھایا ہے۔ میں سچے دِل سے آپ علیہ السلام سے اس چیز کیلئے عذر خواہ ہوں، جس کا تانا بانا میں نے خود ہی پیدا کی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ اس وقت میں ظلمت، تاریکی اور گمراہی میں ہاتھ پاؤں مار رہا تھا جو کہ نقصان کا راستہ ہے۔

اَيَّامَ تَاْمُرُنِی بِاَغْوٰی خُطَّةٍ
سَهْمٌ وَ تَامُرُنِیْ بِهَا مَخْزُوْمُ

(ترجمہ) جس وقت بنو سہم کے لوگ مجھے ایک گمراہ کن چیز کے لئے آمادہ کرتے تھے۔ اور دوسری طرف قبیلہ مخزوم کے لوگ دوسری گمراہ کن چیز کے لئے مجھے آمادہ کرتے تھے۔

وَاَمُدُّ اَسْبَابَ الرَّدٰی وَ يَقُوْدُنِیْ
اَمْرُ الْغُوَاةِ وَ اَمْرُهُمْ مَشْعُوْمُ

(ترجمہ) جب میں اپنی ہلاکت کے اسباب خود مہیا کر رہا تھا اور دوسرے گمراہ لوگوں کی گمراہی کا معاملہ مجھے کھینچے لے جارہا تھا۔ اصل میں ان لوگوں کا یہ منحوس ترین معاملہ تھا۔

فَالْيَوْمَ اٰمَنَ بِالنَّبِیِّ مُحَمَّدٍ (صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهٖ وَسَلَّم)
قَلْبِیْ وَ مُخْطِیْ هٰذِهٖ مَحْرُوْمُ

(ترجمہ) مگر آج اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے میرا دل محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ایمان لے آیا ہے۔ جو ایمان لانے میں غلطی کرے سُستی کرے وہ بدنصیب ہے۔

مَضَتِ الْعَدَاوَةُ وَانْقَضَتْ اَسْبَابُهَا
وَدَعَتْ اَوَاصِرُ بَيْنَنَا وَ حُلُوْمُ

(ترجمہ) دشمنی وعداوت کا زمانہ گزر گیا اور عداوت کے جو اسباب تھے وہ بھی ختم ہو گئے۔ اور اب ہمارے آپس کے باہمی قرابت دارانہ تعلقات نے اور ہماری ہوش وعقل نے ہمیں حق کی طرف دعوت دی ہے۔

فَاغْفِرْ فِدًى لَکَ وَالِدَیَّ كِلَاهُمَا
زَلَلِیْ فَاِنَّکَ رَاحِمٌ مَرْحُوْمُ

(ترجمہ) میرے ماں باپ دونوں آپ پر قربان میری گزشتہ خطا معاف فرمادیں کیونکہ آپ ہی رحم کرنے والے ہیں کیوں کہ آپ پر اللہ کا رحم وکرم ہے۔

وَعَلَیْکَ مِنْ عِلْمِ الْمَلِیْکِ عَلَامَۃ"

نُوْر" اَغَرُّ وَ خَاتِم" مَخْتُوْمُ

(ترجمہ) اور آپ کی ذاتِ اقدس میں اللہ تعالیٰ کی نشانی وعلم موجود ہے۔ آپ سراپا نور ہیں۔ آپ کے ذریعے ہی رسالت ونبوت پر خاتم النبی (خاتم النبیین) صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مہر لگ گئی ہے اور یہ مہر اللہ تعالیٰ کی لگائی ہوئی ہے۔

اَعْطَاکَ بَعْدَ مُحَبَّۃٍ بُرْھَانَہٗ

شَرَفاً وَبُرْھَانَ الْاِ لٰہِ عَظِیْمُ

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ نے آپ کو عظمت وشرف کی محبت آمیز برہان عطا کی ہے اور اللہ کی جو برہان ہے اسکی عظمت میں کیا شک کیا جاسکتا ہے۔

وَلَقَدْ شَھِدْتُ بِاَنَّ دِیْنَکَ صَادِق"

حِقّ" وَ اَنَّکَ فِی الْعِبَادِ جَسِیْمُ

(ترجمہ) اور میں نے اس بات کا واقعی اقرار کرلیا ہے کہ آپ کا دین سچا اور برحق ہے اور آپ تمام بندوں میں سے اعلیٰ ہستی ہیں۔

وَاللّٰہُ یَشْھَدُ اَنَّ اَحْمَدَ مُصْطَفٰی

مُسْتَقْبَل" فِی الصَّالِحِیْنَ کَرِیْمُ

(ترجمہ) اور اللہ کریم خود اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ احمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام صلحاء کے منظورِ نظر اور کریم وشریف ہیں۔

قَوْم" عَلَا بُنْیَانَہٗ مِنْ ھَاشِمٍ

فَرْع" تَمَکَّنَ فِی الذُّرٰ اوَاُرُوْمُ

(ترجمہ) آپ ایسے بہادر ونڈر سردار ہیں جنکی بنیاد بنو ہاشم سے اُٹھی ہے وہ فرع بھی ہیں اور اصل بھی۔ بہر حال ان دونوں کا مقام بلندیوں پر ہے۔

(از: سیرۃ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 497-499)

ہبیرہ کے اشعار

ابنِ اسحاق سے روایت ہے کہ ہبیرہ بن ابی وہب مخزومی فتح مکّہ کے بعد بھی اپنے کفر پر ہی قائم رہا یہ شخص مکّہ

مکرمہ چھوڑ کر جان بچانے کے لئے بھاگ گیا اور پھر حالتِ کفر میں ہی اس کا انتقال ہوا۔ ہبیرہ بن ابی وہب حضرت ابوطالب کی بیٹی اور سیّدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہمشیرہ اُمِّ ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا خاوند تھا، اُمِّ ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا اسلام لانے کے بعد یہ کیونکہ اپنے کفر پر ہی قائم رہا اس لئے حکمِ اسلام کے مطابق ان کی بیوی اسکی زوجیت سے خود بخود خارج ہوگئی۔

ہبیرہ بن ابی وہب کو جب ہند اُمِّ ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اسلام لانے کا پتہ چلا تو اس نے یہ شعر کہے۔

اَشَاقَتْکَ هِنْد" اَمْ اَتَاکَ سُوَالُهَا

كَذَاكَ النَّوىٰ اَسْبَابُهَا وَ انْفِتَالُهَا

وَقَدْ اَرَّقَتْ فِیْ رَاسِ حِصن مُمَنَّع

بِنَجْرَانَ یَسْرِی بَعْدَ لَیْلٍ خَیَالُهَا

ترجمہ: ”کیا ہند نے تجھ سے علیحدگی اختیار کر لی ہے یا تیرے پاس اُسکے الگ ہو جانے کی درخواست آئی ہے۔ نجران کے ایک مضبوط قلعے کی چوٹی پر جہاں میں رات بسر کر رہا تھا۔ ایک رات گزر جانے کے بعد ھند (اُمِّ ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی ایک خیالی تصویر چل کر میرے پاس آئی اور مجھے رات بھر بیدار رکھا۔

وَعَا ذِلَةٍ هَبَّتْ بِلَیْلٍ تَلُوْمُنِیْ

وَتَعْذِ لُنِی بِاللَّیْلِ ضَلَّ ضَلاَ لُهَا

وَتَزْعُمُ اَنِّیَ اِنْ اَطَعْتُ عَشِیْرَتِیْ

سَارَ دَیْ وَ هَلْ یُرْدَیْنِ اِلَّا زِ یَالُهَا

ترجمہ: قسم ہے اس ملامت کرنے والی کی جو ایک رات اٹھ کر میری ملامت کر رہی تھی۔ اگر میں اپنے خاندان کی بات پر چلوں گا تو برباد ہو جاؤں گا۔ حالانکہ مجھے اس کے چھوڑ جانے کے سوا اور کوئی چیز ہلاک نہیں کر سکتی۔

فَاِنِّی لِمَنْ قَوْمَ اِذَا اجِدَّ جِدُّ هُمْ

عَلٰی اَیِّ حَالٍ اَصْبَحَ الْیَوْمَ حَالُهَا

وَاِنِّی لَحَامٍ مِنْ وَرَاءِ عَشِیْرَتِیْ

اِذَا كَانَ مِنْ تَحْتِ لُعَوَالِیْ مَجَالُهَا

ترجمہ: میں اس قوم میں سے ہوں جسکی جب جدوجہد تیز ہو جاتی ہے۔ خواہ وہ کسی حال میں ہو۔ اس کا حال ہمیشہ دِن کی طرح روشن ہو جاتا ہے۔ اور میں اسوقت اپنے خاندان کی حمایت وحفاظت کے

لئے ہوشیار و تیار ہو جاتا ہوں۔ جب اسکی جدو جہد اور دوڑ دھوپ لمبے لمبے نیزوں کے سائے میں تیز ہو جاتی ہے۔

وَصَارَتْ بِاَيْدِيْهَا السُّيُوْفُ كَاَنَّهَا
مَخَارِيْقُ وِالْدَانِ وَ مِنْهَا ظِلَالُهَا
وَاِنِّي لَا قْلَى الْحَاسِدِيْنَ وَ فِعْلَهُمْ
عَلَى اللّٰهِ رِزْقِيْ نَفْسُهَا وَ عِيَالُهَا

ترجمہ: اور جب اُن کے ہاتھوں میں تلواریں ایک کھیل ہوتی ہیں گویا جیسے بچوں کے رومال ایک دوسرے کو مارے جا رہے ہیں۔ اور وہ انہیں تلواروں کے سائے میں زندگیاں گزارتے ہیں۔ میں حاسدوں اوران کے حاسدانہ کاموں سے سخت نفرت کرتا ہوں۔ مجھے اور میرے اہل وعیال کو اللہ رزق دے گا۔

فَاِنْ كُنْتِ قَدْ تَابَعْتِ دِيْنَ مُحَمَّدٍ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهٖ وَسَلَّم)
وَعَطَّفَتِ الْاَرْحَامَ مِنْكَ حِبَالُهَا
فَكُوْنِيْ عَلٰى اَعْلٰى سَحِيْقٍ بِهَضْبَةٍ
مُلَمْلَمَةٍ غَبْرَاءَ يَبْسٍ بِلَالُهَا

ترجمہ: پس اگر تو نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے دین کو مان لیا ہے اس طرح تیری طرف سے صلہ رحمی کے رشتے نے صلہ رحمی کا رُخ پھیر دیا ہے تو کسی دور دراز گول گول غبار آلود، کنکریلی پہاڑی پر چلی جا جہاں تری (پانی) کا نام بھی نہ ہو۔

(از: سیرۃ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 500-501)

حضرت حسّان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اشعار

فتح مکّہ کے موقع پر جن جن شعراء نے اشعار کہے اُن میں سرِ فہرست شاعر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسمِ گرامی ہے۔ آپ کے اشعار اُردو ترجمہ کے ساتھ تحریر کئے جاتے ہیں۔

عَفَتْ ذَاتُ الْاَصَابِعِ فَالْجِوَاءُ
اِلٰى عَذْرَاءَ مَنْزِلُهَا خَلَاءُ
دِيَارٌ مِنْ بَنِي الْحَسْحَاسِ قَفْرٌ
تُعَفِّيْهَا الرَّوَامِسُ وَ السَّمَاءُ

وَ کَانَتْ لَا یَزَالُ بِهَا اَنِیْسٌ
خِلَالُ مُرُوْجِهَا نَعَمٌ وَ شَاءُ

ترجمہ: ذات الاصابع اور جواء سے عذرا (ذات الاصابع اور الجواء ملکِ شام کے دو مقامات ہے جہاں حارث بن شمر الغسانی رہتا تھا۔ اسی طرح عذرا دمشق کے قریب ایک گاؤں کا نام ہے) تک جدھر نظر اٹھائیں۔ سب کچھ مٹا ہوا نظر آتا ہے۔ ان کی تمام منزلیں اب ویران پڑی ہوئی ہیں۔ قبیلہ بنی اسد کی شاخ حسحاس کا وطن اب ویران میدان ہو گئے ہیں۔ ہوا اور تیز بارشوں نے ان جگہوں کا نام ونشان تک مٹا دیا ہے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ کبھی ان جگہوں پر مونس و ہمدرد لوگ رہا کرتے تھے۔ ان کی چراگاہوں میں اونٹ ہی اونٹ اور بکریاں نظر آیا کرتی تھیں۔

فَدَعْ هٰذَا وَلٰكِنْ مِنْ لَطِیْفٍ
یُؤَرِّقُنِیْ اِذَا ذَهَبَ الْعِشَاءُ
لِشَعْثَاءَ الَّتِیْ قَدْ تَیَّمَتْهُ
فَلَیْسَ لِقَلْبِهٖ مِنْهَا شِفَاءُ

ترجمہ: مگر اب ان کا ذکر چھوڑ۔ یہ بتاؤ محبوب کے خیال کا اب کیا ہوگا۔ جو عشاء کے بعد نصف شب میں آکر مجھے بیدار کر دیتا ہے۔ شعثاء (یہ محبوبہ کا نام ہے جو کہ سلام بن مشکم یہودی کی لڑکی بتائی جاتی ہے) پر دشمن کے خون اور جان کے پیاسے تیر رکھے ہوئے ہیں تو ہم انہیں معدوم کر دیں گے۔

تَظَلُّ جِیَادُنَا مُتَمَطِّرَاتٍ
تُلَطِّمُهُنَّ بِالْخُمُرِ النِّسَاءُ
فَاِمَّا تُعْرِضُوْا عَنَّا اعْتَمَرْنَا
وَکَانَ الْفَتْحُ وَ انْکَشَفَ الْغِطَاءُ
وَاِلَّا فَاصْبِرُوْا الْجِلَادِ یَوْمٍ
یُعِیْنُ اللّٰهُ فِیْهِ مَنْ یَّشَاءُ

ترجمہ: ہمارے بہترین گھوڑے فتح مکہ کے دن ایک دوسرے سے گویا سبقت لے جانے کے لئے کوشش کر رہے تھے۔ جن کے چہروں پر عورتیں گویا دوپٹے مار رہی تھیں۔ پس یا تو ہمارے راستے سے ہٹ جاؤ ہم عمرہ ادا کریں۔ فتح پائیں اور خانہ کعبہ کا پردہ اٹھائیں۔ ورنہ جنگ کے لئے قوت برداشت کا مظاہرہ کرو۔ پھر اللہ تعالیٰ جسے چاہے مدد و نصرت سے نوازے۔

وَجِبْرِیْلُ رَسُوْلَ اللهِ فِیْنَا

وَرُوْحُ الْقُدُسِ لَیْسَ لَهٗ کِفَاءُ

ترجمہ: اور حضرت جبریل علیہ السلام اللہ کے قاصد ہم میں موجود ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ روح القدس علیہ السلام کا کون مقابلہ کر سکتا ہے۔

وَقَالَ اللهُ قَدْ اَرْسَلْتُ عَبْدًا

یَقُوْلُ الْحَقَّ اِنْ نَفَحَ الْبَلاَ

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے اپنا ایک بندۂ خاص پیغمبر و رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔ وہ جو کچھ فرمائیں گے سچ فرمائیں گے مگر شرط یہ ہے کہ اگر ہم خود آزمائش میں پورا اتریں۔

شَهِدْتُ بِهٖ فَقُوْمُوْا صَدِّقُوْهُ.

فَقُلْتُمْ لاَ نَقُوْمُ وَلاَ نَشَآءُ

ترجمہ: میں نے شہادت دے دی ہے پس تم کھڑے ہو کر ان کی تصدیق کرو اور ایمان لاؤ۔ مگر تم لوگ ایسے ہو کہ یہی کہتے ہو ہم اس بات کے لئے آمادہ نہیں ہونگے اور نہ ہی ایسا چاہیں گے۔

وَقَالَ اللهُ قَدْ سَیَّرْتُ جُنْدًا

هُمُ الْاَنْصَارُ عُرْضَتُهَا اللِّقَاءُ

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے اپنا لشکر بھیج دیا ہے۔ اور اہلِ لشکر مددگار رہوں گے اور ان کا تو کام ہی یہی ہے کہ مقابلے پر آ کر دشمنوں کو نیچا دکھائیں۔

لَنَا فِیْ کُلِّ یَوْمٍ مِنْ مَعَدٍّ

سَبَابٌ اَوْ قِتَالٌ اَوْ هِجَاءُ

ترجمہ: قبیلہ معد کی طرف سے ہر روز ہمارے لئے سب وشتم، مذمت، ہجو اور قتال و برائی کے الفاظ ادا کئے جاتے ہیں۔

فَنُحْکِمُ بِالْقَوَا فِیْ مَنْ هَجَانَا

وَنَضْرِبُ حِیْنَ تَخْتَلِطُ الدِّمَاءُ

ترجمہ: وہ لوگ جو ہماری مذمت اور ہجو بیان کرتے رہتے ہیں۔ ایسے لوگوں کا فیصلہ ہم اپنے اشعار سے ہی کر دیتے ہیں اور جب میدانِ جنگ میں خون کی ندیاں بہتی ہیں تو ہم ان لوگوں پر خوب تلواریں چلاتے ہیں۔

اَلاَ اَبْلِغْ اَبَا سُفْیَانَ عَنِّی

مُغْلْغَلَۃً فَقَدْ بَرِحَ الْخِفَاءُ

ترجمہ: ابوسفیان (مغیرہ بن حارث بن عبدالمطلب) کو دیکھو جو چھپ کر رہ گیا ہے۔ میری طرف سے میرا وہ پیغام پہنچادو۔ جو متواتر اِدھر اُدھر گھوم پھر رہا ہے۔

بِاَنْ سُیُوْفَنَا تَرَکَتْکَ عَبْدًا

وَعَبْدُ الدَّارِ سَادِتُھَا الْاِمَاءُ

ترجمہ: میرا یہ پیغام پہنچادو کہ انصارِ مدینہ کی تلواروں نے فتح مکّہ کے روز تجھے ایک ذلیل غلام بنا کر رکھ دیا اور بنوعبدالدار کے سردار ذلّت وپستی کے لحاظ سے بالکل باندیوں کی مانند ہو گئے ہیں۔

ھَجَوْتَ مُحَمَّدً (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَسَلَّم) اَوْجَبْتُ عَنْہُ

وَعِنْدَ اللّٰہِ فِیْ ذَاکَ الْجَزَاءُ

ترجمہ: تو نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ہجو کی ہے اور میں نے آپ کی جانب سے اس کا جواب دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک میرے اس فعل کی بڑی جزاء ہے۔

اَتَھْجُوْہُ وَ لَسْتَ لَہٗ بِکُفْءٍ

فَشَرُّ کُمَا لِخَیْرِ کُمَا الْفِدَاءُ

ترجمہ: کیا تو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ہجو کرتا ہے جب کہ تو کسی حال میں بھی ان کی مثل نہیں ہے۔ پس تم دونوں میں جو شریر ومفسد ہے۔ اس شخص پر قربان کیا جاسکتا ہے۔ جو تم دونوں میں بہتر ہے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ابوسفیان سے نا قابل بیان حد تک بہتر ہیں۔ اس لئے خیر کے مقابلے میں شر کو لات ماردی جائے گی۔

ھَجَوْتَ مُبَارِکًا بَرًّا حَنِیْفًا

اَمِیْنَ اللّٰہِ شِیْمَتَہُ الْوَفَاءُ

ترجمہ: تو نے ایک برکت والی ذات جو کہ صالح ترین مُسلم ہیں اور اللہ کی امانت ہیں ان کی مذمت کی ہے انکی ہجو بیان کی ہے یہ ہستی وہ ہے جنکی فطرت ہی میں وفاداری ہے۔

اَمَنْ ھَجْوُ رَسُوْلَ اللّٰہِ مِنْکُمْ

وَیَمْدَ حُہٗ وَ یَنْصُرُہٗ سَوَاءُ

ترجمہ: کیا وہ شخص جو اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ہجو بیان کرتا ہے۔ اس شخص کی برابری کر سکتا ہے جو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی مدح کرتا ہے اور آپ کو مدد پہنچاتا ہے۔

فَاِنَّ اَبِی وَ وَالِدَ ہٗ وَعِرْضِیْ
لِعَرْضِ مُحَمَّدٍ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَسَلَّم) مِنْکُم وِقَاءٗ

ترجمہ: سُن لو! میرا باپ میرے باپ کا باپ اور میری ساری عزّت وآبرو غرض ہر چیز محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کی عزّت وآبرو تم سے بچانے کی ذمہ دار ہے۔

لِسَانِی صَارِمٌ لاَعَیْبَ فِیْہِ
وَ بَحْرِیْ لاَ تَکَدِّرُہُ الدِّلاَءُ

ترجمہ: میری زبان ایک تلوار ہے جس میں کوئی کھوٹ نہیں اور میرا سمندر وہ ہے جس میں ڈولوں کے بار بار پڑنے سے کوئی خرابی پیدا نہیں ہوسکتی۔

(از: ابنِ ہشام، امام زہری رحمہما اللہ تعالیٰ)

انس بن زُنیم دیلی کے اشعار

فتح مکّہ کے موقع پر ہی انس بن زنیم دیلی نے بھی اشعار کہے۔ ابن اسحٰق بیان کرتے ہیں کہ یہ ویسے ہی اشعار ہیں جیسے عمرو بن سالم خزاعی نے کہے تھے۔ ترجمہ سمیت وہ اشعار تحریر کئے جاتے ہیں:

أَأَنْتَ الَّذِیْ تَھْدَی مَعَدٌ بِاَمْرِہ
بَلِ اللّٰہُ یَھْدِیْھِمُ وَ قَالَ لَکَ اشْھَدِ

ترجمہ: کیا آپ علیہ السلام وہی ہستی ہیں جنکی ہدایت سے قبیلہ معد کے لوگوں کو سیدھا راستہ دکھایا جاسکتا ہے بلکہ انہیں سیدھے راستے پر ڈالے گا اور اللہ نے آپ سے یہ بھی کہہ دیا ہے کہ آپ اس پر گواہ رہیں۔

وَمَا حَمَلَتْ مِنْ نَاقَۃٍ فَوْقَ رَحْلِھَا
اَبَرَّ وَاَوْفَی ذِمَّۃً مِنْ مُحَمَّدٍ (صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم)
اَحَثَّ عَلٰی خَیْرٍ وَ اَسْبَغَ نَائِلاً
اِذَا رَاحَ کَالسَّیْفِ الصَّقِیْلِ الْمُھَنَّدِ
وَاَکْسَی لِبُرْدِ الْخَالِ قَبْلَ ابْتَذَا لَہٗ
وَ اَعْطٰی لِرَأْسِ السَّابِقِ الْمُتَجَرَّ

ترجمہ: محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے زیادہ صالح وفائے عہد کرنیوالے۔ زیادہ بھلائی کے کاموں پر اکسانے والے اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے زیادہ عطا وبخشش کرنے والے جنگ رونما ہونے کے وقت صیقل شدہ ھندی تلوار کی مانند زیادہ تیز چلنے والے یمن کی بہترین اور اعلیٰ

چادروں کو استعمال کئے بغیر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے زیادہ دوسروں کو پہنانے والے اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے گھوڑے سے زیادہ سبقت لے جانے والے یکتا گھوڑا رکھنے والے انسان کو آج تک کسی ناقہ یعنی اونٹنی نے اپنے کجاوے پر سوار نہیں کیا۔

تَعَلَّم رَسُوْلَ اللهِ اِنَّکَ مُدْرِکِیْ

وَاَنَّ وَعِیْدًا مِنکَ کَالْاَخْذِبالْیَدِ

ترجمہ: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ جانتے ہیں کہ میں آپ سے نکل کر کہیں نہیں جاسکتا اور یہ کہ آپ کی وعید اور تنبیہ فرمانا گویا ایسے ہی ہے جیسے ہاتھ کی زبردست گرفت ہو۔

تَعَلَّمْ رَسُوْلَ اللهِ اَنَّکَ قَادِر "

عَلٰی کُلِّ صِرْمٍ مُتْھِمِیْنَ وَ مُنْجَدِ

ترجمہ: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ جانتے ہیں کہ آپ ان تمام گھروں پر جو چاہے نشیبی علاقوں میں ہوں یا بلند علاقوں میں ہوں آپ پوری طرح ان پر قادر ہیں۔

تَعَلَّمَ بِاَنَّ الرَّکْبَ رَکْبُ عُوَیْمِرٍ

ھُمُ الْکَاذِبُوْنَ الْمُخْلِفُوا کُلَّ مَوْعِدِ

ترجمہ: آپ جانتے ہیں کہ عمرو کے بچے کی جماعت کے لوگ وہ ہیں جو جھوٹ ہی بولنے والے اور ہر عہد و وعدہ کی خلاف ورزی کرنے والے ہیں۔

وَنَبَّوا رَسُوْلَ اللهِ اَنِّی ھَجُوْتُهٗ

فَلاَ حَمَلَتْ سَوْطِی اِلَیَّ اِذَنْ یَدِیْ

ترجمہ: اوران لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتایا کہ میں نے آپ کی ہجو کی ہے یہ غلط بات ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو میرا ہاتھ گویا میرے کوڑے کو خود مجھ پر اٹھاتا اور یوں ایسا کرنے کو میں خود اپنی ہجو خیال کرتا۔

سِوَی اَنَّنِی قَدْ قُلْتُ وَیْلُ اُمِّ فِتْیَةٍ

اُصِیْبُوْا بِنَحْسٍ لاَ بَطُلْقٍ وَاَسْعُدِ

ترجمہ: ہاں میں نے یہ ضرور کہا کہ نوجوانوں کی مائیں تباہ ہوگئیں جو انتہائی بدبختی کے عالم میں مارے گئے ہیں جو کہ کوئی خوش آیند بات نہیں ہے۔

اَصَابَھُمْ مَنْ لَّمْ یَکُنْ لِدَمَائِھِمْ

کِفَاءً فَعَزَّتْ عِبْرَتِیْ وَ تَبَلُّدِیْ

ترجمہ: ان نوجوانوں کا ان لوگوں نے استیصال کیا جوان کے خون بہا کے برابر نہیں ہو سکتے۔ پس اس بنا پر میری اشک ریزی اور میری حیرت دم بخود رہ گئی۔

فَإِنَّکَ أخْفَرْتَ إنْ کُنْتَ سَاعِیًا

بِعَبْدِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰہِ وَ ابْنَۃَ مَھْوُدِی

ذُوَیْبَ وَ کَلْثُوْمَ وَ سَلْمٰی تَتَابَعُوْا

جَمِیْعًا فَالاتَدْمَعَ الْعَیْنَ اکْمَدِ

وَسَلْمِیْ وَ سَلْمِیْ لَیْسَ حَیّ کَمِثْلِہٖ

وَ اِخْوَتِہٖ وَ ھَلْ مَلُوْکٌ کَاَعْبُدِ

ترجمہ: اگر آپ اس بات کو چاہتے تھے کہ عبداللہ اور مہود کی بیٹی اور ذویب، کلثوم اور سلمیٰ کو یکے بعد دیگرے مار دیا جائے تو بیشک اپنا عہد توڑ دیا اور ان پر اگر میری آنکھ آنسو نہ بہائے گی تو مجھے غم و رنج ضرور ہوگا۔ سلمیٰ، سلمی وہ شخص تھا جس کا کوئی مثل نہ تھا نہ ہوسکتا تھا اور اسکے بھائی بند بادشاہوں کی مانند تھے اور بادشاہوں اور غلاموں میں برابری نہیں ہوسکتی۔

فَاِنِّیْ لاَ دِیْناً فَتَقْتُ وَلاَ دَماً

ھَرَقْتُ تَبَیَّنَ عَالِمَ الْحَقَّ وَاقْصِدِ

ترجمہ: لیکن جہاں تک میرا تعلق ہے میں نے نہ تو دین کا پردہ چاک کیا اور نہ ہی کسی کا خون بہایا۔ آپ حقیقت کی دنیا کو غور سے دیکھئے اور میانہ روی اختیار کیجئے۔

(از: سیرۃ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 506، 505)

بدیل بن عبد مناف کے اشعار

انس بن زُنیم کے اشعار سُن کر بدیل بن عبد مناف بن اصرم نے جواب میں جو اشعار کہے۔ ذیل میں وہ اشعار ترجمہ کے ساتھ تحریر کئے جا رہے ہیں۔

بَکَی اَنَسٌ رَزْنًا فَاَعْوَلَہُ الْبُکَاءُ

فَالَّا عَدِیًّا اِذْ تُطَلُّ وَتُبْعَدُ

ترجمہ: انس بن زنیم رُزن پر خوب رویا اور اس نے روتے وقت بڑا شور وغل کیا اُسے اس بات پر رونا چاہیے تھا کہ قبیلہ عدی کا خون بہا رائیگاں چلا گیا۔

بَکَیْتَ اَبَا عَبْسٍ لِقُرْبِ دِمَائِهَا

فَتُعْذِ رَاِذْلَا یُوْقَدُ لُحَرْبَ مُوْقِدُ

ترجمہ: تو نے قبیلہ ابوعبس کا رونا رویا کیونکہ ان کے خون بہا لینے کے لئے تجھے قُرب حاصل ہے۔ اس لئے اب تو جو یہ عذر و معذرت کر رہا ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ اب کوئی جنگ کی آگ بھڑکانے والا نہیں رہ گیا۔

اَصَابَهُمْ یَوْمَ الْخنَادِمَ فِتْیَة''

کَرَام'' فَسَلْ مِنْهُمْ نُفَیْل'' وَ مَعْبَدُ

ترجمہ: ان لوگوں کو خندمہ پہاڑ (جو کہ مکّہ کے قریب ہے) پر ان نوجوانوں نے مارا ہے جو انتہائی شریف لوگ ہیں۔ ان لوگوں کی شرافت و کرامت کے بارے میں جس سے پوچھ لو ان لوگوں میں نفیل اور معبد جیسے لوگ بھی شامل تھے۔

هُنَالِکَ اِنْ تَسْفَحُ دَمُوْعَکَ تَلُمْ

عَلَیْهِمْ وَ اِنْ لَمْ تَدْمَعَ الْعَیْنُ فَاکْمَدُوْا

ترجمہ: اس وجہ سے ان لوگوں کی یاد میں تمہاری آنکھوں میں آنسو آتے ہیں تو واقعی ہی تم وہ لوگ ہو کہ تمہیں ملامت نہیں کی جائے گی اور اگر آنکھ آنسو نہیں بہاتی تو حقیقتاً تم لوگوں کو کچھ نہیں مگر تمہیں غم زدہ تو ضرور ہونا چاہیئے۔

سیرت ابنِ ہشام میں آتا ہے کہ مذکورہ اشعار بدیل کے قصیدے سے لئے گئے ہیں۔ قصیدہ چونکہ کافی طویل ہے اس لئے کچھ اشعار کا انتخاب کیا گیا۔

فتح مکّہ کے وقت بجیر کے اشعار

فتح مکّہ کے موقع پر جہاں اور بہت سے لوگوں نے اشعار کہے وہاں بجیر بن زہیر بن ابوسلمی بھی ان لوگوں کی فہرست میں شامل تھا اس نے جو اشعار کہے ابن اسحٰق نے اُن کا ذکر کیا ہے وہ اشعار ترجمہ کے ساتھ تحریر کئے جا رہے ہیں:

نَفَی اَهْلَ الْحَبْلَقِ کُلَّ فَجٍّ

مُزَیْنَةُ غُدْوَةً وَ بَنُوْ خُفَاف

ترجمہ: قبیلہ مزینہ اور قبیلہ سلیم کی شاخ خاندان بنوخفاف نے صبح صبح ہی راستے پر بکریوں کا گلہ لے کر چلنے والوں کا راستہ روک دیا۔

ضَرَبْنَا هُمْ بِمَكَّةَ يَومَ فَتحِ النَّبِيَّ

اَلنَبِيَّ الْخَيرَ بِالْبِيْضِ الْخِفَاف

ترجمہ: سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فتح مکّہ کے روز ہم نے ہلکی ہلکی تلواروں سے ان کی گردنیں صاف کر دیں۔

صَبَحْنَاهُمْ بِسَبْعٍ مِنْ سُلَيْم

وَاَلْف مِنْ بَنِيْ عُثْمَانَ وَافِ

نَطَا اَكْتَافَهُمْ ضَرْبًا وَ طَعْنًا

وَرَشْقًا بِالْمُرَيَّشَةِ اللَّطَافِ

تَرَى بَيْنَ الصَّفُوفِ لَهَا حَفِيْفاً

كَمَا اِنْصَاعَ الْفُوَاقِ مِنَ الرَّصَافِ

ترجمہ: قبیلہ سلیم کے سات سو قبیلہ بنی عثمان (مزینہ) کے پورے ایک ہزار آدمیوں کے ہمراہ ہم نے صبح صبح ہی ان پر حملہ کر دیا۔ تلواروں، چھوٹے نیزوں کی مدد سے ہم ان لوگوں کے کاندھوں کو چھید رہے تھے اور بُری طرح کاٹ رہے تھے حملے کے دوران صفوں کے درمیان سے تیر اس طرح گزر رہے تھے کہ تیروں کے چلنے کی سن سن کی آواز سُنی جا سکتی تھی جو ہم چلا رہے تھے۔

فَرُحْنَا وَالْجِيَادُ تَجُوْلُ فِيْهِمْ

بِاَرْمَاحٍ مُقَوَّمَةِ الثِّقَافِ

فَاُبْنَا غَانِمِيْنَ بِمَا اشْتَهَيْنَا

وَاَبُو انَا دِمِيْنَ عَلَى الْخِلاَفِ

ترجمہ: چنانچہ جب ہم جنگ کے لئے گھروں سے نکلے تو ہمارے گھوڑے خوب سدھارے ہوئے مضبوط نیزوں کے کراں کے اندر خوب جولانی دکھانے لگے۔ پھر ہم اپنی خواہش کے مطابق مالِ غنیمت لے کر واپس آئے اور وہ ندامت لے کر واپس گئے۔

وَاَعْطَيْنَا رَسُوْلَ اللهِ مِنَّا

مَوَاثِقَنَا عَلٰى حُسْنِ التَّصَافِي

وَقَدْسَمِعُوْا مَقَالَتَنَا فَهَمُّوْا

غَدَاةَ الرَّوْعِ مِنَّا بِانْصَرَفِ

ترجمہ: اور ہم نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو ہمیں میں سے ہیں اپنا قول وقرار انتہائی خلوص

اور صفائے قلب کے ساتھ دیا۔ جب انہوں نے ہماری تقریریں سنیں تو جنگ کے دن ہم سے دور جانے کا ارادہ کرلیا۔

علامہ ابومحمّد شفراطلیسی کا قصیدہ

حضرت علامہ ابومحمد شفراطلیسی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مشہور قصیدہ میں بھی فتح مکّہ کے بارے میں بہت احسن اور خوب کلام کہا ہے۔ یہاں وہ قصیدہ اور اس کا ترجمہ تحریر کیا جاتا ہے۔

یوم مکّة اذا اشرف فی اصم

تضیق عنها فجا ج الوعث و السّهل

ترجمہ: فتح مکہ کا دن کیسا عظیم دن تھا۔ جس روز سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکّہ مکرمہ فتح کیا۔ اور ایسے گروہوں کے ساتھ تشریف لائے کہ ان گروہوں کی وجہ سے دشوار گزار راستے و آسان راستے سب تنگ ہو رہے تھے۔

خوا فق ضاق ذرع الخافقین بها

فی قاتم من عجاج الخیل و الا بل

ترجمہ: وہ گروہ جس میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موجود ہیں اس گروہ کے لئے مشرق و مغرب کی وسعت بھی تنگ ہوگئی ہے۔ ان کے ساتھ اونٹ اور گھوڑے اس قدر تھے کہ جن سے اٹھنے والے گرد و غبار نے مشرق اور مغرب کی وسعت کو بھی تنگ کر دیا۔

و انت صلی علیک اللہ تقدمهم

فی بهو ا شراق نور منک مکتمل

ترجمہ: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ پر درود بھیجے جاتے ہیں آپ اس لشکر کے مقدم تھے۔ یعنی آپ اس لشکر کو جو حکم فرماتے اہلِ لشکر اس حکم کی اطاعت و فرمانبرداری کرتے۔ آپ کو وہ نور چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھا بالکل ایسے جس طرح ایوان آدمی کو چاروں طرف سے گھیر لیتا ہے۔

ینیر فوق اغر الوجه منتخب

متوج بعزیز النصر مقتبل

ترجمہ: وہ نور آپ کے روشن اور شفاف چہرے پر چمک رہا تھا۔ آپ تو اہلِ کریم سے منتخب کئے ہوئے ہیں۔ نصرت غالب رہے گی جس کا آپ کے ربّ نے آپ سے وعدہ کیا تھا۔ آپ نصرت و فتح کا

تاج پہنے ہوئے تھے اور خیر کا استقبال فرما رہے تھے۔

یسمو ا مام جنود اللہ مرتد یا

ثوب الوقار لا مر اللہ ممتثل

ترجمہ: آپ کل جب لشکر کفار پر یورش فرما رہے تھے تو اس حال میں تھے کہ وقار کا لباس زیب تن تھا اور یوں آپ اللہ کے حکم کو بجالا رہے تھے۔

خشعت تحت یھا ء الفر حین سمت

بک المھابۃ فعل الخاضع الوجل

(ترجمہ وتشریح) آپ نے حسنِ عزّت کے تحت اس وقت خشوع کیا اور اس وقت آپ کا خوف رفعت پا رہا تھا۔ یہ آپ ہی کا طُرّہ امتیاز تھا کہ اس وقت بھی خشوع سے کام لیا جب کہ ہر طرف آپ کی کمالِ عزت وخوف غالب تھا۔

وقد تباشر املاک السّماء بما

ملکت اذنلت منہ غایۃ الامل

(ترجمہ وتشریح) بعض ملائکہ نے آسمان کے بعض ملائکہ کو بشارت دی جس کے آپ مالک ہوئے کیونکہ عزّت یا فتح جو شے اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی اور یوں آپ کو عطا فرمائی اور یوں آپ نے اپنے مطلب کو حاصل فرمایا۔

والارض ترجف من زھو ومن فرق

والجوز ھر اشراتا من الجدال

(ترجمہ وتشریح) زمین جب سرور سے زور سے حرکت کرتی اور خوف سے ہلتی تھی اور تحت فلک سرور کے اشراق سے روشن ہو رہا تھا۔

والخیل تختال زھوا فی اعتھا

والعیس تنثال رَھو ا فی ثنی الجدل

(ترجمہ وتشریح) جب گھوڑے کبر اور غرور سے رفتار میں اپنی باگوں سے نکل رہے تھے۔ اور اونٹ ہر طرف سہل اور سریع رفتار میں اطمینان سے چل رہے تھے اور انکی مہاریں ان کی گردنوں پر پڑی ہوئی تھیں یہ حالت نہایت ہی اطمیناں کی مظہر تھی۔

لو لا الذی خطنت الا قلام من قدر

وسابق من قضاء غیر ذی حول

(ترجمہ وتشریح) اگر وہ اَمر نہ ہوتا جس کو قدر کے قلموں نے لکھ دیا ہے اور قضائے الٰہی اس اَمر کی نسبت پہلے سے ہو چکی ہے جس کو تبدیل اور پلٹنا نہیں ہے۔

اهل ثهلان بالتهليل من طرب

وذاب يذيل تهليلا من الذبل

(ترجمہ وتشریح) ثہلان پہاڑ سے خوشی وطرب کی وجہ سے اسکی عادت کے خلاف لا اله الا اللّٰه کہنا ظہور میں آتا جبکہ یذیل پہاڑ جزع اور فزع سے پگھل جاتا یعنی اس کا وجود ہی باقی نہ رہتا۔

الملُ للّٰه هذا غرمن عقدت

له النبوّة فوق العرش فی الازل

(ترجمہ) ثہلان اور یذیل پہاڑ یہ کہتا ہے کہ آسمانوں اور زمینوں کی حکومت اللہ تعالیٰ کے واسطے ہی ہے یہ نصرت جو ظاہر ہے اسکی عزّت ہے جس کے واسطے فوقِ عرش کے روزِ ازل میں نبوّت ظاہر کی گئی ہے یا نبوّت روزِ ازل میں جسکے ساتھ وابستہ کر دی گئی ہے۔

شعبت صدع قريش بعد فاقذفت

بهم شعوب شفاب الشّهلِ و القلل

(ترجمہ وتشریح) شعبت کے معنی جمعت، صدع معنی شق، قذف کے معنی رمت جبکہ شعوب موت کے عِلم کو کہتے ہیں اور شعاب شعب بالکسر کی جمع ہے۔اس شعر کا ترجمہ یوں ہوا کہ وہ راستہ جو پہاڑ میں ہو یعنی یہ کہ قریش کو موت کے خوف نے نرم زمین اور پہاڑوں کے راستہ اور گھاٹیوں و چوٹیوں پر پھینک دیا تھا۔اور یوں وہ پراگندہ ہو گئے تھے آپ نے ان کو جمع کر دیا یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو امان عطا فرما کر اکٹھا کر دیا۔

قالو محمّد قدزا دت كنائبه

كالا سد تزاء رنی اينابها العصل

(ترجمہ وتشریح) اہلِ مکّہ نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھیوں کو دیکھ کر کہا کہ یہ کثیر تعداد ہو گئے ہیں۔ یہ ساتھی ان شیروں کی مانند ہو گئے ہیں جن کے دانت نہایت ٹیڑھے ہیں اور یہ شیروں کی طرح آواز دیتے ہیں۔

فويل مكة من آثار و طائة

و ويل ام قريش من جوی الهبل

(ترجمہ) ویل کے لفظ کے ساتھ مکروہ امر سے تعبیر کی جاتی ہے اور یوں اس لفظ کو استعمال کر کے دُعا کی جاتی

ہے۔ وطـائة کے معنی روندنا و پامال کرنے کے ہیں۔ اس طرح مکّہ کی خرابی آپ کے روندنے کے نشانوں سے ہے اور یوں اُمِ قریش کی خرابی اپنے فرزندوں کے گم کرنے سے ہے۔

فحدت عفو ا لفضل العفو منک ولم

تلمم ولا بالیم اللوم والعذل

(ترجمہ): آپ نے اپنے بے شمار عفو کی وجہ سے ان کو معاف فرما کر ان کی بخشش کی اور آپ نے ان کا مقابلہ نہیں فرمایا اور یوں وہ ملامت جو کہ نہایت دکھ دینے والی ہے اس سے ان کا تدارک نہیں فرمایا۔

اضربت بالصّفح صفحا عن طو الیهم

طولا اطال مقیل النوم فی المقل

(ترجمہ وتشریح) آپ نے قریش کی دشمنی سے اپنا چہرہ مبارک پھیر لیا اور قدرت وطاقت رکھتے ہوئے ان لوگوں سے درگزر فرمایا ان کو درگزر کی دولت سے انعام عطا فرماتے رہے۔ ایسا انعام جس نے ان کی آنکھوں میں استراحت کو دراز کر دیا۔ یعنی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درگزر فرمانے سے وہ لوگ راحت وچین کی نیند سوئے اور ان کو کسی قسم کا ڈر یا کھٹکا نہ رہا۔

رحمت واشبح ارحام اتیج لها

تحت الوشیج نشیج الرّوع والوجل

(ترجمہ وتشریح) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان مختلف ارحام پر رحمت وشفقت فرمائی۔ جن کے مقدر میں یہ لکھا ہوا تھا کہ وہ نیزوں کے نیچے جان کے خوف سے دھاڑیں مار مار کر روئیں۔

عاز وابظلِ کریم العفو ذی لطف

مبارک الوجه بالتّوفیق مُشتمل

(ترجمہ) ان لوگوں نے اس کریم العفو کے سایہ رحمت میں پناہ لی جو کہ صاحبِ لطف وکرم اور مبارک ذات کریم ہے۔ اس ذات کو توفیق چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔

ازکی الخلیفه اخلاقا و اطهرها

واکرم النّاس صفحا عن ذوی الذلل

(ترجمہ) سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اخلاق کے اعتبار سے پاک طینت ہیں اور طینت میں زیادہ پاک ہیں۔ خطا کار سے ہمیشہ درگزر فرماتے ہیں۔ آپ بنی نوع انسان کے لئے کریم ہیں۔

احرام کے بارے میں تنبیہات

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم فتح مکّہ کے روز جب جب مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو اس وقت آپ علیہ السلام نے احرام زیب تن فرمایا ہوا تھا یا نہیں۔ اس بارے میں علماء و محققین میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ یہاں ہم احرام استعمال کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں کچھ روایت بیان کر رہے ہیں تاکہ مسئلہ کی وضاحت ہو سکے۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جیسے بخاری شریف میں ذکر آتا ہے کہ جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم فتح مکّہ کے روز مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپ علیہ السلام نے جسم مبارک پر احرام نہیں باندھا ہوا تھا۔ عبدالرحمٰن بن مہدی نے جزم کے طریقہ سے یہ روایت حضرت امام مالک سے روایت کی ہے۔ اس طرح مسلم شریف میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو روایت آتی ہے وہ بھی اس پر شاہد ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم فتح مکہ کے سوائے کبھی احرام کے بغیر مکہ مکرمہ میں داخل نہ ہوئے۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف میں روایت فرمایا کہ:۔

یحییٰ بن قزعہ، مالک، ابن شہاب، حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم فتح مکہ کے دن سر مبارک پر خود پہنے ہوئے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ آپ علیہ السلام نے خود اتارا ہی تھا کہ ایک آدمی نے آ کر عرض کیا کہ ابن خطل (جو کہ مرتد ہو گیا تھا) بیت اللہ شریف کے پردے پکڑے ہوئے موجود ہے آپ علیہ السلام نے فرمایا ''اسے قتل کر دو'' مالک بیان کرتے ہیں کہ جہاں تک ہمارا خیال ہے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اس وقت محرم نہیں تھے۔

(روایت از: بخاری شریف و مُسلم شریف)

اس حدیث کی روشنی میں علماء میں اختلاف ہے کہ آیا مکہ مکرمہ میں احرام باندھ کر داخل ہونا واجب ہے یا نہیں۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مکہ مکرمہ میں احرام باندھنا مطلقاً غیر واجب مشہور ہے جبکہ ایک قول ایسا بھی ہے جس میں واجب ہونا ثابت ہے اگر کوئی دوسری دفعہ مکّہ میں داخل ہو تو اسکے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ ظاہری طور پر تو یہ ہی کہا جاتا ہے کہ غیر واجب ہے، مگر فقہ کے دیگر تین امام یعنی حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک احرام باندھنا ہی مشہور ہے۔

اسی طرح ایک اور روایت بھی موجود ہے جس میں ہر ایک کے نزدیک حاجت مند احرام سے مستثنیٰ ہے۔ احناف کا یہی مذہب ہے۔ مواہب لدنیہ میں احرام کی بحث میں یہی بیان آتا ہے۔

اب اگر ہم گزشتہ واقعات پر گہری نظر رکھیں تو پتہ چلے گا کہ جب سرکارِ دو عالم فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم

مکّہ مکرمہ میں فتح کے روز داخل ہوئے تو آپ علیہ السلام نے سر مبارک پر خود پہنا ہوا تھا یا پھر سیاہ رنگ کا عمامہ شریف باندھا ہوا تھا۔ اس طرح کچھ مختلف روایات صاحبِ سیر حضرات نے نقل کی ہیں۔ ان روایات کی روشنی میں یا ان کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے علماءِ کرام نے ان میں یوں تطبیق فرمائی ہے کہ ہوسکتا ہے جب سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اس وقت سرِ اقدس پر خود پہنا ہوا ہو کیوں کہ حالتِ جنگ تھی مگر فتح کے بعد اسکو اتار کر سیاہ عمامہ شریف باندھ لیا ہو۔ اسلئے راوی حضرات میں سے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو جس حالت میں دیکھا وہی لکھ دی۔ یعنی جس نے خود والی حالت میں دیکھا اس نے وہ روایت بیان کر دی ہے اور جس نے عمامہ شریف باندھے دیکھا اس نے وہ روایت بیان کر دی۔ بعض نے اس روایت کو یوں بیان کیا ہے کہ اس وقت سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے عمامہ شریف یا تو خود کے اوپر یا خود کے نیچے باندھ رکھا تھا۔ (واللہ اعلم)

(از: مدارج النبوّت جلد 2 صفحہ 491)

(مواہب لدنیہ شریف)

مکہ مکرمہ میں قیام نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

گزشتہ صفحات میں بیان ہو چکا ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم رمضان المبارک کی دس تاریخ 8ھ بروز چہارشنبہ بعد از نمازِ عصر مدینہ منورہ سے مکّہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے۔ سیرت نگاروں کے ہاں آپ علیہ السلام کی روانگی اور مکہ مکرمہ میں قیام کی مدّت کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ کچھ کے نزدیک سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم رمضان المبارک کی 20 تاریخ کو مکّہ مکرمہ میں داخل ہوئے اور اس ماہ کے باقی ایام اور چند روز ماہِ شوال کے بھی مکّہ مکرمہ میں گزارے۔

(مدارج النبوّت جلد 2 صفحہ 492)

مواہبِ لدنیہ کی ایک روایت میں یوں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم مکّہ مکرمہ میں پندرہ روز تک تشریف فرما رہے۔

ایک روایت میں یوں مذکور ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے مکّہ مکرمہ میں اٹھارہ یوم قیام فرمایا۔

(روایت از: ترمذی شریف)

ایک روایت میں یوں آتا ہے کہ فتحِ مکّہ کے بعد سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے مکہ مکرمہ میں پندرہ راتیں قیام فرمایا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں کہ انہیں عبدان، عبداللہ اور عاصم نے بھی عکرمہ اور ابن عباس (رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین) کے حوالہ سے بتایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دنوں مکہ مکرمہ میں انیس روز قیام فرمایا اور ہر وقت کی نماز قصر پڑھی۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بخاری شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مزید حدیث یوں روایت فرماتے ہیں:۔

''احمد بن یونس۔ابوشہاب۔عاصم۔عکرمہ۔حضرت (عبداللہ) ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ساتھ فتح مکہ میں بحالت سفر انیس (19) روز ٹھہرے کہ نماز قصر کرتے تھے ابن عباس فرماتے ہیں کہ ہم نے انیس دن کے درمیان نماز قصر ہی پڑھی اگر اور زیادہ ٹھہرتے تو پوری پڑھتے۔''

علمائے احناف نے اتنی مدت تک مکہ مکرمہ میں قیام کے باوجود قصر کرنے کی یہ توجیہ بیان کی ہے کہ ممکن ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اقامت کی نیت یکبارگی نہیں کی تھی اور آپ علیہ السلام نے وہاں کا قیام حالات پر موقوف رکھا۔کیونکہ فتح مکہ کے بعد غزوۂ حنین درپیش تھا۔اس کے علاوہ مکہ مکرمہ میں اقامت کے بارے میں روایات مختلف ہیں۔

(روایت از: بخاری شریف)

ابوداؤد کی ایک روایت میں آتا ہے کہ فتح مکّہ کے بعد سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے مکّہ مکرمہ میں سترہ روز تک اقامت فرمائی۔

ایک روایت میں سرکار دوعالم ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکہ مکرمہ میں قیام کی مدّت انیس روز آتی ہے۔

مذکورہ روایات واقوال کی روشنی میں اصحاب سیر کے نزدیک سب سے زیادہ صحیح قول یہی ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فتح مکہ کے بعد مکّہ مکرمہ میں انیس راتیں قیام فرمایا اور اس عرصہ میں آپ علیہ السلام نمازِ قصر ہی ادا فرماتے رہے۔

(مواہبِ لدنیہ جلد 1 صفحہ 542)

(مدارج النبوّت جلد 2 صفحہ 492)

(سیرۃ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 512)

(البدایۃ والنہایۃ جلد 3،4 صفحہ 731) وغیرہ

قیامِ مکّہ کے دوران مصروفیاتِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اپنے مکّہ مکرمہ میں قیام کے دوران متعدد مقدمات کے فیصلے صادر فرمائے اس کے علاوہ دیگر بہت سے احکامات بھی جاری فرمائے اس طرح یہ قیام مبارک نہایت مصروفیات میں گزرا۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے خانہ کعبہ میں رکھے ہوئے تمام بتوں کو منہدم فرما کر اللہ جل شانہٗ کے

اس پاک گھر کو بُت پرستی کی اس ذلیل لعنت سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے پاک وصاف فرما دیا اور منادی کرادی جس میں یہ حکمِ مبارک تمام لوگوں کو منادی کرنے والے نے سُنایا اس کا ترجمہ اور عربی عبارت تحریر کی جارہی ہے۔

حکمِ مُبارک بذریعہ منادی

منادی کے ذریعے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا حکمِ مُبارک اہلِ مکّہ مکرمہ کو سُنایا گیا۔

"من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلا يدع في بيته صنما"

(ترجمہ): "جو شخص اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے گھر میں کوئی بت نہ چھوڑے۔"

اس حُکم مبارک کے بعد سب اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے جو نئے نئے دائرہ اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ انہوں نے اپنے اپنے گھروں سے تمام بُت اٹھا کر پھینک دیئے اور یُوں مکّہ مکرمہ کا ہر گھر بتوں کی اس لعنت سے پاک ہو گیا۔

فاطمہ بنت اسود بن الاسود کے مقدمہ کا فیصلہ

مکّہ مکرمہ کے مشہور قبیلہ بنی مخزوم کے سردار اسود بن الاسود کی بیٹی اور ابوسلمہ بن الاسود کی بھتیجی فاطمہ نے چوری کا ارتکاب کیا اور پکڑی گئی۔ فاطمہ کی اس چوری کا مقدمہ بارگاہِ رسالت میں پیش ہوا۔ گواہوں کے بیانات اور موقعہ کے گواہوں کی شہادت کے بعد اسکی چوری ثابت ہوگئی۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے شرعی حکم کے مطابق فاطمہ بنت اسود کے ہاتھ کاٹنے کا حکم صادر فرمایا۔ مقدمے کا فیصلہ سن لینے کے بعد قبیلہ بنی مخزوم کے لوگوں پر خوف و وحشت طاری ہوئی۔ ان لوگوں نے یہ کوشش شروع کردی کہ کوئی سفارش تلاش کی جائے تاکہ اس سفارشی کے ذریعے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا جائے کہ فاطمہ کے ہاتھ کاٹنے سے درگزر فرمائیں۔

اہل قبیلہ نے جستجو کے بعد حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سہارا لیا۔ یادرہے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے نہایت ہی عزیز محبوب اور مقرب تھے۔ بنی مخزوم کے لوگوں نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک رسائی حاصل کرنے کے بعد ان کی اس قدر منت سماجت کی کہ آخر کار وہ ان لوگوں کی منت سماجت سے متاثر ہو کر بارگاہ رسالت میں سفارش کرنے کو تیار ہو گئے۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنی مخزوم کی فاطمہ بنت اسود کے سفارشی بن کر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور آپ علیہ السلام کو سزا سے درگزر فرمانے کی سفارش کی۔ سفارش کا سُن کر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا "اے اسامہ بن زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تم اللہ کی قائم کی ہوئی حدود کے نفاذ کے خلاف سفارش کر رہے ہو"۔ حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوراً عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم مجھ سے گناہ سرزد ہو چکا آپ علیہ السلام میرے لئے استغفار فرمائیں۔ سرکار دوعالم صلی اللہ

علیہ وآلہٖ وسلّم نے لوگوں کے سامنے خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے، ارشاد فرمایا:

''خطبہ مبارک''

''اے لوگو خبر دار یاد رکھو اس سے پہلے امتوں کو اسلئے ہلاک کر دیا گیا کہ جس وقت اُن میں سے کوئی بااثر یا بڑا آدمی چوری کا مرتکب ہوتا تو وہ لوگ اس کے اثر ورسوخ اور مقامِ منصب کو دیکھ کر اُسے چھوڑ دیتے اور اس پر کوئی حد قائم نہیں کرتے تھے مگر اس کے برعکس اگر کوئی چھوٹا، کمزور آدمی چوری کر لیتا تو اس پر حد قائم کر کے اس کو سزا دیتے''

اسکے بعد ارشاد فرمایا'' مجھے اس رب العزّت کی قسم جسکے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے اگر میری یعنی محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) کی بیٹی حضرت سیّدہ خاتونِ جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی چوری کا ارتکاب کرتی تو ثابت ہونے پر میں اسکے بھی ہاتھ کاٹنے کا حکم فرماتا''

اس ارشاد مبارک کے بعد بنی مخزوم کی اس عورت فاطمہ بنت اسود کے ہاتھ کاٹ دیئے گئے۔

اہم نکتہ

فقہ وسلسلہ عالیہ شافعیہ کے مشہور امام حضرت امام تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ کریم اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے صدقے بلند درجات واجرِ عظیم عطا فرمائے۔ جنہوں نے مکہ مکرّمہ میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے فاطمہ بنت اسود کے مقدمہ والی حدیث نقل فرماتے ہوئے آپ کا پورا خطبہ مبارک نقل کیا ہے۔ جس میں سیّدہ طیبہ طاہرہ خاتونِ جنّت حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا پورا اسمِ گرامی وضاحت وصراحت سے آیا ہے مگر حضرت امام تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے اسم گرامی کو نقل نہیں کیا کیونکہ حضرت تاج الدین سبکی نے ادب کو مدِ نظر رکھا اور یہ گوارا نہ کیا کہ اس مقام پر سیدہ خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نامِ نامی کا ذکر کریں۔ بلکہ یوں تحریر کر دیا کہ اگر فلاں بھی چوری کرے پھر اہلِ بیت سے ایک نام لیا تو اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔

''بَارَکَ اللّٰہُ فِیْ تَعْظِیْمِہٖ وَ رِعَایَۃِ اَدَبِہٖ مَعَ الزَّہْرَاءِ سَلَامُ اللّٰہِ عَلَیْہَا وَ عَلٰی سَائِرِ بَیْتِ النُّبُوَّۃِ اَجْمَعِیْنَ.''

کائناتِ ارض پر مسجد الحرام کی فضیلت

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے مکہ شریف میں قیام کے دوران ایک شخص خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم میں نے نذر مانی تھی کہ جب اللہ کریم اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو مکہ والوں پر فتح عطا فرمائے گا تو میں مسجدِ اقصیٰ بیت المقدس جا کر نمازِ شکرانہ ادا کروں گا۔ اس شخص کی بات سُن کر آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا'' تم یہیں یعنی (مسجدِ الحرام) میں نماز ادا کر لو تمہاری منت پوری ہو جائے

گی''۔اس شخص نے پھر عرض کیا میں نے تو بیت المقدس میں نمازِ شکرانہ ادا کرنے کی منت مانگی تھی۔غرض اس شخص نے تین دفعہ یہی عرض کیا۔تیسری دفعہ سوال کے بعد سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایایا''یاد رکھو مسجد الحرام میں ادا کی ہوئی ایک نماز کسی دوسری جگہ پرادا کی ہوئی ہزاروں نمازوں سے افضل ہے''۔اسی طرح دوسری احادیث میں آتا ہے کہ مسجد الحرام میں ادا کی جانے والی ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے جبکہ مدینہ منورہ میں مسجدِ نبوی میں ادا کی جانے والی ایک نماز کا ثواب پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے۔

فقہی اعتبار سے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ارشاد مبارک کی روشنی میں اگر کوئی شخص نماز شکرانہ یعنی نذر مانی ہوئی نماز کسی بھی مسجد میں ادا کرنے کی نیت کرے تو وہ یہ نماز مسجد الحرام یا مسجد نبوی میں ادا کرسکتا ہے جس کا ثواب یقیناً بہت زیادہ ہوگا اور یوں اسکی منت کا حق بھی ادا ہو جائے گا۔

دیگر احکامات

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے مکہ مکرمہ میں جو دیگر احکامات جاری فرمائے ان میں شراب کو مسلمانوں پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حرام قرار دے دیا گیا اسی طرح مردار کا گوشت اور بُت فروخت کر کے حاصل ہونے والی رقم کو قیامت تک حرام قرار دیا گیا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ''کاہن کو اجرت دینا تاکہ وہ کسی کیلئے یا اجرت دینے والے کے لئے کہانت کرے حرام ہے۔نیز مردار کی چربی سے مشکوں اور کشتیوں کے تلوے وغیرہ کو چکنا کرنا بھی حرام قرار پایا''۔سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ''خدا ان یہودیوں کو ہلاک کرے جن پر خُداوند کریم کی طرف سے مردار کی چربی کو حرام قرار دیا گیا مگر یہ لوگ اس حرام چیز کو فروخت کرنے کے بعد اسکی وصول شدہ رقم خود کھاتے تھے''

مسئلہ

مذکورہ حدیث سے پتہ چلا کہ مذہب نے جس چیز کو کھانے کیلئے حرام قرار دیا ہے۔اس چیز کو اگر خود کھایا نہ جائے بلکہ اسکو فروخت کرنے کے بعد اس سے حاصل شدہ رقم کو کھانا یا استعمال کرنا بھی حرام ہے۔

(مدارج النبوّت جلد 2 صفحہ 494)

فتح مکّہ کے شُرکاء کی تعداد

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی سیرت مبارکہ تحریر کرنے والے سیرت نگاروں نے فتح مکّہ کے وقت صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی تعداد کو بھی موضوع سخن بنایا ہے یہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا ہی اعجاز ہے کہ سیرت نگاروں نے کسی ایک واقعہ کو بھی تشنہ تکمیل نہیں چھوڑا۔سیرت نگاروں کو ہر واقعہ، ہر لمحہ، ہر آن آپ علیہ

السلام کی حیات مبارکہ کی ایک ایک بات عینی شاہدوں کے حوالے سے میسر آئی ہے جو کہ یقیناً آپ علیہ السلام کا ایک معجزہ ہے۔

ابن اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے فتح مکہ کے موقعہ پر شریک مجاہدینِ اسلام اور دُوسرے لوگ جو اس دن دائرہ اسلام میں داخل ہوئے تھے ان کی کل تعداد کے بارے میں جو اعداد وشمار تحریر کئے ہیں۔ ذیل میں تحریر کئے جاتے ہیں۔

نام قبیلہ	تعداد
مجاہدین مزینہ	تیرہ سو (1300)
بنی جہینہ	آٹھ سو (800)
مجاہدین بنو سلیم	ایک ہزار (1000)
فتح کے روز جو مسلمان ہوئے	چار سو (400)
مجاہدین بنی غفار	چار سو (400)

اسکے علاوہ مدینہ منورہ کے مہاجرین وانصار اور ان کے حلیف قبائل جن میں بنو تمیم، بنو قیس اور بنی اسد کے مجاہدین بھی شامل تھے ان کی مجموعی تعداد چھ ہزار (6000) تھی۔

اس طرح مجاہدین کی کل تعداد : دس ہزار (10000) تھی اور گھوڑوں کی تعداد تقریباً 980 بیان کی گئی ہے۔

ابنِ اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے تو کل تعداد دس ہزار (10000) تحریر کی ہے جن کا ذکر اُوپر گزر چکا اس کے لئے دیگر سیرت نگاروں نے جن میں راوی عروہ، زہری اور موسیٰ بن عقبہ شامل ہیں۔ انہوں نے صرف مجاہدین کی ہی کل تعداد بارہ ہزار (12000) بتائی ہے ہم نے اپنی معلومات کے مطابق جو ہمیں مل سکیں تحریر کردی گئی ہیں۔ (واللہ اعلم)

اطرافِ مکّہ میں روانہ کئے گئے سَرایاَ کی تفصیل

فتح مکّہ کے بعد سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے مکّہ کے اطراف میں آباد قبائل کے پاس بہت سے سرایا روانہ فرمائے جن کو حکم فرمایا کہ ان قبائل کے ساتھ جنگ وجدل نہیں کیا جائے گا بلکہ صرف تبلیغ کے ذریعے ان کو دعوتِ اسلام دی جائے۔ دعوت کے دوران یا اس سے پہلے اگر کوئی قبیلہ مُسلمانوں کے ساتھ جنگ وجدل کیلئے تیار ہو جائے تو اسکو ابتداً پیار سے سمجھایا جائے اگر پھر بھی جنگ پر آمادہ رہیں تو بحالتِ مجبوری اپنے دفاع کے لئے اُن کے ساتھ جنگ کی اجازت تھی۔ ان سرایا میں حصّہ لینے والے مجاہدین میں مہاجرین انصارِ مدینہ قبیلہ بنو سلیم بن منصور، قبیلہ مدلج ابن مرّہ کے مجاہدین بھی شامل تھے۔

(سیرۃ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 512)

(البدایۃ والنہایۃ جلد 4 صفحہ 730)

(طبقات ابن سعد جلد 1 صفحہ 436)

(مواہبِ لدنیہ جلد 1 صفحہ 542)

(مدارج النبوّت جلد 2 صفحہ 495) وغیرہ

سریّہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

انہدام عُزّٰی بُت

مکّہ مکرمہ کی فتح مکمل ہوجانے اور شہر کے تمام بندوبست سے فارغ ہوکر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم رمضان المبارک کی پچیس (25) تاریخ 8 ھ کو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرکردگی میں وادی نخلہ میں موجود بت جس کا نام عُزّٰی تھا اور عرب کے بتوں میں یہ بُت بڑی اہمیت وشہرت رکھتا تھا۔ تیس سوار دے کر اس کو منہدم کرنے کیلئے روانہ فرمایا۔

عُزّٰی بُت وادی نخلہ میں مشرکین کے ایک عبادت خانہ میں نصب تھا۔ اہلِ قریش، بنی کنانہ اور بنی مضر اس بت کی بڑی تکریم کرتے تھے۔ بنو ہاشم کے حلیف قبائل بنی سلیم اور بنی شیبان نے اس بت کی خدمت کے لئے خدمت گار فراہم کئے تھے۔ جن کا سارا خرچ وہ برداشت کرتے۔ عُزّٰی کے حاجب اور خدمتگاروں میں ایک شخص سلمی نامی بھی تھا اس نے جب سُنا کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے حکم سے مجاہدین کی ایک جماعت کے ہمراہ مکّہ مکرمہ سے وادی نخلہ کی طرف چل پڑے ہیں تاکہ اس بت کو برباد کردیا جائے۔ سلمی ننگی تلوار لے کر پہاڑی کی اس بلندی کی طرف بھاگا جہاں عُزّٰی نصب کیا گیا تھا۔ معبد میں داخل ہوکر عُزّٰی کے سامنے دُعا کرنے لگا اے عُزی اپنی طاقت کا مظاہرہ کرو اور خالد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو اپنے قریب تک نہ آنے دو اور اسی طرح کی اور بہت سی حاجات بیان کیں۔ اُدھر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ وادی نخلہ میں داخل ہوئے اور پہاڑ کی چوٹی پر جاکر بُت عُزّٰی اور بت خانہ کو مسمار کردیا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سریہ کو انجام دینے کے بعد مکہ مکرمہ واپس تشریف لائے اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو اطلاع دی کہ حسب حکم عُزّٰی کو برباد کرآیا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت فرمایا کہ ''بُت کو توڑتے وقت تم نے وہاں کیا دیکھا'' عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میں نے وہاں کوئی خلافِ معمول خاص چیز نہیں دیکھی اس پر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ ''خالد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) واپس وادی نخلہ جاؤ اور اس بُت کو مسمار کرو کیونکہ وہ بت ابھی

توڑا ہی نہیں گیا''

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوبارہ وادی نخلہ تشریف لے گئے جب پہاڑ کی چوٹی پر معبد کے سامنے پہنچے تو دیکھا کہ ایک برہنہ حبشی عورت جس کے بال ایڑیوں سے نیچے زمین تک لٹک رہے تھے تلوار ہاتھ میں لئے بڑی تیزی کے ساتھ ان کی طرف لپکی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تلوار کا ایک بھرپور وار کیا جس کے نتیجہ میں اس عورت کے جسم کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ مکّہ مکرمہ واپس آ کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں سارا حال عرض کیا جس کو سُن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ وہ عُزّٰی تھی پھر مزید ارشاد فرماتے ہوئے فرمایا:

''اب قیامت تک عُزّٰی کی کوئی پرستش نہیں کرے گا۔''

(مواہبِ لدنیہ جلد 1 صفحہ 542)
(البدایۃ والنہایہ جلد 4 صفحہ 732)
(طبقات ابن سعد جلد 1 صفحہ 436)
(سیرۃ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 512)
(تاریخ طبری جلد 1 صفحہ 410)
(مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 494) وغیرہ

سریّہ خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بطرف بنی جذیمہ

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہِ شوال میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیر قیادت ساڑھے تین سَو مجاہدین جن میں مہاجر وانصار بھی شامل تھے بنی جذیمہ بن کنانہ کی طرف روانہ فرمایا یہ لوگ مکہ مکرمہ کے نشیب میں یلملم کی طرف رہتے تھے۔ اس دستے میں دُوسرے قبائل عرب سلیم بن منصور اور مدلج بن مرّہ کے کچھ لوگ بھی شامل تھے جو ابھی نئے نئے دائرہ اسلام میں داخل ہوتے تھے۔ اس دستے کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے جنگ وجدل کے لئے روانہ نہیں فرمایا تھا بلکہ ان لوگوں کو روانہ کرنے کا مقصد محض مشرکین کو دعوتِ اسلام دینا تھا۔

جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ مذکورہ قبائل کے لوگوں کے ہمراہ قبیلہ بنی جذیمہ بن عامر بن عبد منات بن کنانہ کی بستی کے سامنے پہنچے تو اس قبیلے کے لوگ بھی مسلح ہو کر مقابلہ کے لئے ان کے سامنے آ گئے۔ ان لوگوں کو مقابلے پر دیکھ کر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان لوگوں سے ارشاد فرمایا۔

''تم لوگ اپنے ہتھیار رکھ دو کیونکہ ہم تم لوگوں کے ساتھ لڑنے نہیں آئے، بلکہ تمہیں دعوت اسلام دینے آئے ہیں اس لئے تم لوگوں کو چاہیئے کہ تم اسلام قبول کرلو۔''

ابن اسحاق روایت بیان کرتے ہیں کہ بنی جذیمہ کے ایک معتبر شخص نے انہیں بتایا کہ

''جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہم سے ہتھیار رکھنے کے لئے کہا تو ہمارے قبیلے کے ایک شخص نے آگے بڑھ کر ہم سے (اہلِ قبیلہ) سے کہا تم ان کو نہیں جانتے یہ خالد بن ولید ہیں جب تم لوگ ہتھیار رکھ دو گے تو تمہاری گرفتاری یقینی ہے اسکے بعد تمہارا قتل عام کیا جائے گا۔ اس لئے میں تو ہرگز ہرگز اپنے ہتھیار ان کے کہنے پر نہیں رکھوں گا۔''

''اہلِ قبیلہ نے یہ سُن کر اس شخص کو پکڑ لیا اور کہا تیری عقل ماری گئی ہے تُو پاگل ہو گیا ہے تم چاہتے ہو کہ تمہارے سامنے اہلِ قبیلہ کا خون بہایا جائے ان کو قتل کیا جائے۔ اسکے بعد اہل قبیلہ نے اتفاق رائے سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے ہتھیار پھینک دیئے۔''

اصحابِ سیر لکھتے ہیں کہ جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بنی جذیمہ کے لوگوں کے سامنے اسلام پیش کیا تو ان لوگوں نے جواب میں اَسْلَمْنَا (ہم اسلام لائے) کی بجائے صبانا صبانا (ہم نے اپنا دین چھوڑا، ہم نے اپنا دین چھوڑا) کہنا شروع کر دیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان لوگوں کا یہ جواب سُن کر انکو قتل اور گرفتار کرانا شروع کر دیا اور یوں اپنے ہر ایک ساتھی کو ایک ایک قیدی دے دیا پھر ایک دن حکم دیا کہ ہر ایک اپنے قیدی کو قتل کر دے سب نے حکم کی تعمیل کی مگر حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے حکم کی تعمیل کرنے سے انکار کر دیا۔

جیسا کہ اوپر تفصیل سے بیان ہو چکا ہے کہ جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بنی جذیمہ کے لوگوں کو گرفتار کرنے کے بعد اپنے ساتھیوں میں سے ہر ایک کو ایک ایک قیدی دے دیا اور بعد میں حکم دیا کہ سب قیدیوں کو قتل کر دیا جائے اس حکم کو صرف بنوسلیم کے لوگوں نے ہی مانا جبکہ تمام مہاجر اور انصار نے اس حکم کو ماننے سے انکار کر دیا۔ جب یہ خبر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو پہنچی تو آپ علیہ السلام نے فرمایا:

''اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَبْرَأُ اِلَیکَ مِمَّا صَنَعَ خَالِد''

''اے اللہ خالد نے جو کچھ کیا میں اس سے براءت ظاہر کرتا ہوں''

آپ نے یہ کلمات دو یا تین دفعہ ارشاد فرمائے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بنی جذیمہ کی طرف روانگی

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اس واقعہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو طلب کیا، اور ارشاد فرمایا:

''اے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تم ان لوگوں یعنی بنی جذیمہ کے ہاں جاؤ تمام حالات کا مشاہدہ کرو ان میں

جو بھی دورِ جاہلیت کی چیز دیکھو اسکو پاؤں سے کچل دو۔ ساتھ ہی حکم دیا کہ یہ مال اپنے ہمراہ لے جاؤ اور مقتولین کے ورثاء کو ان کی دیت بھی ادا کر دینا تا کہ ان لوگوں کے نقصان کی تلافی ہو جائے اور وہ خوش ہو جائیں۔''

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حسبِ حکم مبارک بنی جذیمہ تشریف لے گئے اور تمام قتل ہونے والوں کی دیت ادا فرمائی۔ کتب سیر میں آتا ہے کہ یہاں تک کہ کتے کے کھانے کا برتن بھی جولکڑی کا بنا ہوا ہے وہ بھی نہ رکھا، سب کچھ ادا فرما کر ان لوگوں کو راضی کیا۔ بنی جذیمہ کے خون اور مال کے نقصان میں ایک چیز ایسی نہ رہ گئی تھی جس کا معاوضہ ادا نہ کیا گیا ہو۔

آخر میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہلِ قبیلہ سے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص ایسا باقی تو نہیں رہ گیا جس کے خون یا مالی نقصان کا معاوضہ ادا نہ کیا گیا ہو سب نے کہا کوئی ایسا باقی نہیں رہا۔ اس پر سیّدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا میرے پاس سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی طرف سے ارسال شدہ مال باقی بچ گیا ہے وہ بھی تم لوگوں کو دیتا ہوں تا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی طرف سے احتیاط ہو جائے۔ اس طرح سیّدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سارا مال اہلِ قبیلہ میں تقسیم فرما کر واپس خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور سارا حال عرض کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا:

''اَصَبْتَ وَ اَحْسَنْتَ'' (تم نے ٹھیک کیا اور اچھا کیا)

حضرت عبدالرحمٰن وحضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں جھگڑا

سریہ بنی جذیمہ کے بعد جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکّہ مکرّمہ واپس آئے تو گفتگو کے دوران کہیں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہہ دیا:

''اے خالد تم نے مسلمان ہوتے ہوئے بھی بنی جذیمہ کے ساتھ زمانہ جاہلیت کی ہی روش اختیار کی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمہیں یہ روش اپنے بزرگوں سے وراثت میں ملی ہے۔''

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ بات سُن کر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواباً کہا:

''اے عبدالرحمٰن مجھے تو یہ روش اپنے بزرگوں سے وراثت میں نہیں ملی البتہ تمہیں یہ روش اپنے باپ سے ضرور وراثت میں ملی ہے۔'' کیونکہ تم نے اپنے باپ کے خون کا بدلہ لینا تھا وہ تم نے لے لیا ہے۔

اس پر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا تم جھوٹ کہتے ہو، دروغ بیانی کر رہے ہو۔ ان کا حال یہ تھا کہ زمانہ جاہلیت میں حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چچا جس کا نام فاکہ بن مغیرہ بن عمر بن مخزوم

اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد جن کا نام عوف تھا۔ جب یہ دونوں یمن سے تجارت کر کے واپس آرہے تھے اور وہ یلملم پہنچے تو بنی جذیمہ نے مال کے لالچ میں دونوں کو قتل کر کے مال لے لیا تھا۔ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے باپ کے قاتل خالد بن ہشام کو قتل کر دیا تھا۔

دونوں حضرات میں تکرار اس حد تک پہنچ گئی کہ نوبت جھگڑے تک آ گئی اسکی اطلاع سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو ہوئی تو آپ علیہ السلام نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بُلا کر ارشاد فرمایا:

''اے خالد تم میرے صحابہ کے ساتھ اس قسم کی گفتگو سے باز رہو کیونکہ تم نے ان لوگوں کا میری حمایت اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنا جان و مال قربان کرنے کا حال نہیں دیکھا اگر تمہیں یہ حال معلوم ہوتا تو تم ان کے ساتھ اس قسم کا رویہ ہرگز اختیار نہ کرتے تم میرے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان لوگوں کی حرمت عزّت اور عظمت سے ابھی واقف نہیں ہو''۔

پھر مزید ارشاد فرمایا:

> ''اے خالد اگر تیرے پاس اُحد پہاڑ کے برابر سونا ہوتا اور وہ سب کا سب اللہ کی راہ میں خرچ کر دیتا تب بھی میرے صحابہ کرام (رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین) میں سے ایک صحابی کے صبح وشام کے وقت کئے جانے والے جہاد کے برابر نہ ہوتا یعنی تمہاری سخاوت کا یہ فعل ان کے صبح وشام کے وقتِ جہاد کو نہیں پا سکتا۔''
>
> (یہاں حدیث نبوی کا مفہوم اور تشریحی ترجمہ تحریر کیا گیا ہے)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان باہمی گفتگو پھر تکرار اور آخر میں جھگڑے تک پہنچنے والی گفتگو کا اصل سبب کیا تھا اگر ہم اسکو یہاں وضاحت سے بیان نہ کریں تو پڑھنے والے کے دِل میں ان دونوں بزرگوں کے بارے میں کوئی غلط فہمی پر مبنی خیال پیدا ہو سکتا ہے۔ اسلئے غلط فہمی کے ازالہ کے لئے وہ ماضی کا واقعہ یہاں سپردِ قلم کیا جاتا ہے۔

اہلِ قُریش اور بنو جذیمہ کا مسئلہ

سیرت نگار اس واقعہ کو تفصیل سے یوں بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ (المتوفی 31 ہجری مدینہ منورہ) کے والد عبدالرحمٰن بن عوف بن مناف اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چچا فاکہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم اور عفان بن ابی العاص بن امیہّ بن عبد شمس یہ تینوں تجارت کی غرض سے یمن گئے۔ عفان کے ہمراہ ان کے بیٹے عثمان اور عوف کے ساتھ ان کے بیٹے عبدالرحمٰن بھی تھے۔ یمن میں بنی جذیمہ کا ایک آدمی اتفاقاً ہلاک ہو گیا۔ یہ تینوں مال اپنے ہمراہ لے کر بنی جذیمہ کی طرف واپس آرہے تھے تا کہ یہ مال

اسکے وُرثاء کو دیا جاسکے۔ یہ لوگ ابھی بنی جذیمہ کے پاس نہیں پہنچے تھے کہ راستے میں انہیں خالد بن ہشام اور اُسکے ساتھی مل گئے خالد کا تعلق اسی قبیلہ سے تھا۔ جب اسے علم ہوا کہ فلاں شخص یمن میں مارا گیا ہے اور اس کا مال اہلِ قافلہ ہمراہ لے کر ورثاء تک پہنچانے جارہے ہیں تو اس شخص نے اہل قافلہ سے وہ مال مانگا مگر تینوں ساتھیوں نے وہ مال خالد بن ہشام کے حوالے کرنے سے انکار کردیا۔

خالد بن ہشام نے جب دیکھا کہ یہ تینوں آرام سے مال میرے حوالے نہیں کریں گے تو اس نے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ان تینوں پر حملہ کردیا تا کہ طاقت کے زور سے مال حاصل کرنے میں کامیاب ہوسکے۔ نتیجہ کے طور پر دونوں اطراف کے کچھ لوگ اس لڑائی میں مارے گئے۔ جن میں خالد بن ہشام خود بھی مارا گیا جب حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن عبد جوف بن عبد بن الحارث بن زہرہ بن کلاب بن مرہ القرشی الزہری) اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان تکرار ہوئی تو عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تھا کہ اے خالد میں نے تو اپنے باپ کے قتل کا بدلہ قاتل کو قتل کرنے کے بعد اسی وقت پورا کرلیا تھا۔ انہوں نے یہ بات سچ فرمائی تھی کیونکہ قافلے پر حملہ کے وقت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی موجود تھے اور ان کے والد کو اسی خالد بن ہشام نے قتل کیا تھا، جسکے جواب میں انہوں نے خالد بن ہشام کو اسی جگہ قتل کرنے کے بعد اپنے باپ کا بدلہ لے لیا تھا۔ مگر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیوں کہ موقعہ پر موجود نہیں تھے اسلئے اپنے چچا کے قتل کا بدلہ اس وقت نہ لے سکے۔ اور فتح مکہ کے بعد سریہ بنی جذیمہ میں جو لوگوں کو قتل کرنے کا حکم دیا اس سے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ اندازہ لگا کر کہ تو نے آج کے دن اہلِ قبیلہ سے اپنے چچا کا بدلہ لیا ہے کا طعنہ خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیا تھا۔

قریش کے یہ لوگ جب وطن واپس پہنچ گئے اور سارا حال قریش کو معلوم ہوا تو ان لوگوں نے بنی جذیمہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تا کہ اپنے مقتولین کا بدلہ لے سکیں۔ اس پر بنی جذیمہ نے اہل قریش سے کہا کہ تمہارے آدمیوں کو راستے میں حملہ کر کے قتل کرنیوالے ہمارے قبیلے کے لوگ نہیں تھے اور نہ ہی ہم ان کے بارے میں کچھ جانتے ہیں۔ مگر پھر بھی ہم تمہارے قتل ہوجانے والے لوگوں کے مال اور خون کا بدلہ یعنی معاوضہ دینے کو تیار ہیں۔ قریش نے بنی جذیمہ کی اس پیشکش کو منظور کرلیا اور یوں جنگ ہوتے ہوتے رُک گئی۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خطاء اجتہادی یا غلط فہمی

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو واقعہ بنی جذیمہ کے لئے سرزد ہوا علماء کرام رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے رونما ہونے کی کچھ وجوہات بیان کی ہیں۔ اور ثابت کیا ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سلسلے میں نا قابلِ گرفت ہیں۔ علماء بیان کرتے ہیں کہ اس موقعہ پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیر لشکر تھے اور امیر لشکر کی خطا اجتہادی ہوتی ہے جو کہ اس سے سرزد ہوسکتی ہے۔ دوسری وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ اہلِ قبیلہ کے دعوتِ

اسلام کے جواب میں استعمال کئے جانے والے الفاظ خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے غیر معروف تھے اور وہ ان کا اپنی زبان میں انکار سمجھے اور اس غلط فہمی کی وجہ سے لوگوں کو گرفتار اور قتل کروادیا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب بنی جذیمہ کے لوگوں کو دعوتِ اسلام دی تو ان لوگوں نے جواب میں ''صبانا صبانا'' کہا جس کا مطلب حجاز کی شستہ زبان میں ''اسلمنا'' ہوتا تھا مگر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ روزمرّہ کی زبان سے واقفیت نہیں رکھتے تھے۔ اس لئے ان کو غلط فہمی لگ گئی۔ لفظ 'صابی' کے معنی ایک دین کو چھوڑ کر دوسرا دین اختیار کرنا، کے ہیں اور کُفارِ مکّہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صابی کہتے تھے۔ کیونکہ آپ علیہ السلام نے اپنے باپ دادا کا دین ترک کر کے نیا دین یعنی اسلام کا اعلان فرمایا تھا۔ اسی طرح قریش دیگر اہلِ اسلام کو صباہ کہتے تھے۔ ان الفاظ کو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پسند نہ فرمایا کیونکہ اہلِ جذیمہ کو کہنا چاہیئے تھا ''اسلمنا اسلمنا'' اس طرح خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کے جوش میں یہ حکم فرمایا۔

علماء و محققین نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بحیثیت لشکرِ امیر اجتہادی غلطی کی توجیہات کے ثبوت میں یہ دلیل بھی پیش کی ہے کہ اس غلطی کے بعد بھی سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لشکر کی امارت سے معزول نہیں فرمایا تھا بلکہ بدستور اسی حیثیت سے ان کو امیر لشکر قائم رکھا۔ مذکورہ دلائل سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک بھی یہ توجیہات قابلِ قبول تھیں۔ (واللہ اعلم)

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ انہوں نے اپنے چچا اور حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتل قبیلہ سے بدلہ لینے کے لئے یہ حکم دیا کیونکہ ایسا کہنا سوءِ ظن کا سبب بنتا ہے جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی کے بارے میں بھی رکھنا ناجائز اور گناہ ہے۔ پھر خود آپ علیہ السلام نے حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں ارشاد فرمایا:

''خَالِد'' سَيْف'' مِنْ سُيُوْفِ اللهِ''

ترجمہ:۔ ''خالد اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے''

پھر سوچنے کی بات یہ ہے کہ اللہ کی تلوار سے ناحق قتل کیسے ہوسکتا ہے۔

روایات ماخوذ

1۔ (صحیح بخاری جلد 1 صفحہ 450، جلد 2 صفحہ 622)

2۔ (مواہب لدنیہ جلد 1 صفحہ 543)

3۔ (تاریخ طبری جلد1 صفحہ410)
4۔ (سیرۃ ابن ہشام جلد2 صفحہ515)
5۔ (البدایۃ والنہایۃ جلد4 صفحہ730)
6۔ (طبقات ابن سعد جلد1 صفحہ438)
7۔ (فتح الباری جلد8 صفحہ3 تا27)
8۔ (صحیح مُسلم شریف جلد1 صفحہ437،438،439)
9۔ (مدارج النبوۃ جلد2 صفحہ496،497وغیرہ)

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سریّہ بطرف سواع بُت

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب وادی نخلہ میں مشرکین کے مشہور بُت عُزّیٰ کے انہدام سے فارغ ہو کر مکہ مکرمہ واپس تشریف لے آئے اور سارا حال آپ علیہ السلام کے گوش گزار کیا تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسری طرف سواع نامی بُت کے انہدام کے لئے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چند سواروں کے ساتھ روانہ فرمایا۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن وائل قبیلہ بنوسہم) اسی ماہِ رمضان المبارک 8ھ کو سواع نامی بُت کو ڈھانے کے لئے روانہ ہوئے۔ یہ بُت مکہ مکرمہ سے تین میل کے فاصلے پر رہاط کے مقام پر بنو ہذیل قبیلہ کی ملکیت تھا۔ اہلِ قبیلہ دُوسرے مشرکین کی طرح اس بُت کو اپنا معبود و مالک مان کر اسکی شب و روز عبادت کرتے اس بت کے نام پر بڑی بڑی رقوم بطورِ چڑھاوا اسکی نظر کرتے تھے۔ جب حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس بت کے پاس پہنچے تو اس بت کے پُجاری نے آپ کو دیکھ کر پوچھا تم کیا چاہتے ہو اور یہاں کس مقصد کے لئے آئے ہو؟ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ (فاتح مصر المتوفی 43ھ) نے فرمایا میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم مبارک سے اس بُت کو ڈھانے کے لئے آیا ہوں۔

یہ سُن کر پجاری نے کہا تم ایسا ہرگز نہیں کر سکتے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پُوچھا میں اس بُت کو کیوں مسمار نہیں کر سکتا۔ اس پر پجاری نے جواب دیا اسلئے کہ تم ایسا کرنے پر قدرت نہیں رکھتے ہو (قدرۃ) تم اس کے انہدام سے روک دیئے جاؤ گے۔ پجاری کی یہ بات سُن کر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تم ابھی تک اپنے باطل عقیدہ پر قائم ہو۔ تم پر بہت ہی افسوس ہے جس بُت کے بارے میں تم کہہ رہے ہو کہ یہ مجھے مسمار کرنے سے روک دے گا اس کا اپنا حال یہ ہے کہ نہ وہ سنتا ہے نہ بولتا ہے اور نہ ہی کسی کو فائدہ یا نقصان پہنچا سکتا ہے۔ یہ فرمایا اور بُت کے قریب جا کر اسکو توڑ دیا۔ پھر اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ اس مکان کو بھی مسمار کر دیا جائے جس میں

بُت پر چڑھاوے والا مال رکھا جاتا تھا۔ مکان کو مسمار کیا گیا تو وہ خالی نکلا۔ اسمیں کوئی خزانہ وغیرہ نہیں تھا۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن وائل بن ہاشم بن سعید بن سلہم بن عمرو بن ھصیص بن کعب بن لوی بن غالب قرشی سہمی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے 39 احادیث مروی ہیں) جب بت اور انہدام سے فارغ ہوئے تو پجاری سے فرمایا کہو کیسا رہا۔ تیرا بُت ٹوٹ گیا یا نہیں۔ پجاری نے یہ دیکھ کر کہا گواہ رہیں میں اللہ تعالیٰ کیلئے اسلام قبول کرتا ہوں۔ (سبحان اللہ)

(مواہب لدنیہ جلد 1 صفحہ 543)

(زرقانی)

(البدایۃ والنہایۃ جلد 4 صفحہ 733)

سریّہ حضرت سعد بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بطرف مناۃ بُت

فتح مکّہ کے بعد دیگر روانہ کئے جانے والے سرایا کی طرح سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن زید انصاری اوسی الاشہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ماہِ رمضان میں بیس 20 سوار دے کر مناۃ بت کی بیخ کنی کیلئے روانہ فرمایا۔

مناۃ مقام قُدید کے پاس مشلّل میں مشرکین مدینہ کے مشہور قبائل اوس، خزرج اور غسان وغیرہ کا بت تھا۔ یاد رہے یہ وہی قبائل تھے جن کے درمیان گھوڑ دوڑ اور اونٹ کے پانی پلانے پر جنگ کا بازار گرم ہوا تھا جو سال ہا سال تک جاری رہا۔ اسی ایک واقعہ سے ان قبائل کے علم، تدبر اور ہوشمندی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ جو لوگ اللہ کریم کی عطا شدہ زندگی جیسی قیمتی چیز کو محض گھوڑ دوڑ اور پانی کے تنازعہ پر قربان کر سکتے تھے وہ مناۃ کی پرستش میں کس قدر غلو کرتے ہوں گے۔ یہاں ہم نے ان قبائل کا مختصر سا تعارف اسلئے پیش کیا ہے کہ اہلِ عرب کے ہاں مدتوں جو خاندانی خون خرابہ ہوتا رہتا تھا جس میں ان کی نسلیں برباد ہو جاتی تھیں اس خون خرابے کا پس منظر کس قدر جاہلیت اور کم علمی پر مبنی تھا۔

بہر حال حضرت سعد بن زید الاشہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے بیس رفقاء کے ہمراہ سفر کرتے ہوئے سیدھے اس مقام تک پہنچ گئے جہاں یہ مشہور بُت مناۃ تھا۔ جب یہ مجاہدین اس مقام پر پہنچ گئے تو بُت کے پجاری نے حضرت سعد بن زید الاشہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پُوچھا کہ آپ لوگ یہاں کس مقصد کے لئے آئے ہیں۔ امیر لشکر نے کہا ہم سرکارِ مدینہ سرورِ سینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم مبارک سے تمہارے اس بُت مناۃ کی بیخ کنی کے لئے آئے ہیں۔ یہ سُن کر پجاری نے کہا جو تمہارا دل کرے کرو مجھے اس سے کیا غرض یعنی تم جانو اور تمہارا کام۔

حضرت سعد بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب بُت کی طرف بڑھے تو ایک کالی، ننگی اور پراگندہ سر عورت باہر نکلی وہ اپنا سینہ پیٹ کر ہائے ہائے کہہ رہی تھی۔ وہ بُت سے کہہ رہی تھی کہ اے مناۃ ہمارے معبود اپنے ان نافرمانوں کو پکڑ

لے۔اتنی دیر میں حضرت سعد بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس عورت کے قریب پہنچ گئے اور تلوار کے ایک بھرپور وار سے اسکو زندگی کی قید سے آزاد کر دیا۔ پھر امیر لشکر اور دیگر ساتھیوں نے مناۃ کو مسمار کر دیا، گرا کر زمین کے ساتھ ملا دیا۔ اس طرح مناۃ کا وجود ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دنیا سے ختم کر دیا۔ اور یوں خلقِ خدا جو اس بُت کی پوجا کرتے ہوئے گمراہی کی زندگی بسر کر رہی تھی ایک مالکِ حقیقی وابدی کی عبادت کرنے لگی۔

(مواہبِ لدنیہ جلد 1 صفحہ 451)
(اصح السیّر جلد 1 صفحہ 268)
(سیرۃ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 516)

بنی جذیمہ کے شاعر سلمٰی کا کلام

اہلِ سیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سریہ کے بعد بنی جذیمہ کے ایک شاعر سلمٰی اور بعض کے بقول یہ شاعرہ سلمٰی تھی۔ اس نے یہ شعر کہے جو کہ ذیل میں ترجمہ کے ساتھ تحریر کئے جا رہے ہیں۔

وَلَوْ لا مَقَالُ الْقَوْمِ لِلْقَوْمِ اَسْلِمُوْا لَلَاقَتِ سُلَيْم" يَوْمَ ذَالِكَ نَاطِحَا
لِمَا صَعَهُمْ بُسْر" وَ اَصْحَابُ حَجْدَم وَمُرَّةُ حَتّٰى يَتْرُكُوْا الْبُرْكَ ضَابِحَا

ترجمہ: ''اگر دونوں طرف کے لوگ یہ نہ کہتے کہ صُلح کرلو تو اس روز جنگ ہوتی اور بنو سلیم سینگ مارتا ہوا ان سے لڑتا اور بسرہ، مرّہ اور حجدم کے ساتھی ان پر ایسی تلواریں چلاتے کہ صرف ان لوگوں کے اونٹوں کو چیختا ہوا چھوڑ دیتے۔''

فَكَائِنْ تَرَى يَوْمَ الْغُمَيْصَاءِ مِنْ فَتًى اُصِيْبَ وَلَمْ يُجْرَحَ وَ قَدْ كَانَ جَارِحَا
اَلظَّلَّتْ بِخُطَّابِ الْاَيَامٰى وَ طَلَّقَتْ غَدَأتَئِذٍ مِنْهُنَّ مَنْ كَانَ نَاكِحَا

ترجمہ: ''پھر تم اس شخص کو جو کہ میدان غمیصا میں مارا گیا دیکھتے۔ وہ خود زخمی نہ ہوتا بلکہ ہزاروں کو موت کے گھاٹ اتار کر مارتا۔ اس طرح غمیصا کی سرزمین پر جو شادی شدہ عورتیں ہوتیں انکو بیوہ کر دیتا۔ پھر ان بیوہ عورتوں کی تعداد اسقدر زیادہ ہوتی کہ غمیصا کی سرزمین ان عورتوں سے پریشان ہو کرا کتا جاتی۔''

مذکورہ اشعار سیرۃ ابن ہشام سے لئے گئے ہیں جو کہ ابن اسحاق کی روایت سے لئے ہیں۔ ابنِ ہشام کہتے ہیں ان اشعار میں بُسر الظلت اور بخطاب کے الفاظ کسی اور سے مروی ہیں۔ ابن اسحٰق نے ان ناموں کا ذکر نہیں کیا۔
(سیرۃ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 516)

ابنِ مرداس کے اشعار

جیسا کہ پہلے ذکر گزر چکا ہے کہ بنی جذیمہ کے ایک شاعر سلمٰی اور بعض کے بقول شاعرہ سلمٰی نے سریہ جذیمہ کے موقعہ پر اشعار کہے جنکو سن کر جواباً ابن مرداس نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکری ہونے کی

حیثیت سے جو اشعار کہے ذیل میں اُردو ترجمہ کے ساتھ تحریر کئے جا رہے ہیں۔

دَعِی عَنکَ تَقولَ الضَّلالِ کَفٰی بِنَا لِکَبْشِ الوَغٰی فِی الْیَومِ وَالْاَمْسِ نَاطِحَا

ترجمہ: ''تم گمراہی کی بات اٹھا کر ایک طرف رکھدو ہمارے لئے جنگ کا وہ سردار ہی کافی ہے۔ جو آج یا کل یا پھر ہمیشہ زبردست مقابلہ کرنے والا ہے۔''

فَخَالِدُ اَوْلٰی بِالتَّعَذُّرِ مِنْکُمْ غَدَاةَ عَلَا نَهْجًا مِّنَ الْاَمْرِ وَ اضِحَا

مُعَانًا بِاَمْرِ اللّٰہِ یُزجِی اِلَیْکُمْ سَوَانِحُ لَا تَکْبُو لَهُ وَبَوَارِحَا

ترجمہ: ''حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود اس بات کے مستحق ہیں کہ تم لوگوں کی طرف سے ان سے معذرت کی جائے جو واقعہ گزر چکا ہے، حقیقت میں اس واقعے میں وہ درست اور واضح راستے پر چلے تھے۔ ان کو خدا کے حکم سے امداد اور اعانت حاصل تھی۔ وہ تمہاری طرف ان حوادث مشکلات ومصائب کو کھینچ کر لے جا رہے تھے۔ وہ خطاء نہیں کر سکتے تھے۔''

نَحَوا مَالِکاً بِالسَّهْلِ لِمَا هَبَطْنَهُ عَوَابِسَ فِی کَابِی الْغُبَارِ کَوَالِحَا

فَاِنْ نَکُ اَثْکَلْنَاکِ سَلْمٰی فَمَالِکٌ تَرَکْتُمْ عَلَیْهِ نَائِحَاتٍ وَ نَائِحَا

ترجمہ: جب طرح طرح کے حوادث انتہائی ترش روئی کے ساتھ دانت نکالے ہوئے جنگ کے بلند غبار میں اس پر ٹوٹے تو اسی وقت لوگوں نے مالک کی موت کی خبر سنا دی تھی۔ پس اے سلمٰی اگر تجھے میں نے ناقد الولد بنا دیا ہے تو کیا بات ہے۔ کیونکہ مالک کے اوپر تم لوگوں نے نوحہ کرنے والیاں اور ماتم کرنے والے مردوں کو مقرر کر دیا ہے یا چھوڑ دیا ہے۔

(سیرۃ ابنِ ہشام جلد 2 صفحہ 517)

بنی جذیمہ کے ایک نوجوان کا حال

ابنِ اسحاق بنی جذیمہ کے ایک نوجوان کا حال لکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس نوجوان کے واقعہ کو مجھے یعقوب بن عتبہ بن مغیرہ بن اخنس نے زہری ابن ابو حدادا سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت بیان کی ہے کہ جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنی جذیمہ کی طرف لشکر لے کر گئے تو میں بھی اُن کے سواروں میں شامل تھا۔

وہ بیان کرتے ہیں کہ بنی جذیمہ کے لوگوں کو جب اسیر بنایا گیا تو ان قیدیوں میں ایک جوان بھی شامل تھا جو کہ میری عمر کا تھا۔ اسکے دونوں ہاتھ گردن کے ساتھ رسی سے بندھے ہوئے تھے۔ اس قیدی جوان سے کچھ ہی فاصلہ پر بنی جذیمہ کی عورتیں جمع تھیں۔ اس جوان نے مجھے مخاطب کرنا چاہا۔ میں نے اسکی نیت دیکھ کر پوچھا کہ مجھے کیا کہنا چاہتے ہو۔ اس نوجوان نے مجھ سے کہا کہ کیا تم مجھ پر ایک مہربانی کر سکتے ہو اور وہ یہ کہ مجھے اسی طرح قیدی کی شکل میں

ہی اُن عورتوں کے قریب لے چلو تا کہ میں ان سے کچھ کہہ سکوں جب میں ان عورتوں کو اپنا پیغام دے چکوں تو میرے ساتھ تم جو سلوک کرنا چاہتے ہو کر لینا۔

ابن ابوحدا درضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے اس جوان سے کہا کہ تمہارا یہ مطالبہ تو بہت ہی معمولی سا ہے جس پر عمل کرنا میرے لئے کچھ مشکل نہیں ہے۔ پھر میں نے اسکی رسی پکڑی اور عورتوں کے پاس لے گیا۔ نوجوان عورتوں کے پاس لے گیا۔ نوجوان عورتوں کے پاس جا کر رُک گیا اور کہنے لگا۔

اے حُبیشہ میری تو زندگی کا اب خاتمہ ہے مگر تم سلامت رہو۔ یہ کہنے کے بعد چند اشعار کہے، جو اُردو ترجمہ کے ساتھ تحریر کیے جاتے ہیں۔

اَرَيْتَکَ اِذْطَالَبْتُکُمْ فَوَجَدْتُکُمْ　　بِحِلْيَةَ اَوْ اَلْفَيْتُکُمْ بِالْخَوَانِقِ

اَلَمْ يَکُ اَهْلاً اَنْ يَنَوَّلَ عَاشِقٌ　　تَکَلَّفَ اِدْلاَجَ السُّرَیٰ وَالْوَ دَائِقِ

فَلاَ ذَنْبَ لِیْ قَدْ قُلْتُ اِذْاَهْلُنَا مَعًا　　اَثِيْبِی بُوْدَ قَبْلَ اِحْدَی الصَّفَائِقِ

اُثِيْبِی بُوَدٍّ قَبْلَ اَنْ تَشْحَطَ النَّوَی　　دَيْنَا ی الْاَ مِيْرُ بِالْحَبِيْبِ الْمُفَارِقِ

ترجمہ: ''اے حبیشہ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ جب میں نے تیری حلیہ اور پھر کبھی خوانق کے مقام پر جستجو کی اور آخر مقامِ خوانق پر تمہیں پالیا۔ کیا وہ عاشق جس نے راتوں کی تاریکیوں میں اور دوپہر کی گرمی میں چل کر زبردست مصائب برداشت کئے۔ اس قابل بھی نہ تھا کہ اُسے اس محنت کا بدلہ دیا جاتا۔''

''میرا اس میں کوئی گناہ نہیں تھا۔ جب ہمارے سب لوگ اکٹھے ہوئے تو میں نے کہہ دیا تھا کہ اس سے پیشتر کہ کوئی حادثہ پیش آجائے محبت کا بدلہ محبت سے چکا دو۔ ایسا اس سے قبل ہی کر دو کہ کوئی دُوری حائل ہو یا گھر کا سربراہ محبوب کو جو ہم سے پہلے ہی جدا ہے کہیں اور دور لے جائے۔ پس تم میری محبت کا جواب محبت سے دے دو۔''

فَاِنِّی لَاَ ضَيَّعْتُ سِرًّا مَانَةٍ　　وَلاَ رَاقَ عَيْنِی عَنْکَ بَعْدَکَ رَائِقِ

سَوَی اَنَّ مَا نَالَ الْعَشِيْرَةَ شَاغِلٌ　　عَنِ الْوُدِّ اِلَّا اَنْ يَکُوْنَ التَّوَامِقِ

ترجمہ: ''میں نے اس پیار کے راز کو بطور امانت دِل میں رکھا اور اس راز کو ظاہر کر کے برباد نہیں کیا ہے اور نہ ہی تیرے بعد تیرے سوا کوئی دوسرا میرے دِل کو اچھا لگ سکا ہے اور نہ ہی میری آنکھ میں کوئی سما سکا ہے۔ اس کے علاوہ خاندان کو جو ضرورتیں پیش آئیں۔ ان ضروریات ومصروفیات نے محبت سے تھوڑا سا ضرور غافل رکھا مگر یہ بات مسلّم ہے کہ محبت یک طرفہ نہیں بلکہ دونوں طرف سے ہوتی ہے۔''

جب وہ نوجوان اپنی محبوبہ کے سامنے مذکورہ اشعار پڑھ چکا تو ابن ابوحدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں اسکو واپس اسکی جگہ پر لایا اور یوں اس کی بعد میں گردن اڑا دی گئی۔ اسی قبیلے کے چند بزرگ اور شیوخ حضرات کا بیان ہے کہ جس وقت اس نوجوان کا سر قلم کیا گیا تو حبیشہ اُسکے پاس کھڑی تھی۔ جب محبوب قتل ہو چکا تو حبیشہ اسکی لاش پر منہ کے بل اوندھی ہو کر گر گئی اور کافی دیر تک دیوانہ وار اس لاش کے بوسے لیتے رہی۔ یہاں تک اس نے اسی حالت میں لاش پر گرے ہوئے ہی اپنی جان بھی وہیں دے دی۔

(واللہ اعلم)

(سیرۃ ابن ہشام جلد 1 صفحہ 150)

فتحِ عظیم اور جزیرۃ العرب

فتح مکہ وہ عظیم فتح تھی جس کے بعد مدّتوں سے پُوجے جانے والے پتھر کے صنم ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جزیرۃ العرب کی سرزمین سے ختم ہو گئے وہ خطرناک و وحشت انگیز انسانی ہاتھوں سے تراشے ہوئے مجسمے جنکی ہیبت اور قوت سارے جزیرۃ العرب میں پھیلی ہوئی تھی۔ عرب کے باشندے ان کی ہیبت سے اس قدر مرعُوب تھے کہ انکو ہی زندگی کا نجات دہندہ اور اپنا مختار خیال کرتے ہوئے شب و روز پرستش میں لگے ہوئے تھے۔ فتح مکہ کے بعد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ایک ایک بُت کو مسمار و منہدم فرما کر ان بتوں کی ہیبت و وحشت کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا اور لوگوں کے دِلوں میں ایک خدائے واحد کا تصوّر وایمان اجاگر فرمایا۔

فتح عظیم کے معرکہ نے بت پرستی کی قوت کو عرب سے مکمل طور پر ختم کر دیا اور اسلام کی روشنی میں اس انداز سے لوگوں کے دِلوں میں پیدا کی کہ آیندہ جزیرۃ العرب میں بُت پرستی کی کوئی گنجائش باقی نہ رہی۔ تاریخ کا طالب علم اگر غور کرے تو اسکو یہ بات بڑی آسانی سے سمجھ آجائے گی۔ کہ اطراف مکہ اور جزیرۃ العرب میں بسنے والے تمام قبائل یہ بات اچھی طرح جانتے تھے کہ اہلِ حق اور بُت پرستوں کے درمیان عرصہ 18 سال سے جو معرکہ چل رہا ہے اس کا فیصلہ اسی کے حق میں ہوگا جو راہِ مستقیم پر ہوگا۔ حرم پاک پر وہی لوگ مسلط ہو کر رہیں گے جن کا نصب العین حق ہوگا۔ کیوں کہ اس معرکے سے پچاس پچپن سال پہلے جب ابرہہ یعنی اصحابِ فیل نے بڑی قوت وشان سے مکّہ مکرّمہ پر حملہ کر کے بیت اللہ شریف کو ختم کرنے کی کوشش کی تو اللہ کریم نے اپنے گھر کی خود حفاظت فرماتے ہوئے اس لشکر کے لشکریوں کو اس طریقے سے ہلاک کر دیا تھا کہ وہ کھائے ہوئے بھُوسے کی مانند ہو گئے تھے۔ اس عظیم فتح نے قبائلِ عرب پر ثابت کر دیا کہ مسلمان ہی حق پر ہیں اور اللہ کریم نے ان لوگوں کی مدد فرماتے ہوئے مشرکین کو شکست فاش دی ہے اور یوں جزیرۃ العرب بُت پرستی کی لعنت سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے آزاد ہو گیا ہے۔

یاد رہے ہم گزشتہ صفحات میں تفصیل کے ساتھ بیان کر چکے ہیں کہ صلح حدیبیہ جو کہ بظاہر کُفارِ مکہ کی برتری اور

طاقت کو تسلیم کرنے کا اظہار معلوم ہوتی تھی مگر اصل میں یہی صلح اس فتح عظیم کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔ اللہ کریم نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے کیا ہوا فتح عظیم کا وعدہ سچ فرما دیا۔ اگر ہم غور سے بصیرت کی نگاہ سے صلح حدیبیہ کے بعد والے چند سالوں میں عرب کے حالات اور مسلمانوں سے انجام پانیوالی اشاعتِ اسلام کو دیکھیں تو پتہ چلتا ہے کہ اس صلح نامہ نے اسلام کی راہ میں آنے والی ہر رکاوٹ کو آہستہ آہستہ دور کر دیا۔ اس صلح سے ہر سو امن وامان کا دور دورہ ہو گیا تھا۔ عرب کے باشندے کھل کر ایک دُوسرے سے اپنے خیالات کا اظہار کرتے۔ ہر موضوع پر سیر حاصل بحث وتبادلہ خیالات ہوتا۔ جس کا نتیجہ ہمیشہ مسلمانوں کے حق میں ہی نکلتا۔

اس صلح نامہ سے پہلے جو لوگ مشرکین کے خوف سے اپنے اسلام کا سرِ عام اظہار نہیں کر سکتے تھے۔ ان کو موقع مل گیا کہ وہ اب کھلے عام اپنے دین کا اظہار کرتے لوگوں کو ایک خدا کی واحدانیت کا قائل کرتے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بے شمار لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ اور تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ فتح مکّہ سے قبل جس قدر غزوات سرایا یا جنگوں میں مسلمانوں نے حصّہ لیا۔ ان کی زیادہ سے زیادہ تعداد تین ہزار تک رہی اس سے زیادہ تعداد کسی سیرت یا تاریخ کی کتاب سے ثابت نہیں ہے۔ لیکن مُسلمانوں کو صلح حدیبیہ کے بعد جو سازگار ماحول میسر آیا اور اسلامی دعوت کے جو مواقع ملے اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ فتح مکہ کے وقت اہلِ حق کی تعداد دس ہزار تک پہنچ چکی تھی۔ اس فتح عظیم کے بعد قبائل عرب کے باشندوں کی آنکھوں اور عقلوں پر پڑا ہوا پردہ ہٹ گیا، حق کی فتح نے اہل عرب کی آنکھیں کھول دیں ان کو مسلمانوں کے اس عمل سے یقین ہو گیا کہ اللہ کا عطا کیا ہوا دینِ اسلام ہی حق ہے۔

فتح مکّہ وہ عظیم الشان جیت تھی جس کے بعد قبائل عرب جوق در جوق حق کی فتح کو دیکھ کر دائرہ اسلام میں داخل ہونے کے لئے گروہ در گروہ اور وفود کی شکلوں میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہونے لگے۔ فتح مکّہ کے بعد جزیرۃ العرب کے افق پر آفتابِ رسالت پوری آب وتاب کے ساتھ چمکنے لگا اور یوں اس خطّے کے سیاسی اور دینی ماحول میں وہ تبدیلی رونما ہوئی جس نے مستقبل میں پوری دنیا میں بسنے والے انسانوں کو ترقی کے میدان میں اوج ثُریا تک پہنچا دیا خطہ عرب میں دینی میدان کی سربراہی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے وسیلہ جلیلہ سے اہلِ حق کے ہاتھ آ چکی تھی۔

غزوہ حُنَین (شوال 8 ہجری)

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے جب مکہ فتح فرما لیا اور یوں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ساتھ کیا ہوا وعدہ سچا فرمایا، تو فتح کے بعد قبائلِ عرب جو کہ کافی عرصہ سے اسی انتظار میں تھے کہ مسلمانوں اور مشرکین میں سے کون اپنے مقصد میں کامیاب ہوتا ہے تا کہ کامیاب ہونے والے گروہ کے ساتھ مستقبل کی وابستگی اختیار کر سکیں۔ جزیرۃ العرب کے قبائل کا اس بات پر یقین تھا کہ جو جماعت (پارٹی) بیت اللہ شریف کو اپنے قبضہ

میں لینے پر قادر ہو جائے گی وہی حق پر ہو گی چنانچہ اللہ کریم کی طرف سے مسلمانوں کو اس مقصد میں کامیابی ہوئی اور یوں قبائل عرب حلقہ بگوشِ اسلام ہونے لگے۔ تقریباً سب قبائل دائرہ اِسلام میں داخل ہو چکے تھے مگر قبیلہ ہوازن اور قبیلہ ثقیف نے اسلام قبول نہ کیا۔ یہ دونوں قبائل نہایت جری، بہادر، گردن کش اور مالدار تھے۔

قبیلہ ہوازن اور قبیلہ بنو ثقیف دونوں مسلمانوں کی اس فتح عظیم کو برداشت نہ کر سکے اور بدستور حسد، بغض، کینہ اور اسلام دشمنی پر نہ صرف قائم رہے بلکہ ان لوگوں نے مل کر مُسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے کا فیصلہ کیا دونوں قبیلوں کے سردار آپس میں مِلے اور کہا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم مشرکین مکہ پر مکمل غلبہ حاصل کر چکے ہیں اور یوں اطرافِ مکہ میں بُت پرستی کا خاتمہ ہو چکا ہے اسلئے بہتر یہ ہے کہ ہم اپنے اپنے اہلِ قبیلہ کو اعتماد میں لے کر ان کو ساری صورتحال سے آگاہ کریں تاکہ مسلمانوں کے ساتھ ایک فیصلہ کن معرکہ لڑا جا سکے۔ حنین ایک چشمہ اور وادی کا نام ہے جو طائف کے قریب واقع ہے

چنانچہ مالک بن عوف نصری جو کہ قبیلہ ہوازن کا رئیس اعظم تھا۔ اس نے لوگوں کو اکٹھا کیا اور ان سے یوں خطاب کیا:

> "اے لوگو تم جانتے ہو کہ محمّد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) اہلِ مکّہ اور گرد و نواح کے قبائل پر غلبہ حاصل کر چکے ہیں اور تم یہ بھی اچھی طرح جانتے ہو کہ اہلِ مکّہ جن کا پیشہ تجارت ہے، جنگ و حرب کے ماہر نہ تھے اس وجہ سے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) نے ان پر جلد ہی غلبہ حاصل کر لیا۔ اگر یہ لوگ ہمارے ساتھ میدانِ جنگ میں نبرد آزما ہوتے تو ان کو پتہ چل جاتا کہ جنگ کیا ہوتی ہے۔ مکّہ کے ارد گرد بسنے والے قبائل فتح مکہ سے اس قدر حیران و پریشان تھے کہ ان میں مسلمانوں کے خلاف لڑنے کی سکت ہی نہیں تھی۔ اب عین ممکن ہے کہ مُسلمان ہماری طرف متوجہ ہوں اس لئے بہتر یہ ہے کہ وہ ہم پر حملہ آور ہوں ہم پہلے ہی ان پر حملہ کر دیں۔"

لشکرِ کُفّار کا اجتماع

اس طرح مالک بن عوف نصری رئیس اعظم بنو ہوازن کی آواز پر لوگ اسکے ارد گرد اکٹھا ہونا شروع ہو گئے اور یوں بنو ثقیف، قبیلہ جُشم کا تو ایک ایک فرد اس کے جھنڈے تلے جمع ہو گیا۔ جبکہ قبیلہ بنو نصر، قبیلہ سعد بن بکر اور قبیلہ بنو ہلال کے کچھ لوگوں نے بھی جمعیت میں اضافہ کر دیا مگر ان آخر الذکر دو قبائل کی تعداد کچھ اتنی زیادہ نہ تھی۔ دوسری طرف ہوازن کی اہم ترین شاخوں میں سے قبیلہ کعب اور قبیلہ کلاب کے لوگ غائب ہی ہو گئے اس طرح ان شاخوں کا ایک آدمی بھی شریک نہ ہوا۔ قبیلہ بنو جُشم کا سربراہ جو کہ نہایت ہی تجربہ کار اور ماہر جنگ تھا مگر عُمر کے اس حصّہ میں پہنچ چکا تھا کہ چلنے پھرنے سے بھی قاصر تھا اسکی عُمر کے بارے میں کتب سیر میں آتا ہے کہ سو سال اور بعض کے نزدیک ایک سو

پچیس سال سے بھی زیادہ تھی اس بوڑھے شخص کو محض جنگی امور میں مشورہ کے لئے لشکر میں شامل کیا گیا تھا۔ یہاں اس بات کو بھی ذہن نشین رکھنے کی ضرورت ہے کہ اس تجربہ کار عمر رسیدہ شخص جس کا نام درید بن سمّہ تھا اس کے علاوہ لشکرِ کفّار میں کوئی اور دوسرا بوڑھا شخص موجود نہ تھا۔ اس طرح مشرکین کے اس متحدہ لشکر میں بنوثقیف کی کمان اس قبیلے کے سرداروں کے پاس ہی تھی جن کا سالارِ اعلیٰ کنانہ بن عبد یالیل ثقفی تھا۔ احلاف کا سردار قارب بن اسود بن مسعود کو بنایا گیا۔ بنو مالک اور اس کا بھائی۔ احمر بن حارث بھی سردار تھے جبکہ پورے لشکر کا سالارِ اعظم بنوہوازن کے رئیسِ اعظم مالک بن عوف نصری کو مقرر کیا گیا تھا۔

دُشمن کے لشکر کی روانگی

بنوہوازن اور بنوثقیف کے کہنے پر جب اردگرد کے کچھ قبائل جن میں قبیلہ نصر، قبیلہ جُشم۔ قبیلہ سعد بن بکر اور قبیلہ بنوہلال وغیرہ مسلمانوں کے خلاف جنگ کے لئے ایک جگہ اکٹھے ہو چکے تو انہوں نے بنوہوازن کے سردار مالک بن عوف نصری کو اپنا متفقہ سپہ سالارِ اعظم منتخب کر لیا جس کا بیان پہلے گزر چکا ہے مالک بن عوف نصری نے اس لشکر کو ہر قسم کے آلات جنگ سے ہی لیس نہیں کیا تھا بلکہ اہلِ لشکر کو یہ حکم بھی دیا کہ ہر ایک اپنا مال اور بیوی بچے بھی ہمراہ لیکر جائے گا تا کہ میدانِ جنگ میں ان کے دل و دماغ میں یہ بات اجاگر رہے کہ اگر ہم نے دشمن کے ساتھ لڑنے میں بزدلی کا ثبوت دیا اور میدانِ جنگ چھوڑ کر بھاگ گئے تو ہمارے بیوی بچے اور مال اسباب دشمن کے رحم و کرم پر ہوگا۔ اس طرح میرا ہر فوجی ہرگز ہرگز بزدلی کا مظاہرہ نہیں کرے گا بلکہ اپنی جان کے ساتھ بال بچوں کی حفاظت کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا دے گا۔ اس طرح کفار کا یہ ٹڈی دل لشکر مالک بن عوف نصری کی زیر کمان اہلِ حق کے ساتھ نبرد آزما ہونے کے لئے مکہ مکرمہ کی طرف چل پڑا۔

اَوطاس میں پڑاؤ

کفار کا یہ لشکر مُسلمانوں کے ساتھ مقابلے کے لئے روانہ ہوا اور یوں اس لشکر نے وادی اوطاس میں پڑاؤ کیا۔ وادی اوطاس حنین کے قریب بنوہوازن کے ہی علاقے کی اہم وادی ہے مگر یہ اوطاس وادی حنین سے الگ ہے۔ کیونکہ وادی حنین ذی المجاز کے بازو میں واقع ہے جہاں سے میدانِ عرفات کا راستہ اگر اختیار کیا جائے تو مکہ مکرمہ دس میل کی دوری پر رہ جاتا ہے۔ جبکہ وادی حنین مکہ مکرمہ سے تیس (30) میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ بہر حال کُفّار کا یہ لشکر پُورے ساز و سامان اموال و مویشی اور عورتوں بچوں سمیت وادی اوطاس میں خیمہ زن ہوا۔ اس جگہ بھی باغی قبائل کے لوگ اس لشکر میں آ کر شامل ہوتے رہے اس طرح اس لشکر کی تعداد میں کافی اضافہ ہو گیا۔

بُوڑھا ماہرِ جنگ دُرید بن صمّہ

کُفّار کا یہ لشکر جب وادی اوطاس میں خیمہ زن ہوا تو لشکری اپنے اپنے کمانڈروں (سالاروں) کے پاس جمع ہوئے۔ ان میں درید بن صمّہ جو کہ بہت زیادہ عُمر کا ضعیف ولاغر تھا قبیلہ جشم کا بوڑھا سردار اس قدر جنگجو اور تجربہ کار رہ چکا تھا۔ چلنا پھرنا تو درکنار اچھی طرح بیٹھ بھی نہیں سکتا تھا۔ اہل قبیلہ اسے اونٹ کے کجاوے میں لاد کر اپنے ہمراہ لائے محض اسلئے کہ بوقتِ ضرورت اسکے تجربہ سے فائدہ اٹھایا جاسکے۔

اہلِ لشکر جب پڑاؤ کرنے کے بعد اسکے گرد جمع ہوئے تو اس نے پوچھا ہم لوگ کس وادی میں ہیں؟ لوگوں نے جواب دیا کہ ہم لوگ وادی اوطاس میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ درید بن صمّہ نے یہ سُن کر کہا بے شک یہ وادی بہترین جولان گاہ ہے کیونکہ اسکی زمین نہ تو پتھریلی ہے اور نہ ہی کھالی دار بھر بھری نشیبی جس میں سواروں اور سواریوں کے پاؤں دھنس جائیں۔ اسکے بعد بوڑھے سردار نے کہا میں یہاں نہ تو جرس کی آوازیں سُن رہا ہوں اور نہ ہی دھونسوں کی دھاں دھاں۔ مجھے تو یہاں صرف اونٹوں کے بلبلانے گدھوں کی ڈھینچوں ڈھینچوں بکریوں کی منمناہٹ اور بچوں کے رونے کی آوازیں آرہی ہیں یہ کیا قصّہ ہے۔ درید بن صمّہ کے پوچھنے پر لوگوں نے بتایا کہ مالک بن عوف اس لشکر کے ہمراہ مال مویشی بچے اور عورتوں کو بھی لے آیا ہے۔

لوگوں کا یہ جواب سُن کر اس ایک سو بیس سالہ بوڑھے اور بعض روایات کے مطابق ایک سو ساٹھ سالہ بُوڑھے تجربہ کار جنگجو نے مالک بن عوف کو اپنے پاس طلب کیا اور پوچھا کہ تم لشکر کے ہمراہ مال مویشی عورتیں اور بچّوں کو کیوں لائے ہو؟ مالک بن عوف نے جواب دیا کہ میں نے ایسا بہت سوچ سمجھ کر کیا ہے میری حکمت عملی یہ تھی کہ ہر لشکر کے پیچھے یا اسکے ساتھ اہل وعیال ومویشیوں کا خیال لگادوں تاکہ میدانِ جنگ میں وہ سپاہی خُوب جوش وجذبے سے لڑے اور میدان چھوڑ کر بھاگ جانے کا خیال بھی اسکے دِل میں نہ آئے۔ مالک بن عوف کا یہ جواب سُن کر بوڑھا درید بن صمّہ غصے سے بولا واللہ تم صرف بھیڑوں کے چرواہے ہو۔ اے نادان کیا ایسا شخص جس کو شکست ہوجائے وہ بھی کوئی چیز میدانِ جنگ سے واپس لے جاسکتا ہے۔ اگر جنگ موافق رہتی ہے تو تمہیں یا سپاہی کو نیزہ یا تلوار کے علاوہ کوئی چیز نفع نہیں پہنچاسکتی اور اگر جنگ تمہارے خلاف جائے تو پھر تمہیں اہل وعیال اور مال ومتاع کے لئے بھی ذلیل ورسوا ہونا پڑے گا۔

اسکے بعد بوڑھے دُرَید نے پوچھا قبیلہ کعب اور کلاب کا کیا رویہ ہے؟ لوگوں نے جواب دیا کہ ان میں سے ایک آدمی بھی ہمارے ساتھ شامل نہیں ہے۔ اس پر وہ بولا صد افسوس کہ بہادری اور سرگرمی تو غائب ہوگئی۔ اگر عزّت ووقار کا موقعہ ہوتا تو یہ لوگ اس طرح غائب نہ ہوتے۔ پھر اس نے پُوچھا اچھا بتاؤ کون کون سے قبائل تُمہارے ساتھ شریک ہیں؟ لوگوں نے جواب دیا عمرو بن عامر اور عوف بن عامر۔ درید بن صمّہ نے کہا یہ دونوں قبیلے عامر کے دو کمسن

بچّوں کی طرح ہیں جو نہ نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان۔ پھر سپہ سالارِ مالک بن عوف سے کہنے لگا دیکھو تم ہوازن کی جماعت کو گھوڑے کے سامنے ہرگز نہ کرنا بلکہ ان کو اپنے وطن اور قوم کی حفاظت کے لئے پیچھے بھیج دو۔ پھر گھوڑوں پر سوار ہو کر مسلمانوں کا مقابلہ کرنا اگر جنگ تمہارے حق میں رہی تو پیچھے چھوڑے ہوئے لوگ تمہارے ساتھ آ کر مل جائیں گے اور اگر جنگ کا نقشہ تمہارے خلاف ہوا تو پیچھے رہنے والے تمہارے مال و متاع عورتوں اور بچّوں کی تو حفاظت کر سکیں گے۔

قبیلہ جُشم کے سردار درید بن صمّہ کی یہ گفتگو سُن کر سپہ سالارِ کفار مالک بن عوف بولا خدا کی قسم میں وہ کام ہرگز نہیں کروں گا، جسکو کرنے کا مشورہ یہ بوڑھا سردار درید بن صمّہ دے رہا ہے۔ عمر زیادہ ہو جانے کی وجہ سے اسکی عقل بھی بوڑھی ہو چکی ہے۔ اس کے بعد مالک بن عوف نے کہا اے بنو ہوازن میں تمہارا سردار ہوں خُدا کی قسم یا تو تم لوگ میری اطاعت کرو گے یا پھر میں اپنی تلوار سینے پر رکھ کر اس پر جھول جاؤں گا یہ کہا اور اپنی تلوار نیام سے باہر نکالی۔ بنو ہوازن نے کہا یہ شخص تیس سال کا جوان زور آور ہے مگر جاہل بھی ہے، اگر ہم نے اسکی بات نہ مانی تو یہ شخص اپنی جاہلیت کی وجہ سے خود کو ہلاک کرے گا، دوسری طرف درید بن صمّہ اس قدر بوڑھا ہو چکا ہے کہ لشکر کی کمان سنبھالنے کے قابل ہی نہیں پھر ہمارے پاس کوئی تیسرا قابلِ اعتماد اور قابل آدمی بھی نہیں ہے۔ جس کو سپہ سالار بنایا جا سکے۔ اسلئے بنو ہوازن نے مالک بن عوف کی بات کو تسلیم کر لیا۔ اور سب اسکی اطاعت کے لئے تیار ہو گئے۔ یہ حالات دیکھ کر درید بن صمّہ نے کہا یہ وہ جنگ ہے جس میں نہ تو میں شریک ہوں اور نہ ہی اس سے بچ سکتا ہوں۔

درید بن صمّہ کے اشعار

پھر چند اشعار کہے جو ترجمہ کے ساتھ تحریر کیے جاتے ہیں:

يَا لَيْتَنِي فِيهَا جَذَعْ ﴿﴾ اَخُبُّ فِيهَا وَاَضَعْ

اَقُوْدُ وَطْفَاءَ الزَّمَعْ ﴿﴾ كَاَنَّهَا شَاةٌ صَدَعْ

ترجمہ: ''کاش میں اس جنگ میں نوجوان ہوتا۔ بھاگتا دوڑتا پھرتا اور پہاڑی بکری کے بالوں کی مانند لمبے لمبے بالوں والے گھوڑے پر بیٹھ کر مقابلہ کرتا۔''

(تاریخ طبری جلد 2 صفحہ 415)

(البدایۃ والنہایۃ جلد 4 صفحہ 742)

(سیرۃ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 524)

(مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 499)

(طبقات ابن سعد جلد 1 صفحہ 421 وغیرہ)

سپہ سالار ہوازن کے جاسوس

ابنِ اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ اُن سے اُمیّہ بن عبداللہ بن عمرو بن عثمان نے بیان کیا ہم لوگوں کو بعد میں معلوم ہوا کہ مالک بن عوف نے اپنے چند جاسوس مُسلمانوں کی طرف روانہ کئے تاکہ اہلِ حق کی تیاری اور لشکر کی تعداد وغیرہ معلوم کریں اور اسکو فوراً خبردار کرسکیں۔ مالک بن عوف کے جاسوس لشکرِ اسلام کے چند لوگوں کو دیکھتے ہی سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ اٹھے اور ہانپتے ہانپتے واپس مالک بن عوف کے پاس پہنچے مالک نے ان لوگوں کی حالت دیکھ کر کہا تمہارا بُرا ہو کم بختو تم لوگوں کو آخر کیا ہوا کہ یوں ہانپتے کانپتے واپس آئے ہو کیا جنگجو لوگوں کی یہی شان ہوتی ہے تم لوگوں کی جوانمردی کدھر گئی۔

مالک بن عوف جب اپنے جاسوسوں کو کافی ڈانٹ چکا اور اس کا غصّہ کچھ حد تک کم ہوا تو جاسوسوں نے یک زبان ہوکر کہا اے سردار جب ہم لوگ یہاں سے کچھ دور ہی گئے تو دیکھا کہ انڈوں کی طرح سفید سر کے کچھ لوگ ابلق گھوڑوں پر سوار ہاتھوں میں تیز دھار چمکتی ہوئی تلواریں لئے ہماری طرف بڑھ رہے ہیں۔ ان لوگوں کو دیکھتے ہی ہم پر اس قدر خوف طاری ہوا کہ ہم اپنی جانیں بچا کر وہاں سے بھاگے اگر ہم اَیسا نہ کرتے تو یقیناً وہ لوگ اپنی تلواروں سے ہمارے ٹکڑے کردیتے۔ سچ تو یہ ہے کہ وہ ابلق گھوڑوں کے سوار ہمیں انسان معلوم ہی نہیں ہوتے تھے۔

مالک بن عوف جو کہ جوانی اور طاقت کے نشہ میں چور ہونے کے ساتھ ساتھ اسلام دشمنی میں پیش پیش تھا۔ اس واقعہ سے بھی کچھ مرعوب نہ ہوا اور بدستور اپنے ارادے پر قائم رہتے ہوئے مسلمانوں کے ساتھ ٹکرا جانے کے لئے تیار رہا گویا یہ چیز بھی اسکو واپس نہ لوٹا سکی۔

عبداللہ بن ابی حدرد اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روانگی

ابنِ اسحاق بیان کرتے ہیں کہ جب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو بنو ہوازن کے اجتماع اور لشکر کی روانگی کے بارے میں خبریں ملیں تو آپ علیہ السلام نے صورتحال کا مکمل جائزہ اور پوری معلومات حاصل کرنے کے لئے حضرت عبداللہ بن ابی حدرد اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم فرمایا کہ ''وہ بنو ہوازن کے لوگوں میں جاکر ان کے لشکری کے روپ میں چند روز قیام کریں اور جب دشمن کے تمام حالات کا پورا عِلم حاصل کرلیں تو واپس آکر مجھے آگاہ کریں تاکہ دشمن کی تیاری کو مدنظر رکھ کر اسکے مقابلے کے لئے نکلا جائے''۔

حسبِ حکم مبارک حضرت عبداللہ بن ابی حدرد اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکّہ سے روانہ ہوئے اور بنو ہوازن کے لشکری کی حیثیت سے اس وقت تک وہاں مقیم رہے جب تک کہ دشمن کے بارے میں مکمل معلومات اکٹھی نہ کرلیں ان معلومات کے ساتھ واپس مکہ آئے اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمت میں عرض کیا۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم میں بنو ہوازن کے درمیان چند روز بسر کرنے کے بعد ذاتی مشاہدے کے

ساتھ جو معلومات حاصل کر سکا ہوں وہ یہ ہیں پھر تفصیلاً ایک ایک بات خدمتِ اقدس میں عرض کی۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو طلب فرمایا اور حاصل شدہ معلومات سے ان کو آگاہ کیا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا ہمیں دشمن کی ہر چال کو ناکام بنا کر اُسکے ساتھ سختی سے مقابلہ کرنا ہوگا۔(واللہ اعلم)

(تاریخِ طبری جلد 1 صفحہ 411)
(البدایۃ والنہایۃ جلد 4 صفحہ 741)
(سیرۃ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 545)
(طبقات ابن سعد جلد 1 صفحہ 440)

صفوان بن اُمیّہ اور سامانِ حرب

حضرت عبداللہ بن ابی حدرد اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب دشمن کی تیاری اور اُس کے ارادوں کو تفصیل کے ساتھ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے گوش گزار کر دیا تو مجبوراً آپ علیہ السلام نے بھی جنگ کی تیاریاں کرنے کا قصد فرمایا۔

سامانِ حرب کے لئے قرض کی ضرورت پیش آئی عبداللہ بن ربیعہ جو کہ ابوجہل کے بیمات (سوتیلے) بھائی تھے اور نہایت ہی خوش حال دولتمند تھے۔ان سے تیس ہزار درہم قرض لئے اسکے بعد مکہ کے رئیس اعظم جو کہ اپنی مہمان نوازی میں بھی ہر سو شہرت رکھتا تھا۔یعنی صفوان بن امیہ اُسکے پاس بہت سا سامانِ حرب جس میں کافی زرہیں اور ہتھیار تھے موجود تھا سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمتِ اقدس میں اس سامانِ حرب کے بارے میں عرض کیا گیا۔
اس وقت مسلمانوں کو جنگ کے لئے ہتھیاروں کی سخت ضرورت تھی یہ خبر ملتے ہی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے صفوان بن امیہ کو طلب فرمایا اور حکم فرمایا کہ ''اے صفوان بن امیّہ ہمیں معلوم ہوا ہے تمہارے پاس کافی اسلحہ موجود ہے ہمیں اس وقت جنگ کی غرض سے اسلحہ کی ضرورت ہے اسلئے تم ہمیں اسلحہ مستعار دے دو''۔(صفوان بن امیہ جو کہ ابھی تک مسلمان نہیں ہوا تھا بلکہ اس نے فتح مکہ کے وقت قبول اسلام کے لئے کچھ مہلت طلب کی تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اسکو عطا فرمادی تھی۔یہ واقعہ اسی مہلت کے دوران کا ہے اس سلسلے میں ہم گزشتہ اوراق میں تفصیلاً تحریر کر چکے ہیں)

صفوان بن امیہ نے عرض کیا اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) کیا آپ (علیہ السلام) یہ اسلحہ اسلئے لینا چاہتے ہیں کہ اسکو غصب کر لیا جائے۔پھر بولا کیا آپ (علیہ السلام) یہ ہتھیار جبراً مُجھ سے لینا چاہتے ہیں اگر ایسی صورتحال ہے تو میں یہ ہتھیار ہرگز نہیں دوں گا۔صفوان کی یہ بات سن کر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے

ارشاد فرمایا:

''اے صفوان بن امیہ میں یہ اسلحہ جبراً حاصل نہیں کرنا چاہتا بلکہ یہ اسلحہ عاریۃً لینا چاہتا ہوں جس کی واپسی کا میں ضامن ہوں یہ سُن کر صفوان بن امیہ نے عرض کیا پھر مجھے اسلحہ دینے میں کوئی اعتراض نہیں۔ اسکے بعد صفوان نے ایک سو زرہیں اور اتنا ہی دوسرا اسلحہ خدمت اقدس میں پیش کردیا۔''

کُتبِ سیر میں آتا ہے کہ جس قدر اسلحہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے صفوان بن امیہ سے طلب فرمایا اس نے خدمتِ اقدس میں حاضر کردیا۔ غزوہ حنین کے بعد جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے وہ اسلحہ صفوان کو واپس کیا تو اسمیں سے کچھ اسلحہ میدان جنگ میں ضائع ہو چکا تھا۔ آپ علیہ السلام نے اس ضائع شُدہ اسلحہ کا معاوضہ صفوان بن امیہ کو دینا چاہا۔ اس وقت تک صفوان حضرت صفوان بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن چکے تھے، خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم خداوند کریم نے آپ علیہ السلام کی ذاتِ اقدس کے صدقے سے اسلام کی نعمت سے مجھے سرفراز کیا ہے اب تو میں اللہ اور آپ علیہ السلام کے نام نامی اسمِ گرامی پر اپنی جان بھی قربان کرنے کو تیار ہوں۔ اسلحہ کا معاوضہ کیسے لے سکتا ہوں۔ صفوان بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ جواب سُن کر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم خوش ہوئے اور انہیں دُعائے خیر دی۔

نوفل سے مستعار نیزے

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اپنے چچازاد بھائی نوفل ابن حارث ابن عبدالطلب سے بھی تین ہزار نیزے عارضی طور پر لئے ساتھ ہی آپ علیہ السلام نے نوفل سے فرمایا:۔

''گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے یہ نیزے مشرکوں کی کمر توڑ رہے ہیں۔''

نوفل غزوہ بدر میں مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہوگیا تھا۔ نوفل نے اپنے فدیہ میں خود ایک ہزار نیزے دیئے اور رہائی حاصل کی تھی۔

اس واقعہ کو سامنے رکھتے ہوئے حضرت ابوجعفر محمد بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ عاریتًا کی واپسی کی ضمانت دینا سنتِ نبوی ہے اور ایسا کرنا جائز ہے۔

(تاریخ طبری جلد 1 صفحہ 412)

(طبقاتِ ابن سعد جلد 1 صفحہ 431)

(سیرۃ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 526)

(البدایۃ والنہایۃ جلد 4 صفحہ 744)

(مدارج النبوّت جلد 2 صفحہ 501 وغیرہ)

لشکرِ اسلام کی تعداد

ابنِ اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو دشمن کی تعداد اور روانگی کے بارے میں مکمل حالات معلوم ہو چکے تو آپ علیہ السلام لشکرِ اسلام کو جسکی تعدا بارہ ہزار تھی ہمراہ لے کر حنین کی طرف روانہ ہوئے۔ اس لشکرِ حق میں دس ہزار مجاہدین وہ تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ہمراہ مدینہ منورہ سے تشریف لائے تھے اور آپ علیہ السلام کے صدقے مشرکین کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم کر کے مکہ شریف کو فتح کرنے کی سعادت حاصل کر چکے تھے۔ باقی دو ہزار مسلمان وہ تھے جو مکّہ مکرّمہ فتح ہو جانے کے بعد دائرہ اسلام میں داخل ہوئے تھے۔

ابنِ اسحاق کی اسی روایت میں آتا ہے کہ مشرکین نے زمانہ جاہلیت میں ایک بہت بڑا سبز رُنگ کا درخت بنا رکھا تھا جس کو ان لوگوں نے پہیے لگا رکھے تھے۔ مشرکین اس درخت کی شاخوں پر اسلحہ لٹکا دیتے اور جنگ کے وقت اس درخت کو ہمراہ رکھتے تھے اسے ذات انواط کہا جاتا تھا۔ اس غزوہ کے موقعہ پر مجاہدین نے اس درخت کو ہمراہ لے جانے کی اجازت طلب کی۔ مگر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا ''یہ زمانہ جاہلیت کی رسم ہے جس میں ظاہری شان وشوکت کا مظاہرہ ہوتا ہے اسلئے میں اس درخت کو ہمراہ لے جانے کی اجازت نہیں دیتا'' اور یوں لوگوں کی اس خواہش کو رَدّ فرمادیا۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد 4 صفحہ 745)
(تاریخ طبری جلد 1 صفحہ 412)
(طبقات ابن سعد جلد 1 صفحہ 441)

لشکرِ اسلام کی روانگی

لشکرِ اسلام سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی قیادت عظیم کے تحت جب روانگی کے لئے تیار ہو گیا تو اس لشکر کی شان وشوکت، اسلحہ اور تعداد کو دیکھتے ہوئے بعض صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی زبانوں سے بے اختیار یہ الفاظ نکل گئے کہ آج ہم پر کون غالب آسکتا ہے۔ مجاہدین اسلام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے یہ الفاظ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی طبیعت مبارکہ پر بڑے گراں گزرے کیونکہ اِن الفاظ سے تکبّر، غرور اور عجب طاقت کے مظاہرے کا اندازہ ہوتا تھا۔

سیرت نگار تحریر کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے ان الفاظ کی وجہ سے ہی جو اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو پسند نہیں آئے تھے۔ مسلمانوں کو کچھ ہزیمت اٹھانی پڑی۔ مالکِ ارض وسماء نے اس ہزیمت

کے ذریعے مسلمانوں کو بتا دیا کہ نصرت و کامیابی کا دارومدار تیاری یا کثرتِ افواج سے نہیں بلکہ یہ تو خاص اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے۔

غزوہ حنین کے اسی موقعہ پر سورۃ توبہ نازل ہوئی۔ جس کا مفصل ذکر ہم آگے چل کر تحریر کریں گے۔ بارہ ہزار کا یہ لشکر دشمن کی سرکوبی کے لئے مکہ مکرمہ سے روانہ ہوا۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مکّہ کا عامل (گورنر) مقرر فرمایا تاکہ وہ شہر کا پورا نظم ونسق سنبھال کر لوگوں کا ہر طرح سے خیال رکھ سکیں۔ لشکرِ اسلام بڑی شان وشوکت سے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی زیرِ کمان حنین کی طرف چل پڑا۔

ابوداؤد کا بیان ہے کہ مجھ سے معاویہ بن زید نے بیان کیا اور انکو زید بن سلام نے اپنے والد ابو سلام کی زبانی سُنا ہوا یہ واقعہ سُنایا جو کہ ابو سلام نے بھی سلولی سے سُنا تھا۔ پھر سلولی کو سہل بن حنظلیہ نے بیان کیا کہ جس روز سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم مکہ مکرمہ سے لشکر اسلام کو ہمراہ لے کر قبیلہ ہوازن اور دیگر قبائل کی بغاوت ختم کرنے کے لئے روانہ ہوئے تو میں یعنی (حضرت سہل بن حنظلیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بھی اس لشکر میں شامل تھا۔

''بیان کرتے ہیں: ایک روز جب وہ اور دیگر صحابہ جو لشکر میں موجود تھے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے پیچھے نماز ظہر کے لئے صف بستہ تھے تو ایک گھوڑ سوار اپنا گھوڑا سرپٹ دوڑاتا ہوا نہایت ہی عجلت میں خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میں آپ علیہ السلام کے حکم سے ہوازن اور اسکے حلیف قبائل کے لشکر کے آثار تلاش کرتا ہوا دور نکل گیا اور وہاں جا کر مجھے معلوم ہوا کہ میں ہوازن کے ہاں ہی پہنچ گیا ہوں۔ میں نے وہاں خود کو چھپا لیا اور دیکھا کہ ہوازن کا لشکر اپنے ساتھیوں سمیت حنین کی طرف جا رہا ہے۔ اس لشکر میں اسلحہ، خوراک کے ذخائر اور دوسرا ساز وسامان کثرت کے ساتھ تھا۔ مذکورہ معلومات حاصل کرنے کے بعد بڑی کوشش سے بچتا ہوا آپ علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا ہوں تاکہ دشمن کی تیاری کے سلسلے میں آپ علیہ السلام کو مکمل معلومات فراہم کرسکوں۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے یہ خبر سُن کر تبسم فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''انشاء اللہ دشمن کا سارا ساز وسامان کل تک ہمارے لشکر کا مال غنیمت بن جائے گا''۔ اسکے بعد ارشاد فرمایا ''آج رات دشمن کی طرف سے اچانک حملے کی صورت میں لشکرِ اسلام کو باخبر رکھنے کے لئے رات کو پہرے داری کے فرائض کون سرانجام دے گا''۔ حضرت انس بن ابی مرثد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم یہ خدمت میں سرانجام دوں گا۔ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ''اے انس اس خدمت کو سرانجام دینے کے لئے اب فوراً گھوڑے پر سوار ہو جاؤ''۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا حکم مبارک سن کر اسی وقت گھوڑے پر سوار ہو کر فرض کو ادا کرنے کی غرض سے روانہ ہونے لگے تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ''اے انس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) رات بھر سامنے کی پہاڑی اور گھاٹی کا اوپر تک خاص طور سے خیال رکھنا کہ کوئی شخص یا گروہ تو ادھر نہیں آیا اگر ایسا

دیکھوتو مجھے فوراً اطلاع دینا'' اس کے بعد حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے فریضہ کی ادائیگی کے لئے روانہ ہو گئے۔

سُہل بن حنظلیہ مزید ارشاد فرماتے ہیں کہ جب صبح ہوئی تو فجر کی دو رکعت ادا فرما کر آپ علیہ السلام نے حاضرین سے دریافت فرمایا کہ ''لشکر کے سواروں کو مستعد رہنے کا حکم دے دیا گیا ہے یا نہیں''۔ خدمتِ اقدس میں عرض کیا گیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سواروں کو حکم دے دیا گیا ہے۔ یہ سُن کر آپ علیہ السلام مُصلّے پر بیٹھ کر ذکر الٰہی میں مشغول ہو گئے۔ کچھ ہی دیر بعد ایک سوار سامنے والی پہاڑی کی طرف سے لشکرِ اسلام کی طرف آتا دکھائی دیا قریب آیا تو وہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے دریافت فرمایا ''اے انس کیا خبر لائے ہو'' عرض کیا ساری رات جاگ کر پہرہ دیا ہے، وہاں کوئی ذی رُوح نظر نہیں آیا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا ''تم کِسی وقت بھی اس پہاڑی اور گھاٹی سے ہٹے تو نہیں تھے''۔ عرض کیا سوائے نماز اور رفع حاجت کے میں اس جگہ سے ایک لمحہ کے لئے بھی نہ تو غافل ہوا اور نہ ہی کہیں ہٹا۔ پھر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میں نے وہاں ایک عجیب وغریب بات دیکھی کہ پہلے وہ پہاڑی گھاٹی صرف ایک ہی نظر آ رہی تھی پھر کچھ ہی دیر کے بعد دو نظر آنے لگیں لیکن جب صبح ہوئی تو وہ دونوں گھاٹیاں ہی غائب ہو گئیں۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ بات سُن کر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا ''خیر تم نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے''۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم لشکر کی ترتیب کی طرف متوجہ ہوئے۔

لشکرِ اسلام میں عَلَم۔ الویہ۔ اور لِوَاء کی تقسیم

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہمیشہ غزوات یا سرایا پر روانہ ہونے والے لشکر ودستہ کے ساتھ لواء یا جھنڈا ہر حال میں روانہ فرماتے تھے۔ جس شخص کو جھنڈا وغیرہ عطا کیا جاتا اسکی دینِ محمدی سے گہری قلبی وابستگی اور شجاعت انفرادی مُسلّم ہوتی تھی۔ جھنڈا میدانِ جنگ میں مجاہدین کے حوصلے بلند رکھتا اور پھر جھنڈا تھامنے والا اس قدر شجاعت سے دشمن پر جھپٹتا کہ دیکھنے والے ششدر رہ جاتے اور اس شیرِ حق کے حملوں کی سختی دیکھ کر دشمنوں کے حوصلے پست ہو جاتے تھے۔

اسی روایت کو برقرار رکھتے ہوئے غزوہ حنین کے موقعہ پر بھی سرکار دو عالم تاجدارِ عرب وعجم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے مجاہدین میں علم۔ الویہ اور لواء تقسیم فرمائے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے جبکہ سپیدہ سَحر نمودار ہو چکا تھا۔ مجاہدین کو صفیں بنانے کا حکم دیا جب صفیں بن چکیں تو آپ علیہ السلام نے الویہ (اس چھوٹے سے جھنڈی نما جھنڈے کو کہا جاتا ہے جو کسی لشکر میں شامل مختلف قبائل کی نشانی کے لئے اسکے امیر کو دیا جاتا یا دی جاتی ہے) رایات (اس بڑے جھنڈے نما جھنڈی کو کہا جاتا ہے جو چند قبائل کو اکٹھا کرنے کے بعد اسکے مقرر کردہ امیر کے ہاتھ میں ہوتا ہے) ان لوگوں کے حوالے کئے جن کو اس

منصب پر فائز کیا گیا تھا۔ مہاجرین کی طرف سے لواء سیّدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد فرمایا۔ اس لشکر میں ایک لواء بھی تھا جس کو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے کیا گیا۔ اور آخر میں سب سے بڑا جھنڈا سیّدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد فرمایا۔ اہلِ خزرج کا لواء حباب بن المنذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے ہوا۔

اسی طرح ایک اور روایت میں آتا ہے کہ بنوخزرج کا ایک دوسرا لواء سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد کیا گیا تھا۔ قبیلہ اوس کا لواء اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ تھا۔ اس طرح جو جو قبائل بھی اس لشکر میں شریک تھے ہر ایک کو لواء ورویا سپرد کیئے گئے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لشکرِ اسلام کے مقدمہ پر عامل مقرر کیا اور یہاں تک کہ وہ الجعرانہ میں مقدمہ کے ساتھ ہی اترے۔ میدانِ جنگ میں الگ الگ جھنڈے دینے کا مطلب دشمن کو نفسیاتی طور پر مفلوج کرنا ہوتا ہے تاکہ دشمن پر رعب پڑے اور وہ لشکر کی تعداد اور الگ الگ جھنڈے دیکھ کر مغلوب ہو جائے۔ بہت سے ایسے واقعات تاریخ اسلام اور تاریخ عالم میں ملتے ہیں کہ دشمن صرف اسی وجہ سے ہی میدانِ جنگ چھوڑ کر بھاگ گیا کہ مدِ مقابل کا لشکر تو کوئی ایک قبائل کی متحدہ فوج ہے۔ پھر غزوہ موتہ میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا میدانِ جنگ میں پیش آنیوالے واقعات کے بارے میں قبل از وقت باخبر کرتے ہوئے فرمانا کہ ''جب پہلا جھنڈا اٹھانے والا شہید ہو جائے تو دوسرا جھنڈا تھام لے اسکے بعد تیسرا اور پھر یہ فرمانا کہ تیسرے کے بعد جو چاہے جھنڈا اٹھالے''۔ عَلَم کی اہمیت کو عیاں کرنے کے لئے بہت کافی ہے۔

بہر حال لشکرِ اسلام صبحِ کاذب کے وقت دشمن پر کاری ضرب لگانے کے لئے بالکل تیار اور کوچ کے حکم کا منتظر تھا۔

(سنن ابوداؤد باب جہاد)

(تاریخ طبری جلد 1 صفحہ 412)

(طبقات ابن سعد جلد 1 صفحہ 441)

(مواہب لدنیہ جلد 1 صفحہ 546)

(سیرۃ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 527)

(زرقانی جلد 1 صفحہ 410)

(البدایۃ والنہایۃ جلد 4 صفحہ 746)

(مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 500) وغیرہ

لشکرِ اسلام پر اَچانک حَملہ

لشکرِ اسلام منگل اور بدھ کی درمیانی شب مورخہ 10 شوال 8ھ کو مقامِ حُنین پہنچ گیا۔ صبح کاذب کے وقت اسلامی لشکر نے دیکھا کہ ہوازن کی متحدہ فوج کا سپہ سالار مالک بن عوف اپنے لشکر کے ہمراہ میدان حنین کی طرف جا رہا ہے۔ اس امر کی خبر ملتے ہی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اسلامی لشکر کو اس کے تعاقب کا حکم دیا۔ مالک بن عوف نے جب دیکھا کہ اسلامی لشکر اسکے تعاقب میں آ رہا ہے تو وہ اپنے لشکریوں سمیت بھاگ کر پہاڑوں پر دائیں بائیں چڑھ کر ایسے غائب ہوئے کہ پُوری وادی میں ان کا نام ونشان تک نہ ملا۔ اصل میں مالک بن عوف کی یہ ایک جنگی چال تھی تاکہ مسلمان یہ سمجھیں کہ دشمن ان سے ڈر کر بھاگ گیا ہے اور وہ بے دھڑک اپنی پیش قدمی جاری رکھیں۔ مالک بن عوف اپنی اس چال میں کسی حد تک کامیاب بھی رہا۔ حقیقت یہ تھی کہ ہوازن کے لوگوں کو اس نے پہلے سے طے شدہ جنگی حکمت عملی کے مطابق پہاڑ کی گھاٹیوں میں چھپا دیا تھا۔ یہاں وادی حنین کی تنگ اور دشوار گزار گھاٹیاں تھیں۔ راستہ اس قدر تنگ تھا کہ اس پر سے لشکر کے جوانوں کا اکٹھا گزرنا مشکل تھا۔ وادی کی زمین میں چھوٹے بڑے بے شمار گڑھے تھے جو گزرنے والے کے لئے قدرتی رکاوٹ ثابت ہوتے تھے۔ کسی بھی لشکر کے لئے اس وادی سے تھوڑے تھوڑے آدمیوں پر مشتمل گروہوں کی صورت کے علاوہ گزرنا ممکن نہیں تھا یہی وجہ ہے کہ ہوازن کے لشکر کے سپہ سالار مالک بن عوف نے اسلامی لشکر کے گزرنے سے پہلے ہی اردگرد کے پہاڑوں پر جو کہ گھاٹی کے اطراف میں تھے۔ اپنے جوان چھپا کر تعینات کر دیئے تھے کہ جیسے ہی اسلامی لشکر اس گھاٹی سے چھوٹے چھوٹے گروہوں کی شکل میں گزرنے لگے اچانک تیروں سے ان پر حملہ کر دیا جائے۔ جنگی نقطۂ نظر سے مالک بن عوف کی یہ ایک کامیاب جنگی چال تھی۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سفید خچر پر سوار ہوئے۔ دو زرہیں زیب، تن فرمائیں سر پر خود پہنا اور وادی حنین میں لشکرِ اسلام کے ہمراہ پہنچے آپ علیہ السلام نے جو دو زرہیں پہنی ہوئی تھیں ان میں سے ایک کا نام ذات الفضول تھا اور دوسری کا نام سغد یہ تھا یہ سغد یہ نامی زرہ حضرت داوٗد علیہ السلام کی تھی جو انہوں نے اس وقت پہن رکھی تھی جب جالوت کو قتل کیا تھا۔ مختصر یہ کہ جیسے ہی اسلامی لشکر کے جوان اس تنگ ودشوار گزار گھاٹی میں گروہ کی شکل میں داخل ہوئے۔ ہوازن کے تیراندازوں نے اپنی کمین گاہوں سے اچانک شدید تیراندازی شروع کر دی۔ ہوازن کے یہ لوگ جو پہلے سے ہی چھپے بیٹھے تھے بڑے ماہر تیرانداز تھے۔ تیروں کی اچانک بارش نے مسلمانوں کو شدید مشکلات میں ڈال دیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بنی سلیم جو کہ مقدمہ پر تھے اور غیر مسلح بھی تھے اس اچانک تیر اندازی کے حملے سے اسقدر گھبرا گئے کہ ان لوگوں نے پیچھے مڑ کر دوڑ لگا دی۔ ان کے پیچھے کفار قریش تھے اور ان کے ہمراہ کچھ نومُسلم اور کمزور اعتقاد لوگ بھی یہ سب مڑ کر پیچھے کو بھاگ کھڑے ہوئے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ بنی سلیم اور مکّہ کے کچھ (تقریباً 80 افراد) ایسے لوگ تھے۔ جو مسلمانوں کی کثیر فوج کو دیکھ کر مالِ غنیمت کے لالچ میں لشکر کے ہمراہ چل دیئے تھے ان لوگوں کو مسلمانوں کی کامیابی کا اس قدر پختہ یقین تھا کہ وہ اپنے ہمراہ کوئی ہتھیار بھی نہیں لائے تھے۔ بہرحال ہوازن کے ٹڈی دل لشکر نے جب اچانک مُقدمہ اور دوسرے لشکریوں پر تیروں کی زبردست بارش کردی تو اہلِ لشکر اس ناگہانی آفت سے اسقدر خوفزدہ ہوئے کہ ان کو تن بدن کا بھی ہوش نہ رہا جس کا جدھر منہ اٹھا وہ ادھر ہی بھاگ کھڑا ہوا۔ یہاں ایک بات یقینی طور پر ذہن نشین رکھنی چاہیئے کہ ہوازن کے لوگ پورے عرب میں تیر اندازی کے میدان میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے میدانِ جنگ میں ان کا چلایا ہوا تیر کبھی خطا نہیں جاتا تھا۔

ابوسفیان بن حرب نے یہ منظر دیکھ کر کہا اب مسلمانوں کی یہ بھگدڑ سمندر سے پہلے نہیں رُکے گی۔ یاد رہے ابو سفیان بن حرب گو مسلمان ہو گیا تھا مگر سرداری کا نشہ اور مسلمانوں کے خلاف پرانی عداوت اسکے دِل سے پوری طرح ختم نہیں ہوئی تھی۔ اسی طرح لشکرِ اسلام کی اس کیفیت کو دیکھتے ہوئے کلال بن خلیل جو صفوان بن امیہ کا ماموں تھا نے چیخ کر کہا دیکھو آج جادو باطل ہو جائے گا۔ سحر کا خاتمہ ہو جائے گا۔

حضرت بَراء رَضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن حارث بن عدی بن جشم بن مجدعہ بن حارثہ بن حارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس المتوفی کوفہ 72ھ۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے 305 احادیث مروی ہیں) نے غزوۂ حنین کے بارے میں جو بیان فرمایا وہ ابن اسحاق کے بیان سے مختلف ہے۔ چنانچہ بخاری شریف میں جو بیان کیا گیا ہے اس میں آتا ہے کہ ہوازن تیر انداز تھے جب ہم نے ان پر سخت حملہ کیا تو وہ لوگ بھاگ کھڑے ہوئے اہلِ اسلام مالِ غنیمت کی طرف متوجہ ہوئے تو اہلِ ہوازن نے سخت ترین تیر اندازی سے ہمارا استقبال کیا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن نضر بن ضمضم بن زید بن حرام بن جب بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 93ھ میں بصرہ میں وفات پائی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے 2286 احادیث مروی ہیں) غزوہ حنین کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں ان کا یہ بیان صحیح مُسلم شریف کی حدیث میں آتا ہے۔ فرمایا ہم نے مکہ فتح کیا۔ پھر حنین پر چڑھائی کردی۔ دشمن نے اس قدر عمدہ طریقے سے صفیں باندھی ہوئی تھیں جو میں نے اس سے پہلے کبھی کسی جنگ میں نہیں دیکھیں تھیں۔ ان کی ترتیب یہ تھی پہلے سواروں کی صف پھر پیادہ ان کے پیچھے عورتیں اور آخر میں مویشیوں کی صف تھی۔ ہم لوگ اس غزوہ میں کثیر تعداد میں تھے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے سواروں کے ساتھ میمنہ پر تعینات تھے۔ مگر اچانک ہمارے سوار دشمن کی

سخت تیراندازی کی وجہ سے ہماری پیٹھ پیچھے پناہ گزیں ہونے لگے اور تھوڑی ہی دیر میں ہمارے سوار بھاگ کھڑے ہوئے ان بھاگنے والوں میں وہ لوگ بھی شامل تھے جنہیں تم جانتے ہو اور اعراب بھی۔

ابوسفیان بن حرب اور کلال بن خلیل کے فقرے سُن کر صفوان بن امیہ جو کہ اس وقت مشرک تھے۔ بولے خاموش رہو، اللہ تمہارے منہ کو بند کرے میرے نزدیک یہ بات زیادہ عزیز ہے کہ قریش کا کوئی آدمی میرا ولی یا مُربّی ہو اس بات سے کہ ہوازن کا کوئی شخص میری تربیت کرے یا مربی و ولی ہو۔ شیبہ بن عثمان بن ابی طلحہ نے کہا آج محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) سے اپنے باپ کے قتل کا بدلہ لینے کا اس سے اچھا موقع پھر نہیں ملے گا۔ اِس کا باپ غزوۂ اُحد میں مجاہدین کے ہاتھوں مارا گیا تھا۔ اس خیال سے شیبہ بن عثمان بن ابی طلحہ جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی طرف بڑھا تو فوراً غش کھا کر زمین پر گر گیا اور یوں اپنے اس بدارادے کی تکمیل کے لئے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم تک پہنچ ہی نہ سکا۔ ہوش آیا تو سمجھ گیا کہ مجھے اللہ کی طرف سے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) تک پہنچنے سے روک دیا گیا ہے غزوہ حنین کے بعد یہ آپ علیہ السلام کے دستِ حق پرست پر بیعت کرنے کے بعد دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔

ہوازن کی تیراندازی کے نتیجہ میں اسلامی لشکر اس طرح منتشر ہوا کہ صرف چند جاں نثار ہی آپ علیہ السلام کے سامنے رہ گئے۔

(صحیح بخاری بات یوم حنین الخ)
(فتح الباری جلد 8 صفحہ 29،30)
(تاریخ طبری جلد 1 صفحہ 413)
(مواہب لدنیہ جلد 1 صفحہ 543)
(سیرۃ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 527)
(طبقات ابن سعد جلد 1 صفحہ 441)
(البدایہ والنہایۃ جلد 4 صفحہ 747)
(مدارج النبوّت جلد 2 صفحہ 501)
(شرح بخاری غزوہ حنین شارح امام نووی رحمہ اللہ وغیرہ)

ثابت قدم جاں نثارانِ اسلام

غزوہ حنین کے موقعہ پر جو جاں نثار صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین اہل بیت انصار اور مہاجرین میں سے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے پاس رہ گئے اُن کے اسماء گرامی یہ ہیں۔ سیّدنا حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر

فاروق، حضرت علی مرتضی، حضرت عباس اوران کے صاحبزادے حضرت قثم اور حضرت فضل حضرت عباس کے بھتیجے ابوسفیان ابن حارث، حضرت اُسامہ بن زید، حضرت اُمِّ ایمن کے بھائی، ابن اُم ایمن ربیعہ ابن الحارث، معتب ابن ابولہب، حضرت عبداللہ بن زبیر بن عبدالمطلب، حضرت عقیل بن ابی طالب، حضرت ابن مسعود۔ بعض صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے آگے آگے تھے۔ کچھ بائیں اور کچھ دائیں ہاتھ تھے۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سواری کی رکاب سعادت پکڑی ہوئی تھی۔ جہاں تک ان صحابہ کرام کا تعلق ہے جو اس نازک وقت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے تو ان کی تعداد کے متعلق مختلف روایات ہیں ایک روایت یہ ہے کہ ان کی تعداد سو (100) تھی ایک دوسری روایت کے مطابق اسی (80) تھی جبکہ ایک اور روایت کے مطابق تین سو (300) تھی جبکہ ایک روایت کے مطابق بارہ (12) تھی۔

ابوسفیان بن الحارث نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے آگے آگے سواری کی لگام تھامی ہوئی تھی۔ تاکہ خچر جس پر آپ علیہ السلام سوار تھے دشمن کی طرف زور کر کے نہ چلی جائے۔ جبکہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم خچر کو دشمنوں کی طرف بڑھاتے تاکہ ان کی سرکوبی فرماسکیں۔ مگر جاں نثار پہلے خود نور مجسم پر قربان ہونا چاہتے تھے اسلئے سواری کو میدان جنگ کی طرف جانے سے روک رہے تھے۔

سیرت نگار حضرات اجماعی طور پر اس جگہ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ حنین جیسے مقام پر خچر کی سواری سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے کمالِ شجاعت۔ قوت قلب اور اللہ عزوجل پر توکل اور اعتماد میں زیادتی کے باعث تھا۔ کیونکہ ایسا کرنا یقیناً خصائص نبوّت میں سے ہے جبکہ عام طور پر خچر کی سواری سیر وسیاحت کے لئے استعمال کی جاتی ہے۔ میدانِ جنگ میں خچر کی سواری نہ کسی نے کی اور نہ ہی لڑائی کے لئے یہ سواری موزوں ہے۔ میدانِ جنگ میں ایسا جانور درکار ہوتا ہے جو نہایت ہی چست اور طاقتور ہو اور قدرت نے گھوڑے کو شاید خاص طور پر اسی مقصد کے لئے پیدا فرمایا ہے۔ غور سے دیکھیں تو پتہ چلتا ہے کہ گھوڑے کو پیدائش سے ہی پھرتی چُستی اور کروفر حاصل ہے۔ پھر اس غزوہ میں جو فرشتے اللہ کریم نے اتارے وہ بھی ابلق گھوڑوں پر سوار تھے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا خچر کی سواری فرمانا اصل میں دنیا والوں کو یہ بتانے کے لئے تھا کہ جنگ ہو یا امن قوتِ قلب، شجاعت نفس اور اللہ تعالیٰ پر توکل و اعتماد میرے لئے ان دونوں صورتوں میں برابر ہے۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اس وقت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خچر کا لگام تھامے ہوئے تھا اس خچر کا نام شہباز تھا اور یہ خچر فردہ ابن عمرو جذامی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو ہدیہ کی تھی جو بلقاء کا والی تھا اور فلسطین میں رومی شہنشاہ قیصر کی طرف سے مقرر تھا۔ اس خچر کو ''فضہ'' کہا جاتا تھا۔ ایک دوسری روایت ہے کہ اس کو ''دُلدُل'' کہا جاتا تھا جو مقوقس شاہِ مصر نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو ہدیہ کی تھی۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مُسلمانوں کو پکارنا

ان نازک ترین لمحات میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی بے نظیر شجاعت، ثابت قدمی اور بردباری کا وہ ظہور ہوا جسے چشم عالم نے پہلے نہیں دیکھا تھا۔ آپ علیہ السلام کا رُخِ انور دشمن کی طرف تھا اور آپ فرما رہے تھے۔

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِب ۔ اَنَابْنُ عَبد الْمُطَّلِب

''میں سچا نبی ہوں اللہ کریم نے مجھ سے جو نصرت و فتح کا وعدہ فرمایا ہے وہ بالکل سچ ہے حق ہے اس میں کذب کا امکان ہی نہیں۔ اور میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔''

اس ارشاد کے بعد آپ علیہ السلام نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا ''اے عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) آپ کی آواز بہت بلند ہے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو پکارو''۔ سیّدنا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے حسبِ حکم بلند آواز سے لوگوں یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو پکارا۔

یا معشر الا نصَار ۔ یا اصحاب الشجرة

اے گروہِ انصار۔ اے وہ لوگو جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی تھی یعنی اصحاب الشجر ۃ (بیعت رضوان والو)۔

کچھ صاحبِ سیر کہتے ہیں کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بھی فرمایا تھا۔

''یا اصحاب سورۃ البقرۃ''

اس سے تعظیم مقصود تھی کیونکہ وہ لوگ اسی سورۃ پر ایمان لائے ہوئے ہیں۔ جس کو سورۃ بقرہ بھی کہتے ہیں اور یہ قرآن کریم کی یہ سب سے بڑی سورۃ ہے۔ یہاں خصوصیت سے سورۃ بقر کا ذکر کرنے کی وجہ یہ بھی تھی کہ یہ پہلی سورۃ ہے جو مدینہ منورہ میں نازل ہوئی تھی اور اس لیے کہ اس میں یہ آیت بھی ہے:

سورۃ البقرہ آیت 249۔

كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ

غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۲۴۹﴾

ترجمہ: کہ بارہا کم جماعت غالب آئی ہے زیادہ گروہ پر اللہ کے حکم سے اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''

اسی سورۃ بقرہ میں آیت 207 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِىْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ؕ

وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۲۰۷﴾

ترجمہ: ''اور کوئی آدمی ایسا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی میں اپنی جان تک صرف کرڈالتا ہے اور اللہ ایسے بندوں کے حال پر نہایت مہربان ہے۔''

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین میری اس پکار کو سُن کر یک زبان بولے۔

یا لبیک یا لبیک (ہاں ہاں آئے آئے)۔

اور پھر یوں اکٹھے ہونے لگے جیسے شہد کی مکھیاں اپنی ملکہ مکھی کے گرد جمع ہوتی ہیں جس کا نام یعسوب ہے یا ان کے پلٹنے کی کیفیت یہ تھی جیسے کہ اونٹ یا گائے اپنے بچّے کی تلاش کے بعد اسکو پا کر خوش ہوتی ہے اور اسکے گرد آجاتی ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز سُنکر یہ کیفیت تھی کہ جن جن صحابہ کرام کی سواریوں کو پلٹنے میں دیر ہورہی تھی یا وہ سُست تھیں لوگوں نے اپنی زرہیں اتار کر زمین پر پھینک دیں اور صرف تلوار اور ڈھال لے کر سواریوں سے نیچے کود کر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی طرف دوڑتے ہوئے آئے۔ تھوڑی ہی دیر میں ایک سو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے گرد اکٹھے ہوگئے۔ یوں سب نے مل کر دشمن پر حملہ کردیا اور لڑائی کا بازار گرم ہوگیا۔

(صحیح بخاری، مسلم جلد 2 صفحہ 100)
(تاریخ طبری جلد 1 صفحہ 414)
(سیرت ابن ہشام جلد 2 صفحہ 526)
(طبقات ابن سعد جلد 1 صفحہ 443)
(البدایۃ والنہایۃ جلد 4 صفحہ 746)
(مدارج النبوّت جلد 2 صفحہ 502)

دُشمن کی شکست فاش

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پکار پر جب سو (100) کے قریب صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے گرد جمع ہوگئے تو انصار نے پکار شروع کی۔ اور اے انصار یوا ے انصاریو۔ پھر یہ پکار بنو حارث بن خزرج کے اندر محدود ہوگئی۔ ادھر مسلمان ہوازن کی تیراندازی سے جس طرح بھاگے تھے اور میدانِ جنگ چھوڑ دیا تھا اس سے بھی زیادہ تیز رفتاری سے پلٹ کر ایک کے پیچھے ایک میدانِ جنگ میں آنا شروع ہوگئے اور یوں میدانِ جنگ میں زوردار لڑائی شروع ہوگئی۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے میدان جنگ کی طرف دیکھتے

ہوئے فرمایا ''اب چولہا گرم ہو گیا ہے'' پھر زمین سے ایک مٹھی مٹی لے کر دشمن کی طرف پھینکتے ہوئے ارشاد فرمایا۔
ارشاد: شَاهَتِ الْوُجُوهُ: یعنی ''چہرے بگڑ جائیں''
''اِنْهَزَمُوا وَ رَبِّ مُحَمَّدٍ'' ''محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) کے ربّ کی قسم کافر فرار ہوئے''

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ہاتھ مبارک سے پھینکی ہوئی مٹھی بھر مٹی دشمنوں پر اس طرح پھیلی کہ کوئی ایسا باقی نہ بچا جسکی آنکھوں میں یہ مٹی نہ پڑی ہو۔ اسی وقت حضرت جبریل علیہ السلام حاضرِ خدمت ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو وہی کلمات تلقین فرمائے ہیں جو موسیٰ علیہ السلام کو تلقین فرمائے تھے۔ جبکہ موسیٰ علیہ السلام کی دُعا پر بنی اسرائیل کے لئے دریا میں راستے بنائے گئے تھے۔ چنانچہ آپ علیہ السلام نے وہی دعا حنین کے دن فرمائی جس کے الفاظ یہ تھے۔

ترجمہ دعا

تو ہے اور رہے گا تو زندہ ہے اور کبھی نہیں مر سکتا جب کہ آنکھیں نیند میں غافل محوِ خواب ہوتی ہیں اور ستارے بکھرے ہوئے ہوتے ہیں تو تو اس وقت بھی زندہ اور ہر چیز کا نگہبان رہتا ہے تجھے نہ اونگھ آتی ہے اور نہ نیند آتی ہے اے خدائے زندہ و پاسبان عالم۔

اس جگہ پر یہ قرآنی آیت نازل ہوئی۔ (سورۃ الانفال آیت 17۔

فَلَمْ تَقْتُلُوهُمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ قَتَلَهُمْ ۚ وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ ۚ وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِينَ مِنْهُ بَلَاءً حَسَنًا ۚ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿١٧﴾

ترجمہ: ''اور تم نے انہیں قتل نہ کیا بلکہ اللہ نے انہیں قتل کیا اور اے محبوب جو خاک تم نے پھینکی تم نے نہ پھینکی بلکہ اللہ نے پھینکی تا کہ مومنوں کو اچھا انعام عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ بے شک سُننے والا اور جاننے والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ کے فرشتے مُسلمانوں کی مدد فرما رہے تھے۔ سیّدنا حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ غزوہ حنین کے موقع پر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے جو سنگریزے مشرکین پر پھینکے ان میں سے یوں آواز آ رہی تھی۔ جیسے ان کو آسمان سے ایک طشت میں پھینکا ہے جو مشرکین اور اہل ہوازن اس غزوہ میں شریک تھے ان کے بیٹے اپنے باپوں سے جو جنگ میں شریک تھے سے نقل کرتے ہیں کہ جب ہم پر سنگریزے پھینکے گئے تو کوئی آنکھ ایسی نہ تھی جس میں وہ سنگریزے نہ پڑے ہوں۔ ہمارے دل تڑپنے لگے اور ایسا اضطراب پیدا ہوا جو بیان نہیں کر سکتے۔ ہمیں اس طرح کی آوازیں سُنائی دیں جیسے کوئی طشت پر ہتھوڑا مار رہا ہو جس وقت ہم پر سنگریزے برس رہے تھے عین اسی وقت سارے میدانِ جنگ پر سیاہ بادل چھا گیا جس نے ہماری ساری قوم کو اپنے اندر چھپا لیا۔

ہم لوگوں نے جب غور سے دیکھا تو سارا میدانِ جنگ اور وادی سیاہ چیونٹیوں سے بھری پڑی تھی۔ مزید بیان کرتے ہیں کہ ہم میں سے ہر ایک کو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہر پتھر اور ہر درخت پر زمین و آسمان کے درمیان سفید لباس پہنے ہوئے ابلق گھوڑوں پر سوار دکھائی دے رہے تھے۔ ان کی ہیبت وجلال کی یہ کیفیت تھی کہ ہم میں سے کوئی یہ طاقت نہیں رکھتا تھا کہ ان سواروں کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھ سکے۔ اسی طرح حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ حنین کے دن اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پانچ ہزار فرشتوں سے مدد فرمائی۔ جب مشرکین کو شکست فاش ہو چکی تو اہل ہوازن جو زندہ بچ گئے تھے لوگوں سے پوچھتے پھرتے تھے کہ وہ سفید لباس والے لوگ جو ابلق گھوڑوں پر سوار تھے کہاں ہیں۔ ہم لوگ ان ہی کے ہاتھوں ہلاک ورسوا ہوئے۔

جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں۔ جس کے الفاظ مذکورہ روایت سے کچھ مختلف ہیں مگر مفہوم تقریباً وہی ہے۔

فرماتے ہیں کہ ہوازن کی شکست وپسپائی سے کچھ ہی دیر پہلے میں نے آسمان سے ایک سیاہ چادر اترتی دیکھی جو کہ ہمارے اور دشمن کے درمیان آکر گری۔ اچانک اس چادر میں سے سیاہ چیونٹیاں نکلیں اور تمام وادی میں پھیل گئیں۔ مجھے ان کے فرشتے ہونے میں کچھ شک نہ تھا ان کی آمد کے کچھ ہی دیر بعد دشمنوں کو شکست فاش ہو گئی۔

اسی بنا پر حق تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا (سورۃ التوبہ آیت 26)۔

ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ
عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا

ترجمہ: ”پھر اللہ نے اپنی تسکین اتاری اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر اور مسلمانوں پر اور وہ لشکر اتارے جو تم نے نہ دیکھے“۔

مذکورہ روایات سے پتہ چلتا ہے کہ غزوہ حنین میں بھی غزوہ بدر کی طرح اللہ کریم نے فرشتوں کی مدد سے مُسلمانوں کی مدد کی اور فرشتوں نے دشمن کی فوج کا خوب قتال کیا اور یوں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان بابت فتح ونصرت حق ثابت ہوا اور پھر کیوں نہ ہوتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی طرف سے تو کچھ کہتے ہی نہیں جو فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہی فرماتے ہیں۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ ”فرشتے جنہیں کفار نے ابلق گھوڑوں پر سفید لباس پہنے اور عمامے باندھے دیکھا یہ فرشتے مسلمانوں کی شان وشوکت بڑھانے کے لیے آئے تھے۔ اس جنگ میں انہوں نے قتال نہیں کیا۔ قتال غزوہ بدر میں کیا تھا“۔

حضرت شیبہ بن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں یہاں ایک بات کی وضاحت کرنا ضروری خیال کرتا ہوں۔ شیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول ہم گزشتہ صفحات میں نقل کر چکے ہیں اسی قول کو دوبارہ نقل کرنے کی گو حاجت محسوس

نہیں ہوتی لیکن اس قول کا حاصلِ مقصد گو پہلے والے قول کے عین مطابق ہے مگر اس دُوسرے قول میں کیونکہ مزید وضاحت اور کچھ اضافہ ہے اسلئے دلچسپی کے لئے اس کو درج کیا جا رہا ہے۔ یعنی حضرت شیبہ بن عثمان حجبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ جب قریش کی ایک جماعت سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ حنین میں آئی تو میں بھی اس جماعت میں شامل ہو گیا۔ میں نے اپنے دِل میں یہ مصمّم ارادہ کر لیا تھا کہ موقعہ ملتے ہی محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) کو شہید کر دوں گا۔ کیونکہ میرا والد غزوۂ احد میں مسلمانوں کے ہاتھوں مارا گیا تھا جس کی وجہ سے میرے دِل میں مسلمانوں کے خلاف سخت نفرت اور کینہ تھا۔ میں اپنے دِل میں پکا ارادہ کر چکا تھا کہ اگر سب لوگ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) کے مطیع وفرمانبردار ہو جائیں میں تب بھی ان پر ایمان نہیں لاؤں گا۔

یہ شیبہ بن عثمان حجبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دربانِ حرم تھے اور ان کی اولاد بنوشیبہ کہلاتی ہے جن میں حرم کی دربانی اور کنجی برداری کا سلسلہ چلتا رہا۔ عربی میں کعبۃ اللہ کی کنجیاں رکھنے کے عہدہ کو ''حجابہ'' کہا جاتا ہے جس کے معنی دربانی کے ہیں۔ جس کے پاس کنجیاں ہوتی ہیں اس کو ''حاجب حرم'' کہا جاتا ہے۔ اس نسبت سے کنجیاں رکھنے والے شخص یا خاندان کو ''حجبی'' کہا جاتا ہے۔

اسلامی لشکر پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے ایک روز موقع ملنے پر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے پیچھے سے آ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تلوار کا وار کرنا چاہتا تھا۔ جیسے ہی میں اس بدارادے سے آگے بڑھا کہ اچانک بجلی کی طرح آگ کا ایک شعلہ نمودار ہو کر مجھ پر لپکا۔ اور قریب تھا کہ مجھے جلا کر خاکستر بنا دے کہ عین اسی وقت سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے مجھے آواز دے کر اپنے پاس بلایا اور فرمایا ''اے شیبہ میرے اور قریب آؤ''

حکم مبارک سُن کر میں سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے قریب گیا۔ آپ علیہ السلام نے میرے سینہ پر ہاتھ مبارک مارا اور فرمایا ''اے اللہ! اسکو شیطان کے شر سے محفوظ فرما''۔ اتنا فرمانا تھا کہ حق تعالیٰ نے فوراً میرے سینے میں کینہ وغیرہ کو دفع کر دیا۔ اللہ کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے آپ علیہ السلام اسی وقت میرے لئے میری آنکھ اور کان سے بھی زیادہ محبوب ہو گئے۔ اسکے بعد سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے مجھے حکم فرمایا ''جاؤ اور دشمن سے جنگ کرو''۔ میں آپ علیہ السلام کے آگے آگے چل کر دشمن سے جنگ کرنے لگا۔ خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا عشق اس حد تک میرے سینے میں موجزن ہو چکا تھا کہ اگر اس وقت میرا باپ بھی کفار کی صف میں ہوتے ہوئے مقابلہ پر آتا تو میں اسکو بھی قتل کر دیتا۔

جنگ میں مُسلمان اللہ تعالیٰ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے صدقے کامیاب ہوئے اور دشمن کو عبرتناک شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ جنگ کے خاتمہ پر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اپنے خیمہ مبارک میں تشریف لے آئے۔ میں بھی زیارتِ آفتاب کے لئے خیمہ میں حاضر ہوا مجھے دیکھ کر ارشاد فرمایا ''اے شیبہ! اللہ تعالیٰ نے جو کچھ تیرے لئے چنا ہے وہ اس سے بہتر ہے جو تمہارے دِل کی خواہش تھی''۔ پھر نورِ مجسّم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم

نے مجھے وہ سب کچھ بتا دیا جو میرے دِل میں تھا اور جو میری خواہش تھی۔ آپکی گفتگو مبارکہ سُن کر میں نے فوراً پڑھا۔

"اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ."

پھر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میرے حق میں استغفار فرمائیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"غَفَرَ اللّٰهُ لَکَ" اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمائے۔

مذکورہ حدیث پر اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ جب سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے شیبہ کے سینے پر ہاتھ مبارک مارا تو اسی وقت شیبہ کے دِل میں نور ایمان راسخ ہو گیا اور حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی محبت جاگزیں ہو گئی جسکی وجہ سے شیبہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اسی وقت' اُسی آن' اسی گھڑی دشمنوں کے ساتھ جہاد شروع کر دیا اور اس وقت تک دشمنوں سے لڑتے رہے۔ جب تک مسلمانوں نے فتح حاصل نہ کر لی۔ غور طلب بات ہے کہ اس وقت تک شیبہ نے کلمہ شہادت نہیں پڑھا تھا اس سعادت دارین سے تو وہ جنگ کے بعد مشرّف ہوئے۔ اس حدیث سے پتہ چلا کہ تصدیقِ قلبی ہی ایمان کی اصل وحقیقت ہے۔ اور زبان کا اقرار تو ایمان کے احکام کے اجرا کے لئے زائد ہے۔ جس کے حاصل ہو جانے کے بعد ایمان اصل معنیٰ میں مکمل ہو جاتا ہے۔

اسی طرح حدیث میں آتا ہے کہ لوگوں نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ غزوہ حنین کے موقعہ پر میدان سے فرار ہو گئے تھے۔ انہوں نے جواب دیا ہاں مگر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میدانِ جنگ میں بدستور تشریف فرما رہے آپ علیہ السلام کے استحکام، صبر وشجاعت کو دیکھتے ہوئے ہم ہوازن پر اس قدر جوش سے حملہ آور ہوئے کہ دشمن کے میدانِ جنگ میں اپنا سب کچھ چھوڑ کر فرار ہوتے ہی ہم غنائم کی جانب متوجہ ہوئے تو دشمن نے اچانک ہم پر تیروں کی سخت بارش شروع کر دی بعد میں معلوم ہوا کہ میدانِ جنگ سے پہلے ہی حملے میں دشمن کا فرار ہو جانا اصل میں اس کی پہلے سے ہی تیار کردہ چال تھی جس پر عمل کرتے ہوئے وقتی طور پر دشمن کامیاب ہو گیا لیکن بعد میں اسکو عبرتناک شکست سے دوچار ہونا پڑا۔

ایک شرعی مسئلے کی وضاحت

غزوہ حُنین میں پیش آنیوالے مذکورہ واقعات اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے بیانات خاص طور پر حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ وہ اپنے بیان میں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اس غزوہ میں ہم لوگوں پر فرار ہونے اور پریشان ہونے کی نوبت صرف اور صرف ہماری اپنی غلطی کی وجہ سے آئی۔ کیونکہ دشمن پہلے ہی حملے میں بھاگ اٹھا تھا اور ہم لوگ دنیوی مال کی طرف متوجہ ہوئے اور دشمن کی چال کامیاب رہی ایسا ہی واقعہ غزوہ اُحد میں بھی پیش آیا تھا۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بدستور میدانِ جنگ میں تشریف فرما رہے۔ یاد رہے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے کسی بھی موقعہ پر فرار کا تصور ہی ممکن نہیں بلکہ ایسا کسی حال میں ہونا ممکنات میں سے ہی نہیں۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ آقائے نامدار علیہ السّلام شجاعت کے اعلیٰ ترین عہدے پر فائز تھے اور آپ علیہ السلام کو حق پر کامل اعتماد تھا اور اعتماد بھی ایسا جو کسی حال میں کسی بھی صورت میں متزلزل ہو ہی نہیں سکتا تھا کیونکہ جس عظیم ہستی کا حق پر یقین کامل ہوا سکے لئے متزلزل ہونا یا فرار ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اسی بات پر اجماع امت ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بابت فرار کا عقیدہ رکھنا ہزیمت کا خیال دِل میں آنا ناجائز اور سخت حرام ہے۔

قاضی عیاض مالکی رحمہُ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب 'الشفا' میں مرابط مالکی سے نقل کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ سرکار دو عالم نور مجسّم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میدانِ جنگ سے فرار کا راستہ اختیار کیا تو ایسے شخص سے توبہ کرائیں۔ اگر تو ایسا شخص توبہ کرے تو بہتر ہے اس کا ایمان وجان دونوں بچ جائیں گے اور اگر اس شخص نے توبہ کرنے سے انکار کیا تو اُسے قتل کر دیا جائے گا۔

عظمتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر حال میں خیال رہے کیونکہ اگر ایسا نہ کیا گیا تو ایمان برباد ہو جائے گا۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اپنے ہاتھ مبارک سے دشمن کی طرف مٹی پھینکی تو اسکے تھوڑی دیر بعد ہی اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے دشمن کو ایسی شکستِ فاش ہوئی کہ وہ میدانِ جنگ سے صرف اپنی جانیں بچا کر ہی بھاگ سکا باقی سارا مال واسباب میدان میں ہی چھوڑ گیا۔ اس غزوہ میں دشمن کا سارا مال واسباب، ہتھیار، عورتیں بچے وغیرہ مسلمانوں کو مالِ غنیمت میں میسر آئے۔ اسی غزوہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنی پاک کلام میں یوں ارشاد فرمایا: سورۃ التوبہ آیات 25، 26۔

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ
مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ
فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا
رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ﴿٢٥﴾ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ
عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا
وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٢٦﴾

ترجمہ: ''بے شک اللہ نے بہت جگہ تمہاری مدد کی اور حنین کے دن جبکہ تمہاری کثرت نے تم کو خود پسندی میں ڈال دیا پس وہ کثرت تمہارے کچھ کام نہ آئی اور زمین وسیع ہونے کے باوجود تم پر تنگ ہوگئی پھر تم پیٹھ دے کر پھر گئے۔ اسکے

بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص تسکین اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) پر اتاری اور اہل ایمان کے قلوب پر اور ایسے لشکر اتارے جن کو تم نے نہیں دیکھا اور کافروں کو سزا دی اور یہی سزا ہے کافروں کی۔''

(مواہب لدنیہ جلد 1 صفحہ 293)

(سیرۃ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 523)

(طبقات ابن سعد جلد 1 صفحہ 443)

(فتح الباری جلد 8 صفحہ 34)

(البدایۃ والنہایۃ جلد 4 صفحہ 728)

(تاریخ طبری جلد 1 صفحہ 415)

(مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 507) وغیرہ

کتابیات جلد ششم

نمبر شمار	نام کتاب	تالیف
1	دلائل النبوۃ	علامہ ابوبکر احمد ابن حسین بیہقی (ولادت نیشاپور 384ھ وفات 458ھ)
2	تاریخ طبری	حضرت ابی جعفر ابن جریر طبری (التوفی 310ھ)
3	سیرۃ النبی کامل	علامہ ابو محمد عبد الملک بن ہشام ابن ایوب الحمیری (التوفی 213ھ)
4	طبقات ابن سعد	علامہ ابو عبد اللہ محمد بن سعد البصری (168ھ-230ھ)
5	سیرت حلبیہ	علامہ علی ابن برہان الدین حلبی (975ھ-1044ھ)
6	زاد المعاد	حافظ ابن قیم (691ھ-751ھ)
7	شرح مواہب لدنیہ	امام محمد بن عبد الباقی الزرقانی (التوفی 1172ھ)
8	الوفاء باحوال مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	امام عبد الرحمن ابن جوزی (متوفی 597ھ)
9	البدایہ والنہایہ	امام عماد الدین ابن کثیر دمشقی (التوفی 774ھ) (701ھ-774ھ)
10	تاج العروس	سیّد محمد مرتضی الحسینی زبیدی (التوفی 791ھ)
11	شرح مہذب	امام ابن زکریا محیی الدین شرف النووی (متوفی 676ھ)
12	روض الانف	امام عبد الرحمن بن عبد اللہ بن احمد بن ابی الحسن السہیلی (متولد 508ھ التوفی 581ھ)
13	صحیح بخاری شریف	حضرت امام ابو عبد اللہ محمد اسماعیل بخاری (ولادت 192ھ وفات 256ھ) (امام مسلم، ترمذی، ابن خزیمہ، ابی زرعہ، ابو حاتم، نسائی وغیرہ محدثین آپ کے شاگرد ہیں)
14	فتح الباری	حضرت امام حجر عسقلانی۔ متوفی 852ھ
15	رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیاسی زندگی	ڈاکٹر حمید اللہ

16	مواہب لدنیہ	شیخ احمد بن محمد بن ابی بکر الخطیب البغدادی
17	سیرت الکبریٰ	امام محمد بن محمد بن سید الناس (التوفی 734ھ)
18	کتاب الخراج	امام ابو یوسف
19	صحیح مسلم شریف	حضرت امام مسلم ابن حجاج نیشاپوری (ولادت 204ھ وفات بغداد 241ھ)
20	مسند امام احمد	امام احمد بن حنبل ابن ادریس (ولادت بغداد 164ھ وفات بغداد 241ھ)
21	سنن ابوداؤد	حضرت ابوداؤد سلیمان ابن اشعث (ولادت ہرات کے قریب بجستان 202ھ وفات بصرہ 275ھ)
22	سنن نسائی	امام عبدالرحمٰن ابن احمدان شعیب ابن بحرابن سنان نسائی (ولادت خراسان کی بستی نساء 215ھ وفات بعض کے مطابق مکہ مکرمہ 303ھ)
23	تفسیر ابن کثیر	علامہ حافظ ابوالفدا ءعمادالدین ابن کثیر دمشقی (701ھ-774ھ)
24	معجم البلدان	علامہ شہاب الدین ابوعبداللہ یاقوت بن عبداللہ الحموی الرومی البغدادی (پیدائش روم 574ھ وفات حلب شہر کے قریب واقع خان 626ھ)
25	مشکوٰۃ شریف	امام ولی الدین محمد علیہ الرحمۃ
26	کتاب مقدس استثنا	مطبوعہ برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی
27	کنز العمال	علامہ علی المتقی بن حسام الدین (متوفی 975ھ)
28	فتوح البلدان	علامہ احمد بن یحییٰ ابن جابر البلازری (التوفی 279ھ=892ء)
29	اصابہ	امام احمد بن علی بن محمد بن علی العسقلانی (متوفی 852ھ)
30	زاد المعاد	علامہ حافظ ابن قیم (691ھ-751ھ)
31	اعلام النبوۃ	علامہ ابوالحسن الماوردی (متوفی 450ھ)
32	الخصائص الکبریٰ	حضرت امام جلال الدین سیوطی (متوفی 911)ھ
33	تاریخ یعقوبی	علامہ احمد بن ابی یعقوب (التوفی 292ھ)
34	لسان العرب	امام جمال الدین محمد بن مکرم (التوفی 771ھ)

35	فتوحات مکیہ	شیخ اکبر محی الدین ابن عربی (المتوفی 638ھ)
36	منظومہ	حافظ زین الدین عراقی
37	مدارج النبوت	شاہ عبدالحق محدث دہلوی (958ھ۔1073ھ)
38	عیون الاثر	علامہ الحافظ ابوالفتح محمد بن محمد (متوفی 734ھ)
39	اخبار مکہ	علامہ ابوالولید ازرقی (223ھ)
40	شفاء الغرام	امام تقی الدین محمد بن احمد الفاسی (832ھ)
41	شفا شریف	قاضی عیاض مالکی (المتوفی 544ھ)
42	تفسیر در منثور	امام جلال الدین سیوطی (متوفی 911ھ)
43	تفسیر کبیر	امام فخر الدین رازی (المتوفی 606ھ)
44	آثار مدینہ منورہ	الشیخ عبدالقدوس الانصاری
45	صحیفہ غوثیہ	سیدنا غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی (المتوفی 561ھ)
46	گلاسری آف کاسٹ اینڈ ٹرائب	ایچ اے روز اشاعت 1911ء
47	اخبار مدینہ	امام ابن النجار (المتوفی 643ھ=1245ء)
48	شرح بخاری	امام قسطلانی (851ھ-923ھ)
49	شرف المصطفٰے	حافظ عبدالسعید عبدالملک نیشاپوری (متوفی 273ھ)
50	معالم دارالہجرت	امام زین الدین المراغی (المتوفی 816ھ)
51	روح المعانی	علامہ شہاب الدین آلوسی بغدادی (متوفی 1270ھ)
52	صورۃ من المدینۃ المنورہ	خالد مصطفٰے۔قاہرہ۔مصر
53	مرۃ الحرمین	ابراھیم رفعت پاشا (اشاعت 1908ء) قاہرہ۔مصر
54	معارج النبوت	حضرت مولانا ملا معین واعظ الکاشفی (المتوفی 907ھ)
55	تفسیر ابن کثیر	حضرت علامہ ابوالفداء اسماعیل بن کثیر (متوفی 774ھ)
56	دلائل النبوۃ	امام الحافظ ابونعیم الاصبہانی (متوفی 430ھ)
57	تفسیر بغوی	علامہ بغوی (المتوفی 516ھ)
58	الاصابہ	امام احمد بن علی بن محمد بن علی العسقلانی متوفی 852ھ
59	اصح السیر	علامہ علی بن برہان الدین حلبی (975ھ-1044ھ)

60	ترمذی شریف	امام ابوعیسیٰ محمد ابن عیسیٰ ترمذی (ولادت نہر بلخ کے کنارے واقع جیحوں مقام ترمذ 229ھ- وفات ترمذ 279ھ)
61	موطا امام مالک	امام ابوعبداللہ مالک بن انس اصبحی (ولادت 103ھ وفات مدینہ منورہ 179ھ)
62	السیرۃ النبویہ	حضرت علامہ ابوالفداء اسماعیل بن کثیر (متوفی 774ھ)
63	تفسیر کبیر	امام فخر الدین رازی (المتوفی 606ھ)
65	کتاب فقہ اکبر	امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت زوتی (پیدائش کوفہ 80ھ وفات بغداد 150ھ)
66	سنن ابن ماجہ	ابن ماجہ ابوعبداللہ محمد بن یزید قزوینی (209ھ-273ھ)
67	شواہد النبوۃ	حضرت نورالدین عبدالرحمن جامی (متوفی 898ھ-1492ء)
68	حیات القلوب	آغا محمد باقر مجلسی (1087ھ-1676ء)